فتاوٰی رضویّہ
مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات
امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ
۲۹
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

فتاوٰی رِضویّه

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا یُّفَقِّھۡہُ فِی الدِّیۡنِ (الحدیث)

اَلۡعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الۡفَتَاوٰی الرِّضۡوِیَّۃِ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ۲۹

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ـــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور ۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون: ۷۶۵۷۳۱۴، ۷۶۶۵۷۷۲

نام کتاب ________ فتاوی رضویہ جلد ۲۹

تصنیف ________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ترجمہ عربی عبارات ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ترتیبِ فہرست ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تخریج و تصحیح ________ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ، مولانا غلام حسین

باہتمام و سرپرستی ________ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان

کتابت ________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ________ مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور

صفحات ________ ۷۵۲

اشاعت ________ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ / اگست ۲۰۰۵ء

مطبع ________

ناشر ________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ________

ملنے کے پتے

* رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/ ۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

* مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

* شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

پیش لفظ

الحمد للہ! اعلٰیحضرت امام المسلمین مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں:

(۱) الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ (۱۳۲۳ھ)

مع الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ (۱۳۲۶ھ)

(۲) انباء الحی ان کلامہ المصون تبیانا لکل شیئ (۱۳۲۶ھ)

مع التعلیقات حاسم المفتری علی السید البری (۱۳۲۸ھ)

(۳) کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ)

(۴) صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین (۱۳۰۵ھ)

(۵) ھادی الاضحیۃ بالشاۃ الھندیۃ (۱۳۱۴ھ)

(۶)الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ (۱۳۰۷ھ)

(۷)الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ (۱۳۲۴ھ)

مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوٰی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج وترجمہ کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کاآغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ /مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہٖ تعالٰی جل مجدہ وبعنایت رسولہ الکریم تقریبًا تقریبًا پندرہ[۱۵] سال کے مختصر عرصہ میں انتیسویں[۲۹] جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس سے قبل شائع ہونے والی اٹھائیس جلدوں کے مشمولات کی تفصیل سنین اشاعت۔ کتب وابواب، مجموعی صفحات، تعداد سوالات وجوابات اوران میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد	عنوان	جواباتِ اسئلہ	تعدادِ رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ ــــ مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ ــــ نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ ــــ فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ ــــ جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصّلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ ــــ ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	کتاب الصّلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاوّل ۱۴۱۵ ــــ اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	کتاب الصّلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ ــــ دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	کتاب الصّلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ ــــ جُون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ ــــ اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب زکوٰۃ،صوم،حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۷ ــــ اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ ــــ مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب نکاح،طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ ــــ نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب طلاق،ایمان اور حدود وتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ ــــ مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر	۳۳۹	۷	جمادی الاخرٰی ۱۴۱۹ ــــ ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲

۱۵	کتاب السیر	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰______اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولٰی ۱۴۲۰______ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰______فروری ۲۰۰۰	۷۲۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء و الدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱______جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربۃ، کتاب الامانات، کتاب العاریۃ، کتاب الھبہ، کتاب الاجارۃ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ فروری ۲۰۰۱	۶۹۲
۲۰	کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید و الذبائح، کتاب الاضحیہ	۳۳۴	۳	صفر المظفر______۱۴۲۲___مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر و الاباحۃ (حصہ اول)	۲۹۱	۹	ربیع الاوّل____۱۴۲۳____مئی ۲۰۰۲	۶۷۶
۲۲	کتاب الحظر و الاباحۃ (حصہ دوم)	۲۴۱	۶	جمادی الاخری___۱۴۲۳__اگست ۲۰۰۲	۶۹۲
۲۳	کتاب الحظر و الاباحۃ (حصہ سوم)	۴۰۹	۷	ذوالحجہ____۱۴۲۳_____فروری ۲۰۰۳	۷۶۸
۲۴	کتاب الحظر و الاباحۃ	۲۸۴	۹	ذوالحجہ____۱۴۲۳_____فروری ۲۰۰۳	۷۲۰
۲۵	کتاب المداینات، کتاب الاشربہ، کتاب الرھن، باب القسم، کتاب الوصایا	۱۸۳	۳	رجب المرجب___۱۴۲۴__ستمبر ۲۰۰۳	۶۵۸
۲۶	کتاب الفرائض، کتاب الشتی حصہ اوّل	۳۲۵	۸	محرم الحرام___۱۴۲۵مارچ____۲۰۰۴	۶۱۶
۲۷	کتاب الشتی حصہ دوم	۳۵	۱۰	جمادی الاخری___۱۴۲۵__اگست ۲۰۰۴	۶۸۴
۲۸	کتاب الشتی حصہ سوم	۲۲	۶	ذیقعدہ____۱۴۲۵_____جنوری ۲۰۰۵	۶۸۴

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف ومتداول کتب فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضافاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس ۲۰ جلدوں میں اسی ترتیب کو

ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محل نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلی محسن اہلسنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور دیگر اکابر علماء ومشائخ سے استشارہ واستفسار کے بعد اراکین ادارہ نے فیصلہ کیا کہ بیسویں جلد کے بعد والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابواب فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے، نیز اس سلسلہ میں بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی گرانقدر تحقیق انیق کو بھی ہم نے پیش نظر رکھا اور اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کی۔ عام طور پر فقہ وفتاوٰی کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں[۲۰] جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیۃ پر ہوا تھا لہٰذا اکیسویں[۲۱] جلد سے مسائل حظر واباحۃ کی اشاعت کا آغاز کیا گیا۔ کتاب الحظر والاباحۃ (جو چار جلدوں ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ پر مشتمل ہے) کی تکمیل کے بعد ابواب مداینات، اشربہ، رہن، قسم اور وصایا پر مشتمل پچیسویں[۲۵] جلد بھی منصّہ شہود پر آچکی ہے۔ اب ابواب فقہیہ میں سے صرف کتاب الفرائض باقی تھی جس کو پیش نظر جلد میں شامل کردیا گیا ہے۔ باقی رہے مسائل کلامیہ و دیگر متفرق عنوانات پر مشتمل مباحث وفتاوائے اعلیٰحضرت جو فتاوٰی رضویہ قدیم کی جلد نہم ودوازدہم میں غیر مبوّب و غیر مترتّب طور پر مندرج ہیں، ان کی ترتیب وتبویب اگرچہ آسان کام نہ تھا مگر رب العالمین عزوجل کی توفیق، رحمۃ العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کی نظر عنایت، اعلیٰحضرت اور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہما کے روحانی تصرف وکرامت سے راقم نے یہ گھاٹی بھی عبور کرلی اور کتاب الحظر والاباحۃ کی طرح ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ابواب کی لڑی میں پروکر مرتبط ومنضبط کردیا ہے **وللہ الحمد**۔

اس سلسلہ میں ہم نے مندرجہ ذیل امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا:

(ا) ان تمام مسائل کلامیہ ومتفرقہ کو کتاب الشتی کا مرکزی عنوان دے کر مختلف ابواب پر تقسیم کردیا ہے۔

(ب) تبویب میں سوال واستفتاء کا اعتبار کیا گیا ہے۔

(ج) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق سوالات مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(د) مذکورہ بالا دونوں جلدوں (نہم ودوازدہم قدیم) میں شامل رسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(ھ) رسائل کی ابتداء وانتہاء کو ممتاز کیا ہے۔

(و) کتاب الشتیٰ کے ابواب سے متعلق اعلیٰحضرت کے بعض رسائل جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہوسکے تھے ان کو بھی موزوں ومناسب جگہ پر شامل کردیا ہے۔
(ز) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب چونکہ سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہوگئی ہے لہٰذا مسائل کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے مرتّب کرنا پڑی۔
(ح) کتاب الشتیٰ میں داخل تمام رسائل کے مندرجات کی مکمل ومفصّل فہرستیں مرتب کی گئی ہیں۔

انتیسویں[۲۹] جلد

یہ جلد ۲۱۵ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۷۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔اس جلد کی عربی وفارسی عبارات کاترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔البتہ رسالہ "خالص الاعتقاد" کی بعض عبارات کاترجمہ حضرت مولانا تحسین رضاخان صاحب نے کیا ہے جب کہ التحبیر بباب التدبیر اور ثلج الصدر لایمان القدر کی اکثر عبارات کاترجمہ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کے رشحاتِ قلم کا ثمر ہے۔رسالہ قوارع القہار کاترجمہ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی علیہ الرحمہ کا تحریر کردہ ہے اور رسالہ اعتقاد الاحباب کی تزیین وترتیب اور توضیح وتشریح خلیل العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل القادری البرکاتی علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے۔
پیش نظر جلد (کتاب الشتیٰ حصہ چہارم) بنیادی طور پر مسائل کلامیہ واعتقادیہ پر مشتمل ہے جو فتاویٰ رضویہ قدیم جلد نہم و دوازدہم میں متفرق طور پر مذکور ہیں ہم نے ان کو یکجا کردیا ہے علاوہ ازیں اس جلد میں عروض وقوافی۔علم وتعلیم زبان وبیان علم الحیوان، علم حروف وریاضی، وعظ وتبلیغ، حقوق العباد، تشریح ابدان، خواب، لغت اور اجارہ کے بارے میں سوالوں کے جوابات بھی شامل ہیں۔مذکورہ بالا عنوانات کے علاوہ متعدد عنوانات سے متعلق مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں،
انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل گیارہ رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں۔
(۱) قوارع القهار علی المجسمة الفجار المعروف به ضربِ قہاری (۱۳۱۸ھ)
آیاتِ متشابہات پر آریوں کے اعتراضات کامنہ توڑ جواب

(۲) ازاحۃ العیب بسیف الغیب

علمِ غیب کے موضوع پر مدلّل رسالہ

(۳) "خالص الاعتقاد" مع تمہید رماح القہار علی کفر الکفار (۱۳۲۸ھ)

مسئلہ علمِ غیب کا مدلل رسالہ

(۴) انباء المصطفٰی بحال سر واخفی (۱۳۱۸ھ)

حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عالمِ ماکان ومایکون ہونے کا ثبوت

(۵) انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ (۱۳۰۴ھ)

یارسول اللہ کہنے کے جواز پر زور دار دلائل

(۶) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (۱۳۱۶ھ)

ایمان ابوطالب کے بارے میں مفصل بحث

(۷) اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفٰی والال والاصحاب (۱۲۹۸ھ)

اہل سنت وجماعت کے دس عقائدِ حقہ کا بیان

(۸) التحبیر بباب التدبیر (۱۳۲۵ھ)

مسئلہ قضاء وقدر کا روشن بیان

(۱۰) اسماع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین (۱۳۰۵ھ)

(۱۱) امور عشرین در عقائد سنین

سُنی اور غیر سنی میں امتیاز کرنے والے بیس ۲۰ امور کا بیان۔

ضروری بات

گو مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے وصال پر ملال سے جامعہ نظامیہ رضویہ کو ناقابل برداشت صدمہ سے دوچار ہونا پڑا، مگر یہ اس سراپا کرامت وجود باجود کا فیضان ہے کہ ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا علامہ مفتی محمد عبدالمصطفٰی ہزاروی مدظلہ جو علوم دینیہ وعصریہ کے مستند فاضل

اور حضرت مفتی اعظم کی علمی و تجرباتی وسعت وفراست کے وارث وامین ہیں، نہایت صبر واستقامت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے تمام شعبہ جات کی ترویج وترقی کے لئے شب وروز ایک کئے ہوئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ موصوف نے جامعہ کے طلباء کی تعداد میں خاصا اضافہ ہونے کے باعث متعدد تجربہ کار مدرسین مقرر کئے ہیں اور فتاوٰی رضویہ جدید کی اشاعت وطباعت میں بھی بدستور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے نقوش جمیلہ پر گامزن ہیں۔یہی وجہ ہے کہ حسب معمول سالانہ دو جلدوں کی اشاعت باقاعدگی سے ہورہی ہے۔بس آپ حضرات سے درخواست ہے کہ دعاؤں سے نوازتے رہئے تاکہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے مشن کو ان کے جسمانی وروحانی نائبین بحسن وخوبی ترقی سے ہمکنار کرنے میں اپنا کردار سرانجام دیتے رہیں۔فقط

حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ
لاہور وشیخوپورہ (پاکستان)

رجب المرجب ۱۴۲۶ھ
اگست ۲۰۰۵

فہرست مضامین مفصّل

فہرست ضمنی مسائل

کتاب الشّتی

(حصّۂ چہارم)

عروض و قوافی

مسئلہ ۱: از سہارن پور ضلع ایٹہ مرسلہ جناب چودھری مولوی عبدالحمید صاحب ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجد دمائۃ حاضرہ مؤید ظاہرہ عالی جناب مولوی مفتی احمد رضا خان صاحب۔ ادام اللہ تعالٰی ظلال اشادہ علٰی راس الطالبین، پس از آداب عجز و نیاز و سلام مسنون، مارہرہ سے ایک صاحب نے کنز الآخرہ پر مندرجہ پرچہ بااضافہ وترمیم کرکے بھیجا ہے جس کے جوابات ذیل بغرض ملاحظہ اعلیٰحضرت ارسال ہیں، بعد ملاحظہ اس امر کی تنقیح فرمائی جائے کہ اعتراض کس حد تک صحیح ہیں اور جوابات کس حد تک کافی، تاکہ اس کے مطابق عملدرآمد کیا جائے۔ معترض صاحبِ فن شاعری میں دستگاہ قادر رکھتے ہیں اور عروض و قوافی میں مہارتِ کامل۔

(۱) صفحہ ٹائیٹل **محمد الرسول اللہ**۔

اعتراض: مضاف پر الف لام نہیں آتا۔

جواب: میں نے عنوان کتاب پر سوا نام کتاب کے کچھ تحریر نہ کیا۔ باقی سب عبارت تالیفِ کاتب ہے۔ "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی"[1] (اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

(۲) ص ۴: ؎

وہ یگانہ ہے صفات وذات میں　　نیز یکتا اس کے سب افعال ہیں

اعتراض: قافیہ صحیح نہیں، یوں ہو: ع

نیز یکتا ہو وہ ہر بات میں

جواب: اختلاف حرکت قافیہ میں اساتذہ کی سندیں حدِ تواتر پر ہیں حضرت سعدی: ؎

(۱) چو خواہد کہ ویراں کند عالمے　　کند ملک در پنجہ ظالمے [1]

(۲) برائے جہاندیدگاں کارکن　　کہ صید آموز داست گرگ کہن [2]

(۳) چو خدمت گزاریت گردد کہن　　حق سالیانش فرامش مکن [3]

(۴) کنونت کہ دستت خاری بکن　　دگر کے برآری تو دست از کفن [4]

(۵) بخائیدش از کینہ دنداں بزہر　　کہ دوں پرورست ایں فرومایہ دہر [5]

(۱) جب وہ چاہتا ہے کہ کوئی ملک برباد ہوجائے تو وہ ملک کسی ظالم کے قبضہ میں دے دیتا ہے۔

(۲) جنہوں نے جہاں دیکھا ہوا ہے ان کی رائے کے مطابق عمل کر کیونکہ پرانے بھیڑیئے کو شکار کا تجربہ ہوتا ہے۔

(۳) جب تیرا خدمتگار بوڑھا ہوجائے تو اس کے سالانہ وظیفے کو مت بھول۔

(۴) اب جب کہ تیرا ہاتھ (طاقت) ہے کوئی کانٹا نکال، پھر کفن سے کب ہاتھ باہر نکال سکے گا۔

(۵) کینہ کی وجہ سے اس کو زہریلے دانتوں سے چبائیں گے کیونکہ کینہ پرور ہے یہ کمینہ زمانہ۔ (ت)

---

[1] بوستان سعدی باب اول مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان ص ۴۱

[2] بوستان سعدی باب اول مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان ص ۶۳

[3] بوستان سعدی باب اول مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان ص ۱۹

[4] بوستان سعدی باب اول مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان ص ۵۰

[5] بوستان سعدی باب اول مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان ص ۹۳

مثنوی شریف: ؎

گفت پیغمبر بکُن اے رائے زن مشورت کالمستشارِ مؤتمنُ [1]

مؤتمن بکسر میم ثانی بمعنی امین ہے۔

کالے خدا افغاں ازیں گرگ کہن گو یدش نک وقت آمد صبر کن [2]

کمال اسمٰعیل:

اے زرایت ملک ودیں در نازش ودر پرورش اے شہنشاہ فریدوں فر داسکندر منش

سایہ حق است ویا رب سایہ اش پایندہ دار زانکہ فرض ست از میان بادعائے دولتش

منش اور دولتش کا اختلاف اظہر من الشّمس ہے، مولوی حافظ عزیز الدین جلیسری مؤلف نادر الترتیب جو اب بھی حیات ہیں اور بڑے استاد اور پرانے تجربہ کار شاعر ہیں نادر الترتیب میں لکھتے ہیں۔

چھ سو بارہ تیرہ فصل دو باب اس میں ہیں تھوڑے تھوڑے حاشیہ پر ہیں لغت ہر باب میں

مہربان من اختلاف دکن قافیہ بے تکلف درست ہے۔ **(۳)** ص ۴: ؎

ہے وہی خلّاق مخلوقات کا ہے وہی رزّاق حیوانات کا

اعتراض: مخلوقات وحیوانات میں ایکار ہے، یوں چاہیے، ہے وہی رزاق مرزوقات کا

جواب: جمع کے قوافی، میں مفرد کا لحاظ نہ رکھا جائے گا، مستحسن ضرور ہے لازم نہیں۔ **مولانا روم:** ؎

یا کریم العفو، ستّار العیوب! انتقام از مامکش اندر ذنوب [3]

پس پیغمبر گفت استفت القلوب گرچہ مفتی تاں بروں گوید خطوب [4]

عیوب وذنوب میں علامت جمع واؤ ہے اس کو علیحدہ کرکے دیکھا جائے تو عیب وذنب کا قافیہ نہ بنے گا اسی طرح قلوب وخطوب۔

آتش گلزار نسیم ؎

حلوا اس دیو کو دکھلاؤ گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دو

---

[1] مثنوی معنوی دفتر اول مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ۱/ ۱۳۱

[2] مثنوی معنوی دفتر سوم مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ۳/ ۵۰

[3] مثنوی معنوی دفتر اول مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ۱/ ۱۴۵

[4] مثنوی معنوی دفتر ششم حامد اینڈ کمپنی لاہور ۶/ ۵۰

یہاں بھی علامت جمع واؤ کے علیحدہ کرنے سے قافیہ مفرد کا صحیح نہیں رہتا، ایک استاد جن کا نام مجھ کو یاد نہیں فرماتے ہیں ؎

تم درود اس نام پر پڑھتے رہو اے مومنین ! چھوڑ دو سب ذکر جب ہو ذکر ختم المرسلین

(۴) صفحہ ۵: ؎

وہ کسی کا بھی نہیں محتاج ہے اس کے سب محتاج ہیں چھوٹے بڑے

اعتراض: قافیہ غلط، یوں چاہیے اس کی ہی محتاج ہے ہر ایک شے

جواب: نمبر ۲ میں گزر چکا۔

(۵) صفحہ ۵:

پاک ہے وہ جسم وجوہر عرض سے مادہ سے اور مکاں سے مرض سے

اعتراض: جوہر کے مقابل عرض بفتحتین ہے اور نیز مرض، یوں چاہیے: ؎

ہے عرض اور جسم وجوہر سے وہ پاک مادہ سے اور مرض اور گھر سے پاک

جواب: یہ بضرورت جائز ہے اس کا نام تفریس ہے، اگرچہ یہ تفریس قبیح ہے، لیکن جائز ہونے میں شک نہیں، اکثر اہلِ فارس نے لغات عربی میں بموجب شہرت عام کی ہے، مثلاً حرکت بفتحاتِ ثلثہ ملّا فوقی: ع

زبس خوش حرکت وشیریں ادا بود

کفن بفتحتین، لیکن شفائی کہتا ہے۔

از لتہ حیض خواہرش کفن کند

پس ایک زبان کے لغت کو دوسری میں تفریس کرکے لانا صحیح، ہاں عربی کو عربی، فارسی کو فارسی میں تفریس کرے تو ضرور ناجائز، باایں ہمہ اس تفریس کو میں بھی پسند نہیں کرتا اور اب میں نے ان تمام متغیر الحرکات لغات کو اصلی حرکات سے ملبس کرکے درست کرلیا ہے۔ شعر کو جناب نے ترمیم فرماکر جو تحریر فرمایا ہے اس میں پاک ہر دو جگہ متحد المعنٰی ہے پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قافیہ کیونکر درست ہوگا۔ ہاں اس طرح ترمیم کیا جائے۔ ؎

وہ عرض اور جسم وجوہر سے ہے پاک مادہ سے اور مرض گھر سے ہے پاک

یا یوں ؎

ہے عرض اور جسم جوہر سے پاک مادہ سے اور مرض اور گھر سے پاک

تب درست ہے لیکن اس میں یہ قباحت ہے کہ ضمیر (وہ) کسی جگہ نہیں آتا، میں نے ترمیم اس طرح کی ہے: ؎

وہ مکاں سے اور مرض سے پاک ہے　　　جسم وجوہر سے عرض سے پاک ہے

اس میں اگرچہ کلمہ مادہ کا دور ہوا جاتا ہے لیکن بندش میں شگفتگی ہوتی ہے اور مادہ کی توضیح یوں بھی ہو سکتی ہے کہ جب مرض سے پاک ہے لامحالہ مادہ سے بھی پاک ہے کہ مادی شے کو مرض لازمی ہے۔

(۶) صفحہ ۵:

حاضر و ناظر وہی ہے ہر جگہ　　　کچھ نہیں پوشیدہ اس سے بے شبہ

اعتراض: شبہ غلط ہے صحیح:

حاضر و ناظر وہ ہے ہر ایک جا　　　اس سے پوشیدہ نہیں کوئی ذرا

جواب: چونکہ اس تفریس کو میں خود مقبوح کہہ چکا ہوں لہذا اس سے مجھ کو اتفاق ہے۔

(۷) صفحہ ۶:

وہ مجیب عرض اور دعوات ہے　　　بیشبہ وہ قاضی الحاجات ہے

اعتراض: قافیہ، ترمیم: شرک وکفر وفسق سے نفرت اسے

جواب: ترمیم تسلیم۔

(۸) صفحہ ۷:

ہے وہ راضی طاعت وایماں سے　　　شرک وکفر وفسق سے ناخوش وہ ہے

اعتراض: ترمیم: بالیقین وہ قاضی الحاجات ہے۔

جواب نمبر ۲: مفصل گزرا، اس کو غلط سمجھنا معترض کی غلطی ہے۔

(۹) صفحہ ۸: ؎

حق ہے معراج محمد دیں پناہ　　　آسمانوں پر الٰی ماشاء اللہ

اعتراض: بغیر اضافت محمد دیں پناہ کی ترکیب اجنب ہے۔

جواب: جناب بغیر اضافت کیوں رکھتے ہیں، اگر محمد کی دال کو خفیف اضافت دی جائے تو کیا حرج ہے، شعر وزن سے نہیں گرے گا۔

حق ہے معراج محمد دیں پناہ　　　فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

(۱۰) الٰی ماشاء اللہ غلط ہے، ترمیم ؎

حق ہے معراج محمد بالیقین　　　آسمانوں پر گئے سلطانِ دیں

وقس ھذاالبواقی۔

جواب: ماشاء کے ہمزہ کو آپ ظاہر کرکے کیوں پڑھتے ہیں، ہمزہ کو **ماشاء اللہ** کے الف اور اللہ کے لام میں ادغام کرکے پڑھئے۔ جناب نے ترمیمی شعر کہا ہے اس شعر اور اس کی خوبی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

آسمانوں پر گئے سلطان دیں اس میں انتہائے سیر معراج آسمانوں تک ثابت ہوتی ہے، اور شعر کتاب میں الٰی **ماشاء اللہ** کا کلمہ ایسا پر معنی ہے جس میں انتہائے سیر کی کچھ حد ہی نہیں رہتی اور جس کی تفسیر فکان قاب قوسین اوادنٰی سے مزین ہے **کما لا یخفٰی علی اھل البصیرۃ** (جیسا کہ اہلِ بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔ت) تمت۔

الجواب: کامل النصاب چودھری صاحب زیدت محالیہ وبورکت ایام ولیالیہ۔ بعد اہدائے ہدیہ سنت ملتمس، نوازشنامہ اسی وقت تشریف لایا، بکمال اختصار جواب حاضر۔ جو کچھ حضرت معترض کے خلاف گزارش کروں گا اس پر نمبر حرفی ہوں گے۔ اب ح ء اور خلاف جناب معروض ہوگا اس پر نمبر عددی ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴ اور مشترک پر مشترک۔

(اعتراض اول) (ا) بے محل ہے اور جواب کافی **(ب)** یہی زیر اعتراض لینے تھے تو اسم تاریخی الموسوم بہ کیوں ترک ہوا کون سی ترکیب سے موسوم باسم تاریخی چاہیے تھا۔ **(ح)** الموسوم بہ **(ء)** المعروف بہ یہ **کائِنَتھاُنَہ** عـــہ الف لام ہیں عند الپرتال معلوم بھیوان کی بھی تغییر چاہیے تھی۔ **(ھ) (۱)** ہاں کنزالاخرۃ کے نام ہونے پر ایک باریک مواخذہ بر محل ہوتا تائے مدورہ شکلًا ہا ہے اور لفظًا وقف میں ہا اور وصل میں تا اوّلًا عام اعتبار کتابت کا ہے اور تلفظ بھی لیجئے تو محل محلِ وقف ہے اور الف لام سے ترکیب ترکیب عربی، تو بہر حال ۵ ہی عدد ہوئی نہ ۴۰۰ ہاں منطق عوام پر کنزالاخرت پڑھے تو باعتبار تلفظ تاریخ صحیح ہوسکتی ہے مگر ایک علمی تصنیف، اس سے محفوظ رہنا اولٰی۔

(اعتراض دوم) (۲) میں اور ہاں کا قافیہ معیوب ضرور ہے۔ **(۳)** عالمے ظالمے پر قیاس

عـــہ: مطلب یہ ہے کہ الموسوم اور المعروف پر جو الف لام ہے، یہ کایستھ لوگ بولتے اور کاغذات پٹواری میں لکھتے ہیں لاعِنْدُ الپرتال معلوم بھیو یعنی جانچ پرتال سے معلوم ہوا، اس جملے میں ان لوگوں نے ایک خرابی تو یہ کی عند کو عندُ کہا اور دوسری یہ کہ الف لام داخل کیا۔ ۱۲ عبدالمنان اعظمی۔

صحیح نہیں کہ رَوِی جب متحرک ہو تو قبل کی حرکت میں اختلاف باجماع جائز و بے عیب ہے جیسے دلش و گلشن بخلاف اختلافِ دل کہ روی ساکن ہے جیسے یہاں (۴) کہن بفتح ہا و بضمتین دونوں طرح ہے جس کی سند یہی اشعار اور ان کی امثال بے شمار ہیں۔ حضرت مولوی قدس سرہ ؎

نفس فرعونے ست ہاں سیر مش مکن تا نیارد یاد زاں کفر کہن [1]

(نفس فرعون ہے خبردار اس کو سیر مت کر، تاکہ وہ پرانے کفر کی یاد نہ لائے۔ت)

اکابر نے اس کثرت سے کن کا قافیہ من یا بزن یا حسن وغیرہا بھی کبھی باندھا (۵) جاری بکن غلطی کاتب ہے صحیح خارے بکن ہے (۶) زہر و دہر دونوں بالفتح ہیں۔ (۷) حدیث شریف میں مؤتمن بروزن معتمد بفتح میم دوم ہی ہے مؤتمن بالکسر امین دارندہ و بالفتح امین داشتہ شدہ یعنی جس سے مشورہ طلب کیا گیا اسے امین بنایا گیا تو خلاف مشورہ دینا خیانت ہے۔ لہٰذا فقیر کو ان گزارشوں پر جرات ہے کہ یہی حکمِ شریعت و مقتضائے امانت ہے۔ (۸) منش اور دولتش میں ضرور اختلافِ حرکت ہے اور عیب ہے۔ کوئی عیب لفظی خواہ معنوی ایسا نہیں جس کی مثال اساتذہ کے کلام سے نہ دی گئی ہو اس سے نہ وہ جائز ہوتا ہے نہ عیب ہونے سے باہر آتا ہے اور نہ اس میں ان کی تقلید روا ہو۔ ائمہ محققین مثل ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تصریح فرماتے ہیں کہ ان کا باندھ جانا بے پرواہی پر محمول ہوگا کہ قادر سخن تھے دوسرا باندھے تو جہل و عجز پر محمول ہوگا، میں نے اس مصرعہ کو یوں بدلا ہے:

وہ یگانہ ہے صفات وذات میں حکم میں افعال میں ہر بات میں

(اعتراض سوم) کا (و) وہ جواب صحیح ہے جو جناب نے دیا کہ اس کا لحاظ مستحسن ہے ورنہ اکابر کے کلام میں بکثرت موجود ؎

قلوب العارفین لھا عیون تری مالا یراہ الناظرونا

واجنحۃ تطیر بغیر ریش الٰی ملکوت رب العالمینا

والسنۃ بسّر قد تناجی بغیب عن کرام کاتبینا

(عارفوں کے لیے دل کی آنکھیں ہیں وہ دیکھتی ہیں جو ہم میں سے دیکھنے والے نہیں دیکھتے۔ اور ان کے بازو ہیں کہ وہ پروں کے بغیر اڑتے ہیں پروردگار عالم کی بادشاہی میں۔ اور ان کی زبانیں ہیں جو ایسے خفیہ راز کہہ دیتی ہیں جو کراماً کاتبین سے پوشیدہ ہیں ت)

---

[1] مثنوی معنوی دفتر چہارم مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ۲/ ۳۴۲

(۹) مگر عیوب وذنوب اور قلوب وخطوب کے قوافی سے استشہاد صحیح نہیں کہ کلام جمع سالم میں ہے۔ فقیر نے بھی یہ قافیہ نہ بدلا تھا۔ کہ ضروری نہ تھا بعد اعتراض مرزوقات ہی بنادینا انسب معلوم ہوا۔

(اعتراض چہارم) وہی دوم ہے والکلام الکلام میں نے یہاں پہلا مصرعہ یوں بدلا ہے۔؎

پاک ہے ہر حاجت وہر عیب سے　　اس کے سب محتاج ہیں چھوٹے بڑے

اس میں ایک مسئلہ کلیہ زائد ہوگیا۔

(اعتراض پنجم) **(۱۰)** یہ بھی ضرور قابلِ اخذ وواجب الترک ہے اور ایسے تصرفات کا ہم کو اختیار نہ دیا گیا نہ وہ کوئی قاعدہ ہے کہ سماع بے سماع ہر جگہ جاری کرسکیں اور ضرورت کا جواب وہی ہے کہ شعر گفتن چہ ضرور۔ حرکت وبرکت اور ان کے امثال میں بوجہ توالی حرکات سکون ثانی بے شک عام طور پر مستعمل مگر مرض وعرض وعرض وغرض وحرج وفرس وامثالہا کو اس پر قیاس نہیں کرسکتے۔ میں نے یہاں دو شعروں کو تین سے یوں تبدیل کیا ہے:؎

ہے منزّہ جسم سے وہ پاک ذات　　بے مکان وبے زمان وبے جہات

خالق ان کا ان سے پہلے جیسے تھا　　ان کے ہونے پر بھی ویسا ہی رہا

جسم وجوہر سے عرض سے پاک ہے　　مادہ سے اور مرض سے پاک ہے

مکان سے تنزیہہ شعر اول میں آگئی **(۱۱)** پاک صفت ہے اور اس میں ضمیر مستتر ہے، ضمیر مظہر کی ضرورت نہیں جیسے اس شعر میں۔؎

جانتا ہے رازہائے سینہ کو　　دیکھتا ہے دل میں حُب وکینہ کو

(ز) حضرت معترض نے جو تبدیلی فرمائی اس پر جناب کا اعتراض بہت صحیح ہے۔

(اعتراض ششم) بے شبہہ صحیح ہے جسے جناب نے بھی تسلیم فرمایا مگر **(ح)** شُبہ صحیح بتانا خود غلط ہے صحیح شبہہ ہے۔ **(ط)** **(۱۲)** حاضر وناظر کا اطلاق بھی باری عزوجل پر نہ کیا جائے گا۔ علماء کرام کو اس کے اطلاق میں یہاں تک حاجت ہوئی کہ اس پر سے نفی تکفیر فرمائی،

شرح الوہبانیہ ودرمختار میں ہے۔ **ویاحاضر یاناظر لیس یکفر۔**[1] یعنی اللہ عزوجل کو یاحاضر یاناظر کہنے سے کافر نہ ہوگا۔ میں نے اس شعر کو یوں بدلا ہے۔

ہے وہی ہر چیز کا شاہد بصیر　　کچھ نہیں پوشیدہ تجھ سے اے خبیر

مصرعہ ثانی میں التفات ہے کہ نفائس صنعت سے ہے۔

---

[1] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۶۱

(اعتراض ہفتم) وہی ششم ہے مگر **(ی) (۱۳)** قاضی الحاجات باثبات یا برقرار رکھنا عجب ہے میں نے اسے یوں بدلا ہے۔ ع
بالیقین وہ قاضی حاجات ہے (یا)

(۱۴) اس کے پہلے مصرعہ وہ مجیب عرض اور دعوات ہے میں مجیب عرض ترکیب فارسی ہے لفظ اور سے اس پر عطف ناجائز ہے، اس پر اعتراض کیوں نہ ہوا، میں نے اسے یوں تبدیل کیا۔
وہ مجیب العرض والدعوات ہے۔ (س)

(۱۵) اسی صفحہ کا ۱۱ شعر بے دلیل و حجت و برہان لیک میں بھی عطف بہ ترکیب فارسی ہیں تو اظہار نون ناجائز اس پر بھی اعتراض نہ ہوا۔ میں نے اسے یوں بدلا: ع

حاجت حجت نہیں ایمان میں لیک (لح)

(۱۶) صفحہ ۷ کے پہلے مصرعہ خالق خیر اور شر اللہ ہے میں وہی بات ہے کہ ترکیب اور عطف ہندی اور اب وہ سخت معنی فاسد کو موہم کہ شر کا عطف معاذ اللہ خالق خیر پڑھو اور شر اللہ ہے یہ بھی اعتراض سے رہ گیا میں نے اسے یوں بدلا۔
خالق ہر خیر و شر اللہ ہے

(اعتراض ہشتم) وہی دوم ہے **والکلام الکلام** (بہ) اس میں یوں تبدیل شرک و کفر و فسق سے نفرت اسے بہت سخت قبیح واقع ہوئی اگر کروڑوں قافیے تبدیل بلکہ روی رکھتے بلکہ ہر مصرعہ خارج ازوزن ہوتا تو بھی ان کروڑوں کی شناعت اس تبدیلی کی کروڑویں حصہ کو نہ پہنچتی۔ نفرت بھاگنے اور بدکنے کو کہتے ہیں، اللہ عزوجل کی طرف اس کی نسبت حلال نہیں **(یہ) (۱۷)** نیز اس مصرعہ "ہے وہ راضی طاعت وایمان سے" میں ترکیب فارسی کے بعد اظہار نون ممنوع تھا۔ اس پر اعتراض نہ ہوا میں نے یہ شعر یوں بدلا ہے: ؎

طاعت وایمان سے راضی ہے وہ حیی　　　شرک و کفر و فسق سے ناراض ہے

(یو) (۱۸) اسی صفحہ میں "بعض افضل پر ہیں بالضرور" تھا لفظ ضرور ہے یا بالضرورۃ، بالضرور کوئی چیز نہیں، میں نے اسے یوں بدلا ہے: ع

بعض افضل بعض سے ہیں پُر ضرور

(اعتراض نہم) (یز) "حق ہے معراج محمد دیں پناہ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ فلک اضافت پر اعتراض بیجا ہے فلک لک دو لک جگہ ملے گا۔ یہیں ص ۷ پر اول ان کے حضرت آدم ابوالبشر

میں بھی فک تھا وہ کیوں جائز رکھا گیا۔ (یح) اگر فک نامعقول ہو تو دیں پناہ کو صفت کیوں مانئے بلکہ بحذف مبتدا جملہ مستقلہ مدحیہ ہے یعنی وہ دیں پناہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے نظائر خود قرآن عظیم میں ہیں۔ (یط) یہ بھی نہ سہی کیوں نہ ٹھہرائیں کہ مخاطب سعید کو ندا ہے یعنی اے دیں پناہ

(۱۹) یہ جواب کو خفیف اضافت دی جائے صحیح نہیں اب وزن فاعلاتن فاعلن نہیں ہوسکتا فاعلن کی گنجائش تو پہلے ہی نہ تھی دین پناہ فاعلات ہے اب کسرہ دال یہ تقطیع کردے گا فاعلاتن فاعلات مفاعلن۔

(اعتراض دہم) صحیح ہے **(۲۰)** ماشاء اللہ یعنی جو اس طرح پڑھا جائے۔ ماشال لاہ کسی قاعدہ کا مقتضی نہیں حذف ہمزہ بے شک جائز و شائع ہے مگر اب الف ولام میں التقائے ساکنین ہو کر الف گر جائے گا اور یوں پڑھا جائے گا۔ **ماشلا** میں نے اسے دو طرح بدلا ہے۔ آسمانوں پر "الی ماشا الالہ" یعنی ہمزہ محذوف اور الف شا بوجہ التقا ساقط ہو کر شین لام سے مل گیا۔ دوم آسمانوں "لماشاء الالٰہ" لام بمعنی الٰی بکثرت شائع اور خود قرآن عظیم میں واقع اور اصلاً کسی تکلف کی حاجت نہیں۔ **(ی)** اس تبدیلی پر جو اعتراض جناب نے کیا وہ صحیح ہے واقعی مفاد اصل وبدل میں زمین وآسمان کا تفاوت ہے، یہ ایک اربعین ہے مع انصاف تام یعنی بیس متعلق بحضرت معترض اور بیس متعلق بجناب والسلام فقیر کی رائے میں دوسری جگہ بھیجنے کی نہ حاجت نہ حصول منفعت کہ بہت تبدیلیں جو درکار ہیں رہ جائیں۔ بعض کہ درکار نہیں عمل میں آئیں بعض کہ خود اشد اعظم تبدیل کے محتاج ہوں ظہور پائیں امید کہ یہاں کی ترمیم کے بعد کوئی غلطی نہ شرعی باقی رہی نہ شعری، ان شاء اللہ تعالٰی جناب کو فقیر نے لکھا تھا کہ اغلاطِ شعریہ سے قطع نظر کروں گا اس کے جواب میں فرمائش جناب پر وہ بھی زیر نظر رکھے گئے میری عظیم بے فرصتی بے حد کثرت کار اور اس پر محض تنہائی اور پھر علالت و نقاہت کا دس مہینے سے دورہ ضرور باعث دیر تاخیر ہوں گے۔ اگر عجلت نہ فرمائیں اور منظور حضرت عزجلالہ ہو تو کام پورا اور تمام نقائص سے مبرا ہو جائے گا۔ آئندہ جو رائے سامی ہو والتسلیم مع التکریم۔

مسئلہ ۲: از مطبع اہلسنت وجماعت بریلی مسئولہ منشی اعجاز احمد صاحب قیصر مراد آبادی کاتب مطبع مذکور ۵ رجب ۱۳۳۵ھ

اسی پر آپ کو قیصر مسلمانی کا دعوٰی ہے ؎
کبھی یادِ خدا کرلیں کبھی ذکر بتاں کرلیں

یہ بحر ہزج سالم ہے یا مزاحف مسبع؟ کریں، اور کرلیں، میں کیا فرق ہے؟ اور کرلیں، کی فارسی کیا ہوگی؟

الجواب:

مثمن سالم ہے لین کا نون تقطیع میں حسب قاعدہ نہ آئے گا لہذا مسبع نہیں۔ ہاں ایک مصرع مسبع ہے۔ ع

اسیرانِ قفس کا دم گھٹا جاتا ہے اے صیاد

فعل کا اثر اپنے لیے حاصل کرنا ہو خواہ دوسرے کے لیے اُسے مطلقًا کرنا کہیں گے اور کرلینا وہاں کہ اپنے لیے تحصیل اثر مقصود ہو اگرچہ اس قدر کہ اس سے فراغ حاصل ہوا میں نے بات کرلی یعنی کرچکا اور کردینا وہاں کہ دوسرے تک وصول اثر مقصود ہو نفع خواہ ضرر، نکاح کرلیا یعنی اپنا اور کردیا یعنی دوسرے سے اور کیا دونوں کو شامل ہے سر اپنا چاک کرلیا اور دوسرے کا کردیا اور کیا عام۔ فارسی میں اس مختصر ترکیب کا ترجمہ نہیں اور یہ فقط کرنے ہی سے خاص نہیں بلکہ ہر فعل میں ہے جیسے کھالو پی لو مگر دو وہیں ہوگا۔ جہاں دوسرے پر اثر پہنچے کھادو نہ کہا جائے گا انار توڑ دو یعنی دوسرے کو اور توڑ لو یعنی اپنے لیے اور اگر دوسرے کے لیے توڑ رہا ہے اس سے کہا انار توڑ لو تو ایک بات نہیں یہاں وہی بمعنی فراغ ہے کہ یہ اثر اپنے لیے ہے فقط۔

علم وتعلیم

مسئلہ ۳۳تا۳۷: از اسار اڈاکخانہ کرہٹل ضلع میرٹھ مدرسہ حفاظت اسلام مرسلہ منشی محمود علی مدرس مدرسہ مذکور ۲۹ ربیع الاخر ۱۳۳۶ھ

(۱) اس زمانے میں جب کہ عام جہالت کی گھٹا پھیلی ہوئی ہے تو اس وجہ سے قرآن پاک، حدیث شریف، فقہ حنفیّہ کا بوجہ بعض مسائل شرمناک ہونے کے مثلاً حیض، نفاس، جماع، طلاق، ثبوت نسب وغیرہ کے کتب بالا کا ترجمہ کرکے عوام کے روبرو اظہار کرنا کیا منع ہے۔

(۲) کُتب فقہ جو مذہب حنفی کی درسی وغیر درسی مثلاً کنزالدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ، درمختار، عالمگیری، شامی، قاضیخاں وغیرہ اور انکی شروح جو مشہور مدارس عربیہ میں داخل درس ہیں آیا صحیح ہیں یا فرضی؟

(۳) جو مسائل کتب مذکورہ بالا سے اخذ کرکے اردو میں کردیئے جائیں تاکہ عوام اس سے فائدہ مند ہوں تو کیا وہ قابلِ یقین و عمل نہ ہوں گے جیسے کُتب فارسی واردو مالابدمنہ، مفتاح الجنت، بہشتی زیور وغیرہ۔

(۴) جو شخص باوجود دعوی حنفیت کرتے ہوئے کتبِ بالا سے انکار کرے اور کہے کہ ان کے مسائل فرضی ہیں۔ حنفی مذہب کے نہیں جس کی وجہ سے ایک گروہ عظیم کا کتب بالا سے اعتقاد خراب ہو جاتا ہے، یہ لوگ اپنے دعوی میں مقلد ہوں گے یا غیر مقلد؟

(۵) اکثر لوگ بہشتی زیور کے بعض مسائل پر کہ متفرق طور سے فصل نجاست اور ثبوت نسبت وغیرہ میں ہیں۔

اعتراض کرتے ہیں ہم نے ان کی تحقیق کتب فقہ میں کی تو شرح وقایہ، درمختار، کنزالدقائق میں پائے جاتے ہیں ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ مسائل فرضی ہیں ان کا کہا کیونکر صحیح ہے؟

الجواب:

(۱) ایسے سوال میں قرآن عظیم کا شامل کرنا سُوءِ ادب ہے اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری ہر حاجت کے متعلق حق وباطل، نفع وضرر پر ہمیں مطلع فرمایا۔ جس طرح ہمیں نماز روزہ سکھایا یونہی جماع واستنجاء تعلیم فرمایا مگر امورِ شرم کا ذکر طرز بیان مختلف ہوجانے سے مختلف ہوجاتا ہے۔ ایک ہی مسئلہ اگر حیاء کے پیرایہ میں بیان کیا جائے تو کنواری لڑکی کو اس کی تعلیم ہوسکتی ہے اور بے حیائی کے طور پر ہو تو کوئی مہذب آدمی مردوں کے سامنے بھی بیان نہیں کرسکتا۔ خصوصًا ترجمہ کہ وہ گویا متکلم کی طرف سے اس کی زبان کا بیان ہوتا ہے، تو نہایت ضرور ہے کہ اس کی عظمت وشان ملحوظ رہے، وہ لفظ لکھے جائیں جو اس کے کہنے کے ہوں، بعض گمراہوں نے ترجمہ قرآن مجید میں اس کا لحاظ نہ رکھا یہ سخت سوء ادب ہے۔ غرض ایک ہی بات اختلافِ طرز بیان سے تعظیم سے توہین تک بدل جاتی ہے جیسے اوش فرمایئے، تناول فرمایئے نوشِ جان فرمایئے۔ کھاؤ، نگلو، تھورو، زہر مار کرو اور تعظیم وتوہین میں کس قدر مختلف ہیں تو صرف اتنا عذر کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے کافی نہیں ہوسکتا جب کہ طرزِ بیان بے ہودہ ہو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۲) صحیح مقابل فرضی کے لیے تو اس قدر بس ہے کہ وہ کتاب جس کی طرف نسبت کی جائے اس کی ہو اگرچہ کتنے ہی اغلاط پر مشتمل ہو، جن کتابوں کے نام سائل نے لیے ان میں کوئی فرضی نہیں، کنز سے قاضیخاں تک جتنے نام مذکور ہوئے یہ سب صحیح بمعنی معتمد بھی ہیں، مگر اعتماد کیا حاصل اس کی تفصیل ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کی ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۳) اگر کتبِ مذکورہ بالا سے صحیح ترجمہ کیا جائے اور طرزِ بیان بھی مقبول ومحمود ہو اور اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہ ہو تو وہ گویا انہیں کتابوں کا وجود ثانی ہوگا یقین تو اعتقادیات میں درکار ہوتا ہے اور قابلِ عمل وہ مسئلہ جو مفتی بہ ہو۔ مالابد میں بھی زیادات ہیں اور مفتاح الجنتہ تو وہابیہ کے ہاتھ میں رہی جس میں بہت کچھ اصلاح ہوئی اور بہشتی زیور اغلاط وضلالت وبطالت وجہالت کا مجموعہ ہے، **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۴) کنز سے قاضیخاں تک جتنی کتابوں کے نام لیے ان کی نسبت کوئی حنفی نہیں کہتا کہ ان کے مسائل حنفیّہ کے خلاف ہیں اور فرضی ہیں، تو سوال ہی فرضی ہے، مالابد ومفتاح الجنتہ کے بعض زیادات والحاقات کو اگر کسی نے ایسا کہا تو بیجا نہ کہا اور بہشتی زیور **لا فی العیر ولا فی النفیر** (نہ قافلے میں نہ لشکر میں، یعنی کسی شمار میں نہیں، ت) **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(۵) بہشتی زیور کا حال بالاجمال اُوپر گزرا بے شک اس میں بہت مسائل باطل و ساختہ ہیں وہ کسی طرح اس قابل نہیں کہ کوئی مسلمان اسے دیکھے یا اپنے گھر میں رکھے مگر عالم جید بغرض رَدّو ابطال، مفتی صاحب کا اس پر اعتراض بجا ہے اور عوام اس کے مسائل سے جتنی بھی نفرت کریں ان کے حق میں مصلحت دینیہ ہے۔ **قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم:**

ایّاکم وایّاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔[1]	اُن سے دور بھاگو اور اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈالیں۔

علمائے کرام نے وصیت فرمائی کہ جاہل کے لکھے ہوئے مسئلہ پر تصدیق نہ کرو اگرچہ مسئلہ فی نفسہا صحیح ہو کہ اس کی تصدیق نگاہِ عوام میں وقعت کاتب کی موجب ہوگی۔ وہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ بھی کوئی مفتی ہے، پھر اور جو اپنی جہالت سے غلط فتوی لکھے گا اس پر بھی اعتبار کریں گے۔ جب جاہل کے لیے یہ حکم ہے تو چہ جائے مبتدی چہ جائے مرتد **واللّٰه تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸: از جے پور راجپوتانہ، بازار ہوا محل، مرسلہ محمد یوسف مدرس مدرسہ فیض محمدی ۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ در مختار و شرح وقایہ و ہدایہ و فتاوٰی عالمگیری و کنزالدقائق و قدوری و منیۃ المصلی وغیرہ کتب فقہ میں وہ مسائل جو بلفظ **قال ابوحنیفه و عند ابی حنیفه** (ابوحنیفہ نے فرمایا اور ابوحنیفہ کے نزدیک یوں ہے، ت) منقول ہیں کیا اُن کی اسناد بقاعدہ محدثین صاحب کتاب سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تک پہنچتی ہیں تو ایک دو مسئلہ کی سند بطور نظیر کے ارقام فرمادیں۔

الجواب:

تمام مسائل کہ صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف بلفظ قال و عند نسبت کئے جاتے ہیں کتب ظاہر الروایہ کے مسئلے ہیں اور اُن تک اسانید متصلہ موجود ہر مسئلہ کے لیے جدا سند کی حاجت نہیں جس طرح صحیح بخاری تک ہم اسانید متصلہ رکھتے ہیں، صحیح کی تمام حدیثیں ہمارے پاس انہیں سندوں سے ہیں ہر حدیث میں جدید سند کی ضرورت نہیں۔ صاحبِ در مختار رضی اللہ تعالٰی عنہ در مختار میں فرماتے ہیں:

[1] صحیح مسلم باب النهی عن الروایة عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

انی ارویه عن شیخنا الشیخ عبدالنبی الخلیلی عن المصنف(ای شیخ الاسلام ابی عبدالله محمد بن عبدالله الغزی التمر تاشی)عن ابن نجیم المصری (ای العلامة المحقق زین صاحب البحر الرائق) بسنده الی صاحب المذہب ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه(الٰی قوله) کما ھو مبسوط فی اجازاتنا بطرق عدیدة عن المشائخ المتبحرین الکبار۔[1]	میں اس (علم فقہ) کو روایت کرتا ہوں اپنے استاذ شیخ عبدالنبی خلیلی سے، وہ روایت کرتے ہیں مصنف (یعنی شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبداللہ غزی تمر تاشی) سے وہ ابن نجیم مصری (یعنی علامہ محقق زین صاحب بحر الرائق) سے وہ اپنی سند کے ساتھ جو متصل ہے صاحبِ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ (مصنف کے اس قول تک کہ) یہ متبحر علماء کبار سے متعدد طرق کے ساتھ ہماری اجازت میں مفصل مذکور ہے (ت)

علامہ صاحبِ بحر کی سند یہ ہے:

المحقق زین عن العلامة ابن الشلبی صاحب الفتاوٰی عن ابن الشحنة شارح الوھبانیة عن الامام ابن الھمام صاحب فتح القدیر وزادالفقیر عن الامام العلامة قارئ الھدایة عن العلامة علاء الدین السیرانی عن السید جلال الدین صاحب الکفایة عن الامام عبدالعزیز البخاری صاحب کشف بزدوی عن الامام حافظ الدین النفسی صاحب الکنز و الوافی والکافی عن الامام شمس الائمة الکردری عن الامام برھان الدین صاحب الھدایة وکفایة المنتھی والتجنیس عن الامام فخر الاسلام علی البزدوی عن	محقق زین روایت کرتے ہیں علامہ ابن شلبی صاحبِ فتاوٰی سے وہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ سے وہ امام ابن ہمام مصنف فتح القدیر وزاد الفقیر سے وہ علامہ قاری الہدایہ سے وہ علامہ علاء الدین سیرانی سے وہ سید جلال الدین صاحب کفایہ سے وہ امام عبدالعزیز بخاری صاحب کشف بزدوی سے وہ کنز ووافی وکافی کے مصنف حافظ الدین نسفی سے وہ امام شمس الائمہ کردری سے وہ ہدایہ، کفایۃ المنتہی اور تجنیس کے مصنف امام برہان الدین سے وہ امام فخر الاسلام علی بزدوی سے وہ امام شمس الائمہ سرخسی صاحبِ مبسوط سے وہ امام شمس الائمہ حلوانی سے وہ قاضی ابو علی نسفی سے وہ امام

[1] الدر المختار مقدمة الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳

الامام شمس الائمۃ السرخسی صاحب المبسوط شرح کافی الامام الحاکم الشھید عن الامام شمس الائمۃ الحلوانی عن القاضی ابی علی النسفی عن الامام الفضل عن ابی عبداللہ السبذمونی عن ابی حفص الصغیر عن ابیہ الامام ابی حفص الکبیر عن الامام محمد عن سراج الامۃ الامام الاعظم وایضاعن محمد عن یعقوب عن ابی حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔[1]	فضل سے وہ ابوعبداللہ سبذ مونی سے وہ ابوحفص صغیر سے وہ اپنے والد امام ابوحفص کبیر سے وہ امام محمد سے وہ سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ سے نیز امام محمد روایت کرتے ہیں امام یعقوب (ابویوسف) سے اور وہ امام ابوحنیفہ سے رضی اللہ تعالٰی عنھم (ت)

صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ تک فقیر کی سند صدر جلد اول فتاوٰی فقیر اور بفضلہ تعالٰی کتب ظاہر الروایہ بلکہ کتب نوادر بلکہ بکثرت کتب علماء و مشائخ تک باسانید متصلہ موجود، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹: از احمد آباد گجرات، محلّہ جمالپور، مرسلہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب، ۹ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ

مرقاۃ شرح مشکوۃ ملا علی قاری کی عبارت اگر آپ کے زیر نظر ہو تو یہ پتا بتائیے کہ یہ مرقاۃ کی کون سے باب و فصل اور کون سے صحابی کی حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے یہ حدیث نقل کی ہے اس کی بندہ کو ضرورت ہے ممنون و مشکور ہوگا عبارت یہ ہے:

انہ بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان من قال لا الہ الا اللہ سبعین الفاغفر اللہ تعالٰی لہ ومن قیل لہ غفر لہ ایضاً۔	مجھ تک نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی، آپ نے فرمایا کہ بے شک جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ کہالا الٰہ الا اللہ، اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے گا اور جس کے لیے یہ کہا گیا اس کی بھی مغفرت فرمائے گا۔ (ت)

[1] البحر الرائق

الجواب:

مولانا اکرمکم، السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ!

یہ عبارت مرقاۃ[1] کتاب الصلوۃ، باب ما علی الماموم من المتابعۃ، فصل ثانی، حدیث علی و معاذ بن جبل علیہما الرضوان کی شرح میں ہے۔ مطبع مصر جلد دوم صفحہ ۱۰۲)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، الفصل الثانی، حدیث ۱۱۴۲ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۲۲۲

زبان وبیان

مسئلہ ۱۰: از ملک بنگال ضلع فرید پور مرسلہ شمس الدین صاحب
زنائے خلاف رضامندی و بلا رضامندی میں کیا فرق ہے؟

الجواب:

مہمل و بے حاصل سوال ہے، خلافِ رضا و عدم رضا میں عموم و خصوص مطلق ہے وہ بات جس کی طرف نہ رغبت نہ نفرت، خلافِ رضا نہیں بلا رضا ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱:

یزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل صہ وبقوله جعلته مسجدا۔[1]	مسجد اور عیدگاہ میں فعل نماز سے مالک کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے اور یہ کہنے سے بھی ملکیت زائل ہو جاتی ہے کہ میں نے اس کو مسجد کر دیا۔ (ت)

یہ واؤ جس پر صہ بنا ہوا ہے یا کے معنی دے گا یا اور کے؟

دوم: واذا بنی مسجدا لم یزل ملکه عنه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه	جس شخص نے مسجد بنائی تو اس سے بانی کی ملکیت زائل نہ ہو گی جب تک اس کا راستہ الگ کرکے

[1] الدر المختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۷۹

وصہ یاذن للناس بالصلٰوۃ فیہ [1]	اُسے اپنی ملکیت سے جُدا نہ کردے اور جب تک لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی عام اجازت نہ دے دے۔(ت)

یہ واؤ جس پر صہ دوسری جگہ ہے اس کے معنی یا کے ہوں گے یا اور کے؟ اور وجہ کیا ہے؟

الجواب:

پہلی عبارت در مختار کی ہے اور اس میں واؤ بمعنی یا ہے یعنی مسجد میں فعلِ نماز سے ملک مالک زائل ہوجاتی ہے اور مالک کے اس قول سے بھی کہ میں نے اس کو مسجد کردیا، دونوں میں جو ہو کافی ہے دونوں کا وجود ضروری نہیں، ردالمحتار میں اسی پر لکھا ہے:

لم یردانہ لایزول بدونہ لما عرفت انہ یزول بالفعل ایضا بلا خلاف [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کے بغیر ملکیت زائل نہیں ہوگی اس لیے کہ تو جان چکا ہے کہ ملکیت تو محض فعل نماز سے بھی زائل ہوجاتی ہے اس میں نماز پڑھنے کی عام اجازت نہ دے دے۔(ت)

دوسری عبارت ہدایہ کی ہے اور اس میں واؤ بمعنی یا نہیں بلکہ امر ان ضرور ہے اور اس کے بعد طرفین کے نزدیک ایک بار نماز باذن ہونا لازم، اور امام ابویوسف کے نزدیک صرف زبان سے کہہ دینا کافی کہ میں نے اسے مسجد کیا، اسی کو اس عبارت کے متصل ہدایہ میں بتایا:

وقال ابو یوسف یزول ملکہ لقولہ جعلتہ مسجدا [3]۔	امام ابویوسف نے فرمایا اس کے صرف یہ کہہ دینے سے کہ میں نے اس کو مسجد کردیا ہے اس کی ملکیت زائل ہوجاتی ہے۔(ت)

اور قول امام ابویوسف پر ہی فتوٰی ہے کہ دونوں میں سے جو ہو کافی ہے فعل و قول کا جمع ہونا ضروری نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الدر المنتقی وقدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرھا قول ابی یوسف علمت ارجحیتہ فی الوقف والقضا [4]۔	درر منتقی میں ہے کہ تنویر، درر اور وقایہ میں امام ابویوسف کے قول کو مقدم کیا گیا ہے اور وقف وقضا میں اس کا ارجح ہونا معلوم ہوچکا ہے۔(ت)

---

[1] الھدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۶۲۴

[2] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب فی احکام المسجد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۶۹

[3] الھدایۃ کتاب الوقف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۶۲۴

[4] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۰

مسئلہ ۱۲: از مدرسہ منظر الاسلام بریلی، مرسلہ مولوی اکبر حسین رام پوری طالب علم ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ
بعالی خدمت اعلیحضرت مدظلہ العالی عرض ہے کہ ایک شعر کے معنی میں نہایت فکر کرتا ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا، امید کہ میں حضور کی ذاتِ اقدس سے کامیاب ہوں گا، شعر یہ ہے: ؎

میری تعمیر میں مضمر اک صورت خرابی کی ہیولٰی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

الجواب:

ہیولٰی مادے کو کہتے ہیں جس میں شے کی قابلیت اور استعداد ہوتی ہے اور خون گرم سعی کا سبب کہ دہقان کی سعی سے کھیتی کی پیداوار ہے، اور اس کا محاصل خرمن، کہ برق گرے تو اسے بالکلیہ نیست و نابود کردے، تو کہتا ہے کہ وہ خون گرم دہقان کے سبب پیدا ہوا۔ وہی برق خرمن کا مادہ بنا کر حرارت میں برق بننے کی استعداد تھی اور وہی بالاخر اپنے پیدا کردہ خرمن پر بجلی ہو کر گرا اور اسے فنا کر گیا تو اس تعمیر میں ویرانی کی صورت پنہاں تھی کہ:

لدوا للموت وابنوا للخراب

جیو مرنے کے لیے اور عمارتیں بناؤ خراب و برباد ہونے کے لیے۔

مسئلہ ۱۳: از پیلی بھیت محلّہ احمد زئی مرسلہ مولوی سید محمد عمر الہ آبادی سہروردی ۱۸ رجب ۱۳۳۲ھ

(۱) من آن وقت بودم کہ آدم نبود کہ حوا عدم بود آدم نبود

(۲) من آں وقت کردم خدارا سجود کہ ذات و صفات خدا ہم نبود

(۳) غور سے ہم نے محمد کو جو دیکھا فرحاں تین سو ساٹھ برس پایا خدا سے پہلے

(۱) میں اس وقت تھا کہ آدم نہ تھا کہ حوا معدوم تھی اور آدم نہ تھا۔

(۲) میں نے اس وقت خدا کو سجدہ کیا کہ خدا کی ذات و صفات بھی موجود نہ تھیں۔ ت)

ان تینوں شعروں کا مطلب تحریر فرمایئے کہ یہ اشعار کس کے ہیں اور کس کتاب میں ہیں؟ ایک شخص نے مجھ سے ان شعروں کا مطلب دریافت کیا ہے مگر مجھے نہیں معلوم میں کیسے بتلاؤں لہذا آنجناب سے سوال ہے کہ مطلب تحریر فرمایئے فقط المستفتی محمد عمر۔

الجواب:

ایسے اشعار کا مطلب اس وقت پوچھا جاتا ہے جب معلوم ہو کہ قائل کوئی معتبر شخص تھا اور نہ

بے معنی لوگوں کے ہذیان کیا قابلِ التفات۔

شعر اول کے مصرعہ اخیر میں آں دم نبود چاہیے ورنہ قافیہ غلط ہے بہر حال اس کا مطلب صحیح وصاف ہے وجود ارواح قبل اجسام کی طرف اشارہ ہے۔

شعر دوم صریح کفر ہے۔

شعر سوم میں دراصل تین سو تیرہ برس کا لفظ ہے فرحان ہمارے بریلی کے شاعر تھے ان کی زندگی میں ان کی یہ غزل چھپی تھی فقیر نے جبھی دیکھی تھی اس میں تین سو تیرہ کا لفظ تھا اس میں شاعر نے یہ مہمل و بے ہودہ ولغو مطلب رکھا ہے کہ لفظ محمد کے عدد ۹۲ ہیں اور لفظ خدا کے عدد ۶۰۵ ظاہر ہے کہ ۶۰۵ سے ۹۲ بقدر ۵۱۳ کے مقدم ہے۔بے ہودہ معنی اور بے معنی بات واستغفر اللہ العظیم یہ وہ ہے جو شاعر صاحب نے سمجھا تھا اور اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ محمد سے مراد مرتبہ رسالت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین ہو جس کا سر صرف رہے کہ رویت و روایت و ردیت درائے سب کا مبدا ہے اور انہار رسالت کی یہی منابع ہیں۔اس کے عدد ۲۰۰ ہیں اور رسول ۳۱۳ کہ حقیقۃً سب ظلال رسالت محمدیہ علیہ صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ ہیں مجموع ۵۱۳ ہوا۔رسل کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سیر من اللہ الی الخلق ہے اور امت کی سیر من الرسل الی اللہ جب تک رسولوں پر ایمان نہ لائے اللہ عزوجل پر ایمان نہیں مل سکتا۔پھر اس تک رسائی تو بے وساطت رسل محال ہے اور تصدیق سب رسولوں کی جزء ایمان ہے۔"لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ"[1] (ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے)۔برس کو عربی میں حول کہتے ہیں کہ تحویل سے مشعر ہے رسولوں کی بدلیاں بھی تحویل تھیں اور برس بمعنی بارش ہے ہر رسول کی رسالت بارش رحمت ہے یعنی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آدم سے خاتم تک رائے رسالت میں یہ تین سو تیرہ تطور فرمائے تین سو تیرہ ابر رحمت برسائے جب تک ان سب کی تصدیق سے بہرہ ور ہو خدا تک رسائی ناممکن ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

وعظ وتبلیغ

مسئلہ ۱۴: از سہسرام ضلع گیا محلّہ پٹیاں ٹولی عرف نیم کالے خان مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۱۷ شوال ۱۳۳۵ھ
دیوبندی سہارنپوری نانوتوی والہ آبادی وغیرہم واعظین مدارس و مساجد کی تعمیر و تحفظ میں بلاترجیح یکدیگر جو کچھ اقوالِ مختلفہ بیان کرتے ہیں کہاں تک حق بجانب ہے تاوقتیکہ بدعت واجب مندوب مباح حرام مکروہ اور بدعت کی وجہ حسن و قبح اور فرق درمیان بدعت و مباح و تخصیص حدیثیں۔

(۱)من سنّ سنّة حسنة ومن سنّ سنة سیّئة[1]۔	جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا اور جس نے بُرا طریقہ ایجاد کیا (ت)
(۲)من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ[2]۔	جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی نکالے وہ مردود ہے۔(ت)
(۳)من ابتدع بدعة ضلالة لا یرضاها الله ورسوله[3]۔	جس نے کوئی ایسی نئی بات نکالی جو بُری ہے جسے اللہ ورسول پسند نہیں فرماتے۔(ت)

[1] مسند الامام احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۶۱ وصحیح مسلم کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱

[2] صحیح مسلم کتاب الاقضیة باب نقض الاحکام الباطلة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷

[3] جامع الترمذی کتاب العلم باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۲

کے مطابق ہر امورِ حسنہ کو سیئہ سے پاک رہنے کا حال مفصل نہ کہہ سنائیں کہ عوام غلط فہمی سے حق تلفی کرکے امور حسنہ کو بآمیزش ممنوعات کے مذموم نہ کردیں اگر اس کاالتزام مذکورین اپنے اپنے وعظ میں نہ کریں تو موردِ الزام ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

واعظ کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو دیوبندی عقیدے والے مسلمان ہی نہیں ان کا وعظ سننا حرام اور دانستہ انہیں واعظ بنانا کفر علمائے حرمین شریفین نے فرمایا ہے کہ:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر [1]	جس نے ان کے کفر اور عذاب میں شک کیا اس نے کفر کیا۔(ت)

اسی طرح تمام وہابیہ وغیر مقلدین فانّھم جمیعا اخوان الشیاطین۔(کہ وہ سب شیطانوں کے بھائی ہیں۔ت) دوسری شرط سنی ہونا غیر سنی کو واعظ بنانا حرام ہے اگرچہ بالفرض وہ بات ٹھیک ہی کہے۔ حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام [2]	جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے دین اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔

تیسری شرط عالم ہونا جاہل کو واعظ کہنا ناجائز ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ [3]	لوگوں نے جاہلوں کو سردار بنالیا پس جب ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے بے علم احکام شرعی بیان کرنے شروع کیے تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

چوتھی شرط فاسق نہ ہونا۔ تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ	کیونکہ اسے امامت کے لیے مقدم کرنے میں اس کی

---

[1] الدر المختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶، حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ص ۹۴

[2] کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۱۹

[3] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰

وقد وجب علیھم اھانته شرعًا[1]۔	تعظیم ہے حالانکہ شرعًا مسلمانوں پر اس کی توہین واجب ہے۔(ت)

اور جب یہ سب شرائط مجتمع ہوں سنی صحیح العقیدہ عالم دین متقی وعظ فرمائے تو عوام کو اس کے وعظ میں دخل دینے کی اجازت نہیں وہ ضرور مصالح شرعیہ کا لحاظ رکھے گا ہاں اگر کسی جگہ کوئی خاص مصلحت ہو جس پر اُسے اطلاع نہیں تو پیش از وعظ مطلع کر دیا جائے کہ یہاں یہ حالت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] تبیین الحقائق باب الامامة والحدث فی الصلوة المطبعة الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

علم الحیوان

مسئلہ ۱۵: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں۔
کُتّااور کل جانور چرند وپرند کس کی اولاد میں سے ہیں؟

الجواب:

ہر جانور کہ مادہ سے پیدا ہوتا ہے اپنی قسم کے اس پہلے جانور کی اولاد میں ہے جسے رب عزوجل نے ابتداءً بنایا تھا مثلاً سب میں پہلا گھوڑا جو مٹی اور پانی سے رب عزوجل نے بنایا سب گھوڑے اس کی نسل ہیں یونہی کتے وغیرہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

تشریح ابدان

مسئلہ ۱۲: مرسلہ مولوی نواب محمد سلطان احمد خان صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

زید کہتا ہے حال میں دو شخص ایسے پائے گئے ہیں جن کے دو دو دل ہیں اور ڈاکٹروں نے بھی اس کو اپنے طور پر جانچ کیا ہے بکر کہتا ہے کہ ایک شخص کے دو دل نہیں ہو سکتے کیونکہ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

"مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ"[1]۔	اللہ تعالٰی نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے۔(ت)

اس پر خالد کہتا ہے خدائے تعالٰی نے یہ بھی تو فرمایا ہے:

"هُوَالَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ"[2]۔	وہی ہے جو تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے)

پس یہ امر عجائبِ صنع باری سے ہے جیسے کہ ایک شخص ایسا بھی موجود ہے جس کا دل داہنی طرف ہے اسی طرح عجیب الخلقت بچے ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں کیا انسان کیا جانور اور پہلی آیت تو اس شخص کے بارے میں اتری ہے جو دعوی کرتا ہے کہ اس شخص کے دو دل ہیں لہٰذا میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم و فہم رکھتا ہوں۔ چونکہ اس وقت میں لوگ طرح طرح سے آپ کی مخالفت پر کمربستہ تھے اس لیے اس شخص نے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴

[2] القرآن الکریم ۳/ ۶

کہہ دیا جس سے لوگ آپ سے برگشتہ ہو جائیں تو خدا تعالٰی نے اس کا جھوٹ ظاہر کر دیا۔ پس علماء دین قویم سے بقلب استفسار ہے کہ منشاہر دو آیت کا کیا ہے اور اس بارہ میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے؟ **القوا کلام نفسیکم فی قلبی توجروا من ربی**" (اپنا نفیس کلام میرے دل میں ڈالو میرے رب سے اجر پاؤگے۔ت)

الجواب:

قلب وہ عضو ہے کہ سلطان اقلیم بدن و محل عقل و فہم و منشا قصد واختیار ورضا وانکار ہے ایک شخص کے دو دل نہیں ہو سکتے دو بادشاہ دراقلیمے نہ گنجند (ایک سلطنت میں دو بادشاہ نہیں ہوتے۔ت) آیۃ کریمہ میں رجل نکرہ ہے اور تحت نفی داخل ہے تو مفید عموم واستغراق ہے یعنی اللہ عزوجل نے کسی کے دو دل نہ بنائے نہ کہ فقط اس شخص خاص کی نسبت انکار فرمایا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔[1]	سنتے ہو بدن میں ایک پارہ گوشت ہے کہ وہ ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے سنتے ہو وہ دل ہے۔

تو اگر کسی کے دو دل ہوں ان میں ایک ٹھیک رہے ایک بگڑ جائے تو چاہیے معًا ایک آن میں سارا بدن بگڑا اور سنبھلا دونوں ہوا اور یہ محال ہے جب دو دل ہیں ایک نے ارادہ کیا یہ کام کیجئے دوسرے نے ارادہ کیا نہ کیجئے تو اب بدن ایک کی اطاعت کرے گا یا دونوں کی یا کسی کی نہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی اطاعت محال ہے اور کسی کی نہ ہو تو ان میں کوئی قلب نہیں کہ قلب تو وہی ہے کہ بدن اسی کے ارادے سے حرکت وسکون ارادی کرتا ہے اور اگر ایک کی اطاعت کرے گا دوسرے کی نہیں تو جس کی اطاعت کرے گا وہی قلب ہے اور دوسرا ایک بد گوشت ہے کہ بدن میں صورت قلب پر پیدا ہو گیا جیسے کسی کے پنجے میں چھ انگلیاں اور بعض کے ایک ہاتھ میں دو ہاتھ لگے ہوتے ہیں ان میں جو کام دیتا ہے اور ٹھیک موقع پر ہے وہی ہاتھ ہے دوسرا بد گوشت ہے۔ ڈاکٹروں کا بیان اگر سچا ہو تو اس کی یہی صورت ہوگی کہ بدن میں

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبراء لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱، صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترک الشبہات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۸

ایک بد گوشت بصورتِ دل زیادہ پیدا ہوگیا ہوگا۔ ہاتھ میں تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اصلی اور زائد دونوں ہاتھ کام دیں مگر قلب میں یہ ناممکن ہے آدمی روح انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے اور روح انسانی متجزی نہیں کہ آدھی ایک دل میں رہے آدھی دوسرے میں۔ تو جس سے وہ اصالۃً متعلق ہوگی تو وہی قلب ہے دوسرا سلب ہے۔ اور آیہ کریمہ میں "یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ"۔[1] فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری تصویر بناتا ہے جیسی وہ چاہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ کیف تشاءون و بتخیلاتکم تخترعون جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گھڑو ویسی ہی تصویر بنادے یہ محض باطل ہے اور اس نے اپنی مشیت بتادی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہوگی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

[1] القرآن الکریم ۳/ ۶

علمِ حروف وریاضی

مسئلہ ۱۷: از شہر محلّہ بہار پور نواب وزیر احمد خان صاحب قادری رضوی ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

بعز عرض بندگانِ عالی متعالی خداوند متعالی خداوند نعمت میر ساند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آداب فدویانہ معروض۔لا۲ = ۷۵ء۲لا + ء = ۱۳۰ اگر یہ نمونہ صحیح ہوجاتا تو اسی نمونے پر یہ مساوات قائم ہوجاتی۔لا ۲/ ۷۵ =(۳۰۔لا) ۲لا ۲ = ۷۵ (۳۰۔لا) ۲ یا لا۲ = ۷۵(۹۰۰۔ ۰ ۶ لا + لا۲) یا لا۲ = ۶۷۵۰۰ ۔۴۵۰۰لا + ۷۵ لا۲ یا ۷۴ لا۲ + ۴۵۰۰لا = ۶۷۵۰۰ تقسیم کیا۔۲ سے ۳۷لا۲۔۲۲۵۰لا = ۳۳۷۵۰۰۰ مربع کامل کیا ۳۷لا۲۔۲۲۵۰ ۲۲۵ +۱/ ۳۷(۲/۲۲۵۰)۲= ۳۳۷۵۰ +۳۷/ ۱(۲/۲۲۵۰)۲ یا ۳۷لا۲۔۲۲۵۰لا +۳۷/ ۱(۱۱۲۵)۲ =۔۳۳۷۵۰ + ۳۷/ ۱(۱۱۲۵)۲ یا ۳۷لا۲ء۔ ۳۷/ ۱ (۱۱۲۵)۲ = ۳۳۷۵۰ + ۳۷/ ۱(۱۱۲۵)۲ اس کو ملاحظہ فرمالیا جائے یہاں تک کہ اگر صحیح ہو تو آگے عمل کیا جائے۔

الجواب:

مکرم کرم فرما چھوٹے نواب صاحب سلمہ وعلیکم السلام ورحمتہ وبرکاتہ تکمیل مجذور کا یہ نیا قاعدہ ہے کہ سر مجذور کی طرف ایک کو نسبت کرکے مجذور نصف سرلا کا سر کرکے شامل کریں مجذور کامل ہوجائے میرے نزدیک یہ صحیح نہ آئے گا مثلاً ۲لا۲ + ۶لا = ۲۰ طور مذکور پر ۲لا۲ + ۲/ ۱(۳)۲ = ۲۰ + ۹/ ۲ = ۴۹/ ۲ ہرگز مجذور کامل نہیں یا ۳لا۲۔۴لا ۴ بطور مذکور ۳لا۲۔۴لا + ۳/ ۱(۲)۲ = ۴ + ۴/ ۳ = ۱۶/ ۳ ہرگز مربع نہیں۔

(۲) مساوات درجہ دوم سے یہ بہت سہل حل ہوسکتا یہاں تک آپ لے آئے کہ۔ ۴۷لا۲ + ۴۵۰۰لا = ۶۷۵۰۰ یہاں نفی واثبات کا قلب کرلیجئے مساوات یہ ہوجائے گی ۴۷لا۲ ۴۵۰۰ = ۶۷۵۰۰۰ پھر خواہ یوں عمل کیجئے لا ۲۔۴۵۰۰ / ۴۷ لا =۔ ۶۷۵۰۰/ ۴۷ طرفین میں ۲۲۵۰/ ۴۷ کا مجذور شامل کیجئے یا مساوات کو بحال رکھ کر ۲۹۶ میں ضرب دے کر طرفین میں (۶۷۵۰۰) ۲ شامل فرمایئے مدعا حاصل ہوگا۔

(۳) ہاں لطیف تر یہ ہے کہ درجہ دوم کا نام نہ آنے پائے صرف مساوات درجہ اول سے حاصل ہو اسے بتایئے وہ بہت آسان ہے فقط۔

مسئلہ ۱۸: مسئولہ قاضی فضل احمد صاحب لودیانوی ۲۲صفر مظفر ۱۳۳۹ھ

علمائے کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے ایک رافضی نے کہا آیت کریمہ "**اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ**"[1]۔ (بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ت) کے عدد ۱۲۰۲ ہیں اور یہ ہی عدد ابوبکر عثمان کے ہیں۔

الجواب:

روافض لعنہم اللہ تعالٰی کی بنائے مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا و پادر ہوا پر ہے۔

اوّلاً: ہر آیت عذاب کے عدد اسماء اخیار سے مطابق کرسکتے ہیں اور آیت ثواب کے اسماء کفار سے کہ اسماء میں وسعت وسیعہ ہے۔

ثانیاً: امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان ہیں۔

رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا کوئی ناصبی ادھر پھیر دے گا اور دونوں ملعون ہیں۔ حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا۔ **ارونی ابنی ماسمیتموہ**[2] مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا۔ مولٰی علی نے عرض کی حرب۔ فرمایا: نہیں بلکہ وہ حسن ہے۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ مولی علی نے عرض کی: حرب۔ فرمایا: نہیں بلکہ وہ حسین ہے پھر امام محسن کی ولادت پر وہی فرمایا مولٰی علی نے وہی عرض کی۔ فرمایا: نہیں بلکہ وہ محسن ہے پھر فرمایا میں نے اپنے بیٹوں کے نام داؤد علیہ الصلوۃ والسلام

---

[1] القرآن الکریم ۳۲/ ۲۲

[2] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ باب الحاء والسین ترجمہ حسن بن علی ۱۱۶۵ دار الفکر بیروت ۱/ ۵۵۷

کے بیٹوں پر رکھے۔ شبر شُبیر مُشبر [1] حسن حسین محسن ان سے ہم وزن و ہم معنٰی ہیں اس سے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہیئں لہٰذا ان کے بعد اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکر عمر عثمان عباس وغیرہا رکھے۔

ثالثًا: رافضی نے عدد غلط بتائے امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سو ایک ہیں نہ کہ دو۔

ہاں او رافضی **(۱)** بارہ سو دو عدد کا ہے کے ہیں ابن سینا رافضہ کے۔

(۲) ہاں او رافضی! بارہ سو دو عدد ان کے ہیں ابلیس یزید ابن زیاد شیطان الطاق کلینی ابن بابویہ قمی طوسی حلی۔

(۳) ہاں او رافضی! اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡہُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ" [2]۔	بے شک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے اے نبی! تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔

اس آیہ کریمہ کے عدد ۲۸ ۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں رفاض اثنا عشریہ شیطنیہ اسمعیلیہ کے اور اگر اپنی طرح سے اسمعیلیہ میں الف چاہے تو یہ ہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ و نصیریہ واسماعیلیہ کے۔

(۴) ہاں او رافضی! اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"لَہُمُ اللَّعۡنَۃُ وَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾" [3]۔	ان کے لیے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے، بُرا گھر۔

اس کے عدد چھ سو چوالیس ہیں اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوسی حلی کے۔

(۵) نہیں او رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ ٭ۖ وَ الشُّہَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ" [4]۔	وہی اپنے رب کے یہاں صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب ہے۔

اس کے عدد چودہ سو پینتالیس ہیں اور یہی عدد ابو بکر عمر عثمان علی سعد کے۔

---

[1] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ باب الحاء والسین ترجمہ حسن بن علی ۱۱۶۵ دار الفکر بیروت ۱/۵۵۷

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۹

[3] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۵

[4] القرآن لکریم ۵۷/ ۱۹

(۶) نہیں او رافضی! بلکہ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ ٭ۖ وَ الشُّہَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ وَ نُوۡرُہُمۡ ؕ "[1]۔	وہی اپنے رب کے حضور صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔

اس کے عدد ۱۷۵۲ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر و عمر و عثمٰن و علی و طلحہ و زبیر کے۔

(۷) نہیں اورافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ ٭ۖ وَ الشُّہَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ وَ نُوۡرُہُمۡ ؕ "[2]۔	جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔

آیۃ کریمہ کے عدد ۳۰۱۶ ہیں اور یہی عدد ہیں صدیق فاروق ذوالنورین علی طلحہ زبیر سعد سعید ابوعبیدہ عبدالرحمٰن بن عوف کے۔

الحمدللہ آیۃ کریمہ کا تمام و کمال جملہ مدح بھی پورا ہوگیا اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ بھی سب آگئے جس میں اصلاً تکلف و تصنع کو دخل نہیں کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے یہ تمام آیات عذاب واسمائے اشرار و آیت مدح و اسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کیے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی مگر بعونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے **وللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم**۔

---

[1] القرآن لکریم ۵۷/ ۱۹

[2] القرآن لکریم ۵۷/ ۱۹

حقوق العباد

مسئلہ ۱۹: از شہر بریلی محلّہ لودی ٹولہ مسئولہ نظیر احمد شہر کہنہ شنبہ ۲۳ شعبان ۱۳۳۴ھ

کوئی شخص اگر کسی کی عورت کے ساتھ بدفعلی کرے اور اس عورت کے خاوند سے معافی چاہے تو کیا معاف ہوجائے گا یا توبہ بھی اس پر لازم ہوگی؟ اگر فقط توبہ کرنے سے گناہ معاف ہوجائے تو اس وقت میری عرض یہ ہے کہ حق العباد تو معاف نہیں ہوتا تاوقتیکہ صاحبِ حق سے معافی نہ لے کیا یہ حق العباد نہیں ہے؟ مفصّلاً تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب:

عورت جس کا شوہر ہو یا باپ بھائی وغیرہم اولیاء جن کو اس امر سے عار پہنچے فرض کیجئے وہ دس شخص ہیں تو اس کے ساتھ معاذ اللہ بدکاری اگر بے اس کی رضا کے ہے تو بارہ حقوق میں گرفتاری ہے ایک حق مولٰی عزوجل کا کہ اس کی نافرمانی کی دوسرا اس عورت کا کہ اس کی عصمت خراب کی تیسرا اس کے شوہر کا یوں ہی باقی دس حقداروں کا جب تک یہ سب معاف نہ کریں معاف نہ ہوگا۔ بحالیکہ ان کو اطلاع پہنچ جائے اور اگر برضائے زن ہے تو عورت اور یہ دونوں گیارہ سخت حقوق میں گرفتار ہوئے ایک حق مولٰی عزوجل کا دس ان دسوں کے اور اس صورت میں عورت کا حق نہ ہوگا کہ وہ راضی ہے اور عورت زنا کے باعث نکاح سے خارج نہیں ہوتی مگر اس حالت میں کہ شوہر کے باپ یا بیٹے سے یہ امر واقع ہو تو

نکاح فاسد ہو جائے گا۔ شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی کہ کبھی حلال نہیں ہوتی۔ شوہر پر فرض ہوگا کہ اسے چھوڑ دے مگر بے اس کے چھوڑے نکاح سے نکلے گی اب بھی نہیں دوسری جگہ نکاح نہ کرسکے گی **واللہ تعالٰی اعلم۔**

لغت

مسئلہ ۲۰: از کانپور محلّہ ناچ گھر قدیم مرسلہ مولانا مولوی محمد آصف صاحب قادری رضوی برکاتی ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

یا حبیبِ محبوب اللہ روحی فداک قبلہ قبلہ پرستان وکعبہ اربابِ ایقان مد ظلہم العالی بعد تسلیمات فدویانہ وتمنائے حضور شرف آستانہ الفاظ شکیل وعقیل بمعنی دانا کی صحت وتغلیط سے مطلع فرمائیں۔

جناب جلال لکھنوی آنجہانی کو کمترین نے حسب ذیل تحریر بھیجی تھی ہر دو الفاظ مذکورہ ان کے نزدیک غلط ہیں۔ شکیل اور عقیل ذوق مرحوم کے مندرجہ ذیل اشعار میں پائے جاتے ہیں۔

نور معنی ہے بہر شکل نتیجہ اُس کا ۔۔۔ اللہ اللہ رے زہے شکل شہنشاہ شکیل

دانش آموز ہو گر تربیت عام تری ۔۔۔ بید مجنون کو بنادے ابھی انسان عقیل[1]

غیاث میں ہے۔

عقیل بفتح اول وکسر قاف مرد بزرگ وبسیار دانا وزانو بند شتر و نام پسر ابی طالب کہ داناتر بود بہ نسبت قریش[2]۔	عقیل (ع پر زبر اور ق کے نیچے زیر) بزرگ اور بہت عقل والا آدمی اور اونٹ کا زانو بند۔ اور ابوطالب کے بیٹے کا نام کہ وہ قریش کی نسبت زیادہ عقلمند تھا۔ (ت)

1

2 غیاث اللغات فصل عین مہملہ مع قاف نولکشور لکھنو ص ۳۶۶

اس تحریر کا جواب جناب جلال نے یہ تحریر فرمایا تھا: ذوق نے جو شکیل و عقیل بمعنی دانا باندھا ہے آپ کے نزدیک وہ پایہ اعتبار میں ہوگا میرے نزدیک نہیں اس لیے کہ شکیل و عقیل بمعنی دانا کسی لغت معتبر میں مثل صراح و قاموس کے نہیں نکلتا نہ اساتذہ پارس کے اشعار میں ہے پھر کیونکر میں مان لوں۔ اور صاحبِ غیاث بھی عقیل کو بمعنی دانا لکھا کریں مگر صاحبِ غیاث کا ماخذ جو لغت ہیں ان میں سے بھی کسی نے لکھا ہے۔ فافہم ہیچمدان جلال۔

الجواب:

صدہا الفاظ عربی ہیں کہ اردو میں غیر معنی عربی پر مستعمل ہیں ان معانی کو قاموس میں تلاش کرنا حماقت ہے بلکہ اردو کے اہل زبان سے دریافت کرنا چاہیے ذوق مرحوم اس زبان کے مسلم اساتذہ سے تھے۔ معترض صاحب کا تخلص جلال ہے لفظ تخلص اس معنی پر کون سے قاموس میں ہے۔ اردو میں جب غصہ کو کہتے ہیں جلال آگیا۔ عربی میں اس معنی پر کب ہے بلکہ غصہ بھی عربی میں گلے کا اچھو ہے نہ کہ خشم۔ اس قسم کے الفاظ کی فہرست لکھی جائے تو ایک رسالہ ہو۔ انہیں میں شکیل و عقیل بھی ہیں شکیل بمعنی حسین اور عقیل بمعنی صاحب عقل معترض کا کہنا کہ ذوق نے شکیل و عقیل بمعنی دانا باندھا محض نادانی ہے شکیل بمعنی دانا شعر ذوق میں کہاں سے سمجھا بلکہ عقیل و دانا میں بھی عقیل دانا کے نزدیک فرق ہے عقل و علم شے واحد نہیں علمہ اکبر من عقلہ (اس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے۔ ت) مشہور ہے جہاں تک میرے کان کا سنا ہوا ہے معترض کا مذہب شیعی تھا ایسی حالت میں جناب اور فرمایا نہ چاہیے والسلام مع الکریم واللہ تعالٰی اعلم۔

خواب

مسئلہ ۲۱: ازکانپور محلّہ مولگنج مرسلہ الدین صاحب امام مسجد شکراللہ صاحب سوداگر ۱۳ربیع الاخر شریف

خواب کیا چیز ہے؟

الجواب:

خواب چار ۴ قسم ہے:

ایک حدیث نفس کہ دن میں جو خیالات قلب پر غالب رہے جب سویا اور اس طرف سے حواس معطل ہوئے عالم مثال بقدر استعداد منکشف ہوا انہیں تخیلات کی شکلیں سامنے آئیں یہ خواب مہمل وبے معنی ہے اور اس میں داخل ہے وہ جو کسی خلط کے غلبہ اس کے مناسبات نظر آتے ہیں مثلاً صفراوی آگ دیکھے بلغمی پانی۔

دوسرا خواب القائے شیطان ہے اور وہ اکثر وحشتناک ہوتا ہے شیطان آدمی کو ڈراتا یا خواب میں اس کے ساتھ کھیلتا ہے اس کو فرمایا کہ کسی سے ذکر نہ کروکہ تمہیں ضرر نہ دے۔ ایسا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھوک دے اور اعوذ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھے۔

تیسرا خواب القائے فرشتہ ہوتا ہے اس سے گزشتہ وموجودہ وآئندہ غیب ظاہر ہوتے ہیں مگر اکثر پردہ تاویل قریب یا بعید میں و لہٰذا محتاج تعبیر ہوتا ہے۔

چوتھا خواب کہ ربّ العزّۃ بلاواسطہ القاء فرمائے وہ صاف صریح ہوتا ہے اور احتیاج تعبیر سے بری۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اجارہ

مسئلہ ۲۲: از کراچی میمن مسجد آرام باغ گاڑی حاطہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو شخص جس کام کے لیے منتخب کیا گیا وہ اس کو پوری طرح سے ادانہ کرے یعنی قاصر رہے تو اس کو کیا سمجھنا چاہیے۔؟ **بینوا توجرا۔** (بیان کیجئے اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب:

اس میں ہزاروں صورتیں ہوسکتی ہیں ایسی گول بات قابلِ جواب نہیں ہوتی۔ کیا کام کیسا انتخاب کیونکر نہ کرنا ایک ایسے کام کے لیے منتخب کیا تھا جو اس کے لیے مباح ہے نہ کیا تو کیا الزام اور اگر اس پر فرض تھا اور نہ کیا تو سخت گناہگار اور حرام تھا اور نہ کیا تو بہت اچھا کیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

عقائد و کلام و دینیات

مسئلہ ۲۳: از حسن پور ضلع مراد آباد بذریعہ طفیل احمد صاحب قادری برکاتی رضوی مرسلہ حافظ اکرام اللہ خاں، ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

سوال اوّل: تقویۃ الایمان مولوی اسمٰعیل کی فخر المطابع لکھنؤ کی چھپی ہوئی کے صفحہ ۳۲۹ پر جو عرس شریف کی تردید میں کچھ نظم ہے، اور رنڈی وغیرہ کا حوالہ دیا ہے اسے جو پڑھا تو جہاں تک عقل نے کام دیا سچا معلوم ہوا کیونکہ اکثر عرس میں رنڈیاں ناچتی ہیں اور بہت بہت گناہ ہوتے ہیں اور رنڈیوں کے ساتھ ان کے یار آشنا بھی ہوتے ہیں اور آنکھوں سے سب آدمی دیکھتے ہیں اور طرح طرح کے خیال آتے ہیں کیونکہ خیالِ بد و نیک اپنے قبضہ میں نہیں، ایسی اور بہت ساری باتیں لکھی ہیں جن کو دیکھ کر تسلی بخش جواب دیجئے۔

سوال دوم: اور اس کتاب کے صفحہ ۳۰۰ پر دربارہ علم غیب کے جو فتوے درج ہیں کہ مچھر مارنے کا آپ کو علم ہو جاتا ہے اس کے جواب میں جو مولوی صاحب نے درج کی سورہ نمل آیۃ چہارم، پارہ ۷ سورہ انعام آیت پنجم و سورہ اعراف و سورہ احقاف اور اس سے آگے حدیث شریف پیش کی ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو علمِ غیب کیا کل کا بھی حال معلوم نہیں تھا کہ کیا ہوگا حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے، اور یہ کہنا کہ شیطان کو علم زیادہ ہے اور آپ کو کم، تو عرض ہے کہ بہت ساری باتیں ایسی ہیں کہ ہمارے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہیں دی گئیں اوروں کو دی گئیں۔

مثل سلیمان علیہ السلام کو تخت اور لڑائی کے لیے گھوڑے اور اونٹ، اور ہمارے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں پیدل چل کر لڑتے تھے۔ بہت ساری باتیں عرض حال ہے جس سے طول ہونے کا خیال ہے۔ تسلی بخش جواب بادلیل عنایت کیجئے اور وہ آیت مع ترجمہ جس سے کہ علمِ غیب معلوم ہوتا ہے اور حدیث شریف جس سے علمِ غیب پایا جاتا ہے اور وہ مثل حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی جو تہمت لگائی گئی تھی اگر علمِ غیب ہوتا توآپ کو کیوں خبر نہ ہوئی۔

سوال سوم: اگر کسی عورت کا خاوند شراب پیتا ہے اور شراب پی کر عورت سے جماع کرے تو اس عورت کو کیا کرنا چاہیے؟

سوال چہارم: اگر کوئی ہندو کوئی چیز میرے پاس نقد یا سامان رکھ گیا تو اس کو نہ دینا چاہیے، جائز ہے یا ناجائز؟ یا کوئی چیز بھول گیا تو میں نے اس کو اٹھالیا تو دینا چاہیے یا نہیں؟ غرض ہندوؤں کا مال چوری دھوکا دے کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال پنجم: یہ جو مشہور ہے کہ عورت کو خواہش نفس مرد سے نو حصے زیادہ ہے، اس کا پتہ شریعت سے چلتا ہے یا نہیں؟

سوال ششم: کنگھا داڑھی میں کس کس وقت کیا جائے؟

سوال ہفتم: مولوی اشرفعلی تھانہ بھون والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال ہشتم: وہ کون سی باتیں ہیں جن کی وجہ سے کتاب تقویۃ الایمان خراب ہے؟

الجواب:

جوابِ سوال اوّل:

رنڈیوں کا ناچ بے شک حرام ہے، اولیائے کرام کے عرسوں میں بیقید جاہلوں نے یہ معصیت پھیلائی ہے۔

جوابِ سوال دوم: علم غیب ذاتی کہ اپنی ذات سے بے کسی کے دیئے ہوئے اللہ عزوجل کے لیے خاص ہے اُن آیتوں میں یہی معنٰی مراد ہیں کہ بے خدا کے دیئے کوئی نہیں جان سکتا اور اللہ کے بتائے سے انبیاء کو معلوم ہونا ضروریاتِ دین سے ہے، قرآن مجید کی بہت آیتیں اس کے ثبوت میں ہیں، ازانجملہ سورہ جِن میں فرماتا ہے:

"عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ	اللہ ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے خاص غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ

رَّسُوۡلٍ" [1]۔	رسولوں کے۔

اور فرماتا ہے:

"تِلۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهَاۤ اِلَيۡكَ" [2]	یہ غیب کی باتیں ہیں کہ ہم تمہیں بتاتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

"وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ" [3]	یہ نبی غیب کی باتیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے۔

اس مسئلہ کے بیان کو رسالہ انباء المصطفٰی ورسالہ خالص الاعتقاد دیکھئے کہ کتنی آیتوں، حدیثوں اور اقوالِ ائمہ دین سے ثبوت ہے، جو شخص شیطان کے علم کو زیادہ بتاتا ہے، نبی صلی تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے اور کافر ہے اس کے بیان کو علمائے حرمین شریفین کا فتوی حسام الحرمین دیکھئے یہ سب کتابیں بریلی مطبع اہلسنت سے مل سکتی ہیں۔ کوئی دولت، کوئی نعمت، کوئی عزت جو حقیقۃً دولت وعزت ہو ایسی نہیں کہ اللہ عزوجل نے کسی اور کو دی ہو اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطانہ کی ہو، جو کچھ جسے عطا ہوا یا عطا ہوگا دنیا میں یا آخرت میں وہ سب حضور کے صدقہ میں ہے حضور کے طفیل میں ہے حضور کے ہاتھ سے عطا ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما انا قاسم واللہ المعطی [4]۔	دینے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں۔

جواب سوال سوم: خاوند کے شراب پینے کا وبال اس پر ہے عورت اسے جماع سے منع نہیں کرسکتی

جواب سوال چہارم: امانت میں خیانت جائز نہیں اگرچہ ہندو کی ہو، غدر و بدعہدی جائز نہیں اگرچہ ہندو سے ہو، خیانت و غدر کے سوا اس کا بھی لحاظ ضرور ہے کہ کسی جرم قانونی کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرنا بھی منع ہے۔ حدیث میں ہے:

من اعطی الذلۃ من نفسه	جو شخص بغیر کسی مجبوری کے اپنے آپ کو بخوشی

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶و۲۷

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۹

[3] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۴

[4] صحیح البخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقھه فی الدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶، صحیح البخاری کتاب الجھاد باب قول اللہ تعالٰی فان للہ خمسة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۹

طائعا غیر مکرہ فلیس منّا[1]۔	ذلت پر پیش کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اور جب نہ غدر ہو نہ قانونی جُرم تو پھر جس طرح اس کا مال ملے مباح ہے۔

جواب سوال پنجم: ضرور اس کی اصل ہے، حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ عورت کو مرد سے سو حصے زائد خواہش (شہوت) ہے مگر اللہ تعالٰی نے اس پر حیا ڈال دی ہے۔[2]

جواب سوال ششم: کنگھے کے لیے شریعت میں کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے اعتدال کا حکم ہے، نہ تو یہ ہو کہ آدمی جِنّاتی شکل بنا رہے نہ یہ ہو کہ ہر وقت مانگ چوٹی میں گرفتار، خیر الامور اوسطھا[3]۔ (بہترین امر وہ ہے جو درمیانہ ہو۔ت)

جواب ہفتم: اشرف علی کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے اسی کتاب حسام الحرمین میں فرمایا ہے۔

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔[4]	جو اس کے اقوالِ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کافر و معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

جواب سوال ہشتم: تقویۃ الایمان ایک گمراہی اور بے دینی کی کتاب ہے، علمائے حرمین شریفین نے اس گروہ کو گمراہ و بے دین لکھا ہے، اور فرمایا ہے۔

"اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾"[5]۔	یہ لوگ شیطان کے گروہ ہیں خبردار رہو شیطان ہی کے گروہ نقصان میں ہیں۔

اس کتاب اور اس کے مصنف کے کلمات کفر کوکبہ شہابیہ میں بطور نمونہ ستر۷۰ کے قریب بیان کیے ہیں جس میں صفحات کے حوالہ سے اس کی عبارتیں اور پھر اس کے کلمہ کفر ہونے پر آیتیں، حدیثیں ائمہ کی روایتیں لکھی ہیں اور اس رسالہ کو دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ شخص کیسا بے دین تھا بیدین کی کتاب دیکھنا حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

[1] الترغیب والترھیب الترغیب فی الزھد فی الدنیا الخ حدیث ۶۰ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۱۷۹

[2] المقاصد الحسنہ حدیث ۶۰۵ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۰۴، کنز العمال حدیث ۴۴۸۴۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۴۵

[3] کشف الخفاء حدیث ۱۲۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۴۶

[4] حسام الحرمین مع تمہیدِ ایمان مطبع اہلسنت بریلی ص ۹۴

[5] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

مسئلہ ۳۰: از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی ابوالمسعود عبدالودود صاحب طالب علم مدرسہ مذکور یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

وہابی جو مشہور ہیں وہ کون سا فرقہ ہے اوران کی اصل کہاں سے نکلی اور ان کے عقائد کیا ہیں، اوران کی بابت حدیث میں کیاوارد ہے؟

الجواب:

وہابی ایک بے دین فرقہ ہے جو محبوبانِ خدا کی تعظیم سے جلتا ہے اور طرح طرح کے حیلوں سے ان کے ذکر و تعظیم کو مٹانا چاہتا ہے ابتداء اس کی ابلیس لعین سے ہے کہ اللہ عزوجل نے تعظیم سیدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا حکم دیا اور اس ملعون نے نہ مانا اور زمانہ اسلام میں اس کا ہادی ذوالخویصرہ تمیمی ہوا جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ ارفع میں کلمہ توہین کہا اس کے بعد ایک پورا گروہ خوارج کا اس طریق پر چلا جن کو امیر المومنین مولٰی علی نے قتل فرمایا لوگوں نے کہا حمد اللہ کو جس نے ان کی نجاستوں سے زمین کو پاک کیا امیر المومنین نے فرمایا یہ منقطع نہیں ہوئے ابھی ان میں کے ماؤں کے پیٹوں میں ہیں باپوں کی پیٹھوں میں ہیں، کلما قطع قرن نشاء قرن جب ان میں کی ایک سنگت کاٹ دی جائے گی دوسری سر اٹھائے گی، **حتی یکون اٰخرھم یخرج مع المسیح الدجال**[1]۔ یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ اس حدیث کے مطابق ہر زمانہ میں یہ لوگ نئے نئے نام سے ظاہر ہوتے رہے یہاں تک کہ بارھویں صدی کے آخر میں ابن عبدالوہاب نجدی اس فرقہ کا سرغنہ ہوا اور اس نے کتاب التوحید لکھی اور توحیدِ الٰہی عزوجل کے پردے میں انبیاء و اولیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور خود حضور اقدس سید الانام علیہ افضل الصلوۃ کی توہین دل کھول کر کی اس کی طرف نسبت کرکے اس گروہ کا نام نجدی وہابی ہوا۔ ہندوستان میں اس فتنہ ملعونہ کو اسمٰعیل دہلوی نے پھیلایا کتاب التوحید کا ترجمہ کیا اس کا نام تقویۃ الایمان رکھا، دلی عقیدہ وہ ہے جو تقویۃ الایمان میں کئی جگہ صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان[2]۔ اوروں کا ماننا محض خبط ہے۔[3]

اس کے متبعین جو گروہ ہیں عقائد میں سب ایک ہیں مگر اعمال میں یوں متفرق ہوئے کہ ایک فرقہ نے

---

[1] کنزالعمال حدیث ۳۱۲۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۲۰۵

[2] تقویۃ الایمان الفصل الاول مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور، ص ۱۲

[3] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور، ص ۵

تقلید کو بھی ترک کیا اور خود اہلحدیث بنے یہ غیر مقلد وہابی ہیں ان کا سر گروہ نذیر حسین دہلوی اور کچھ پنجابی بنگالی تھے اور ہیں، اور مقلد وہابیوں کے سر گروہ رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی، اور اب اشرف علی تھانوی، جو ان لوگوں کو اچھا جانے یا تقویۃ الایمان وغیرہ ان کی کتابوں کو مانے یا ان کے گمراہ بددین ہونے میں شک کرے وہ وہابی ہے، وہابی کی علامت حدیث میں ارشاد ہوئی کہ ظاہرًا شریعت کے بڑے پابند بنیں گے۔ **تحقرون صلٰوتکم مع صلوتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم**[1]۔ تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے آگے حقیر جانوگے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے آگے اور اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے آگے **یقرؤن القرآن ولا یجاوز تراقیھم**[2]۔ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے نہ اترے گا یعنی دل میں اس کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ **یقولون من خیر قول البریۃ**[3]۔ باتیں بظاہر بہت اچھی کریں گے، اور ایک روایت ہے۔ **من قول خیر البریۃ**۔[4] حدیث حدیث بہت پکاریں گے۔ باینہمہ حال یہ ہوگا **یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ** نکل جائیں گے دین سے ایسے جیسے تیر نکل جاتا ہے نشانہ سے **ثم لا یعودون فیہ**[5] پھر لوٹ کر دین میں نہ آئیں گے۔ **سیماھم التحلیق**[6]۔ ان کی علامت سر منڈانا ہوگی۔ **مشمر الازار**[7]۔ تہبند یا پائچے بہت اونچے۔ ان کے عقائد کا بیان ہمارے رسالہ نور الفرقان اور رسالہ کو کبہ الشہابیہ میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۳۱: از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی ابوالمسعود عبدالودود صاحب طالب علم مدرسہ مذکور، یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

مولود شریف کی حقیقت کیا ہے، اور محفلِ میلاد میں خاص وقت ذکر ولادت شریف حضور

---

[1] کنزالعمال حدیث ۳۰۹۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۴۳

[2] کنزالعمال حدیث ۳۰۹۵۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱ /۱۴۰، صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب اعطاء المؤلفۃ و بیان الخوارج قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۰ و ۳۴۳

[3] صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب اعطاء المؤلفۃ و بیان الخوارج قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۲

[4] کنزالعمال حدیث ۳۰۹۵۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۴۱

[5] کنزالعمال حدیث ۳۰۹۴۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۳۹

[6] کنزالعمال حدیث ۳۰۹۴۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۱۳۹

[7] صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب اعطاء المؤلفۃ و بیان الخوارج قدیمی کتب خانہ راچی ۱/ ۳۴۰

پُر نور احمد مجتبے محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کھڑے ہونا اور لوگوں کو کھڑے ہونے کے لیے حکم دینا اور نعتیہ اشعار خوش الحانی سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ سب باتیں جائز و مستحسن و باعث برکات ہیں اوان کی اصل قرآن عظیم کے ان احکام کا ماننا ہے کہ "اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" [1] اپنے رب کی نعمت لوگوں کے سامنے خوب بیان کرو، "وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ" [2]۔ انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ، "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" [3] تم حکم دو کہ اللہ کے فضل اور اللہ کی رحمت کی خوشی منائیں، "لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ" [4]۔ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲: رام نگر ضلع بنارس مرسلہ امام الدین صاحب ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

گزشتہ محرم خواجہ حسن نظامی دہلوی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام محرم نامہ رکھا ہے، خواجہ صاحب ایک مشہور شخصیت کے آدمی ہیں اس لیے ان کی اس کتاب کی بڑی اشاعت ہوئی اس کا ایک نسخہ ناچیز کے ایک دوست نے بھی منگایا اس محرم نامہ میں خواجہ صاحب نے عام بنو امیہ پر اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ پر خصوصًا نہایت سخت و شدید حملے کیے ہیں اور ان کے متعلق ایسی باتیں لکھی ہیں سنی المذہب محرم نامہ پڑھنے والوں کے خیالات میں نہایت ہلچل پڑ گئی ہے۔ لہٰذا محرم نامہ مذکور سے اخذ کرکے کچھ حوالہ کرتا ہوں اور دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ باتیں کیسی ہیں تاکہ معلوم کرکے خود کو اور دیگر برادرانِ اہل سنن کو خیالات کی کشمکش سے چھڑاؤں، محرم نامہ میں ہے۔

(۱) بغیر سوچے تم کو معلوم ہوجائے گا کہ حضرت عثمان کی شروع خلافت سے لے کر قتلِ عثمان تک جنگ جمل، جنگ صفین، فیصلہ صفین اور آخر تک ہر بڑے چھوٹے فساد کی بنیاد میں عمرو بن العاص کا ہاتھ ضرور تھا۔

(۲) حضرت علی کو دھوکا دے کر خلافت حضرت عثمان کو انہوں نے دلوائی۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۳ / ۱۱

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۵

[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸

[4] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

(۳) اور پھر سب سے پہلے مخالفتِ عثمان پر یہ آمادہ ہوئے،
(۴) حضرت عثمان کی بہن کو طلاق دی۔
(۵) اور مسجد میں سخت کلامی کا افتتاح بھی انہی عمرو بن العاص نے حضرت عثمان کے ساتھ کیا۔
(۶) یہی عمرو بن العاص تھے جنہوں نے لوگوں کو علانیہ جوش دلا کر حضرت عثمان کے مار ڈالنے پر ترغیب دی۔
(۷) اور پھر یہی عمرو بن العاص تھے جو معاویہ کے وزیر بن کر حضرت علی سے خونِ عثمان کا انتقام لینے آئے۔
(۸) فیصلہ خلافت میں ابو موسٰی اشعری کو دھوکا دینے والے بھی یہی تھے۔
(۹) بنی امیہ اور عمرو بن العاص جیسے چند آدمیوں کی یہ آگ لگائی ہوئی ہے جو آج تک نہیں بجھی۔

مندرجہ بالا باتوں کا تعلق اگرچہ زیادہ تر تاریخ سے ہے لیکن چونکہ ایک ایک حرف مذہب پر اثر ڈال رہا ہے، اور اس لیے ناچیز نے دارالافتاء کے دروازے ہی پر دستک دینی مناسب سمجھی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق تین باتیں اور پوچھنی ہیں۔
(۱) حضرت کا نسب نامہ۔
(۲) آیا آپ کی حضور رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی رشتہ داری تھی یا نہیں؟
(۳) کسی گروہ کو آپ کے صحیح النسب ہونے میں کلام ہے؟ محرم نامہ مذکور کی نسبت یہ دریافت کرنا ہے کہ آیا اس کا پڑھنا سُنیوں کے لیے کیسا ہے اور اس کو درست سمجھنا؟

الجواب:

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ جلیل القدر صحابہ کرام سے ہیں اُن کی شان میں گستاخی نہ کرے گا مگر رافضی، جس کتاب میں ایسی باتیں ہوں اس کا پڑھنا سُننا مسلمان سنیوں پر حرام ہے، ایسے مسئلہ میں کتابوں کے حوالے کی کیا حاجت، اہلسنت کے مسنون عقائد میں تصریح ہے،

الصحابۃ کلھم عدول لانذکرھم الابخیر[1]۔	صحابہ سب کے سب اہل خیر وعدالت ہیں ہم ان کا ذکر نہ کریں گے مگر بھلائی سے۔

اگر کوئی شخص اہل سنت کی کتابوں کو نہ مانے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افضل الناس بعدہ علیہ الصلوۃ والسلام مصطفی البابی مصر ص ۷۱

ارشادات کو تومانے گا، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اسلم الناس وأمن عمر و بن العاص رواہ الترمذی عن عقبۃ ابن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]	بہت لوگ وہ ہیں کہ اسلام لائے مگر عمرو بن العاص ان میں ہیں جو ایمان لائے۔(اس کو ترمذی نے عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان عمرو بن العاص من صالحی قریش رواہ الترمذی والامام احمد فی مسند عن سیدنا طلحۃ بن عبید اللہ احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔[2]	عمرو بن العاص صالحین قریش سے ہیں (ترمذی اور امام احمد نے اپنی مسند میں اسے سیدنا طلحہ بن عبید اللہ جو عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ایک ہیں سے روایت کیا۔ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نعم اھل البیت عبد اللہ وابو عبد اللہ وام عبد اللہ، رواہ البغوی[3] وابو یعلٰی عن طلحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بہت اچھے گھر والے ہیں عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور عبد اللہ کا باپ اور اس کی ماں۔اس کو بغوی اور ابویعلی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

واخرجہ ابن سعد فی الطبقات بسند صحیح عن ابن ابی ملکیۃ وزاد (اس کو ابن سعد نے طبقات میں صحیح سند کے ساتھ ابن ابی ملکیہ سے روایت کیا اور اتنا زیادہ کیا۔) یعنی عبد اللہ بن عمرو بن العاص، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غزوہ ذات السلاسل میں اسی الٰہی فوج کا سردار کیا۔جس میں صدیق اکبر و فاروق اعظم

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمرو بن العاص حدیث ۳۸۷۰ دار الفکر بیروت ۴۵۶/۵

[2] سنن الترمذی ابواب المناقب مناقب عمرو بن العاص حدیث ۳۸۷۱ دار الفکر بیروت ۴۵۶/۵، مسند احمد بن حنبل عن طلحہ بن عبید اللہ حدیث ۱۳۸۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۰/۱

[3] مسند احمد بن حنبل عن طلحہ بن عبید اللہ حدیث ۱۳۸۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۰/۱، مسند ابی یعلی حدیث ۶۴۱ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۳۱۳/۱

تھے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

ایک بار اہل مدینہ طیبہ کو کچھ ایسا خوف پیدا ہوا کہ متفرق ہوگئے سالم مولٰی ابی حذیفہ اور عمرو بن العاص دونوں صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہما تلوار لے کر مسجد شریف میں حاضر رہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی وسلم، نے خطبہ فرمایا اور اس میں ارشاد کیا:

الا کان مفزعکم الی اللہ والی رسولہ الا فعلتم کما فعل ھٰذان الرجلان المؤمنان۔[1]	کیوں نہ ہوا کہ تم خوف میں اللہ ورسول کی طرف التجا لاتے، تم نے ایسا کیوں نہ کیا جیسا ان دونوں ایمان والے مردوں نے کیا۔

منکر اگر احادیث کو بھی نہ مانے تو قرآن عظیم کو تو مانے گا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۠" [2]	تم میں برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ وقتال کیا وہ درجے میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ و قتال کیا اور دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ کہ تم کروگے۔

اللہ عزوجل نے صحابہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو دو قسم فرمایا: ایک مومنین قبل فتح مکہ، دوسرے مومنین بعد فتح مکہ، فریق اول کو فریق دوم پر فضیلت بخشی اور دونوں فریق کو فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے ان سے بھلائی کا وعدہ کیا۔ عمرو ابن العاص مومنین قبل فتح مکہ میں ہیں۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے:

عمرو بن العاص بن وائل بن ھاشم بن سعید بالتصغیر ابن سھم بن عمرو ابن ھصیص بن کعب بن لوی قرشی السھمی امیر مصر یکنی ابا عبداللہ و ابا محمد اسلم قبل الفتح فی صفر ۸ھ	عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید (تصغیر کے ساتھ) بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی قرشی سہمی امیر مصر جن کی کنیت ابوعبداللہ اور ابو محمد ہے وہ فتح مکہ سے پہلے ماہ صفر ۸ ہجری میں اسلام لائے اور

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲۰۳/۴

[2] القرآن الکریم ۱۰/۵۷

ثمان وقیل بین الحدیبیۃ وخیبر [1]۔	کہا گیا ہے کہ حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام لائے۔(ت)

اور بعد فتح توراہِ خدا میں جو ان کے جہاد ہیں آسمان وزمین اُن کے آوازے سے گونج رہے ہیں اور اللہ عزوجل نے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اور مریض القلب معترضین جو ان پر طعن کریں کہ فلاں نے یہ کام کیا فلاں نے یہ کام کیا اگر ایمان رکھتے ہوں تو ان کا منہ تتمہ آیت سے بند فرمادیا کہ "وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۰﴾" [2] مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو، مگر میں تو تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا۔ اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے، کہ اللہ عزوجل نے جس سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اس کے لیے کیا ہے فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤىۙ اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَۙ﴿۱۰۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَاۚ وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَۚ﴿۱۰۲﴾ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴿۱۰۳﴾" [3]۔	بے شک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانتی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے وہ قیامت سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی اور ملائکہ ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

ان ارشاداتِ الٰہیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے، بفرض غلط بفرض باطل طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اس سے ہزار حصے زائد سہی اس سے یہ کہیے "ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُؕ" [4] کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ، کیا اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی باینہمہ وہ ان سے فرماچکا کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا تمہارے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں، تو اب اعتراض نہ کرے گا مگر وہ جسے اللہ عزوجل پر اعتراض مقصود ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف العین ترجمہ عمرو بن العاص ۵۸۸۲ دار صادر بیروت ۲/۳
[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰
[3] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱و۱۰۲ و۱۰۳
[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۰

جلیل القدر قریشی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جد امجد کعب بن لوی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی اولاد سے، اور ان کی نسبت وہ ملعون کلمہ طعن فی النسب کا اگر کہا ہوگا تو کسی رافضی نے، پھر وہ صدیق وفاروق کو کب چھوڑتے ہیں عمرو بن عاص کی کیا گنتی، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

"وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾ "واللہ تعالٰی اعلم۔[1]	اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳ تا ۳۸: ازکانپور محلّہ روئی گودام مسجد حسینی مستری مرسلہ محمد یعقوب خان ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) حضرات اولیاء اللہ بعد وصال زندہ رہتے ہیں یا نہیں؟ اگر زندہ رہتے ہیں تو کوئی دلیل قطعی ان کی حیاتِ ابدی پر ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں زندہ رہتے تواس پر کوئی برہان قاطع ہے یا نہیں؟

(۲) اولیاء اللہ کے تصرفات اور انکے فیوض و انوار و برکات بعد وصال بھی موجود رہتے ہیں یا بعد موت ظاہری وہ سب ختم ہوجاتے ہیں؟ حاجتمندوں کا بزرگانِ دین کی درگاہوں سے فیضیاب ہونا برحق ہے اور اس پر کوئی دلیل شرعی ہے؟ اگر ہے تو کیا دلیل ہے اور اگر نہیں ہے تو کیا یہ سب محض توہمات ہیں؟ ان کے توہمات ہونے پر کیا دلیل ہے؟

(۳) بزرگانِ دین کی درگاہوں میں حاضر ہونا اور ان سے یہ کہنا کہ آپ مستجاب الدعوات اور مقبول بارگاہ ہیں ہمارے لیے دعا کیجئے کہ خداوند عالم ہماری وہ غرض پوری کردے شریعتِ غرامیں اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ اگر اس کی کوئی اصل ہے تو کس کتاب میں ہے؟

(۴) اولیاء اللہ کو مزارات پر جانے سے خبر ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ان میں یہ احساس ہے تو بارگاہِ ذوالجلال میں عرض کرکے کسی مصیبت زدہ کی تکلیف اور مصیبت کا ازالہ کرادیں یا نہیں،

(۵) حضرت غوث اعظم پاک قدس سرہ کو دستگیر کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) حضرت خواجہ معین الدین سنجری قدس سرہ کو غریب نواز کے لقب سے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

الجواب:

اہلسنت کامذہب یہ ہے کہ روح انسانی بعد موت بھی زندہ رہتی ہے، موت بدن کے لیے ہے روح کے لیے نہیں، **انما خلقتم للابد تم**[1] ہمیشہ رہنے کے لیے بنائے گئے ہو۔ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں بعض ائمہ کرام سے نقل فرماتے ہیں کہ کسی نے ان کے سامنے موت وروح کاذکر کیا، فرمایا:

سبحٰن اللّٰه هذا قول اهل البدع[2]	سبحان اللہ! یہ بدمذہبوں کا قول ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ"[3]۔	ہر جان موت کامزہ چکھنے والی ہے۔

موت جب تک واقع نہ ہوئی معدوم کامزہ کہاں سے آیا اور جب واقع ہوئی اگر روح مرجائے تو موت کامزہ کون چکھے یوں ہی اہلسنت وجماعت کا اجماع اور صحیح حدیثوں کی تصریح ہے کہ ہر میت اپنی قبرپر آنے والے کو دیکھتا اور اس کا کلام سنتا ہے، موت کے بعد سمع بصر، علم ادراک، سب بدستور باقی رہتے ہیں بلکہ پہلے سے بہت زیادہ ہوجاتے ہیں، کہ یہ صفتیں روح کی تھیں اور روح اب بھی زندہ ہے پہلے بدن میں مقید تھی اور اب اس قید سے آزاد ہے، اولیائے کرام سے اس طرح عرض حاجت بلاشبہ جائز ہے، امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی نے کتاب مستطاب شفاء السقام اور شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اشعۃ اللمعات اور دیگر اکابر نے اپنی تصنیفات میں ان مسائل کی تحقیق جلیل فرمائی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں زیر آیہ کریمہ **والقمر اذا اتسق** لکھتے ہیں:

بعضے از خواص اولیاء اللہ راکہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف دردنیا	اللہ تعالٰی کے بعض خاص اولیاء ہیں جن کو بندوں کی تربیت کاملہ اور رہنمائی کے لیے ذریعہ بنایا گیاہے، انہیں اس حالت میں بھی

[1] شرح الصدور باب فضل الموت خلافت اکیڈمی سوات ص ۵

[2] شرح الصدور باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰۶

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۵

داده، واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمایند وارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہامی طلبند و مے یابند۔[1]	دنیا کے اندر تصرف کی طاقت و اختیار دیا گیا ہے اور کامل وسعتِ مدارک کی وجہ سے ان کا استغراق اس طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا۔ صوفیائے اویسیہ باطنی کمالات ان اولیاء اللہ سے حاصل کرتے ہیں اور غرض مند و محتاج لوگ اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں (ت)

نیز تفسیر عزیزی میں ہے:

سوختن گویا روح را بے مکان کردن است و دفن کردن گویا مسکنے برائے روح ساختن است بنابریں از اولیائے مدفونین و دیگر صلحائے مومنین انتفاع واستفادہ جاری ست وآنہا راافادہ اعانت نیز متصور۔[2]	جلا دینا گویا کہ روح کو بے مکان کرنا ہے جب کہ دفن کرنا گویا کہ روح کے لیے ٹھکانا بنانا ہے۔ اسی سبب سے دفن شدہ اولیاء اللہ اور دیگر صلحائے مومنین سے نفع و فائدہ کا حصول جاری ہے اور ان کے لیے امداد و فائدہ رسانی بھی متصور ہے۔ (ت)

نیز اسی میں تفسیر سورہ مطففین میں ہے:

مقامِ علیین بالائے ہفت آسمان ست و پائن آں متصل بسدرۃ المنتہی است و بالائے آں متصل بہ پایہ راست عرش مجید است وارواح نیکاں بعد از قبض درآنجامی رسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء دراں مستقرمی مانند، وعوام صلحاء رابرحسبِ مراتب درآسمان دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا درچاہ زمزم قرار می دہند و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح رامی باشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقارب و دیگر دوستاں	مقام علیین ساتویں آسمانوں کے اوپر ہے، اس کا نچلا حصہ سدرۃ المنتہی اور اوپر والا عرش مجید کے دائیں پائے سے ملا ہوا ہے، نیک لوگوں کی روحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں، مقربین یعنی انبیاء و اولیاء تو وہیں برقرار رہتے ہیں جب کہ عام صالحین کو ان کے مراتب کے مطابق آسمانِ دنیا یا آسمانِ و زمین کے درمیان یا چاہ زمزم میں ٹھہراتے ہیں ان روحوں کا تعلق قبروں کے ساتھ بھی قائم رہتا ہے، چنانچہ وہ زیارت کے لیے قبر پر

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم تحت آیۃ والقمر اذا اتسق الخ مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورہ عبس استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

بر قبر مطلع و مستانس میگردند زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود، و مثال آں در وجودِ انسانی روح بصری ست کہ ستارہ ہائے ہفت آسمان درون چاہ مے تواند دید۔[1]	آنے والے عزیز و اقارب اور دوستوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان سے انس حاصل کرتے ہیں کیونکہ مکانی قرب و بعد روح کے لیے اس دریافت و علم سے مانع نہیں ہوتا، اس کی مثال انسانی وجود میں روح بصری ہے جو ساتویں آسمان کے ستاروں کو چاہ کے اندر دیکھ سکتی ہے۔ (ت)

حیاتِ شہداء قرآن عظیم سے ثابت ہے اور شہداء سے علماء افضل، حدیث میں ہے۔ روز قیامت شہداء کا خون اور علماء کی دوات کی سیاہی تولے جائیں گے علماء کی دوات کی سیاہی شہداء کے خون پر غالب آئے گی۔[2]

اور علماء سے اولیاء افضل ہیں، تو جب شہداء زندہ ہیں اور فرمایا کہ انہیں مردہ نہ کہو، تو اولیاء کہ بدرجہا ان سے افضل ہیں ضرور ان سے بہتر حی ابدی ہیں، قرآن کریم کے ایجازات میں یہ بھی ہے کہ امر ارشاد فرماتے ہیں اور اس سے اس کے امثال اور اس سے امثل پر دلالت فرمادیتے ہیں۔ جیسے:

"فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡهَرۡهُمَا"[3]	ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا (ت)

ماں باپ کو ہُوں کہنے سے ممانعت فرمائی جو کچھ اسے زیادہ ہو وہ خود ہی منع ہوگیا، اور یہیں دیکھئے حیاتِ شہداء کی تصریح فرمائی اور حیاتِ انبیاء کا ذکر نہیں کہ اعلٰی خود ہی مفہوم ہو جائے گا اس دلالۃ النص میں اولیاء بلاشبہہ داخل۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ضرور دستگیر ہیں، اور حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز، سیدنا ابوالحسن نورالدین بہجۃ الاسرار شریف میں سیدنا ابوالقاسم عمر بزاز قدس سرہ سے روایت فرماتے ہیں:

قال سمعت السید الشیخ عبدالقادر	یعنی میں نے اپنے مولٰی حضرت سید شیخ عبدالقادر

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورہ مطففین مقام ارواح انبیاء و صلحا مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۹۳

[2] کنزالعمال حدیث ۲۸۷۱۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۴۱

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۳

الجیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول غیر مرۃ عثرا خی حسین الحلاج فلم یکن فی زمانہ من یاخذ بیدہ ولوکنت فی زمانہ لاخذت بیدہ وانا لکل من عثر بہ مرکوبہ من اصحابی و مریدی و محبی الٰی یوم القیمۃ اخذبیدہ[1]۔والحمدللہ رب العلمین۔	جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بارہا فرماتے سنا میرے بھائی حسین حلاج کا پاؤں پھسلا ان کے وقت میں کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی دستگیری کرتا اس وقت میں ہوتا توان کی دستگیری فرماتا اور میرے اصحاب اور میرے مریدوں اور مجھ سے محبت رکھنے والوں میں قیامت تک جس سے لغزش ہوگی میں اس کا دستگیر ہوں۔

تمام مسلمانوں کی زبانوں پر حضور کا لقب غوث اعظم ہے یعنی سب سے بڑے فریاد رس شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب درکنار خود اسمٰعیل دہلوی نے جابجا حضور کو غوث اعظم یاد کیا ہے یہ فریاد رسی و دستگیری نہیں تو کیا ہے، حضرت شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی روزِ عید بزیارت مزار ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بمزار متبرک التفات تمام از روحانیت مقدسہ ایشاں ظاہر گشت و از کمال غریب نوازی نسبت خاصہ خود راکہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند۔[2] و اللہ تعالٰی اعلم	مرشد گرامی کے وصال کے بعد عید کے روز ان کے مزار اقدس کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔مزار مبارک کی طرف توجہ کے دوران مرشد گرامی کی روحانیت مقدسہ کا التفات تام ظاہر ہوا اور کمال غریب نوازی سے آپ نے وہ نسبت خاص عنایت فرمائی جو آپ کو حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمۃ سے حاصل تھی۔(ت)

مسئلہ ۳۹و۴۰: از موضع دروَ ضلع نینی تال مرسلہ مٹھو نورباف ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

اللہ تعالٰی کا جو فرمان ہے وہ کلام پاک ہے،اس میں سب فیصلے موجود ہیں،اس سے کوئی فیصلہ بچا نہیں ہے،اب اماموں کا جو اختلاف ہے وہ کس بنا پر ہے؟ایک فعل حرام اور کسی کے یہاں وہی فعل حلال ہے اور کسی کے یہاں وہی فعل فرض اور کسی کے یہاں وہی فعل سنت، بعض کے

---

[1] بہجۃ الاسرار فضل اصحابہ وبشراھم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲

[2] مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب ۲۹۱ نولکشور لکھنو ۱/ ۴۱۳

یہاں واجب، مثلاً ایک فعل امام شافعی کے یہاں جائز ہے اور ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے یہاں ناجائز، اور کچھ لوگ اس فعل کو کرتے ہیں اور ہم بچتے ہیں، اور یہ بھی سُنا ہے کہ خدا کے حرام کو حلال جاننے والا کافر، اور یہ بھی سُنا ہے کہ غیر مقلد کے پیچھے نماز ناجائز نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، حضور اس کی تسکین ہو۔

دوسرے یہ کہ جناب باری نے اپنے محبوب کو سب مراتب عنایت فرمائے ہیں اکثر وہابیہ کا جھگڑا سُننے کو ملتا ہے تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی مثال پیش کرتے ہیں تہمت والی، میرے حضور! گزارش یہ ہے کہ بعض موقع پر جنابِ باری کی طرف سے پردہ ہوتا تھا یا کیا؟

الجواب:

قرآن عظیم میں بے شک سب کچھ موجود ہے مگر اُسے کوئی نہ سمجھ سکتا اگر حدیث اس کی شرح نہ فرماتی۔ **قال اللہ تعالٰی**:

"لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ"[1]۔	تاکہ تم لوگوں سے بیان کردو جواُن کی طرف اُترا (ت)

اور حدیث بھی کوئی نہ سمجھ سکتا اگر ائمہ مجتہدین اس کی شرح نہ فرماتے، ان کی سمجھ میں مدارج مختلف ہیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ربّ مبلّغ یبلغه اوعی له من سامع۔[2]	بہت سے لوگ جن تک بات پہنچائی جاتی وہ سننے والے سے زیادہ اس کو یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ (ت)

اور فرماتے ہیں:

ربّ حامل فقه الٰی من هو افقه منه۔[3]	بہت سے فقہ اُٹھانے والوں سے وہ زیادہ فقیہ ہوتا ہے جس کو وہ پہنچاتے ہیں۔ (ت)

اس تفقّہ فی الدین میں اختلافِ مراتب باعثِ اختلاف ہوا اور ادھر مصلحت الٰہیہ احادیث

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۴

[2] سنن ابن ماجه باب من بلغ علمًا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱

[3] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰، سنن ابن ماجه باب من بلغ علمًا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱

مختلف آئیں، کسی صحابی نے کوئی حدیث سُنی اور کسی نے کوئی اور وہ بلاد میں متفرق ہوئے، ہر ایک نے اپنا علم شائع فرمایا، یہ دوسرا باعثِ اختلاف ہوا۔ عبداللہ بن عمر کا علم امام مالک کو آیا، اور عبداللہ بن عباس کا امام شافعی کو، اور افضل العباد لہ عبداللہ بن مسعود کا علم ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، حلال کو حرام یا حرام کو حلال جاننا جو کفر کہا گیا ہے وہ ان چیزوں میں ہے جن کا حرام یا حلال ہونا ضروریاتِ دین سے ہے یا کم از کم نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہو۔ اجتہادی مسائل میں کسی پر طعن بھی جائز نہیں نہ کہ معاذ اللہ ایسا خیال، غیر مقلدوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے کہ اصلاً ہوتی ہی نہیں۔ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ النہی الاکید میں ہے ان غیر مقلدوں پر بحکم فقہاء کرام ستر وجہ سے کفر لازم ہے اور ان کے پیچھے نماز ہوسکنا کیا معنی۔ امام اعظم وامام ابویوسف وامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں:

لاتجوز الصلوۃ خلف اھل الاھواء۔[1]	بدمذہبوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن عظیم اتارا کہ ہر چیز ان پر روشن فرمادی۔ قال اللہ تعالیٰ:

"نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ"[2]	ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (ت)

قرآن عظیم تھوڑا تھوڑا کرکے تئیس ۲۳ برس میں نازل ہوا، جتنا قرآن عظیم اُترتا گیا، حضور پر غیب روشن ہوتا گیا، جب قرآن عظیم پورا نازل ہوچکا روزِ اول سے روز آخر تک کا جمیع ماکان ومایکون کا علم محیط حضور کو حاصل ہوگیا۔ تمامی نزول قرآن سے پہلے اگر کوئی واقعہ کسی حکمت الٰہیہ کے سبب منکشف نہ ہوا ہو تو احاطہ علم اقدس کا منافی نہیں معہذا زمانہ افک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کو علم نہ تھا، اپنے اہل کی براءت اپنی زبان سے ظاہر فرمانا یہ بہتر ہوتا یا یہ کہ رب السموت والارض نے قرآن کریم میں سترہ ۱۷ آیتیں ان کی براءت میں نازل فرمائیں جو قیامِ قیامت تک مساجد ومجالس ومجامع میں تلاوت کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹

مسئلہ ۴۱ تا ۴۶: از شہر عقب کوتوالی مسئولہ عزیز الدین صاحب پیشکار ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) حضرت عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کا نکاح بعد ولادتِ حضرت عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کے یوسف نجار حضرت مریم کے خالہ زاد بھائی سے ہوا ہے یا نہیں؟

(۲) حضرت مریم نبیہ ہیں یا نہیں؟

(۳) اب کے پیغمبر زندہ ہیں اور کہاں کہاں ہیں؟

(۴) حضرت عیسٰی علیہ السلام کیا چوتھے آسمان پر ہیں؟

(۵) ایک شخص زندہ ہونے پیغمبروں کا قائل نہیں ہے اور آیت "**قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ**"[1]۔ (ان سے پہلے رسول ہوچکے۔ت) کہ استدلال میں لاتا ہے، اس آیت کا کیا مطلب ہے؟

(۶) اور اُسی کا یہ قول ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اگر اُتریں گے تو وہ رسول ہوں گے یا نہیں اور اگر وہ رسول نہ ہوں اور اُمتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اُس وقت ہوں تو خلاف کلام پاک ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی رسالت نہ چھینے گا، اور کیا ان کی امت بلا رسول کے رہ جائے گی؟

الجواب:

(۱) شرع مطہر میں اس کا کہیں ثبوت نہیں، نصارٰی کے یہاں بھی صرف منگیتر لکھا ہے ہاں وہ جنت میں حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے ہوں گی، کمافی الحدیث۔

(۲) نہیں، کوئی عورت نبیہ نہیں۔

(۳) ہاں بایں معنی کہ اب تک لحوقِ موت اصلاً نہ ہوا چار نبی زندہ ہیں: عیسٰی و ادریس علیہما الصلوۃ والسلام آسمان پر، اور الیاس و خضر علیہما الصلوۃ والسلام زمین پر۔ شرح مقاصد میں ہے:

ذهب اليه العظماء من العلماء ان اربعة من انبياء فی زمرة الاحياء	بزرگ علماء اس طرف گئے ہیں کہ چار انبیاء زندوں کے زمرہ میں ہیں، حضرت خضر اور

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹

الخضر والیاس فی الارض وعیسٰی وادریس فی السماء علیہم الصلوۃ والسلام[1]۔	الیاس علیہما الصلوۃ والسلام زمین میں جب کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہما الصلوۃ والسلام آسمان پر (ت)

(۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شبِ اسرٰی انہیں آسمانِ دوم پر پایا استقبال سرکار واقتداء حضور کے لیے تمام انبیاء کرام علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والسلام اوّلًا بیت المقدس میں جمع ہوئے پھر ہر نبی کو ان کے محل میں دیکھا اس سے ظاہر یہ کہ مقامِ سیدنا مسیح علیہ السلام آسمانِ دوم ہے اور مشہور چہارم، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۵) حیاتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء کا منکر گمراہ بددین ہے اور خلت سرے سے طریان موت پر بھی دلیل نہیں، نہ کہ معاذ اللہ استمرار موت یہ لفظ صرف انقضائے عہد پر دال ہے جیسے بلا تشبیہ یہ کہنا کہ سلطان محمد خاں خامس سے پہلے اتنے سلاطین ہو گزرے اس سے یہ نہ سمجھا جائے گا کہ سلطان حمید خان زندہ ہی نہیں۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سب بحیاتِ حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔[2]	انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔[3]	بے شک اللہ تعالٰی نے نبیوں کے جسم کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے چنانچہ اللہ تعالٰی کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ ت)

(۶) حاشانہ کوئی رسول رسالت سے معزول کیا جاتا ہے نہ سیدنا مسیح علیہ الصلوۃ

---

[1] شرح المقاصد المقاصد الحسنہ الفصل الرابع المبحث السابع دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۳۱۱

[2] مسند ابی یعلٰی حدیث ۳۴۱۲ مؤسسۃ علوم القران بیروت ۳/ ۳۷۹

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

والسلام رسالت سے معزول ہوں گے، نہ حضور کا امتی ہونا رسالت کے خلاف، وہ قبلِ نزول اپنے عہد میں بھی ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے امتی تھے اور بعد رفع بھی اُمتی ہو کر اتریں گے، تمام انبیاء و مرسلین اپنے عہد میں بھی حضور کے امتی تھے اور اب بھی امتی ہیں، جب بھی رسول تھے اور اب بھی رسول ہیں کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء ہیں۔ **قال اللہ تعالٰی**: "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" "ن بہ ولتنصرنہ[1]۔ (تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا ت) ہاں اس وقت وہ اپنی شریعت پر حکم فرماتے تھے اب کہ شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیہ نے اگلی شریعتیں منسوخ فرمادیں۔ایک حضرت مسیح نہیں جو کوئی رسول بھی اب ظاہر ہو شریعت محمدیہ پر ہی حکم کرے گا، منسوخ پر حکم باطل، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اگر موسٰی میرا زمانہ پاتے تو میری اتباع کے سوا انہیں کچھ گنجائش نہ ہوتی[2]۔اور اس کا کہنا ان کی امت بلا رسول کے رہ جائے گی اس کی سخت جہالت پر دلیل ہے اور اگر سمجھ کر کہے تو اس کی نصرانیت، کیا اب نصرانی امتِ مسیح ہیں، کیا اب وہ ان کے دین پر ہیں، حاشا "كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ"[3]۔ (کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے مونہوں سے نکلتا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۷: از بریلی مدرسہ اہلسنت وجماعت مسئولہ مولوی شفیع احمد صاحب بسیلپوری طالب علم مدرسہ مذکور ۱۴ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلم الثبوت میں جو یہ دو مذہب بیان کیے ہیں یہ باطل و مردود ہیں یا نہیں؟ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف آزاد خیال شخص ہیں پہلے کی بناپر ارادہ میں عبد مختار محض ہوا دوسرے کی بناپر افعال قلوب جزئیہ کا خالق ہوا۔ عبارت یہ ہے:

وقیل بل موجود فیجب تخصیص القصد المصمم من عموم	اور کہا گیا ہے بلکہ قصد موجود ہے چنانچہ نصوص خلق کے عموم سے بندے کے مصمم ارادہ کی تخصیص

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

[2] مسند احمد بن حنبل عن جابر بن عبداللہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۸۷، دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الاول عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۸

[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

الخلق بالعقل[1]۔	بقرنیہ عقل واجب ہے(ت)

ایک سطر بعد ہے:

وعندی مختار بحسب الادراکات الجزئیۃ الجسمانیۃ مجبور بحسب العلوم الکلیۃ العقلیۃ۔[2]	اور میرے نزدیک بندہ ادراکات جزئیہ جسمانیہ کے اعتبار سے مختار اور علوم کلیہ عقلیہ کے اعتبار سے مجبور ہے۔(ت)

الجواب:

پہلا مذہب باطل ہے، اس کارَد فقیر کے رسالہ **القمع المبین** میں ہے۔ مذہب دوم محض مہمل وبے معنی ہے جس کا اصلاً کوئی محصل نہیں، مصنف سُنّی حنفی ہیں آزاد خیال نہیں مگر اس بحر خونخوار میں غوطہ زنی سے ممانعت فرمائی گئی تھی اُس پر جرات باعثِ لغزش وزلت ہوئی اور ہونی ہی تھی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۸: از کانپور نئی سڑک مسجد حاجی شکراللہ مرحوم مرسلہ امام الدین صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید خدا کی شان میں یہ کلماتِ توہینیہ کہتا ہے گویا ابتو خدا اچھا خاصا ربڑ ہوگیا۔ آیا زید خدا کی شان میں ایسے کلمات توہینیہ کہنے سے کافر ہوگیا یا مسلمان رہا؟ مجھے چونکہ بجز حضور کی تحقیقات علمیہ کے تسکین نہیں ہوتی اس واسطے عریضہ خدمت میں روانہ کیا جاتا ہے۔

الجواب:

ایسے مجمل گول مول سوال پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا، لفظ ابتو صاف دلالت کررہا ہے کہ یہ کسی بات پر تفریع ہے وہ بات کیا تھی اور اس کا قائل یہ تھا یا دوسرا، مثلاً کسی کافر یا مرتد یا منافق خبیث نے اپنے معبود کے لیے کوئی بات ایسی کہی جس سے اس کا پھیلنا سمٹنا ثابت ہو، یا اسی قدر کہ یہ ناپاک تغیرات اس کی شان سے ٹھہریں اس پر کسی مسلمان نے اس اندھے کافر کی آنکھیں کھولنے کو یہ تنبیہ کی تو توہین اس کافر مرتد نے کی نہ کہ اس مسلمان نے، غرض اس میں بہت صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مفصل بات کہی جائے تو حکم دیا جائے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] مسلم الثبوت فائدۃ عند الجھمیۃ لاقدرۃ فی العبد اصلا المطبع الانصاری دہلی ص ۹

[2] مسلم الثبوت فائدۃ عند الجھمیۃ لاقدرۃ فی العبد اصلا المطبع الانصاری دہلی ص ۹

مسئلہ ۴۹: از تیلن پاڑہ اندرون باڑی عجب میاں ضلع ہگلی مرسلہ سلطان احمد خاں مرزاپوری ۱۵ جمادی الاخرے ۱۳۳۶ھ

لولاك لما خلقت الافلاك[1]۔ کو علمائے دین ہمیشہ سے محفل میلاد شریف میں بیان کرتے آئے اور اب بھی بیان کرتے ہیں اور اکثر علمائے دین نے برسرِ مجلس اس حدیث کو بتلایا کہ یہ حدیث قدسی ہے اور بہت سی اردو میلاد کی کتابوں میں یہی لکھا ہے اور تمام دنیا کے میلاد خواں اسی کو پڑھتے ہیں مگر کسی عالم نے کبھی اس کی نسبت کچھ اعتراض نہ کیا اور مولانا غلام امام شہید کے میلاد شریف شہیدی میں یہی حاشیہ پر لکھا ہے کہ حدیثِ قدسی ہے، اسی طرح بہت سی اردو کی میلاد کی کتابوں میں ہے، اور لغاتِ کشوری میں بھی لکھا ہے کہ قدسی ہے، برعکس اس کے مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس حدیث کی بابت بیان کیا ہے کہ یہ حدیث قدسی نہیں ہے اور نہ کسی حدیث میں ہے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے اکثر بزرگان دین سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بے شک یہ کوئی حدیث نہیں ہے بلکہ اس کے معنی صحیح ہیں۔ اس حدیث کی نسبت جو کچھ حکم خدا و رسول کا ہو بیان فرمائیں۔

الجواب:

یہ ضرور صحیح ہے کہ اللہ عزوجل نے تمام جہان حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے بنایا اگر حضور نہ ہوتے کچھ نہ ہوتا۔ یہ مضمون احادیث کثیرہ سے ثابت ہے جن کا بیان ہمارے رسالہ تلالؤ الافلاک بجلال احادیث لولاک میں ہے اور انہی لفظوں کے ساتھ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی بعض تصانیف میں لکھی مگر سنداً ثابت یہ لفظ ہیں۔

خلقت الدنیا واهلها لاعرفهم کرامتك ومنزلتك عندی ولولاك یا محمد ما خلقت الدنیا[2]۔	(یعنی اللہ عزوجل اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ) میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لیے بنایا کہ تمہاری عزت اور مرتبہ جو میری بارگاہ میں ہے ان پر ظاہر کروں، اے محمد! اگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو نہ بناتا۔

اس میں تو فقط **افلاك** کا لفظ تھا اس میں ساری دنیا کو فرمایا جس میں افلاک وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب داخل ہیں، اسی کو حدیث قدسی کہتے ہیں کہ وہ کلامِ الٰہی جو حدیث

[1] کشف الخفاء حدیث ۲۱۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۴۸

[2] تاریخ دمشق الکبیر ذکر عروجہ الی السماء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳ / ۲۹۷

میں فرمایا گیا ایسی جگہ لفظی بحث پیش کرکے عوام کے دلوں میں شک و شبہہ ڈالنا اور ان کے قلوب کو متزلزل کرنا ہر گز مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدین النصح لکل مسلم۔[1]	دین یہ ہے کہ آدمی ہر مسلمان کی خیر خواہی کرے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۰: از قد متلی پوسٹ بانچہ رام پور ضلع تیرہ مرسلہ طالب علی صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ذاتِ باری تعالٰی کو فقط عرش ہی پر سمجھے اور ماسوا فوق العرش کسی کو مخلوقات الٰہی سے بے ذات باری تعالے محیط نہ جاننا بلکہ یہ کہنا کہ فقط علم الٰہی ساری اشیاء کو محیط ہے اور ذات اس کی فقط عرش ہی پر ہے اور دوسری جگہ نہیں، یہ عقیدہ اہل سنت کا ہے یا نہیں؟ اور جو معتقد اس عقیدے کا ہو نماز پیچھے اس کے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

وایںہم تحریر فرمایند کہ ایشاں ایں عقیدہ را منسوب بحنابلہ مے گویند فی الحقیقت عقائد حنابلہ ہمچنین ست یانہ؟	اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ لوگ اس عقیدے کو حنابلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، کیا درحقیقت عقائد حنابلہ ایسے ہیں یا نہیں؟ (ت)

ھو المصوب ذاتِ پروردگار کو عرش پر سمجھنا بدوں بیان کیفیت استوا اور اس کے علم کو محیط تمام عالم سمجھنا اور آیت معیت و قرب وغیرہ کو قرب و معیت علمی پر حمل کرنا مذہب اہلسنت کا ہے اور معتقد اس مذہب کے پیچھے نماز درست ہے بلا کراہت، شرح حکمت نبویہ میں ہے:

نعتقد انہ علی العرش مستو علیہ استواء منزھا عن التمکن والاستقرار، و انہ فوق العرش مع ذٰلك ھو قریب من کل موجود وھو اقرب من حبل الورید ولا یماثل قربہ قرب الاجسام[2]۔اھ	ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی عرش پر ایسے استواء کے ساتھ مستوی ہے جو تمکن و استقرار سے منزہ ہے، اور عرش پر جلوہ گر ہونے کے باوجود وہ ہر موجود کے نزدیک اور شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور اس کا قرب اجسام کے قُرب کی مثل نہیں ہے۔اھ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدین النصیحۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴ و ۵۵

[2] شرح حکمت نبویہ

اور سیر النبلا میں ہے:

اسحاق بن راہویہ نے کہا: تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی نے عرش پر استواء فرمایا اور وہ ساتویں زمین کے نیچے ہر شیئ کو جانتا ہے۔ انتہی (ت)	قال اسحٰق بن راھویة اجمع اھل العلم علی انہ تعالٰی علی العرش استوی وھو یعلم کل شیئ فی اسفل الارض السابعۃ۔[1] انتھی

اور جامع ترمذی میں بعد ذکرِ حدیث:

اگر تم کوئی رسّی نیچے والی زمین کی طرف لٹکاؤ تو وہ اللہ کے پاس پہنچے گی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن، اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)	لو انکم دلیتم اجلًا بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الاول والاخر والظاھر و الباطن وھو بکل شیئ علیم۔[2]

مرقوم ہے:

آیتِ کریمہ کی تلاوت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسی کے اللہ تعالٰی کے پاس پہنچے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کے علم، قدرت اور سلطنت میں پہنچی ہے۔ اور اللہ تعالٰی کا علم ہر جگہ ہے جب کہ وہ خود عرش پر ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں خود اپنا یہ وصف بیان فرمایا ہے۔ (ت)	قرأۃ الاٰیۃ تدل علی انہ ارادبھبط علی اللہ علی علم اللہ وقدرتہ وسلطانہ وعلم اللہ فی کل مکان وھو علی العرش کما وصف فی کتابہ۔[3]

اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ مذہب حنابِلہ کا ہے، غلط ہے۔ بلکہ یہ مذہب جمہور محققین حنفیّہ و شافعیہ و

---

[1] سیر اعلام النبلاء ترجمہ اسحاق بن راہویہ ۷۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۳۷۰

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الحدید امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۲

[3] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الحدید امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۲

مالکیہ وحنابلہ و محدثین وغیرہم کا ہے البتہ بعض حنابلہ استواء مع بیان الکیفیت کے قائل ہوگئے ہیں اور استقرار پر پروردگار کو مثل استقرار مخلوقات کے سمجھتے ہیں یہ مذہب مردود ہے، **والتفصیل یتدعی بسطا بسیطاو فیما ذکرناہ کفایۃ . واللہ تعالٰی اعلم بالصواب** (اور تفصیل بہت زیادہ وسعت کو چاہتی ہے جب کہ ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس میں کفایت ہے اور اللہ تعالٰی درست بات کو خوب جانتا ہے۔ت) حررہ، محمد کرامت علی عفی عنہ

الجواب:

حاشا للہ! یہ ہرگز عقیدہ اہلسنت کا نہیں، وہ مکان و تمکن سے پاک ہے، نہ عرش اس کا مکان ہے نہ دوسری جگہ، عرش و فرش سب حادثات ہیں، اور وہ قدیم ازلی ابدی سرمدی جب تک یہ کچھ نہ تھے کہاں تھا، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے اور جیسا اب ہے ویسا ہی ابدالآباد تک رہے گا۔ عرش وفرش سب متغیر ہیں، حادث ہیں، فانی ہیں، اور وہ اور اس کی صفات تغیر و حدوث وفنا سب سے پاک، استواء پر اجماع نقل کرنے کی کیا حاجت، خود رحمٰن عزوجل فرماتا ہے:

"اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝" [1]۔	وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ (ت)

مگر اعتقاد اہلسنت کا وہ ہے جو ان کے رب عزوجل نے راسخین فی العلم کو تعلیم فرمایا:

"وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝" [2]۔	اور وہ پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے، اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ (ت)

اعتقاد اہل سنت کا وہ ہے جو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا:

الاستواء معلوم والکیف مجھول والایمان بہ واجب و السؤال عنہ بدعۃ۔ [3]	استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول، اور اس پر ایمان واجب، اور اس کی تفتیش گمراہی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۷

[3] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۷/ ۵۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۲۹، فتح الباری کتاب التوحید باب قولہ وکان عرشہ علی الماء مصطفی البابی مصر ۱۷/ ۱۷۷

اہلسنت کے دو[2] مسلک آیاتِ متشابہات میں ہیں سلف صالح کامسلک تفویض کا، ہم نہ ان کے معنی جانیں ن ان سے بحث کریں جو کچھ اُن کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے، وہ قطعًا مراد نہیں اور جو کچھ ان کے رب عزوجل کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔

"كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ"[1]۔	ہم سب اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔

دوسرا مسلک متاخرین کا کہ حفظ دین عوام کے لیے معنی محال سے پھیر کر کسی قریب معنی صحیح کی طرف لے جائیں، مثلًا استواء بمعنی استیلا بھی آتا ہے۔

قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف اودم مھراق[2]

(تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر۔ت)

مگر یہ مسلک باطل کہ آیات معیت تو تاویل پر محمول ہیں اور آیت استواء ظاہر پر یہ ہر گز مسلک اہل سنت نہیں، عرش پر ہے دوسری جگہ نہیں، یہ صاف تمکن کو بتارہا ہے عرش پر معاذ اللہ اس کے لیے جگہ ثابت کی جب تو اور مکانات کی نفی کی، عالمگیریہ، طریقہ محمدیہ، حدیقہ ندیہ، تاتارخانیہ، خلاصہ، جامع الفصولین، خزانۃ المفتین وغیرہا میں تصریح ہے کہ رب عزوجل کے لیے کسی طرح کسی جگہ مکان ثابت کرنا کفر ہے۔ متاخرین حنابلہ میں بعض خبثاء مجسمہ ہوگئے جیسے ابن تیمیہ وابن قیم، ابن تیمیہ کہتا ہے کہ میں نے سب جگہ ڈھونڈا کہیں نہ پایا اور معدوم ہے ان دونوں میں کچھ فرق نہیں یعنی جو کسی جگہ نہیں ہے وہ ہے ہی نہیں لیکن رب عزوجل تو معاذاللہ ضرور کسی جگہ ہے، اس احمق سفیہ کو اگر مادی اور مجرد عن المادہ کا فرق نہ معلوم ہو تو وہ سیف قاطع جو اوپر ہم نے ذکر کی اس کی گردن کاٹنے کو کافی جگہ حادث ہے جب جگہ تھی ہی نہیں کہاں تھا وہ شاید یہ کہے گا کہ جب جگہ نہ تھی وہ بھی نہ تھا یا یہ کہے گا کہ جگہ بھی قدیم ازلی ہے اور دونوں کفر ہیں جب اُس کا معبود اس کے نزدیک بغیر کسی جگہ میں موجود ہوئے نہیں ہوسکتا تو جگہ کا محتاج ہوا، اور جو محتاج ہے اللہ نہیں تو حقیقۃً ان پر انکار خدا ہی لازم ہے ایسے عقیدے والے کے پیچھے نماز ممنوع و ناجائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] فتح الباری کتاب التوحید باب قولہ وکان عرشہ علی الماء مصطفی البابی مصر ۱۷/ ۱۷۶

قوارع القھار علی المجسمۃ الفجّار [۱۳۱۸ھ]

جسمیتِ باری تعالٰی کے قائل فاجروں پر قہر فرمانے والے (اللہ تعالٰی) کی طرف سے سخت مصیبتیں)

ملقب بلقب تاریخی

ضربِ قہّاری [۱۳۱۸ھ]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحٰنك یا من تعالٰی عما یقول المجسمة الظالمون علوا کبیرا * صلّ و سلم وبارك علی من اتانا بشیرًا و نذیرًا * داعیا الیك باذنك سراجًا منیرًا * وعلٰی اٰله وصحابته واهلسنته وجماعته کثیرا کثیرا۔	پاک ہے تو اے وہ ذات جو بلند ترین ہے اس بات سے جو جسم ثابت کرنے والے ظالم لوگ کہتے ہیں، رحمت، سلامتی اور برکت فرما اس شخصیت پر جو ہمارے پاس بشیر و نذیر بن کر تشریف لائے اور تیری طرف دعوت دینے والے تیرے حکم سے روشن چراغ ہیں اور اُن کی آل و صحابہ و اہلسنت و جماعت پر کثرت در کثرت سے (ت)

اللہ عزّوجل کی تنزیہ میں اہلسنت وجماعت کے عقیدے

(۱) اللہ تعالٰی ہر عیب و نقصان سے پاک ہے۔

(۲) سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی چیز کی طرف کسی طرح کسی بات میں اصلًا احتیاج للہ

نہیں رکھتا۔

(۳) مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔

(۴) اس میں تغیر نہیں آسکتا، ازل میں جیسا تھا ویسا ہی اب ہے اور ویسا ہی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ پہلے ایک طور پر ہو پھر بدل کر اور حالت پر ہوجائے۔

(۵) وہ جسم نہیں جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں۔

(۶) اُسے مقدار عارض نہیں کہ اِتنا یا اُتنا کہہ سکیں، لمبا چوڑا یا دَلدار یا موٹا یا پتلا یا بہت یا تھوڑا یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا بھاری یا ہلکا نہیں۔

(۷) وہ شکل سے منزّہ ہے، پھیلا یا سمٹا، گول یا لمبا، تکونا یا چوکھونٹا، سیدھا یا ترچھا یا اور کسی صورت کا نہیں۔

(۸) حد وطرف ونہایت سے پاک ہے اور اس معنی پر نامحدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو بلکہ یہ معنی کہ وہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزہ ہے، غرض نامحدود کہنا نفی حد کے لیے ہے نہ اثبات بے مقدار بے نہایت کے لیے۔

(۹) وہ کسی چیز سے بنا نہیں۔

(۱۰) اس میں اجزا یا حصے فرض نہیں کرسکتے۔

(۱۱) جہت اور طرف سے پاک ہے جس طرح اُسے دہنے بائیں یا نیچے نہیں کہہ سکتے یونہی جہت کے معنی پر آگے پیچھے یا اُوپر بھی ہرگز نہیں۔

(۱۲) وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو۔

(۱۳) کسی مخلوق سے جُدا نہیں کہ اُس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو۔

(۱۴) اُس کے لیے مکان اور جگہ نہیں۔

(۱۵) اُٹھنے، بیٹھنے، اُترنے، چڑھنے، چلنے، ٹھہرنے وغیرہا تمام عوارض جسم وجسمانیات سے منزّہ ہے۔

محل تفصیل میں عقائد تنزیہہ بے شمار ہیں، یہ پندرہ[۵] کہ بقدر حاجت یہاں مذکور ہوئے اور انکے سوا ان جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو پہلے مذکور ہوئے اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدہ اولی ہے کہ تمام مطالب تنزیہیہ کا حاصل وخلاصہ ہے ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزوجل کی تسبیح وتقدیس وپاکی وبے نیازی وبے مثلی وبے نظیری ارشاد

ہوئی آیات تسبیح خود کس قدر کثیر ووافر ہیں۔ وقال تعالٰی: "اَلۡمَلِكُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ"[1]۔ بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت۔ وقال تعالٰی: "فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ﴿۹۷﴾"[2]۔ بے شک الله سارے جہان سے بے نیاز ہے۔ وقال تعالٰی: "اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ﴿۲۶﴾"[3]۔ بے شک الله ہی بے پرواہے سب خوبیوں سراہا۔ وقال تعالٰی: "لَیۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ ۚ"[4]۔ اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔ وقال تعالٰی: "هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِیًّا﴿۶۵﴾"[5]۔ کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی۔ وقال تعالٰی: "وَلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴿۴﴾"[6]۔ اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔ ان مطالب کی آیتیں صدہا ہیں، یہ آیاتِ محکمات ہیں، یہ اُم الکتاب ہیں، ان کے معنی میں کوئی خفاو اجمال نہیں، اصلاً دقت واشکال نہیں جو کچھ ان کے صریح لفظوں سے بے پردہ روشن وہویدا ہے بے تغیر وتبدیل بے تخصیص وتاویل اس پر ایمان لانا ضروریاتِ دین اسلام سے ہے، وبالله التوفیق۔

آیاتِ متشابہات کے باب میں اہلسنت کا اعتقاد

قال الله تعالٰی (الله تعالٰی نے فرمایا):

"هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَ ابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ۚ وَ مَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ	(موضح القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔ وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں پکی ہیں سو جڑ ہیں کتاب کی، اور دوسری ہیں کئی طرف ملتی، سوجن کے دل ہیں پھرے ہوئے وہ لگتے ہیں ان کے ڈھب والیوں سے، تلاش کرتے ہیں گمراہی اور تلاش کرتے ہیں اُن کی کل بیٹھانی، اور ان کی کل کوئی نہیں جانتا سوائے الله کے، اور جو مضبوط علم والے ہیں سوکہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے، اور سمجھائے وہی سمجھے ہیں

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۳/ ۹۷
[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۲۶
[4] القرآن الکریم ۴۲/ ۱۱
[5] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۵
[6] القرآن الکریم ۱۱۲/ ۴

أُولُوا الْأَلْبَابِ۝ "[1]۔	جن کو عقل ہے۔[2]

اور اس کے فائدے میں لکھا: اللہ صاحب فرماتا ہے کہ ہر کلام میں اللہ نے بعضی باتیں رکھی ہیں جن کے معنی صاف نہیں کھلتے تو جو گمراہ ہو اُن کے معنی عقل سے لگے پکڑنے اور جو مضبوط علم رکھے وہ ان کے معنی اور آیتوں سے ملا کر سمجھے جو جڑ کتاب کی ہے اس کے موافق سمجھ پائے تو سمجھے اور اگر نہ پائے تو اللہ پر چھوڑ دے کہ وہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے[3] **انتہی**۔

اقول: (میں کہتا ہوں، ت) بات یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید اتارا ہے ہدایت فرمانے اور بندوں کو جانچنے آزمانے کو، "یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًاۙ وَّ یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًاؕ "[4]۔ اسی قرآن سے بہتوں کو گمراہ فرمائے اور بہتیروں کو راہ دکھائے۔

اس ہدایت و ضلالت کا بڑا منشا قرآن عظیم کی آیتوں کا دو قسم ہونا ہے: **محکمات** جن کے معنی صاف بے دقت ہیں جیسے اللہ تعالٰی کی پاکی و بے نیازی و بے مثلی کی آیتیں جن کا ذکر اوپر گزرا، اور دوسری **متشابہات** جن کے معنٰی میں اشکال ہے یا تو ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ ہی نہیں آتا جیسے حروفِ مقطعات الم وغیرہ یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے، جیسے "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۝ "۔[5] (وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ت) یا "ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ"[6]۔ (پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ت)

پھر جن کے دلوں میں کجی و گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پاکر ان کے ذریعہ سے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے کہ دیکھو قرآن میں آیا ہے اللہ عرش پر بیٹھا ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے، عرش پر ٹھہر گیا ہے۔ اور آیاتِ محکمات جو کتاب کی جڑ تھیں اُن کے ارشاد دل سے بھلا دیئے حالانکہ قرآن عظیم میں تو استواء آیا ہے اور اس کے معنی چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا، ہونا کچھ ضرور نہیں یہ تو تمہاری اپنی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر ۱۲۱تاج کمپنی لاہور ص ۶۲

[3] موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر ۱۲۱تاج کمپنی لاہور ص ۶۲

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۶

[5] القرآن الکریم ۲۰/ ۵

[6] القرآن الکریم ۷/ ۵۴و۱۰/ ۳ وغیرہ

سمجھ ہے جس کا حکم خدا پر لگا رہے۔ "مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ" [1]۔ (اللہ تعالٰی نے اس پر کوئی دلیل نازل نہ فرمائی۔ت) اگر بالفرض قرآن مجید میں یہی الفاظ چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا آتے تو قرآن ہی کے حکم سے فرض قطعی تھا کہ انہیں ان ظاہری معنی پر نہ سمجھو جو ان لفظوں سے ہمارے ذہن میں آتے ہیں کہ یہ کام تو اجسام کے ہیں اور اللہ تعالٰی جسم نہیں مگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے اسی معنی پر جم گئے انہیں کو قرآن مجید نے فرمایا۔

"اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ" [2]۔	ان کے دل پھرے ہوئے ہیں۔

اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعًا ثابت ہے کہ اللہ تعالٰی مکان وجہت و جسم و اعراض سے پاک ہے بیٹھنے، چڑھنے، بیٹھنے سے منزہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ المستعان عنقریب آتا ہے اور وہ ہر عیب سے پاک ہے ان میں اللہ عزوجل کے لیے اپنی مخلوق عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر احتیاج سے پاک ہے ان میں مخلوقات سے مشابہت ثابت ہوگی کہ اٹھنا، بیٹھنا، چڑھنا، اترنا، سرکنا ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر مشابہت خلق سے پاک ہے تو قطعًا یقینًا ان لفظوں کے ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں ہر گز مراد نہیں، پھر آخر معنی کیا لیں۔ اس میں یہ ہدایت والے دو روش ہوگئے۔ اکثر نے فرمایا جب یہ ظاہری معنی قطعًا مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین و محدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں، یہی بہتر کہ اس کا علم اللہ پر چھوڑیں ہمیں ہمارے رب نے آیاتِ متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور ان کی تعیین مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا تو ہم حد سے باہر کیوں قدم دھریں، اسی قرآن کے بتائے حصے پر قناعت کریں کہ "اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا" [3]۔ جو کچھ ہمارے مولٰی کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے محکم متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے، یہ مذہب جمہور ائمہ سلف کا ہے اور یہی اسلم واولٰی ہے اسے مسلک تفویض و تسلیم کہتے ہیں، ان ائمہ نے فرمایا استواء معلوم ہے کہ ضرور اللہ تعالٰی کی ایک صفت ہے اور کیف مجہول ہے کہ اس کے معنی ہماری سمجھ سے وراء ہیں، اور ایمان اس پر واجب ہے کہ نص قطعی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے بدعت

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۳/ ۷

[3] القرآن الکریم ۳/ ۷

ہے کہ سوال نہ ہوگا مگر تعیین مراد کے لیے اور تعین مراد کی طرف راہ نہیں اور بعض نے خیال کیا کہ جب اللہ عزوجل نے محکم متشابہ دو ۲ قسمیں فرما کر محکمات کو "هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ"[1] فرمایا کہ وہ کتاب کی جڑ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے تو آیہ کریمہ نے تاویل متشابہات کی راہ خود بتادی اور ان کی ٹھیک معیار ہمیں سمجھادی کہ ان میں وہ درست و پاکیزہ احتمالات پیدا کرو جن سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں اور فتنہ وضلال و باطل و محال راہ نہ پائیں۔ یہ ضرور ہے کہ اپنے نکالے ہوئے معنی پر یقین نہیں کر سکتے کہ اللہ عزوجل کی یہی مراد ہے مگر جب معنی صاف و پاکیزہ ہیں اور مخالفت محکمات سے بری و منزہ ہیں اور محاورات عرب کے لحاظ سے بن بھی سکتے ہیں تو احتمالی طور پر بیان کرنے میں کیا حرج ہے اور اس میں نفع یہ ہے کہ بعض عوام کی طبائع صرف اتنی بات پر مشکل سے قناعت کریں کہ انکے معنی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور جب انہیں روکا جائے گا تو خواہ مخواہ ان میں فکر کی اور حرص بڑھے گی۔

ان ابن ادم عــــہ لحریص علی مامنع[2]	انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے وہ اس پر حریص ہوتا ہے۔(ت)

اور جب فکر کریں گے فتنے میں پڑیں گے گمراہی میں گریں گے، تو یہی انسب ہے کہ ان کی افکار ایک مناسب وملائم معنی کی طرف کہ محکمات سے مطابق محاورات سے موافق ہوں پھیر دی جائیں کہ فتنہ وضلال سے نجات پائیں یہ مسلک بہت علمائے متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام اسے اختیار کیا ہے اسے مسلک تاویل کہتے یہ علماء بوجوہ کثیر تاویل آیت فرماتے ہیں ان میں چار وجہیں نفیس وواضح ہیں۔

اول: استواء بمعنی قہر و غلبہ ہے، یہ زبان عرب سے ثابت وپیدا ہے عرش سب مخلوقات سے اوپر اور اونچا ہے اس لیے اس کے ذکر پر اکتفا فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ تمام مخلوقات پر قاہر و غالب ہے۔

عــــہ: رواہ الطبرانی[3] ومن طریقہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	اس کو طبرانی نے روایت کیا اور دیلمی نے طبرانی کے طریق پر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۸۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۳۱

[3] کشف الخفاء بحوالہ الطبرانی حدیث ۶۷۴ ۱/ ۱۹۹

دوم: استواء بمعنی علو ہے، اور علو اللہ عزوجل کی صفت ہے نہ علو مکان بلکہ علو مالکیت و سلطان، یہ دونوں معنی امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ذکر فرمائے جس کی عبارات عنقریب آتی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالٰی

سوم: استواء بمعنی قصد وارادہ ہے، ثم استوی علی العرش یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا یعنی اس کی تخلیق شروع کی، یہ تاویل امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری نے افادہ فرمائی۔ امام اسمٰعیل ضریر نے فرمایا: انہ الصواب[1] یہی ٹھیک ہے، نقلہ الامام جلال الدین سیوطی فی الاتقان عـــہ (اس کو امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں نقل کیا ہے۔ ت)

عـــہ: قالہ الفراء والاشعری وجماعۃ اھل المعانی ثم قال یبعدہ تعدیتہ بعلٰی ولوکان کماذکروہ لتعدی بالٰی کما فی قولہ تعالٰی ثم استوی علی السماء۔ وفیہ ان حروف المعانی[2] تنوب بعضہا عن بعض کمانص علیہ فی الصحاح وغیرہا و قدروی الامام البیہقی فی کتاب الاسماء والصفات عن الفراء ان تقول کان مقبلا علٰی فلان ثم استوی علیّ یشاتمنی والیّ سواء علٰی معنی اقبل الیّ وعلیّ۔[3] ۱۲منہ۔

فراء، اشعری اور اہل معانی کی ایک جماعت کا یہ قول ہے، پھر امام سیوطی نے کہاکہ یہ قول اس کے علٰی کے ساتھ متعدی ہونے سے بعید ہے اگر مطلب وہی ہوتا جو انہوں نے ذکر کیا ہے تو یہ الٰی کے ساتھ متعدی ہوتا جیسا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد ثم استوی الی السماء میں ہے، مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حروف ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں، جیساکہ صحاح وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے، اور امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں فراء سے روایت کیا ہے مثلاً تو کہے کہ وہ فلاں کی طرف متوجہ تھا پھر وہ مجھے برا بھلاکہتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوا یعنی چاہے استوی الیّ کہے یا استوی علیّ دونوں برابر ہیں۔ ۱۲منہ (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثالث والاربعون فی المحکم والمتشابہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵

[2] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثالث والاربعون فی المحکم والمتشابہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵

[3] کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۴

چہارم: استواء بمعنی فراغ وتمامی کار ہے یعنی سلسلہ خلق وآفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دنیا وآخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔ قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے وہ قرآن سے ہو۔ استواء بمعنی تمامی خود قرآن عظیم میں ہے، **قال اللہ تعالٰی:**

"وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى"[1]	جب اپنی قوت کے زمانے کو پہنچا اور اس کا شباب پورا ہوا۔

اسی طرح **قولہ تعالٰی:**

"كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ"[2]	جیسے پودا کہ اس کا خوشہ نکلا تو اس کو بوجھل کیا تو وہ موٹا ہوا تو وہ اپنے تنے پر درست ہوا۔ (ت)

میں استواء حالتِ کمال سے عبارت ہے، یہ تاویل امام حافظ الحدیث ابن الحجر عسقلانی نے امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال سے نقل کی اور یہ کلام امام ابوطاہر قزوینی کا ہے کہ سراج العقول میں افادہ فرمایا، اور امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت[3] میں منقول۔

اقول: (میں کہتا ہوں، ت) اور اس کے سوا یہ ہے کہ قرآن عظیم میں یہ استواء سات جگہ مذکور ہوا، ساتوں جگہ ذکر آفرینش آسمان وزمین کے ساتھ اور بلا فصل اُس کے بعد ہے، سورہ اعراف وسورہ یونس علیہ الصلوۃ والسلام میں فرمایا۔

"اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ"[4]	تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا چھ دنوں میں پھر عرش پر استوا فرمایا (ت)

سورہ رعد میں فرمایا:

"اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ	اللہ تعالٰی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۱۴

[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۹

[3] الیوقیت والجواھر بحوالہ سراج العقول المبحث السابع مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۰۲

[4] القرآن الکریم ۱۰/ ۳

تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ "[1]۔	بغیر ستون کے بلند کیا تم دیکھ رہے ہو پھر عرش پر استواء فرمایا (ت)

سورہ طٰہٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرمایا:

"تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ "[2]۔	قرآن نازل کردہ ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو، وہ رحمٰن ہے جس نے عرش پر استوا فرمایا۔ (ت)

سورہ فرقان میں فرمایا:

"الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ "[3]۔	وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا (ت)

سورہ رعد میں فرمایا:

"هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ "[4]۔	وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا (ت)

یہ مطالب کہ اول سے یہاں تک اجمالاً مذکور ہوئے صدہا ائمہ دین کے کلمات عالیہ میں ان کی تصریحات جلیہ ہیں انہیں نقل کیجئے تو دفتر عظیم ہو، اور فقیر کو اس رسالہ میں التزام ہے کہ جن کتابوں کے نام مخالف گمنام نے اغوائے عوام کے لیے لکھ دیئے ہیں اس کے رَد میں انہی کی عبارتیں نقل کرے کہ مسلمان دیکھیں کہ وہابی صاحب کس قدر بے حیا، بیباک، مکار، چالاک، بد دین، ناپاک ہوتے ہیں کہ جن کتابوں میں اُن کی گمراہیوں کے صریح رَد لکھے ہیں انہی کے نام اپنی سند میں لکھ دیتے ہیں۔ ع

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

(چور کیسا دلیر ہے کہ ہاتھ میں چراغ لیے ہوئے ہے۔ ت)

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۲

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۴و۵

[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۵۹

[4] القرآن الکریم ۵۷/ ۴

مباحث آئندہ میں جو عبارات ان کتابوں کی منقول ہوں گی انہیں سے ان شاء اللہ العظیم یہ سب بیان واضح ہو جائیں گے یہاں صرف آیات متشابہات کے متعلق بعض عبارات نقل کروں جن سے مطلب سابق بھی ظاہر ہو اور یہ بھی کھل جائے کہ آیہ کریمہ الرحمن علی العرش استوٰی آیات متشابہات سے ہے، اور یہ بھی کہ جس طرح مخالف کا مذہب نامہذب یقیناً صریح ضلالات اور مخالف جملہ اہل سنت ہے۔ یونہی اجماعاً اس آیت کے معنی جاننے پر مخالف سلف صالح و جمہور ائمہ اہلسنت وجماعت ہے۔

(۱) موضح القرآن کی عبارت اوپر گزری۔

(۲) معالم ومدارک وکتاب الاسماء والصفات وجامع البیان کے بیان یہاں سُنئے کہ یہ پانچوں کتابیں بھی اُنہیں کتب سے ہیں جن کا نام مخالف نے گن دیا۔ معالم التنزیل میں ہے:

اما اھل السنة یقولون الاستواء علی العرش صفة للّٰه تعالٰی بلا کیف یجب علی الرجل الایمان به ویکل العلم فیه الی اللّٰه عزوجل۔[1]	یعنی رہے اہلسنت، وہ یہ فرماتے ہیں کہ عرش پر استواء اللہ عزوجل کی ایک صفت بے چونی وچگونگی ہے، مسلمان پر فرض ہے کہ اُس پر ایمان لائے اور اس کے معنی کا علم خدا کو سونپے۔

مخالف کو سُوجھے کہ اُسی کی مستند کتاب نے خاص مسئلہ استواء میں اہلسنت کا مذہب کیا لکھا ہے شرم رکھتا ہے تو اپنی خرافات سے باز آئے اور عقیدہ اپنا مطابق اعتقاد اہلسنت کرے۔

(۳) اُسی میں ہے:

ذھب الاکثرون الی ان الواو فی قوله، والراسحون واو الاستئناف وتم الکلام عند قوله ومایعلم تاویله الاّ اللّٰه وھو قول ابی بن کعب	یعنی جمہور ائمہ دین صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ والراسخون فی العلم سے جدا بات شروع ہوئی پہلا کلام وہیں پُورا ہوگیا کہ متشابہات کے معنی اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا،

[1] معالم التنزیل تحت الآیة ۷/ ۵۴ دار الکتب العلمیه بیروت ۲/ ۱۳۷

وعائشة وعروة بن الزبير رضی الله تعالٰی عنهم، و رواية طاؤس عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما و به قال الحسن و اكثر التابعين واختاره الكسائی و الفراء والاخفش (الٰی ان قال) ومما يصدق ذلك قراءة عبد لله ان تاويله الا عند الله والراسخون فی العلم يقولون اٰمنّا و فی حرف ابی ويقول الراسخون فی العلم اٰمنّا به، وقال عمر بن عبدالعزيز فی هٰذه الاية انتهی علم الراسخين فی العلم تاويل القرآن الٰی ان قالوا اٰمنّا به كل من عند ربنا وهٰذا القول اقيس فی العربية واشبه بظاهر الاٰية۔[1]	یہی قول حضرت سیدّ قاریان صحابہ ابی بن کعب اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے، اور یہی امام طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، اور یہی مذہب امام حسن بصری و اکثر تابعین کا ہے، اور اسی کو امام کسائی وفراء واخفش نے اختیار کیا اور اس مطلب کی تصدیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس قراءت سے بھی ہوتی ہے کہ آیات متشابہات کی تفسیر اللہ عزوجل کے سوا کسی کے پاس نہیں، اور پکے علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت بھی اسی معنی کی تصدیق کرتی ہے۔ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ان کی تفسیر میں محکم علم والوں کا منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور یہ قول عربیت کی رُو سے زیادہ دلنشین اور ظاہر آیت سے بہت موافق ہے۔

(۴) مدارک التنزیل میں ہے۔

منه اٰيت محكمٰت احكمت عبارتها بان حفظت من الاحتمال و	یعنی قرآن عظیم کی بعض آیتیں محکمات ہیں جن کے معنی صاف ہیں احتمال واشتباہ کو ان میں

[1] معالم التنزیل تحت الآیۃ ۳/ ۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۱۴ و ۲۱۵

الاشتباہ هن ام الکتب۔اصل الکتاب تحمل المتشابهات علیها وترد الیها واخرمتشابهات مشتبهات محتملات مثال ذٰلك الرحمن علی العرش استوی فالا ستواء یکون بمعنی الجلوس وبمعنی القدرۃ و الاستیلاء و لا یجوز الاوّل علی الله تعالٰی بدلیل المحکم وهو قوله تعالٰی لیس کمثله شیئ۔فاما الذین فی قلوبهم زیغ میل عن الحق وهم اهل البدع فیتبعون ماتشابه، فیتعلقون بالمتشابه الذی یحتمل مایذهب الیه المبتدع ممالا یطابق المحکم ویحتمل مایطابقه من قول اهل الحق منه ابتغاء الفتنة طلب ان یفتنوا الناس دینهم ویضلوهم وابتغاء تاویله وطلب ان یؤولوه التاویل الذی یشتهونه وما یعلم تاویله الا الله ای لایهتدی الٰی تاویله الحق الذی یجب ان یحمل علیه الّا الله [1] اھ مختصرًا۔	گزر نہیں یہ آیات توکتاب کی اصلی ہیں کہ متشابہات انہیں پر حمل کی جائیں گی اور اُن کے معنی انہیں کی طرف پھیرے جائیں گے اور بعض دوسری متشابہات ہیں جن کے معنی میں اشکال و احتمال ہے جیسے کریمہ الرحمٰن علی العرش استوی بیٹھنے کے معنی پر بھی آتا ہے اور قدرت و غلبہ کے معنی پر بھی اور پہلے معنی اللہ عزوجل پر محال ہیں کہ آیات محکمات اللہ تعالٰی کو بیٹھنے سے پاک و منزہ بتارہی ہیں اُن محکمات سے ایک یہ آیت ہے لیس کمثله شیئ اللہ کے مثل کوئی چیز نہیں، پھر وہ جن کے دل حق سے پھرے ہوئے ہیں اور وہ بدمذہب لوگ ہوئے وہ تو آیات متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں ایسی آیتوں کی آڑ لیتے ہیں جن میں ان کی بدمذہبی کے معنی کا احتمال ہوسکے جو آیات محکمات کے مطابق نہیں اور اس مطلب کا بھی احتمال ہو جو محکمات کے مطابق اور اہلسنت کامذہب ہے وہ بدمذہب اُن آیات متشابہات کی آڑ اس لیے لیتے ہیں کہ فتنہ اٹھائیں لوگوں کو سچے دین سے بہکائیں ان کے وہ معنی بتائیں جو اپنی خواہش کے موافق ہوں،اور انکے معنی تو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ۔اللہ ہی کو خبر ہے کہ ان کے حق معنی کیا ہیں جن پر ان کا اتارنا واجب ہے انتھی۔

گمراہ شخص آنکھیں کھول کر دیکھے کہ یہ پاکیزہ تقریر یہ آیت و تفسیر اس کی گمراہی کا کیسارَد واضح و

[1] مدارك التنزیل(تفسیر النسفی) آیت ۳/ ۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۴۶

منیر ہے۔ والحمدللہ رب العلمین۔

(۵) امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں:

الاستواء فالمتقدمون من اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم کانو الا یفسرونہ ولا یتکلمون فیہ کنحو مذھبھم فی امثال ذٰلک۔[1]	ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم استواء کے کچھ معنی نہ کہتے تھے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے جس طرح تمام صفات متشابہات میں اُن کا یہی مذہب ہے۔

(۶) اُسی میں ہے:

حکینا عن المتقدمین من اصحابنا ترک الکلام فی امثال ذلک، ھذا مع اعتقاد ھم نفی الحد والتشبیہ و التمثیل عن اللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔[2]	ہم اپنے اصحاب متقدمین کا مذہب لکھ چکے کہ ایسے نصوص میں اصلاً لب نہ کھولتے اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتے کہ اللہ تعالٰی محدود ہونے یا مخلوق سے کسی بات میں متشابہ و مانند ہونے سے پاک ہے۔

(۷) اُسی میں یحیٰی بن یحیٰی سے روایت کی:

کنا عند مالك بن انس فجاء رجل فقال یا ابا عبدا للہ الرحمن علی العرش استوی فکیف استوٰی ؟ قال فاطرق مالك راسہ حتی علاہ الرحضاء ثم قال الاستواء غیر مجھول والکیف غیر معقول والایمان بہ واجب، والمسؤل عنہ بدعۃ، وما اراك الامبتدعا فامر بہ ان یخرج۔[3]	ہم امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی اے ابوعبداللہ! رحمٰن نے عرش پر استواء فرمایا یہ استواء کس طرح ہے؟ اس کے سنتے ہی امام نے سر مبارک جھکالیا یہاں تک کہ بدن مقدس پسینہ پسینہ ہوگیا، پھر فرمایا: استواء مجہول نہیں اور کیفیت معقول نہیں اور اس پر ایمان فرض اور اس سے استفسار بدعت اور میرے خیال میں تو ضرور بدمذہب ہے، پھر حکم دیا کہ اسے نکال دو۔

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمن علی العرش استوٰی، المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۰

[2] کتاب الاسماء والصفات باب قول اللہ تعالٰی یعیسی علیہ السلام انی متوفیك ورافعك الی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۶۹

[3] کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمن علی العرش الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۰ و۱۵۱

(۸) اُسی میں عبداللہ بن صالح بن مسلم سے روایت کی:

سئل ربیعۃ الرأی عن قول اللہ تبارك وتعالٰی الرحمن علی العرش استوٰی کیف استوٰی؟ قال الکیف غیر معقول والاستواء غیر مجھول ویجب علیّ وعلیك الایمان بذلك کلہ۔[1]	یعنی امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن استاذ امام مالک سے جنہیں بوجہ قوت عقل و کثرت قیاس ربیعۃ الرائے لکھا جاتا یہی سوال ہوا، فرمایا کیفیت غیر معقول ہے اور اللہ تعالٰی کا استواء مجہول نہیں اور مجھ پر اور تجھ پر ان سب باتوں پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۹) اُسی میں بطریق امام احمد بن ابی الحواری امام سفٰین بن عیینہ سے روایت کی کہ فرماتے:

ماوصف اللہ تعالٰی من نفسہ فی کتابہ فتفسیرہ تلاوتہ والسکوت علیہ۔[2]	یعنی اس قسم کی جتنی صفات اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے لیے بیان فرمائی ہیں ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہیے۔

بطریق اسحٰق بن موسٰی انصاری زائد کیا:

لیس لاحدان یفسرہ بالعربیۃ ولا بالفارسیۃ۔[3]	کسی کو جائز نہیں کہ عربی میں خواہ فارسی کسی زبان میں اس کے معنی کہے۔

(۱۰) اُسی میں حاکم سے روایت کی انہوں نے امام ابوبکر احمد بن اسحٰق بن ایوب کا عقائد نامہ دکھایا جس میں مذہب اہلسنت مندرجہ تھا اس میں لکھا ہے:

الرحمن علی العرش استوی بلاکیف[4]۔	رحمٰن کا استواء بیچون وبیچگون ہے۔

(۱۱) اسی میں ہے:

والاٰثار عن السلف فی مثل ھذا کثیرۃ وعلٰی ھذہ الطریقۃ یدل مذھب الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ	یعنی اس باب میں سلف صالح سے روایات بکثرت ہیں اور اس طریقہ سکوت پر ایمان شافعی کا مذہب دلالت کرتا ہے اور یہی مسلک

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل الرحمن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۱

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل الرحمن علی العرش ۲/ ۱۵۱ و باب ماذکر فی یمین والکف ۲/ ۱۵۱

[3] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی اثبات العین المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۴۲

[4] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل الرحمن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

والیھاذھب احمد بن حنبل والحسین بن الفضل البلخی ومن المتاخرین ابوسلیمن الخطابی۔[1]	امام احمد بن حنبل و امام حسین بن فضل بلخی اور متاخرین سے امام ابوسلیمن خطابی کا ہے۔

الحمدللہ امام اعظم سے روایت عنقریب آتی ہے، ائمہ ثلٰثہ سے یہ موجود ہیں، ثابت ہوا کہ چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ استواء کے معنی کچھ نہ کہے جائیں اس پر ایمان واجب ہے اور معنی کی تفتیش حرام یہی طریقہ جملہ سلف صالحین کا ہے۔

(۱۲) اُسی میں امام خطابی سے ہے

"ونحن احری بان لانتقدم فیما تأخر عنه من ھو اکثر علما و اقدم زمانا وسنا، ولکن الزمان الذی نحن فیه قد صاراھله حزبین منکرلما یروی من نوع ھٰذہ الاحادیث راسا ومکذب به اصلا، وفی ذلك تکذیب العلماء الذین ردوا ھٰذہ الاحادیث وھم ائمة الدین ونقلة السنن والواسطة بیننا و بین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، والطائفة الاخرٰی مسلمة للروایة فیھا ذاھبة فی تحقیق منھا مذھبا یکاد یفضی بھم الی القول بالتشبیه ونحن نرغب عن الامرین معًا، ولا نرضی بواحد منھما مذھبا، فیحق علینا ان نطلب	یعنی جب اُن ائمہ کرام نے جو ہم میں سے علم میں زائد اور زمانے میں مقدم اور عمر میں بڑے تھے متشابہات میں سکوت فرمایا تو ہمیں ساکت رہنا اور ان کے معنی کچھ نہ کہنا اور زیادہ لائق تھا مگر ہمارے زمانے میں دو گروہ پیدا ہوئے ایک تو اس قسم کی حدیثوں کو سرے سے رَد کرتا اور جھوٹ بتاتا ہے، اس میں علمائے رواۃ احادیث کی تکذیب لازم آتی ہے، حالانکہ وہ دین کے امام ہیں اور سنتوں کے ناقل اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک ہمارے وسائط و رسائل۔ اور دوسرا گروہ ان روایتوں کو مان کر ان کے ظاہری معنی کی طرف ایسا جاتا ہے کہ اس کا کلام اللہ عزوجل کو خلق سے مشابہ کردینے تک پہنچنا چاہتا ہے اور ہمیں یہ دونوں باتیں ناپسند ہیں ہم ان میں سے کسی کو مذہب بنانے پر راضی نہیں، تو ہمیں ضرور ہوا کہ اس باب میں

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل الرحمن علی العرش المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

لما یرد من ھٰذہ الاحادیث اذا صحت من طریق فالنقل و السند، تاویلا یخرج علی معانی اصول الدین ومذاھب العلماء و لاتبطل الروایۃ فیھا اصلا، اذا کانت طرقھا مرضیۃ ونقلتھا عدولا۔[1]	جو صحیح حدیثیں آئیں اُن کی وہ تاویل کردیں جس سے ان کے معنی اصول عقائد وآیات محکمات کے مطابق ہوجائیں اور صحیح روایتیں کہ علماء ثقات کی سند سے آئیں باطل نہ ہونے پائیں۔

(۱۳) امام ابوالقاسم لالکائی کتاب السنہ میں سیدنا امام محمد سردار مذہب حنفی تلمیذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرماتے:

اتفق الفقھاء کلھم من المشرق الی المغرب علی الایمان بالقرآن و بالاحادیث التی جاء بھا الثقات عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صفۃ الرب من غیر تشبیہ ولا تفسیر فمن فسر شیئا من ذلك فقد خرج عما کان علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و فارق الجماعۃ فانھم لم یصفوا ولم یفسروا ولکن اٰمنوا بما فی الکتاب والسنۃ ثم سکتوا۔[2]	شرق سے غرب تک تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ آیات قرآن عظیم و احادیث صحیحہ میں جو صفاتِ الٰہیہ آئیں ان پر ایمان لائیں بلا تشبیہ و بلا تفسیر توجو ان میں سے کسی کے معنی بیان کرے وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقے سے خارج اور جماعتِ علماء سے جدا ہوا اس لیے کہ ائمہ نے نہ ان صفات کا کچھ حال بیان فرمایا نہ اُن کے معنی کہے بلکہ قرآن وحدیث پر ایمان لاکر چپ رہے۔

طرفہ یہ کہ امام محمد کے اس ارشاد و ذکر اجماع ائمہ امجاد کو خود ذہبی نے بھی کتاب العلو میں نقل کیا اور کہا محمد سے یہ اجماع لالکائی اور ابو محمد بن قدامہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا بلکہ خود ابن تیمیہ مخذول بھی اُسے نقل کرگیا۔ **وللہ الحمد ولہ الحجۃ السامیۃ** (حمد اللہ تعالٰی کے لیے ہے اور غالب حجت اسی کی ہے۔ت)

(۱۴) نیز مدارک میں زیر سورہ طٰہٰ ہے:

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماذکر فی القدم الرجل المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۸۶

[2] کتاب السنۃ امام ابوالقاسم لالکائی

والمذهب قول علی رضی الله تعالٰی عنه الاستواء غیر مجھول والتکیف غیر معقول والایمان به واجب و السوال عنه بدعة لانه تعالٰی کان ولا مکان فھو علی ما کان قبل خلق المکان لم یتغیر عما کان۔[1]	مذہب وہ ہے جو مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ استواء مجہول نہیں اور اس کی چگونگی عقل میں نہیں آسکتی اُس پر ایمان واجب ہے اور اس کے معنی سے بحث بدعت ہے اس لیے کہ مکان پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالٰی موجود تھا اور مکان نہ تھا پھر وہ اپنی اُس شان سے بدلا نہیں یعنی جیسا جب مکان سے پاک تھا اب بھی پاک ہے۔

گمراہ اپنی ہی مستند کی اس عبارت کو سوجھے اور اپنا ایمان ٹھیک کرے۔

(۱۵) اسی میں زیر سورہ اعراف یہی قول امام جعفر صادق وامام حسن بصری وامام اعظم ابوحنیفہ وامام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل فرمایا[2]۔

(۱۶) یہی مضمون جامع البیان سورہ یونس میں ہے۔

الاستواء معلوم والکیفیة مجھولة والسؤال عنه بدعة۔[3]	استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس سے بحث وسوال بدعت ہے۔(ت)

(۱۷) یہی مضمون سورہ رعد میں سلف صالح سے نقل کیا کہ:

قال السلف الاستواء معلوم والکیفیة مجھولة۔[4]	سلف نے فرمایا: استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے۔(ت)

(۱۸) سورہ طٰہٰ میں لکھا ہے:

سئل الشافعی عن الاستواء فاجاب اٰمنت بلاتشبیه واتھمت	یعنی امام شافعی سے استواء کے معنی پوچھے گئے، فرمایا: میں استواء پر ایمان لایا اور

[1] مدارك التنزیل(تفسیر النسفی) آیت ۳/ ۵ دار الکتاب العربی بیروت ۴۸/۳

[2] مدارك التنزیل(تفسیر النسفی) آیت ۷/ ۵۴ دار الکتاب العربی بیروت ۵۶/۲

[3] جامع البیان محمد بن عبدالرحمن الشافعی آیة ۱۰/ ۳ دار نشر الکتب الاسلامیه گوجرانواله ۱/ ۲۹۲

[4] جامع البیان محمد بن عبدالرحمن الشافعی آیة ۱۳/ ۲ دار نشر الکتب الاسلامیه گوجرانواله ۱/ ۳۴۵

وہ معنی نہیں ہوسکتے جن میں اللہ تعالٰی کی مشابہت مخلوق سے نکلے اور میں اپنے آپ کو اُس کے معنی سمجھنے میں متہم رکھتا ہوں مجھے اپنے نفس پر اطمینان نہیں کہ اس کے صحیح معنی سمجھ سکوں لہٰذا میں نے اس میں فکر کرنے سے یک قلم قطعی دست کشی کی۔	نفسی فی الادراك وامسكت عن الخوض فیه كل الامساک۔[1]

(۱۹) سورہ اعراف میں لکھا:

سلف صالح کا اجماع ہے کہ عرش پر استواء اللہ تعالٰی کی ایک صفت بیچون و بے چگون ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان کا علم خدا کو سونپتے ہیں۔	اجمع السلف علٰی ان استواءہ علی العرش صفۃ لہ بلا کیف نؤمن بہ ونکل العلم الی اللہ تعالٰی۔[2]

(۲۰) طرفہ یہ کہ سورہ اعراف میں تو صرف اتنا لکھا کہ اس کے معنی ہم کچھ نہیں جانتے اور سورہ فرقان میں لکھا۔

اس کے معنی کی تفصیل سورہ اعراف میں گزری۔	قدمر فی سورۃ الاعراف تفصیل معناہ۔[3]

یونہی سورہ سجدہ میں لکھا قدمر فی سورۃ الاعراف[4]۔ (سورہ اعراف میں گزرا۔ت)

یونہی سورہ حدید میں قدمر تفصیلہ فی سورۃ الاعراف وغیرھا[5]۔ (اس کی تفصیل سورہ اعراف وغیرہ میں گزر چکی ہے۔ت)

دیکھو کیسا صاف بتایا کہ اس کے معنی کی تفصیل یہی ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے، اب تو کھلا کہ وہابیہ مجسمہ کا اپنی سند میں کتاب الاسماء و معالم ومدارک وجامع البیان کے نام لے دینا

[1] جامع البیان محمد بن عبدالرحمن الشافعی آیۃ ۲۰/ ۵ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲/ ۱۶و۱۵

[2] جامع البیان محمد بن عبدالرحمن الشافعی آیۃ ۷/ ۵۴ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۱/ ۲۲۳

[3] جامع البیان محمد بن عبدالرحمن الشافعی آیۃ ۲۵/ ۵۹ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲/ ۸۹

[4] جامع البیان محمد بن عبدالرحمن الشافعی آیۃ ۳۲/ ۴ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲/ ۱۵۷

[5] جامع البیان محمد بن عبدالرحمن الشافعی آیۃ ۵۷/ ۴ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲/ ۳۳۶

کیسی سخت بے حیائی تھا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وھابیہ مجسّمہ کی بددینی

صفات متشابہات کے باب میں اہلسنت کا عقیدہ تو معلوم ہولیا کہ ان میں ہمارا حصہ بس اس قدر ہے کہ اللہ تعالٰی کی جو کچھ مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے، ظاہر لفظ سے جو معنی ہماری سمجھ میں آتے ہیں ان سے اللہ تعالٰی یقینًا پاک ہے اور مراد الٰہی پر ہمیں اطلاع نہیں لہٰذا ہم اُن کے معنی کچھ کہہ ہی نہیں سکتے یا بطورِ تاویل کچھ کہیں بھی تو وہی کہیں گے جو ہمارے رب کی شان قدوسی کے لائق اور آیاتِ محکمات کے مطابق اور اہلسنت کو اللہ تعالٰی نے صراط مستقیم عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ راہ وسط ہوتی ہے اس کے دونوں پہلوؤں پر افراط و تفریط دو ہولناک مہلک گھاٹیاں ہیں اسی لیے اکثر مسائل میں اہلسنت دو فرقہ متناقض کے وسط میں رہتے ہیں جیسے رافضی ناصبی یا خارجی مرجی یا قدری جبری یا باطنی ظاہری یا وہابی بدعتی یا اسمٰعیل پرست گورپرست وعلٰی ہذا القیاس اسی طرح یہاں بھی دو فرقہ باطلہ نکلے معطلہ و مشبہہ، معطلہ جنہیں جہمیہ بھی کہتے ہیں صفات متشابہات سے یکسر منکر ہی ہوگئے یہاں تک کہ ان کا پہلا پیشوا جعد بن درہم مردود کہتا کہ نہ اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو اپنا خلیل بنایا نہ موسٰی کلیم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے کلام فرمایا، یہ گمراہ لوگ اپنے افراط کے باعث "اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ"[1]۔ (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ت) سے بے بہرہ ہوئے ان کی طرف نقیض پر انتہائے تفریط میں مشبہہ آئے جنہیں حشویہ و مجسمہ بھی کہتے ہیں ان خبیثوں نے صاف صاف مان لیا کہ ہاں اللہ تعالٰی کے لیے مکان ہے جسم ہے جہت ہے۔ اور جب یہ سب کچھ ہے تو پھر چڑھنا اترنا اٹھنا بیٹھنا چلنا ٹھہرنا سب آپ ہی ثابت ہے، یہ مردود وہی ہوئے جنہیں قرآن عظیم نے "فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ"[2]۔ (ان کے دلوں میں زیغ ہے۔ت) فرمایا اور گمراہ فتنہ پرداز بتایا تھا۔ وہابیہ ناپاک کو آپ جانیں کہ سب گمراہوں کے فضلہ خوار ہیں مختلف بدمذہبوں سے کچھ کچھ عقائد ضلالت لے کر آپ بھرت پورا کیا ہے یہاں بھی نہ چوکے، اور ان کے پیشوا اسمٰعیل نے صراط نامستقیم میں جو اپنے جاہل پیر کی اللہ تعالٰی سے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] القرآن الکریم ۳/ ۷

دوستانہ ملاقات اور ہاتھ سے ہاتھ ملا کر گڈ مارننگ (Good Morning) ثابت کی تھی۔ (دیکھو کتاب مستطاب الکوکبۃ الشھابیہ علی کفریات ابی الوھابیہ) لہٰذا اس کے بعضے سپوت صاف صاف مجسمہ مبہوت کا مذہب مقوت مان گئے اور اس کی جڑ بھی وہی ان کا پیشوائے قبیح اپنے رسالہ ایضاح الحق الصریح میں جما گیا تھا کہ اللہ تعالٰی کو مکان وجہت سے پاک جاننا بدعت وضلالت ہے جس کے رَد میں کوکبہ شہابیہ نے تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی یہ تحریر پیش کی تھی کہ اہل سنت وجماعت کے عقیدے میں اللہ تعالٰی کے لیے مکان نہیں، نہ اس کے لیے فوق یا تحت کوئی جہت ہوسکتی ہے[1]۔ اور بحر الرائق وعالمگیری کی یہ عبارت:

یکفر باثبات المکان للہ تعالٰی[2]	یعنی اللہ تعالٰی کے لیے مکان ماننے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔

اور فتاوٰی امام اجل قاضی خاں کی یہ عبارت:

رجل قال خدائے برآسمان می داند کہ من چیزے ندارم یکون کفرا لان اللہ تعالٰی منزہ عن المکان[3]۔	یعنی کسی نے کہا خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں کافر ہوگیا اس لیے کہ اللہ تعالٰی مکان سے پاک ہے۔

اور فتاوٰی خلاصہ کی یہ عبارت:

لو قال نردبان بنہ و بآسمان برآئے و باخدا جنگ کن یکفر ،لانہ اثبت المکان للہ تعالٰی[4]۔	اگر کوئی یہ کہے نیزہ لے اور آسمان پر جا اور خدا سے جنگ کر، تو کافر ہوجائے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالٰی کے لیے مکان مانا۔ (ت) (دیکھو کوکبہ شہابیہ)

انہیں مجسمہ گستاخ کے تازہ افراخ سے ایک صاحب سہسوانی بکاسہ لیسی گمراہ ہزاری غلام نواب بھوپال قنوجی آنجہانی از سرنو اس فتنہ خوابیدہ کے بادی وبانی اور اس سُبوح قدوس جل جلالہ

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب پنجم در الٰہیات سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۱

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر ،الباب التاسع نوری کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۹ ،بحر الرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۰

[3] فتاوٰی قاضی خان کتاب السیر باب مایکون کفرًا من المسلم نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۸۴

[4] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۴

کی شان میں مدعی عیوب جسمی و مکانی ہوئے، چہارم محرم الحرام ۱۳۱۸ ہجریہ قدسیہ کو اس باب اور انہیں صاحب کے متعلق دو امر دیگر میں حضرت تاج المحققین عالم اہلسنت دام ظلہم العالی سے استفتاء ہوا حضرت نے نفس حکم بنہایت اجمال ارشاد فرمایا: پونے دو مہینے کے بعد بست و ششم ۲۶ صفر کو ان کے متعلق ایک پریشان تحریر گمراہی و جہالت و سفاہت وضلالت کی بولتی تصویر آئی ایسے ہذیانات کیا قابلِ التفات مگر حفظ عقائد عوام و نصرت سنت و اسلام کے لحاظ سے یہ چند سطور لوجہ اللہ مسطور، اہلِ حق بنگاہِ انصاف نظر فرمائیں اور امر عقائد میں کسی گمراہ مکار کے کہنے میں نہ آئیں۔

وماتوفیقی الا باللّٰہ علیه توکلت والیه انیب۔ (مجھے توفیق صرف اللہ تعالٰی سے ہے اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔ت)

مسئلہ ۵۱: از سہسوان قاضی محلّہ مرسلہ حاجی فرحت علی صاحب ۴ محرم ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ رب العزت عرش پر بیٹھا ہے اور کہیں نہیں ہے شرعًا اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

اللہ عزوجل مکان وجہت وجلوس وغیرہا تمام عوارض جسم و جسمانیات و عیوب و نقائص سے پاک ہے، یہ لفظ کہ اس شخص نے کہا سخت گمراہی کے معنی دیتا ہے اس پر توبہ لازم ہے عقیدہ اپنا مطابق اہل سنت کرے، **واللہ الھادی۔**

نقل تحریر ضلالت تخمیر از نجدی بقیر:

مسئلہ: اللہ تعالٰی کا عرش پر ہی ہونا:

الجواب:

الرحمن علی العرش استوٰی اللہ تعالٰی عرش پر بیٹھا یا چڑھا یا ٹھہرا۔ ان تین معنی کے سوا اس آیت میں جو کوئی اور معنی کہے گا وہ بدعتی ہے، اللہ تعالٰی نے اپنے کلام شریف میں سات جگہ اس مضمون کو ذکر فرمایا ہے۔ دیکھو فتح الرحمٰن تفسیر قاری شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی و تفسیر موضح القرآن

مؤلفہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی و ترجمہ لفظی شاہ رفیع الدین صاحبِ دہلوی و کتاب الاسماء والصفات بیہقی و کتاب العلو امام ذہبی و تفسیر ابن کثیر و معالم التنزیل و جامع البیان و مدارک وغیرہا اور محیط ہونا باری تعالٰی کا ہر چیز پر فقط از روئے علم ہے۔ **قال تعالٰی:** "اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا" [1]۔ (اللہ تعالٰی نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیا) احادیثِ صریحہ صحیحہ سے عرش کا مکانِ الٰہی ہونا ثابت ہے، چنانچہ بخاری کی معراج کی حدیث میں فرمایا: **وھو فی مکانہ** [2] (اور وہ اپنے مکان میں ہے۔ت) اور مشکوٰۃ کے باب الاستغفار والتوبہ میں مسند احمد کی حدیث میں وارد ہے کہ:

وعزتی وجلالی وارتفاع مکانی الخ[3]۔	میری عزت، میرے جلال اور میرے بلند مکان کی قسم الخ (ت)

ہاں جن صفات سے کلامِ شارع ساکت ہے اُن میں سکوت لازم ہے بعض اشخاص بریلی نے جو علمِ منقول وعقائد اہلِ حق سے بے بہرہ ہیں اس عقیدہ صحیحہ کے معتقد کو بزور گمراہی گمراہ بنایا "وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ" [4]۔ (ان کو اس کا علم نہیں۔ت) ایسے شخص سے اہلِ اسلام کو بچنا چاہیے۔

ضربِ قہاری

(۱۳۱۸ھ)

مسلمانو! دیکھو اس گمراہ نے ان چند سطور میں کیسی کیسی جہالتیں ضلالتیں تناقض سفاہتیں اللہ ورسول پر افتراء علما وکتب پر تہمتیں بھر دی ہیں۔

اولًا: ادعا کیا کہ استواء علی العرش میں بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنی کہے بدعتی ہے اور اسی کی سند میں بکمال جرات وبے حیائی ان نو کتابوں کے نام گن دیئے۔

ثانیًا: زعم کیا کہ احاطہ الٰہی صرف ازرُوئے علم ہے حالانکہ اس مسئلہ کا یہاں کچھ ذکر نہ تھا مگر اس نے اس بیان سے اپنی وہ گمراہی پالنی چاہی ہے۔ کہ اللہ تعالٰی عرش پر ہے اور عرش کے سوا

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۲

[2] صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیمًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

[3] مشکوۃ المصابیح باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۰۴

[4] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۸

کہیں نہیں۔

ثالثًا: مُنہ بھر کر اُس سبّوح قدوس کو گالی دی کہ اس کے لیے مکان ثابت ہے، عرش اس کا مکان ہے، اور اس کے ثبوت میں بزورِ زبان دو حدیثیں نقل کر دیں۔

رابعًا: یہ تین دعوے تو منطوق عبارت تھے مفہوم استثناء سے بتایا کہ استواء علی العرش کے معنی اللہ تعالٰی کا عرش پر بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا مطابق سنت ہیں۔

خامسًا: اپنے معبود کو بٹھانے، چڑھانے، ٹھہرانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ ان لفظوں کے مفہوم سے کہ جن صفات سے کلامِ شارع ساکت ہے ان میں سکوت لازم ہے تمام متشابہات استواء کی طرح انہیں معانی پر محمول کرلیں جو اُن کے ظاہر سے مفہوم ہوتے ہیں۔

سادسًا: باوصف ان کے اصل دعوی یہ ہے کہ خدا عرش کے سوا کہیں نہیں۔

ہم بھی ان چھ باتوں کو بعونہ تعالٰی اسی ترتیب پر چھ تپانچوں سے خبر لیں اور ساتویں تپانچے میں دو مسئلہ باقیہ کے متعلق اجمالی گوشمالی کریں **وباللہ التوفیق**۔

پہلا تپانچہ

گمراہ نے ادعا کیا کہ اللہ تعالٰی کے بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنی استواء کے کہے بدعتی ہے، اور اس پر اُن نو[۹] کتابوں کا حوالہ دیا۔

ضرب اوّل: فقیر نے اگر یہ التزام نہ کیا ہوتا کہ اُس کی گنائی ہوئی کتابوں سے سند لاؤں گا تو آپ سیر دیکھتے کہ یہ تپانچہ اس گمراہ کو کیونکر خاک وخون میں لٹاتا مگر اجمالًا اقوال مذکورہ بالا ہی ملاحظہ ہو جائیں کہ اس گمراہ نے کس کس امامِ دین وسنت کو بدعتی بنا دیا، [۱]امام ابوالحسن علی ابن بطالی، [۲]امام ابن حجر عسقلانی، [۳]امام ابوطاہر قزوینی، [۴]امام عارف شعرانی، [۵]امام جلال الدین سیوطی، [۶]امام اسمٰعیل ضریر [۷]حتی کہ خود امام اہلسنت سیدنا امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، تو کم از کم اس ضرب کو سات[۷] ضرب سمجھئے بلکہ تیرہ[۱۳] کہ امام نسفی وامام بیہقی وامام بغوی وامام علی بن محمد ابوالحسن طبری وامام ابوبکر بن فورک وامام ابو منصور بن ابی ایوب کے اقوال عنقریب آتے ہیں۔ یہ حضرات بھی اس بدعتی کے طور پر معاذ اللہ بدعتی ہوئے، اور بیس[۲۰] ضرب اوپر گزریں جملہ تینتیس[۳۳] ہوئیں، آگے چلیے اور اب صرف اس کے مستندوں سے اس کی خبر لیجئے۔

ضرب ۳۴: مدارک شریف سورہ سجدہ میں استواء علی العرش کا حاصل اس کا احداث اور

پیدا کرنا لیا یہ انہیں معنی سوم کے قریب ہے جو اُوپر گزرے۔

ضرب ۳۵: اس سورۃ اور سورہ فرقان کے سوا کہ وہاں استواء کی تفسیر سے سکوت مطلق ہے باقی پانچوں جگہ اُس کے معنی استیلاء وغلبہ و قابو بتائے۔ حدید میں ہے: ثم استوی استولی علی العرش [1]۔ (پھر عرش پر استواء فرمایا۔ت) رعد میں ہے:

استولی بالاقتدار ونفوذ السلطان [2]	اقتدار اور حکومت کا مالک ہوا۔ (ت)

اعراف میں ہے:

اضاف الاستیلاء الی العرش وان کان سبحنہ وتعالٰی مستولیا علی جمیع المخلوقات لان العرش اعظمہا و اعلاہا [3]۔	یعنی اللہ تعالٰی کا قابو اس کی تمام مخلوقات پر ہے، خاص عرش پر قابو ہونے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ عرش سب مخلوقات سے جسامت میں بڑا اور سب سے اوپر ہے۔

ضرب ۳۶: سورہ طٰہٰ میں بعد ذکر معنی استیلاء ایک وجہ یہ نقل فرمائی۔

لما کان الاستواء علی العرش وھو سریر الملك مما یردف الملك جعلوہ کنایۃ عن الملك فقال استوٰی فلان علی العرش ای ملك وان لم یقعد علی السریر البتۃ وھذا کقولك یدفلان مبسوطۃ ای جواد وان لم یکن لہ ید رأسا [4]۔	یعنی جب کہ تخت نشینی آثار شاہی سے ہے تو عرف میں تخت نشینی بولتے اور اس سے سلطنت مراد لیتے ہیں، کہتے ہیں فلاں شخص تخت نشین ہوا، یعنی بادشاہ ہوا اگرچہ اصلاً تخت پر نہ بیٹھا ہو، جس طرح تیرے اس کہنے سے کہ فلاں کا ہاتھ کشادہ ہے اُس کا سخی ہونا مراد ہوتا ہے اگرچہ وہ سرے سے ہاتھ ہی نہ رکھتا ہو۔

حاصل یہ کہ استواء علی العرش بمعنی بادشاہی ہے حقیقۃً بیٹھنا ہرگز لازم نہیں، جب

---

[1] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۵۷/ ۴ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۲۳

[2] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۱۳/ ۲ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۴۱

[3] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۷/ ۵۴ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۵۶

[4] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۲۰/ ۵ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۴۸

خلق کے باب میں یہ محاورہ ہے جن کا اٹھنا بیٹھنا سب ممکن، تو خالق عزوجل کے بارے میں اُس سے معاذ اللہ حقیقۃً بیٹھنا سمجھ لینا کیسا ظلمِ صریح ہے۔

ضرب ۳۷: معالم سورہ اعراف کا بیان تو وہ تھا کہ اہلسنت کا طریقہ سکوت ہے اتنا جانتے ہیں کہ استواء اللہ تعالٰی کی ایک صفت ہے اور اس کے معنٰی کا علم اللہ کے سپرد ہے، یہ طریقہ سلف صالحین تھا، سورہ رعد میں استواء کو علو سے تاویل کیا۔ یہ معنی دوم ہیں کہ اوپر گزرے۔

ضرب ۳۸: امام بیہقی نے کتاب الاسماء میں در بارہ استواء ائمہ متقدمین کا وہ مسلک ارشاد فرمایا جس کا بیان اوپر گزرا۔ پھر فرمایا:

وذهب ابوالحسن علی بن اسمعیل الاشعری الٰی ان اللہ تعالٰی جل ثناؤه فعل فی العرش فعلا سمّاه استواء کما فعل فی غیره فعلا سماه رزقا اونعمة اوغیرهما من افعاله ثم لم یکیف الاستواء الا انه جعله من صفات الفعل لقوله تعالٰی ثم استوی علی العرش وثم للتراخی والتراخی انما یکون فی الافعال وافعال اللہ تعالٰی توجد بلا مباشرة منه ایاها ولا حرکة۔[1]	یعنی امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے عرش کے ساتھ کوئی فعل فرمایا ہے جس کا نام استواء رکھا ہے جیسے من وتو زید وعمرو کے ساتھ افعال فرمائے اور اُن کا نام رزق ونعمت وغیرہ رکھا اس فعل استواء کی کیفیت ہم نہیں جانتے اتنا ضرور ہے کہ اس کے افعال میں مخلوق کے ساتھ ملنا، چھونا، ان سے لگا ہوا ہونا یا حرکت کرنا نہیں جیسے بیٹھنے چڑھنے وغیرہ میں ہے اور استواء کے فعل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا پھر عرش پر استواء کیا تو معلوم ہوا کہ استواء حادث ہے پہلے نہ تھا اور حدوث افعال میں ہوسکتا ہے اللہ تعالٰی کی صفات ذات حدوث سے پاک ہیں، تو ثابت ہوا کہ استواء اللہ تعالٰی کی کوئی صفت ذاتی نہیں بلکہ اس کے کاموں میں سے ایک کام ہے جس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

ضرب ۳۹: ابوالحسن علی بن محمد طبری وغیرہ ائمہ متکلمین سے نقل فرمایا:

القدیم سبحٰنه عالٍ علی عرشه لاقاعد ولاقائم ولا مماس و لامبائن عن العرش، یریدبه مباینة الذات التی هی بمعنی الاعتزال اوالتباعد لان المماسة و المباینة التی هی ضدها والقیام والقعود من اوصاف الاجسام، والله عزوجل احد صمد لم یلد ولم یولد و لم یکن له کفوا احد، فلایجوز علیه مایجوز علی الاجسام تبارك وتعالٰی۔[1]	مولٰی تعالٰی عرش پر علو رکھتا ہے مگر نہ اُس پر بیٹھا ہے نہ کھڑا، نہ اس سے لگا ہوا نہ اس معنٰی پر جُدا کہ اس سے ایک کنارے پر ہو یا دور ہو کہ لگا یا الگ ہونا اور اٹھنا بیٹھنا تو جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالٰی احد صمد ہے، نہ جنانہ جنا گیا، نہ اس کے جوڑ کا کوئی، توجو باتیں اجسام پر روا ہیں اللہ عزوجل پر روا نہیں ہوسکتیں۔

ضرب ۴۰: امام استاذ ابوبکر بن فورک سے نقل فرمایا کہ انہوں نے بعض ائمہ اہلسنت سے حکایت کی:

استوٰی بمعنی علا ولا یرید بذلك علوا بالمسافة و التحیز والکون فی مکان متمکنا فیه ولکن یرید معنی قول الله عزوجل ء امنتم من فی السماء ای من فوقها علٰی معنی نفی الحد عنه وانه لیس ممایحویه طبق او یحیط به قطر۔[2]	یعنی استواء بمعنی علو ہے اور اس سے مسافت کی بُلندی یا مکان میں ہونا مراد نہیں بلکہ یہ کہ وہ حدو نہایت سے پاک ہے، عرش و فرش کا کوئی طبقہ اُسے محیط نہیں ہوسکتا نہ کوئی مکان اسے گھیرے، اسی معنی پر قرآن عظیم میں اُسے آسمان کے اوپر فرمایا، یعنی اس سے بلند و بالا ہے کہ آسمان میں سماسکے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں:

قلت وهو علی هذه الطریقة من	حاصل یہ کہ اس طریقہ پر استواء صفات ذات

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول الله تعالٰی الرحمن علی العرش استوٰی المکتبة الاثریة سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول الله تعالٰی الرحمن علی العرش استوٰی المکتبة الاثریة سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۲۔۱۵۳

صفات الذات و کلمة ثم تعلقت بالمستوی علیه.لا بالاستواء وھو کقوله عزوجل ثم الله شھید علٰی مایفعلون یعنی ثم یکون عملھم فیشھدہ وقداشار ابوالحسن علی بن اسمعیل الٰی ھٰذہ الطریقة حکایة، فقال وقال بعض اصحابنا انه صفة ذات ولا یقال لم یزل مستویا علٰی عرشه کما ان العلم بان الاشیاء قد حدثت من صفات الذات، ولایقال لم یزل عالما بان قد حدثت ولما حدثت بعد[1]۔	سے ہوگا کہ اللہ سبحٰنہ بذاتہ اپنی تمام مخلوق سے بُلند و بالا ہے، نہ بُلندی مکان بلکہ بُلندیِ مالکیت و سلطان، اور اب پھر کا لفظ نظر بحدوث عرش ہوگا کہ وہ بُلندی ذاتی ہر حادث سے اس کے حدوث کے بعد متعلق ہوتی ہے جیسے قرآن عظیم میں فرمایا کہ پھر اللہ شاہد ہے اُن کے افعال پر یعنی جب ان کے افعال پیدا ہوئے تو شہود الٰہی ان سے متعلق ہوا جس طرح علم الٰہی قدیم ہے مگر یہ علم کہ چیز حادث ہوگئی اس کے حدوث کے بعد ہی متعلق ہوگا یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ازل میں جانتا تھا کہ اشیاء پیدا ہوچکیں حالانکہ ہنوز ناپیدا تھیں۔

ضرب ۴۱: پھر امام اہلسنت قدس سرہ سے نقل فرمایا:

وجوابی ھوالاول وھو انّ الله مستوی علی عرشه وانه فوق الاشیاء بائن منھا بمعنی انھا لاتحله ولا یحلھا ولا یمسھا ولا یشبھھا ولیست البینونة بالعزلة، تعالٰی الله ربنا عن الحلول والمماسة علوًا کبیرا[2]۔	میرا قول وہی پہلا ہے کہ اللہ عزوجل نے عرش کے ساتھ فعلِ استواء کیا اور ایک عرش ہی کیا وہ تمام اشیاء سے بالا اور سب سے جدا ہے بایں معنٰی کہ نہ اشیاء اس میں حلول کریں نہ وہ اُن میں، نہ وہ ان سے مَس کرے نہ اُن سے کوئی مشابہت رکھے، اور یہ جدائی نہیں کہ اللہ تعالٰی اشیاء سے ایک کنارے پر ہو، ہمارا رب حلول و مس وفاصلہ و عزلت سے بہت بلند ہے، جل وعلا۔

دیکھو ائمہ اہلسنت بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کی کیسی جڑ کاٹ رہے ہیں۔

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمن علی العرش استوٰی المکتبة الاثریة سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۳

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمن علی العرش استوٰی المکتبة الاثریة سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۳

ضرب ۴۲: پھر امام اہلسنت سے نقل فرمایا:

وقد قال بعض اصحابنا ان الاستواء صفة الله تعالٰی ینفی الاعوجاج عنه[1]۔	یعنی بعض ائمہ اہلسنت نے فرمایا کہ صفت استواء کے معنی ہیں کہ اللہ عزوجل کجی سے پاک ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں، ت) اس تقدیر پر استواء صفات سلبیہ سے ہوگا جیسے غنی یعنی کسی کا محتاج نہیں، یونہی مستوی یعنی اس میں کجی اور اعوجاج نہیں، اور اب علٰی ظرفِ مستقر ہوگا اور اسی علو ملک و سلطان کا مفید، اور ثم تراخی فی الذکر کے لیے، (ت) **کقوله تعالٰی:** "ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا"[2] (پھر ایمان والوں میں ہوا۔ت) **وقوله تعالٰی** "خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۵۹"[3] (اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو فرمایا ہو جا، تو وہ ہوگیا۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

ضرب ۴۳: پھر امام استاذ ابو منصور ابن ابی ایوب سے نقل فرمایا کہ انہوں نے مجھے لکھ بھیجا:

ان کثیرا من متاخری اصحابنا ذھبوا الٰی ان الاستواء ھو القھر والغلبة، و معناه ان الرحمٰن غلب العرش و قھره، وفائدته الاخبار عن قھره مملوکاته، وانھا لم تقھره وانما خص العرش بالذکر لانه اعظم المملوکات فنبه بالاعلی علی الادنی، قال والاستواء بمعنی القھر و الغلبة شائع فی اللغة کما یقال استوٰی فلان علی الناحیة اذا غلب اھلھا وقال الشاعر فی	یعنی بہت متاخرین علمائے اہل سنت اس طرف گئے کہ استواء بمعنی قہر و غلبہ ہے، آیت کے معنی یہ ہیں کہ رحمٰن عزجلالہ عرش پر غالب اور اس کا قاہر ہے، اور اس ارشاد کا فائدہ یہ خبر دینا ہے کہ مولٰی تعالٰی اپنی تمام مملوکات پر قابو رکھتا ہے مملوکات کا اس پر قابو نہیں اور عرش کا خاص ذکر اس لیے فرمایا کہ وہ جسامت میں سب مملوکات سے بڑا ہے، تو اس کے ذکر سے باقی سب پر تنبیہ فرمادی اور استواء بمعنی قہر و غلبہ زبانِ عرب میں شائع ہے۔ پھر نثر و نظم سے اس کی نظیریں پیش کیں کہ

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمن علی العرش استوٰی المکتبة الاثریة سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۳

[2] القرآن الکریم ۹۰/ ۱۷

[3] القرآن الکریم ۳/ ۵۹

بشر بن مروان۔ قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف ودم مھراق یرید انہ غلب اھلہ من غیر محاربۃ۔[1]	جب کوئی شخص کسی بستی والوں پر غالب آجائے تو کہا جاتا ہے استوٰی فلان علی الناحیۃ اور شاعر نے بشر بن مروان کے بارے میں کہا تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر، شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ جنگ کیے بغیر بستی والوں پر غالب آگیا۔ (ت)

گمراہ وہابیو! تم نے دیکھا کہ تمہاری ہی پیش کردہ کتابوں نے تمہیں کیا کیا سزائے کردار کو پہنچایا مگر تمہیں حیا کہاں!

دُوسرا اتپانچہ:

جاہل بے خرد نے بک دیا کہ اللہ تعالٰی کا احاطہ فقط ازرُوئے علم ہے اس میں اللہ تعالٰی کی قدرت کا بھی منکر ہوا، اللہ عزوجل کی صفت بصر سے بھی بے بصر ہوا، اپنی مستندہ کتابوں کا بھی خلاف کیا، خود اپنی بے ہودہ تحریر سے بھی تناقض واختلاف کیا۔ وجوہ سنیئے۔

ضرب ۴۴: قال اللہ تعالٰی:

"اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴿۵۴﴾ "[2]	سنتا ہے وہ شک میں ہیں اپنے رب سے ملنے سے، سُنتا ہے خدا ہر چیز کو محیط ہے۔

ضرب ۴۵: قال اللہ تعالٰی:

"وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ﴿۱۲۶﴾ "[3]۔	اللہ ہر شے کو محیط ہے۔

ضرب ۴۶: قال اللہ تعالٰی:

"وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآىٕهِمْ مُّحِیْطٌ ﴿۲۰﴾ "[4]۔	اللہ ان کے آس پاس سے محیط ہے۔

ان تینوں آیتوں میں اللہ عزوجل کو محیط بتایا ہے، احاطہ علم کی آیت جُدا ہے۔

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمن علی العرش استوٰی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۳

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۵۴

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۶

[4] القرآن الکریم ۸۵/ ۲۰

"وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ "[1]۔	بے شک اللہ تعالٰی کا علم ہر شے کو محیط ہے۔(ت)

ضرب ۴۷: ترجمہ رفیعیہ میں ہے: خبردار ہو تحقیق وہ بیچ شک کے ہیں ملاقات پروردگار اپنے کی سے، خبردار ہو تحقیق وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے[2]۔

ضرب ۴۸: اسی میں ہے۔ اور ہے اللہ ساتھ ہر چیز کے گھیرنے والا،[3]

ضرب ۴۹: اُسی میں ہے: اور اللہ اُن کے پیچھے سے گھیر رہا ہے۔[4]

ضرب ۵۰: موضح القرآن میں ہے: سنتا ہے وہ دھوکے میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے، سُنتا ہے وہ گھیر رہا ہے ہر چیز کو۔[5]

ضرب ۵۱: اُسی میں زیر آیتِ ثالثہ ہے: اور اللہ نے اُن کے گرد سے گھیرا ہے۔[6]

ان دونوں تیرے مستند مترجموں نے بھی یہ احاطہ خود اللہ عزوجل ہی کی طرف نسبت کیا۔

ضرب ۵۲: اُسی میں زیر آیت ثانیہ ہے: اللہ کے ڈھب میں ہے، سب چیز[7]۔ یہ احاطہ از روئے قدرت لیا۔

ضرب ۵۳: جامع البیان میں زیر آیت اُولٰی ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۲

[2] ترجمہ شاہ رفیع الدین آیۃ ۴۱ / ۵۴ ممتاز کمپنی لاہور ص ۵۲۹ و ۵۳۰

[3] ترجمہ شاہ رفیع الدین آیۃ ۴/ ۱۲۶ ممتاز کمپنی لاہور ص ۱۰۹

[4] ترجمہ شاہ رفیع الدین آیۃ ۸۵/ ۱۲ ممتاز کمپنی لاہور ص ۶۵

[5] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر ۱۲۱ تاج کمپنی لاہور ص ۵۱۱

[6] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر ۱۲۱ تاج کمپنی لاہور ص ۱۷

[7] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر ۱۲۱ تاج کمپنی لاہور ص ۱۲۰

الکل تحت علمه وقدرته [1]۔	یعنی سب اُس کے علم وقدرت کے نیچے ہیں۔

ضرب ۵۴: زیر آیت ثانیہ ہے: بعلمه وقدرته۔ اللہ علم وقدرت دونوں کی رُو سے محیط ہے [2]۔ ضرب ۵۵: مدارک شریف میں زیر آیت ثالثہ ہے:

ضعالم باحوالهم وقادر علیهم وهم لایعجزونه۔ [3]	یعنی اللہ اُن کے احوال کا عالم اور ان پر قادر ہے وہ اسے عاجز نہیں کرسکتے۔

ضرب ۵۶: کتاب الاسماء میں ہے:

المحیط راجع الی کمال العلم والقدرة [4]۔	اسم الٰہی محیط کے معنی کمال علم وقدرت کی طرف راجع ہیں۔

ان تیرے مستندوں نے احاطہ فقط ازروئے علم ہونا کیسا باطل کیا۔ ضرب ۵۷: اللہ عزوجل کی بصر بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

" اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ۝۱۹ " [5]۔	اللہ تعالٰی ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

ضرب ۵۸: اس کا سمع بھی محیط اشیاء ہے۔

کما حققه عالم اهل السنة مدظله فی منهیات سبحن السبوح۔	جیسا کہ عالم اہلسنت نے سبحٰن السبوح کے منہیات میں اس کی تحقیق فرمائی ہے (ت)

ضرب ۵۹: قدرت بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

" اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۲۰ " [6]۔	بے شک اللہ تعالٰی ہر شے پر قادر ہے۔ (ت)

ضرب ۶۰: خالقیت بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

" خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ " [7]۔	اللہ تعالٰی ہر شے کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو۔ (ت)

[1] جامع البیان لمحمد بن عبدالرحمن آیہ ۴۱/ ۵۴ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۲/ ۲۵۲

[2] جامع البیان لمحمد بن عبدالرحمن آیہ ۴۱/ ۵۴ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ۱/ ۱۴۶

[3] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) آیة ۸۵/ ۲۰ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۴۷

[4] کتاب الاسماء والصفات للبیهقی ابواب ذکر الاسماء التی متبع فی التشبیه الخ. المکتبة الاثریه سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۸۱

[5] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۹

[6] القرآن الکریم ۲/ ۲۰ و ۲/ ۱۰۶ و ۲/ ۱۰۹ و ۲/ ۱۴۸ وغیرہ

[7] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۲

ضرب ۶۱: مالکیت بھی محیط ہے قال تعالٰی۔

"بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۠" [1]۔	اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے۔(ت)

اس بے خرد وہابی نے فقط از روئے علم کہہ کر ان تمام صفات الٰہیہ کے احاطہ سے انکار کر دیا، آنکھیں رکھتا ہو تو سوجھے کہ اپنی گہری جہالت کی گھٹاٹوپ اندھیری میں کتنی آیتوں کا رد کر گیا۔

بالجملہ اگر مذہب متقدمین لیجئے تو ہم ایمان لائے کہ ہمارے مولٰی تعالٰی کا علم محیط ہے جیسا کہ سورہ طلاق میں فرمایا، اور احاطہ علم کے معنی ہمیں معلوم ہیں کہ۔

"لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ" [2]۔	اس سے غائب نہیں ذرہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔(ت)

اور ہمارا مولٰی عزوجل محیط ہے جیسا کہ سورہ نساء سورہ فصلت و سورہ بروج میں ارشاد فرمایا اور اس کا احاطہ ہماری عقل سے وراء ہے۔

"اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ" [3]	ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔(ت)

اور اگر مسلک متاخرین چلیے تو اللہ تعالٰی جس طرح از روئے علم محیط ہے یونہی از روئے قدرت واز روئے سمع واز راہ بصر واز جہت ملک واز وجہ خلق وغیر ذلک، تو فقط علم میں احاطہ منحصر کر دینا ان سب صفات وآیات سے منکر ہو جانا ہے۔

ضرب ۶۲: بے وقوف چند سطر بعد مانے گا کہ جتنی صفتیں کلامِ شارع میں وارد ہیں اُن سے سکوت نہ ہوگا، یہاں احاطہ ذات سے سکوت کیسا، انکار کر گیا مگر وہابی را حافظہ نباشد، یہ کیسا صریح تناقض ہے۔

تیسرا تپانچہ:

اصل تپانچہ قیامت کا تپانچہ جس سے مجسمی گمراہی کا سرمہ ہو جائے

بدمذہب گمراہ نے صاف بک دیا کہ اس کا معبود مکان رکھتا ہے عرش پر بستا ہے۔

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۸۳

[2] القرآن الکریم ۳۴/ ۳

[3] القرآن الکریم ۳/ ۷

تعالیٰ اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو ظالم کہتے ہیں ت)

ضرب ۶۳: وہابیہ مجسمہ کے پیر مغاں اسمٰعیل آنجہانی علیہ ما علیہ کے دادا پیر اور استاد اور باپ یعنی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ارشاد اوپر گزرا کہ اہلسنت کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ عزوجل مکان سے پاک ہے، اس کے بدعتی ہونے میں انہیں کا فتوی کافی۔

ضرب ۶۴ تا ۶۷: بحر الرائق و عالمگیری و قاضی خان و فتاوی خلاصہ کی عبارتیں بھی اوپر گزریں کہ جو اللہ عزوجل کے لیے مکان مانے کافر ہے۔

یہ تو اوپر کے پانچ تھے اب اصل طرز کے لیجئے یعنی اس کی مستند کتابوں سے اُسے رگیدنا، پھر کچھ دلائل قاطعہ عقلیہ و نقلیہ کے جگر دوز جوشن گزار تیروں سے مجسمیت کا کلیجا چھیدنا، وباللہ التوفیق ووصول التحقیق۔

ضرب ۶۸: مدارک شریف سورہ اعراف میں ہے:

انہ تعالیٰ کان قبل العرش ولا مکان و ھو الاٰن کما کان، لان التغیر من صفات الاکوان [1]۔	بے شک اللہ تعالیٰ عرش سے پہلے موجود تھا جب مکان کا نام و نشان نہ تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا جب تھا اس لیے کہ بدل جانا تو مخلوق کی شان ہے۔

ضرب ۶۹: یونہی سورہ طٰہٰ میں تصریح فرمائی کہ عرش مکانِ الٰہی نہیں، اللہ عزوجل مکان سے پاک ہے، عبارت سابقاً منقول ہوئی۔

ضرب ۷۰: سورہ یونس میں فرمایا:

ای استولی فقد یقدس الدیان جل و عزعن المکان والمعبود عن الحدود [2]۔	استواء بمعنی استیلاء وغلبہ ہے نہ بمعنی مکانیت اس لیے کہ اللہ عزوجل مکان سے پاک اور معبود جل وعلا حدو نہایت سے منزہ ہے۔

ہزار نفرین اُس بیحیا آنکھ کو جو ایسے ناپاک بول بول کر ایسی کتابوں کا نام لیتے ہوئے ذرا نہ جھپکے۔

---

[1] مدارك التنزيل (تفسير النسفی) آيت ۷/ ۵۴ دار الکتاب العربی بیروت ۵۶/۲

[2] مدارك التنزيل (تفسير النسفی) آيت ۱۰/ ۳ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۵۳

ضرب ۷۱: امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام اجل ابو عبداللہ حلیمی سے زیر اسم پاک متعالٰی نقل فرماتے ہیں:

معناہ المرتفع عن ان یجوز علیه مایجوز علی المحدثین من الازواج والاولادو الجوارح والاعضاء و اتخاذ السریر للجلوس علیه، والا حتجاب بالستور عن ان تنفذ الابصار الیه، و الانتقال من مکان الٰی مکان، ونحو ذلك فان اثبات بعض ھذہ الاشیاء یوجب النھایة وبعضھا یوجب الحاجة، وبعضھا یوجب التغیر والاستحالة، و شیئ من ذٰلك غیر لائق بالقدیم ولا جائز علیه۔[1]	یعنی نام الٰہی متعالٰی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ عزوجل اس سے پاک و منزہ ہے کہ جو باتیں مخلوقات پر روا ہیں جیسے جورو، بیٹا، آلات، اعضاء، تخت پر بیٹھنا، پردوں میں چھپنا، ایک مکان سے دوسرے کی طرف انتقال کرنا (جس طرح چڑھنے، اُترنے، چلنے، ٹھہرنے میں ہوتا ہے) اس پر روا ہوسکیں اس لیے کہ ان میں بعض باتوں سے نہایت لازم آئے گی بعض سے احتیاج بعض سے بدلنا متغیر ہونا اور ان میں سے کوئی امر اللہ عزوجل کے لائق نہیں، نہ اس کے لیے امکان رکھے۔

کیوں پچتائے تو نہ ہوگے کتاب الاسماء کا حوالہ دے کر، تف ہزار تُف وہابیہ مجسمہ کی بے حیائی پر۔

ضرب ۷۲: باب ماجاء فی العرش میں امام سلیمٰن خطابی علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں:

لیس معنی قول المسلمین ان اللہ تعالٰی استوٰی علی العرش ھوانه مماس له او متمکن فیه، اومتحیز فی جھة من جھاته، لکنه بائن من جمیع خلقه، وانما ھو خبر جاء به التوقیف فقلنا به، ونفینا عنه التکیف اذ لیس کمثله شیئ وھو	مسلمانوں کے اس قول کے کہ اللہ تعالٰی عرش پر ہے، یہ معنی نہیں کہ وہ عرش سے لگا یا ہوا ہے یا وہ اس کا مکان ہے یا وہ اس کی کسی جانب میں ٹھہرا ہوا ہے بلکہ وہ تو اپنی تمام مخلوق سے نرالا ہے یہ تو ایک خبر ہے کہ شرع میں وارد ہوئی تو ہم نے مانی اور چگونگی اس سے دور و مسلوب جانی اس لیے کہ اللہ کے مشابہ کوئی

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیھقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیه المکتبة الاثریه سانگلہ ہل ۱/۲ ۷۱ و ۷۲

السمیع العلیم[1]۔	چیز نہیں اور وہی ہے سننے دیکھنے والا۔

ضرب ۷۳: اس سے گزرا کہ اللہ عزوجل کے علو سے اس کا امکان بالا میں ہونا مراد نہیں، مکان اسے نہیں گھیرتا۔

ضرب ۷۴: نیز یہ کلیہ بھی گزرا کہ جو اجسام پر روا ہے اللہ عزوجل پر روا نہیں۔

ضرب ۷۵: اُسی میں یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طبقات آسمان پھر ان کے اوپر عرش پھر طبقاتِ زمین کا بیان کرکے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم احدکم بحبل الی الارض السابعۃ لھبط علی اللہ تبارك و تعالٰی ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ھو الاول والاخر والظاھر والباطن۔[2]	قسم اس کی جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان ہے اگر تم کسی کو رسی کے ذریعہ سے ساتویں زمین تک لٹکاؤ تو وہاں بھی وہ اللہ عزوجل ہی تک پہنچے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ ہی ہے اول وآخر وظاہر و باطن۔

اس حدیث کے بعد امام فرماتے ہیں:

الذی روی فی اٰخر ھٰذا الحدیث اشارۃ الٰی نفی المکان عن اللہ تعالٰی وان العبد اینما کان فھو فی القرب و البعد من اللہ تعالٰی سواء وانہ الظاھر، فیصح ادراکہ بالدلالۃ، الباطن فلا یصح ادراکہ بالکون فی مکان۔[3]	اس حدیث کا پچھلا فقرہ اللہ عزوجل سے نفی مکان پر دلالت کرتا ہے اور یہ کہ بندہ کہیں ہو اللہ عزوجل سے قُرب و بعد میں یکساں ہے، اور یہ کہ اللہ ہی ظاہر ہے تو دلائل سے اُسے پہچان سکتے ہیں اور وہی باطن ہے کسی مکان میں نہیں کہ یوں اسے جان سکیں۔

اقول: یعنی اگر عرش اُس کا مکان ہوتا تو جو ساتویں زمین تک پہنچا وہ اس سے کمال دوری و بعد پر ہو جاتا نہ کہ وہاں بھی اللہ ہی تک پہنچتا، اور مکانی چیز کا ایک آن میں دو مختلف

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۳۹

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۲/ ۱۴۴

[3] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۲/ ۱۴۴

مکان میں موجود ہونا محال اور یہ اس سے بھی شنیع تر ہے کہ عرش تا فرش تمام مکانات بالا وزیریں دفعۃً اس سے بھرے ہوئے مانو کہ تجزیہ وغیرہ صدہا استحالے لازم آنے کے علاوہ معاذاللہ اللہ تعالٰی کو اسفل وادنی کہنا بھی صحیح ہوگا لاجرم قطعًا یقینًا ایمان لانا پڑے گا کہ عرش وفرش کچھ اس کا مکان نہیں، نہ وہ عرش میں ہے نہ ماتحت الثرٰی میں، نہ کسی جگہ میں ہاں اس کا علم و قدرت و سمع وبصر وملک ہر جگہ ہے۔ جس طرح امام ترمذی نے جامع میں ذکر فرمایا:

واستدل بعض اصحابنا فی نفی المکان عنه تعالٰی بقول النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم انت الظاهر فلیس فوقك شیئ وانت الباطن فلیس دونك شیئ واذا لم یکن فوقه شیئ ولادونه شیئ لم یکن فی مکان[1] ۔	یعنی اور بعض ائمہ اہلسنت نے اللہ عزوجل سے نفی مکان پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا کہ اپنے رب عزوجل سے عرض کرتے ہیں تو ہی ظاہر ہے تو کوئی تجھ سے اوپر نہیں، اور تو ہی باطن ہے تو کوئی تیرے نیچے نہیں، جب اللہ عزوجل سے نہ کوئی اوپر ہوا نہ کوئی نیچے تو اللہ تعالٰی کسی مکان میں نہ ہوا۔

یہ حدیث صحیح مسلم شریف وسنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ورواہ البیہقی فی الاسم الاول والاخر (اسے بیہقی نے اسم اول وآخر میں ذکر کیا ہے۔ت)

اقول: حاصل دلیل یہ کہ اللہ عزوجل کا تمام امکنہ زیر و بالا کو بھرے ہونا تو بداہۃً محال ہے ورنہ وہی استحالے لازم آئیں، اب اگر مکان بالا میں ہوگا تو اشیاء اس کے نیچے ہوں گی اور مکان زیریں میں ہوا تو اشیاء اُس سے اوپر ہوں گی اور وسط میں ہوا تو اوپر نیچے دونوں ہوں گی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی وسلم فرماتے ہیں، نہ اس سے اوپر کچھ ہے نہ نیچے کچھ، تو واجب ہوا کہ مولٰی تعالٰی مکان سے پاک ہو۔

ضرب ۷۷: عرش فرش جگہ کو معاذ اللہ مکانِ الٰہی کہو اللہ تعالٰی ازل سے اس میں متمکن تھا یا اب متمکن ہوا، پہلی تقدیر پر وہ مکان بھی ازلی ٹھہرا اور کسی مخلوق کو ازلی ماننا باجماع مسلمین

---
[1] کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۴۴

کفر ہے دوسری تقدیر پر اللہ تعالٰی عزوجل میں تغیر آیا اور یہ خلافِ شان الوہیت ہے۔

ضرب ۷۸: اقول: مکان خواہ بعد موہوم ہو یا مجرد یا سطح حاوی مکین کو اُس کا محیط ہونا لازم، محیط یا مماس بعض شے مکان یا بعض مکان ہے نہ مکان شے، مثلاً ٹوپی کو نہیں کہہ سکتے کہ پہننے والے کا مکان، تم جوتا پہنے ہو تو یہ نہ کہیں گے کہ تمہارا مکان جوتے میں ہے، تو عرش اگر معاذاللہ مکان الٰہی ہو لازم کہ اللہ عزوجل کو محیط ہو، یہ محال ہے۔ قال اللہ تعالٰی: "وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا"[1] اللہ تعالٰی عرش وفرش سب کو محیط ہے۔ وہ احاطہ جو عقل سے وراء ہے اور اس کی شان قدوسی کے لائق ہے اس کا غیر اسے محیط نہیں ہوسکتا۔

ضرب ۷۹: نیز لازم کہ اللہ عزوجل عرش سے چھوٹا ہو۔

ضرب ۸۰: نیز محدود محصور ہو۔

ضرب ۸۱: ان سب شناعتوں کے بعد جس آیت سے عرش کی مکانیت نکالی تھی وہی باطل ہوگئی، آیت میں عرش پر فرمایا ہے اور عرش مکانِ خدا ہو تو خدا عرش کے اندر ہوگا نہ کہ عرش پر۔

ضرب ۸۲: اقول: جب تیرے نزدیک تیرا معبود مکانی ہوا تو دو حال سے خالی نہیں جزء لایتجزی کے برابر ہوگا یا اس سے بڑا، اول باطل ہے کہ اس تقدیر پر تیرا معبود ہر چھوٹی چیز سے چھوٹا ہوا، ایک دانہ ریگ کے ہزارویں لاکھوں حصے سے بھی کمتر ہوا، نیز اس صورت میں صدہا آیات واحادیث عین وید ووجہ وساق وغیرہا کا انکار ہوگا کہ جب تشابہات ظاہر پر محمول ٹھہریں تو یہاں بھی معانی مفہومہ ظاہرہ مراد لینے واجب ہوں گے اور جزء لایتجزی کے لیے آنکھ، ہاتھ، چہرہ، پاؤں ممکن نہیں۔ اگر کہیے وہ ایک ہی جزء اِن سب اعضاء کے کام دیتا ہے، لہٰذا ان ناموں سے مسمّٰی ہوا تو یہ بھی باطل ہے کہ **اوّلاً** تو اس کے لیے یہ اشیاء مانی گئی ہیں نہ یہ کہ وہ خود یہ اشیاء ہے۔ **ثانیاً:** **باعیننا** اور **بل یداہ** کا کیا جواب ہوگا کہ جزء لایتجزی میں دو فرض نہیں کرسکتے۔ اور **مبسوطتان** تو صراحۃً اس کا ابطال ہے جوہر فرد میں بسط کہاں، اور ثانی بھی باطل ہے کہ اس تقدیر پر تیرے معبود کے ٹکڑے ہو سکیں گے اس میں حصے فرض کرسکیں گے اور معبود حق عزجلالہ اس سے پاک ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۶

ضرب ۸۳: اقول: جو کسی چیز پر بیٹھا ہو اس کی تین ہی صورتیں ممکن، یا تو وہ بیٹھک اس کے برابر ہے یا اس سے بڑی ہے کہ وہ بیٹھا ہے اور جگہ خالی باقی ہے یا چھوٹی ہے کہ وہ پورا اس بیٹھک پر نہ آیا کچھ حصہ باہر ہے، اللہ عزوجل میں یہ تینوں صورتیں محال ہیں، وہ عرش کے برابر ہو تو جتنے حصے عرش میں ہوسکتے ہیں اس میں بھی ہوسکیں گے، اور چھوٹا ہو تو اسے خدا کہنے سے عرش کو خدا کہنا اولی ہے کہ وہ خدا سے بھی بڑا ہے اور بڑا ہو تو بالفعل حصے متعین ہوگئے کہ خدا کا ایک حصہ عرش سے ملا ہے اور ایک حصہ باہر ہے۔

ضرب ۸۴: اقول: خدا اس عرش سے بھی بڑا بناسکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عاجز ہوا حالانکہ "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۰﴾"[1] ۔بے شک اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔ت) اور اگر ہاں تو اب اگر خدا عرش سے چھوٹا نہیں برابر بھی ہو تو جب عرش سے بڑا بناسکتا ہے اپنے سے بڑا بھی بناسکتا ہے کہ جب دونوں برابر ہیں تو جو عرش سے بڑا ہے خدا سے بھی بڑا ہے اور اگر خدا عرش سے بڑا ہی تو غیر متناہی بڑا نہیں ہوسکتا کہ لاتناہی ابعاد دلائل قاطعہ سے باطل ہے لاجرم بقدر متناہی بڑا ہوگا۔ مثلاً عرش سے دونا فرض کیجئے، اب عرش سے سوائی ڈیوڑھی، پون دگنی، تگنی مقداروں کو پوچھتے جائیے کہ خدا ان کے بنانے پر قادر ہے یا نہیں، جہاں انکار کروگے خدا کو عاجز کہوگے اور اقرار کرتے جاؤگے تو وہی مصیبت آڑے آئے گی کہ خدا اپنے سے بڑا بناسکتا ہے۔

ضرب ۸۵: اقول: یہ تو ضرور ہے کہ خدا جب عرش پر بیٹھے تو عرش سے بڑا ہو ورنہ خدا اور مخلوق برابر ہوجائیں گے یا مخلوق اس سے بڑی ٹھہرے گی، اور جب وہ بیٹھنے والا اپنی بیٹھک سے بڑا ہے تو قطعاً اس پر پورا نہیں آسکتا جتنا بڑا ہے اتنا حصہ باہر رہے گا تو اس میں دو حصے ہوئے ایک عرش سے لگا اور ایک الگ۔ اب سوال ہوگا کہ یہ دونوں حصے خدا ہیں یا جتنا عرش سے لگا ہے وہی خدا ہے باہر والا خدائی سے جدا ہے یا اس کا عکس ہے یا اُن میں کوئی خدا نہیں بلکہ دونوں کا مجموعہ خدا ہے پہلی تقدیر پر دو خدا لازم آئیں گے، دوسری پر خدا و عرش برابر ہوگئے کہ خدا تو اتنے ہی کا نام رہا جو عرش سے ملا ہوا ہے۔ تیسری تقدیر پر خدا عرش پر نہ بیٹھا کہ جو خدا ہے وہ الگ ہے اور جو لگا ہے وہ خدا نہیں، چوتھی پر عرش خدا کا مکان نہ ہوا کہ وہ اگر مکان ہے تو اُتنے ٹکڑے کا جو اس سے ملا ہے اور وہ خدا نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰ و ۱۰۶ و ۱۰۹ و ۱۴۸ وغیرہ

ضرب ۸۶: اقول: جو مکانی ہے اور جزء لایتجزے کے برابر نہیں اسے مقدار سے مفر نہیں اور مقدار غیر متناہی بالفعل باطل ہے اور مقدار متناہی کے افراد نامتناہی ہیں اور شخص معین کو اُن میں سے کوئی قدر معین ہی عارض ہوگی، تو لاجرم تیرا معبود ایک مقدار مخصوص محدود پر ہوا اس تخصیص کو علت سے چارہ نہیں مثلاً کروڑ گز کا ہے تو دو کروڑ کا کیوں نہ ہوا، دو کروڑ کا ہے تو کروڑ کا کیوں نہ ہوا، اس تخصیص کی علت تیرا معبود آپ ہی ہے یا اس کا غیر اگر غیر ہے جب تو سچا خدا وہی ہے جس نے تیرے معبود کو اتنے یا اتنے گز کا بنایا، اور اگر خود ہی ہو تاہم بہر حال اس کا حادث ہونا لازم کہ امورِ متساویۃ النسبۃ میں ایک کی ترجیح ارادے پر موقوف، اور ہر مخلوق بالارادہ حادث ہے تو وہ مقدار مخصوص حادث ہوئی اور مقداری کا وجود بے مقدار کے محال، تو تیرا معبود حادث ہوا اور تقدم الشیئ علی نفسہ کا لزوم علاوہ۔

ضرب ۸۷: اقول: ہر مقدار متناہی قابل زیادت ہے تو تیرے معبود سے بڑا اور اس کے بڑے سے بڑا ممکن۔

ضرب ۸۸: اقول: جہات فوق و تحت دو مفہوم اضافی ہیں ایک کا وجود بے دوسرے کے محال ہر بچہ جانتا ہے کہ کسی چیز کو اوپر نہیں کہہ سکتے جب تک دوسری چیز نیچی نہ ہو، اور ازل میں اللہ عزوجل کے سوا کچھ نہ تھا۔ صحیح بخاری شریف میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کان اللہ تعالٰی ولم یکن شیئ غیرہ [1]۔	اللہ تعالٰی تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

تو ازل میں اللہ عزوجل کا فوق یا تحت ہونا محال اور جب ازل میں محال تھا تو ہمیشہ محال رہے گا ورنہ اللہ عزوجل کے ساتھ حوادث کا قیام لازم آئے گا اور یہ محال ہے، کتاب الاسماء والصفات میں امام ابوعبداللہ حلیمی سے ہے:

اذاقیل للہ العزیز فانما یراد بہ الاعتراف لہ بالقدم الذی لایتھیأ معہ تغیرہ عمالم یزل علیہ من القدرۃ والقوۃ و	جب اللہ تعالٰی کو عزیز کہا جائے تو اس سے اس کے قدم کا اعتراف ہے کہ جس کی بناء پر ازل سے اس کی قدرت وطاقت پر کوئی تغیر نہیں ہوا، اور اللہ تعالٰی کی پاکیزگی کی طرف راجع ہے ان چیزوں سے جو

[1] صحیح البخاری کتاب بدءِ الخلق باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی وھو الذی یبدؤ الخلق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۳

ذٰلك عائد الی تنزیھه تعالٰی عما یجوز علی المصنوعین لاعراضھم بالحدوث فی انفسھم للحوادث ان تصیبھم وتغیرھم[1]۔	مخلوق کے لیے ہوسکتی ہیں کیونکہ وہ خود اور ان کے حوادث تغیر پاتے ہیں۔(ت)

ضرب ۸۹: اقول: ہر ذی جہت قابل اشارہ حسیہ ہے کہ اُوپر ہوا تو اُنگلی اوپر کو اٹھا کر بتا سکتے ہیں، کہ وہ ہے اور نیچے ہوا تو نیچے کو، اور ہر قابل اشارہ حسیہ متحیز ہے اور متحیز جسم یا جسمانی ہے اور ہر جسم و جسمانی محتاج ہے اور اﷲ عزوجل احتیاج سے پاک ہے تو واجب ہوا کہ جہت سے پاک ہو، نہ اوپر ہو نہ نیچے، نہ آگے نہ پیچھے، نہ دہنے نہ بائیں تو قطعًا لازم کہ کسی مکان میں نہ ہو۔

ضرب ۹۰: اقول: عرش زمین سے غایت بعد پر ہے اور اﷲ بندے سے نہایت قرب میں۔ **قال اﷲ تعالٰی:**

"وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ ﴿۱۶﴾"[2]۔	ہم تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔(ت)

قال اﷲ تعالٰی:

"اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ"[3]۔	جب تجھ سے میرے متعلق میرے بندے سوال کریں تو میں قریب ہوں۔(ت)

تو اگر عرش پر اﷲ عزوجل کا مکان ہوتا اﷲ تعالٰی ہر دور تر سے زیادہ ہم سے دور ہوتا، اور وہ بنصِ قرآن باطل ہے۔

ضرب ۹۱: مولٰی تعالٰی اگر عرش پر چڑھا بیٹھا ہے تو اس سے اُتر بھی سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، اور اگر ہاں تو جب اُترے گا عرش سے نیچے ہوگا تو اس کا اسفل ہونا بھی ممکن ہوا اور اسفل خدا نہیں۔

ضرب ۹۲: اقول: اگر تیرے معبود کے لیے مکان ہے اور مکان و مکانی کو جہت سے چارہ نہیں کہ جہات نفس امکنہ ہیں یا حدود امکنہ، تو اب دو حال سے خالی نہیں، یا تو آفتاب کی طرح صرف ایک ہی طرف ہوگا یا آسمان کی مانند ہر جہت سے محیط، اولٰی باطل ہے بوجوہ۔

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ۔ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۱۷
[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۶

اولاً: آیہ کریمہ "وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ﴿۱۲۶﴾ "[1]۔ (اللہ تعالٰی کی قدرت ہر چیز کو محیط ہے۔ت) کے مخالف ہے۔

ثانیاً: کریمہ "فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ "[2]۔ (تم جدھر پھرو تو وہاں اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔ت) کے خلاف ہے۔

ثالثاً: زمین کروی یعنی گول ہے اور اس کی ہر طرف آبادی ثابت ہوئی ہے اور بحمد اللہ ہر جگہ اسلام پہنچا ہوا ہے نئی پرانی دنیائیں سب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلمے سے گونج رہی ہیں شریعتِ مطہرہ تمام بقاع کو عام ہے۔

"تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ﴿۱﴾ "[3]۔	وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ سب جہانوں کے لیے ڈر سنانے والا ہو۔(ت)

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان احدکم اذا کان فی الصّلٰوۃ فان اللہ تعالٰی قبل وجھہ فلا یتنخّمن احد قبل وجھہ فی الصّلٰوۃ[4]۔	جب تم میں کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کے منہ کے سامنے ہے تو ہرگز کوئی شخص نماز میں سامنے کو کھکار نہ ڈالے۔

اگر اللہ تعالٰی ایک ہی طرف ہے تو ہر پارہ زمین میں نماز پڑھنے والے کے سامنے کیونکر ہو سکتا ہے۔

رابعاً: ان گمراہوں مکان و جہت ماننے والوں کے پیشواؤں ابن تیمیہ وغیرہ نے اللہ تعالٰی کے جہت بالا میں ہونے پر خود ہی یہ دلیل پیش کی ہے کہ تمام جہان کے مسلمان دعا و مناجات کے وقت ہاتھ اپنے سروں کی طرف اٹھاتے ہیں۔پُر ظاہر کہ یہ دلیل ذلیل طبل کلیل کہ ائمہ کرام جس کے پرخچے اُڑا چکے اگر ثابت کرے گی تو اللہ عزوجل کا سب طرف سے محیط ہونا کہ ایک ہی طرف ہوتا تو وہیں کے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵

[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۱

[4] صحیح البخاری کتاب الاذان باب ھل یلتفت لامر ینزل بہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۴

مسلمان سر کی طرف ہاتھ اٹھاتے جہاں وہ سروں کے مقابل ہے باقی اطراف کے مسلمان سروں کی طرف کیونکر اٹھاتے بلکہ سمت مقابل کے رہنے والوں پر لازم ہوتا کہ اپنے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھائیں کہ ان مجسمہ کا معبود اُن کے پاؤوں کی طرف ہے۔ بالجملہ پہلی شق باطل ہے، رہی دوسری اس پر یہ احاطہ عرش کے اندر اندر ہر گز نہ ہوگا ورنہ استواء باطل ہوجائے گا، ان کا معبود عرش کے اوپر نہ ہوگا نیچے قرار پائے گا، لاجرم عرش کے باہر سے احاطہ کرے گا اب عرش ان کے معبود کے پیٹ میں ہوگا تو عرش اس کا مکان کیونکر ہوسکتا ہے بلکہ وہ عرش کا مکان ٹھہرا اور اب عرش پر بیٹھنا بھی باطل ہوگیا، کہ جو چیز اپنے اندر ہو اس پر بیٹھنا نہیں کہہ سکتے کیا تمہیں کہیں گے کہ تم اپنے دل یا جگر یا طحال پر بیٹھے ہوئے ہو، گمراہو، حجۃ اللہ یوں قائم ہوتی ہے۔

ضرب ۹۳: اقول: شرع مطہر نے تمام جہان کے مسلمانوں کو نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم فرمایا، یہی حکم دلیل قطعی ہے کہ اللہ عزوجل جہت و مکان سے پاک و بری ہے، اگر خود حضرت عزت جلالہ کے لیے طرف و جہت ہوتی محض مہمل باطل تھا کہ اصل معبود کی طرف منہ کرکے اس کی خدمت میں کھڑا ہونا اس کی عظمت کے حضور پیٹھ جھکانا اس کے سامنے خاک پر منہ ملنا چھوڑ کر ایک اور مکان کی طرف سجدہ کرنے لگیں حالانکہ معبود دوسرے مکان میں ہے، بادشاہ کا مجرئی اگر بادشاہ کو چھوڑ کر دیوان خانہ کی کسی دیوار کی طرف منہ کرکے آداب مجرا بجالائے اور دیوار ہی کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے تو بے ادب مسخرہ کہلائے گا یا مجنون پاگل۔ ہاں اگر معبود سب طرف سے زمین کو گھیرے ہوتا تو البتہ جہت قبلہ مقرر کرنے کی جہت نکل سکتی کہ جب وہ ہر سمت سے محیط ہے تو اس کی طرف منہ تو ہر حال میں ہوگا ہی، ایک ادب قاعدے کے طور پر ایک سمت خاص بنادی گئی، مگر معبود ایسے گھیرے سے پاک ہے کہ یہ صورت دو ہی طور پر متصور ہے، ایک یہ کہ عرش تا فرش سب جگہیں اس سے بھری ہوں جیسے ہر خلا میں ہوا بھری ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ عرش سے باہر باہر افلاک کی طرح محیط عالم ہو اور بیچ میں خلا جس میں عرش و کرسی، آسمان و زمین و مخلوقات واقع ہیں، اور دونوں صورتیں محال ہیں، پچھلی اس لیے کہ اب وہ صمد نہ رہے گا صمد وہ جس کے لیے جوف نہ ہو، اور اس کا جوف تو اتنا بڑا ہوا معنذا جب خالق عالم آسمان کی شکل پر ہوا تو تمہیں کیا معلوم ہوا کہ وہ یہی آسمان اعلٰی ہو جسے فلک اطلس و فلک الافلاک کہتے ہیں، جب تشبیہ ٹھہری تو اس کے استحالے پر کیا دلیل ہوسکتی ہے اور پہلی صورت اس سے بھی شنیع تر وبدیہی البطلان ہے کہ جب مجسمہ گمراہوں کا وہمی معبود عرش تا فرش ہر مکان کو بھرے ہوئے ہے تو معاذاللہ ہر پاخانے غسل خانے میں ہوگا مردوں کے پیٹ اور عورتوں کے

رحم میں بھی ہوگا، راہ چلنے والے اسی پر پاؤں اور جوتا رکھ کر چلیں گے معہذا اس تقدیر پر تمہیں کیا معلوم کہ وہ یہی ہوا ہو جو ہر جگہ بھری ہے، جب احاطہ جسمانیہ ہر طرح باطل ہوا تو بالضرورۃ ایک ہی کنارے کو ہوگا اور شک نہیں کہ کرہ زمین کے ہر سمت رہنے والے جب نمازوں میں کعبے کو منہ کریں گے تو سب کا منہ اس ایک ہی کنارے کی طرف نہ ہوگا جس میں تم نے خدا کو فرض کیا ہے بلکہ ایک کا منہ ہے تو دوسرے کی پیٹھ ہوگی، تیسرے کا بازو، ایک کا سر ہوگا تو دوسرے کے پاؤں، یہ شریعت مطہرہ کو سخت عیب لگانا ہوگا۔ لاجرم ایمان لانا فرض ہے کہ وہ غنی بے نیاز مکان وجہت وجملہ اعراض سے پاک ہے **وللہ الحمد**۔

ضرب ۹۴: اقول: صحیحین میں ابوہریرہ اور صحیح مسلم میں ابوہریرہ وابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ینزل ربنا کل اللیلۃ الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاٰخر فیقول من یدعونی فاستجیب لہ الحدیث[1]۔	ہمارا رب عزوجل ہر رات تہائی رات رہے اس آسمانِ زیریں تک نزول کرتا اور ارشاد فرماتا ہے، ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔

اور ارصاد صحیحہ متواترہ نے ثابت کیا ہے کہ آسمان وزمین دونوں گول بشکل کُرہ ہیں، آفتاب ہر آن طلوع وغروب میں ہے، جب ایک موضع میں طالع ہوتا ہے تو دوسرے میں غروب ہوتا ہے، آٹھ پہر یہی حالت ہے تو دن اور رات کا ہر حصہ بھی یونہی آٹھ پہر باختلاف مواضع موجود رہے گا اس وقت یہاں تہائی رات رہی تو ایک لحظہ کے بعد دوسری جگہ تہائی رہے گی جو پہلی جگہ سے ایک مقدار خفیف پر مغرب کو ہٹی ہوگی ایک لحظہ بعد تیسری جگہ تہائی رہے گی وعلٰی ہذا القیاس، تو واجب ہے کہ مجسمہ کا معبود جن کے طور پر یہ نزول وغیرہ سب معنی حقیقی پر حمل کرنا لازم، ہمیشہ ہر وقت آٹھوں پہر بارھوں مہینے اسی نیچے کے آسمان پر رہتا ہو، غایت یہ کہ جو جو رات سرکتی جائے خود بھی ان لوگوں کے محاذات میں سرکتا ہو خواہ آسمان پر ایک ہی جگہ بیٹھا آواز دیتا ہو، بہرحال جب ہر وقت اسی آسمان پر براج رہا ہے تو عرش پر بیٹھنے کا کون سا وقت آئے گا اور آسمان پر اترنے کے کیا معنی ہوں گے۔

[1] صحیح البخاری کتاب التہجد باب الدعاء والصلوۃ من آخر اللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۳، صحیح مسلم کتاب صلوۃ المسافرین باب صلوۃ اللیل وعدد رکعات الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۸

بحمد اللہ یہ **بیس ۲۰ دلائل جلائل**، مثبت حق و مبطل باطل ہیں، تین افادہ ائمہ کرام اور سترہ افاضہ مولائے علام کہ بلا مراجعت کتاب ارتجالاً لکھ دیں، چودہ ایک جلسہ واحدہ خفیفہ میں اور باقی تین نماز کے بعد جلسہ ثانیہ میں، اگر کتب کلامیہ کی طرف رجوع کی جائے تو ظاہراً بہت دلائل ان میں ان سے جدا ہوں گے بہت ان میں جدید و تازہ ہوں گے، اور عجب نہیں کہ بعض مشترک بھی ملیں، مگر نہ زیادہ کی فرصت نہ حاجت، نہ اس رسالے میں کتبِ دیگر سے استناد کا قرار داد، لہٰذا اسی پر اقتصار و قناعت، اور توفیقِ الٰہی ساتھ ہو تو انہیں میں کفایت و ہدایت، والحمدللہ رب العلمین۔

اب **رَدِّ جہالاتِ مخالف** لیجئے یعنی وہ جو اس بے علم نے اپنی گمراہی کے زور میں دو حدیثیں پیشِ خویش اپنی مفید جان کر پیش کیں۔

ضرب ۹۵: حدیث صحیح بخاری تو ان علامۃ الدہر صاحب نے بالکل آنکھیں بند کرکے لکھ دی اپنے معبود کا مکانی و جسم ہونا جو ذہن میں جم گیا ہے تو خواہی نخواہی بھی ہر اہی ہر اسو جھتا ہے حدیث کے لفظ یہ ہیں۔

فقال وھو مکانہ یارب خفف عنّا فان امتی لاتستطیع ھٰذا[1]۔	آپ نے اپنی جگہ پر فرمایا۔اے رب! ہم پر تخفیف فرما کیونکہ میری امت میں یہ استطاعت نہیں۔(ت)

یعنی جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور حضور سدرہ سے واپس آئے آسمان ہفتم پر موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے تخفیف چاہنے کے لیے گزارش کی حضور بمشورہ جبریل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم پھر عازمِ سدرہ ہوئے اور اپنے اسی مکان سابق پر پہنچ کر جہاں تک پہلے پہنچے تھے اپنے رب سے عرض کی: الٰہی! ہم سے تخفیف فرمادے کہ میری امت سے اتنی نہ ہوسکیں گی۔

یہاں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مکان ترقی کا ذکر ہے، باؤلے فاضل نے جھٹ ضمیر حضرت عزت کی طرف پھیر دی یعنی حضور نے عرض کی اس حال میں کہ خدا اپنے اسی مکان میں بیٹھا ہوا تھا کہیں چلا نہ گیا تھا۔ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم بصیر صاحب کو اتنی بھی نہ سوجھی کہ وھو مکانہ جملہ حالیہ قال اور اس کے مقولے کے درمیان واقع ہے

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ عزوجل وکلم اللہ موسی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

تو اقرب کو چھوڑ کر بلا دلیل کیونکر گھڑ لیا جائے کہ یہ حال حضور سے نہیں اللہ عزوجل سے ہے جو اس جملے میں مذکور بھی نہیں مگر یہ ہے کہ۔

"وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝" [1]۔	جس کے لیے اللہ تعالٰی نُور نہ بنائے تو اس کے لیے نور نہیں۔ (ت)

ضرب ۹۶: اپنی مستند کتاب الاسماء والصفات کو دیکھ کر اس حدیث کے باب میں کیا کیا فرماتے ہیں یہ حدیث شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے (جنہیں امام یحیٰی بن معین و امام نسائی نے **لیس بالقوی** [2]۔ کہا ویسے قوی نہیں، اور تم غیر مقلدوں کے پیشوا ابن حزم نے اسی حدیث کی وجہ سے واہی و ضعیف بتایا اور حافظ الشان نے تقریب [3]۔ میں **صدوق یخطی** فرمایا۔) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی جس میں جا بجا ثقات حفاظ کی مخالفت کی اس پر کتاب موصوف میں فرماتے ہیں:

وروی حدیث المعراج ابن شہاب الزھری عن انس بن مالك عن ابی ذر وقتادۃ عن انس بن مالك عن مالك بن صعصعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لیس فی حدیث واحد منھما شیئ من ذلک، وقد ذکر شریك بن عبداللہ بن ابی نمر فی روایتہ ھذا ما یستدل بہ علی انہ لم یحفظ الحدیث کما ینبغی لہ۔ [4]	یعنی یہ حدیث معراج امام ابن شہاب زہری نے حضرت انس بن مالک انہوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور قتادہ نے حضرت انس بن مالک انہوں نے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ان روایات میں اصلًا ان الفاظ کا پتہ نہیں اور بیشک شریک نے روایت میں وہ باتیں ذکر کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث جیسی چاہیے انہیں یاد نہ تھی۔

ضرب ۹۷: وجوہ مخالفت بیان کرکے فرمایا:

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] میزان الاعتدال بحوالہ النسائی ترجمہ ۳۶۹۶ شریك بن عبداللہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۶۹

[3] تقریب التہذیب ترجمہ ۲۷۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۱۸

[4] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ ثم دنا فتدلیٰ الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۷

ثم ان هذہ القصة بطولها انما هی حکایة حکاها شریك عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه من تلقاء نفسه، لم یعزها الی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولا رواها عنه ولا اضافها الی قوله وقد خالفه فیما تفرد به منها عبد الله بن مسعود و عائشة و ابو هریرة رضی الله تعالٰی عنهم وهم احفظ و اکبر و اکثر[1]۔	یعنی پھر یہ قصہ حدیث مرفوع نہیں شریک نے صرف حضرت انس کا اپنا قول روایت کیا ہے جسے نہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا نہ حضور کا قول روایت کیا اور ان الفاظ میں ان کی مخالفت فرمائی حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت ام المومنین صدیقہ و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے، اور وہ حفظ میں زائد، عمر میں زائد، عدد میں زائد۔

ضرب ۹۸: پھر امام ابوسلیمٰن خطابی سے نقل فرمایا:

وفی الحدیث لفظة اخری تفرد بها شریك ایضا لم یذکرها غیرہ وهی قوله فقال وهو مکانه والمکان لایضاف الی الله تعالٰی سبحٰنه انما هو مکان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ومقامه الاول الذی اقیم فیه[2]۔	یعنی یہ لفظ مکان بھی صرف شریک نے ذکر کیا اوروں کی روایت میں اس کا پتہ نہیں اور مکان اللہ سبحٰنہ کی طرف منسوب نہیں، اس سے مراد تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مکان اور حضور کا وہ مقام ہے جہاں اس نزول سے پہلے قائم کیے گئے تھے۔

کیوں کچے تو نہ ہوئے ہوگے، مگر توبہ وہابی گمراہ کو حیا کہاں۔

ضرب ۹۹: اقول: مسند امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مسند سیدنا ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ایک بار اس سند سے مروی۔

حدثنا ابوسلمة انا لیث عن یزید بن الهاد عن عمرو بن ابی سعید الخدری[3]۔ دوبارہ یوں:

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیهقی باب ماجاء فی قول الله تعالٰی ثم دنا فتدلی الخ المکتبة الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۷

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیهقی باب ماجاء فی قول الله تعالٰی ثم دنا فتدلی الخ المکتبة الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۷

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید الخدری دار الفکر بیروت ۳/ ۲۹

حدثنا یونس ثنا لیث الحدیث سنداً و متناً[1]۔

ان میں صرف اس قدر ہے کہ رب عزوجل نے فرمایا۔ بعزتی وجلالی[2]۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم۔

ارتفاع مکانی کا اصلاً ذکر نہیں، سہ بارہ اس سند سے روایت فرمائی۔

حدثنا یحیی بن اسحٰق انا ابن لھیعة عن دراج عن ابی الھیثم عن ابی سعید الخدری۔

یہاں سرے سے قسم کا ذکر ہی نہیں صرف اتنا ہے کہ:

قال الرب عزوجل لا ازال اغفر لھم مااستغفرونی[3]۔	رب عزوجل نے فرمایا میں انہیں ہمیشہ بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کریں گے۔

امام اجل حافظ الحدیث عبدالعظیم منذری نے بھی یہ حدیث کتاب الترغیب والترہیب میں بحوالہ مسند امام احمد و مستدرک حاکم ذکر فرمائی انہوں نے بھی صرف اسی قدر نقل کیا کہ بعزتی وجلالی[4] اور امام جلیل جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر و جامع کبیر میں بھی بحوالہ مسند احمد وابی یعلٰی وحاکم ذکر کی ان میں بھی اتنا ہی ہے ارتفاع مکانی کا لفظ کسی میں نہیں، ہاں بیہقی نے کتاب الاسماء میں یہ حدیث اس طریق اخیر ابن لہیعہ سے روایت کی۔

حیث قال اخبرنا علی بن احمد بن عبدان انا احمد بن عبید ثنا جعفر بن محمد ثنا قتیبة ثنا ابن لھیعة عن دراج عن ابی الھیثم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنه[5]۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید خدری دار الفکر بیروت ۳/ ۴۱

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید خدری دار الفکر بیروت ۳/ ۲۹و۴۱

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید خدری دار الفکر بیروت ۳/ ۷۱

[4] الترغیب والترہیب کتاب الذکر والدعاء الترغیب فی الاستغفار مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۶۸

[5] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی اثبات العزة المکتبة الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۲۲۱

یہاں وہ لفظ (ارتفاع مکانی ف) ہے اس سند میں اول تو ابن لہیعہ موجود اُن میں محدثین کا جو کلام ہے معلوم و معہود جب باب احکام میں اُن کی حدیث پر ائمہ کو وہ نزاعیں ہیں تو باب صفات تواشد الابواب ہے۔

ضرب ۱۰۰: اقول: وہ مدلس ہیں کمافی فتح المغیث (جیسا کہ فتح المغیث میں ہے، ت) اور مدلس کا عنعنہ محدثین قبول نہیں کرتے۔

ضرب ۱۰۱: اقول: وہ درّاج سے راوی ہیں اور دراج ابوالہیثم سے، میزان الاعتدال میں دراج کی توثیق صرف یحیٰی سے نقل کی، اور امام احمد نے ان کی تضعیف فرمائی اور اُن کی حدیثوں کو منکر کہا۔ امام فضلک رازی نے کہا وہ ثقہ نہیں، امام نسائی نے فرمایا: منکر الحدیث ہیں، امام ابوحاتم نے کہا ضعیف ہیں ابن عدی نے اُن کی حدیثیں روایت کرکے کہہ دیا۔ اور حفاظ ان کی موافقت نہیں کرتے۔ امام دارقطنی نے کہا: ضعیف ہیں، اور ایک بار فرمایا: متروک ہیں، یہ سب اقوال میزان الاعتدال میں ہیں[1]۔ بالآخران کے باب میں قولِ منقح یہ ٹھہرا جو حافظ الشان نے تقریب میں لکھا کہ:

صدوق فی حدیثہ عن ابی الھیثم ضعیف[2]۔	آدمی فی نفسہ سچے ہیں مگر ابوالہیثم سے ان کی روایت ضعیف ہے۔

اور یہاں یہ روایت ابوالہیثم ہی سے ہے تو حدیث کا ضعف ثابت ہوگیا، بڑے محدث جی، اسی برتے پر احادیث صحیحہ کہا تھا۔

ضرب ۱۰۲: یہ سات ضربیں ان خاص خاص حدیثوں کے متعلق آپ کے دم پر تھیں۔ اب عام لیجئے کہ یہ حدیث اور اس جیسی اور جولاؤ سب میں منہ کی کھاؤ مکان و منزل و مقام بمعنی عـــہ مکانت و منزلت

عـــہ: ولہٰذا مرقات میں اسی حدیث کے نیچے لکھا۔ وارتفاع مکانی ای مکانتی[3]۔ ۱۲ منہ

ف: اسی مقام پر تحقیق والے نے بھی مکان سے مراد مکانۃ لیا ہے، المراد ھنا ارتفاع المکانۃ لیس المکان لان اللہ موجود بلامکان ودلیلہ حدیث اھل الیمن۔ نذیر احمد سعیدی

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۶۶۷ دراج ابوالسمح المصری دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۵، ۲۴

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۱۸۲۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۸۴

[3] مرقات المفاتیح باب الاستغفار والتوبہ فصل ثانی، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵/ ۱۷۵

ومرتبہ ایسے شائع الاستعمال نہیں کہ کسی ادنٰی ذی علم پر مخفی رہیں مگر جاہل بے خرد کا کیا علاج۔

ضرب ۱۰۳: اقول: ممکن کہ مکان مصدر میمی ہو تو اس کا حاصل کون ووجود وارتفاع واعتلائے وجود الٰہی ہوگا۔

ضرب ۱۰۴: اضافت تشریفی بھی کبھی کسی ذی علم سے سُنی ہے، کعبہ کو فرمایا: بیتی میرا گھر جبریل امین کو فرمایا: روحنا ہماری رُوح، ناقہ صالح کو فرمایا: ناقۃ اللہ اللہ کی اونٹنی اب کہہ دینا کہ اللہ کا بڑا شیش محل تو اوپر ہے اور ایک چھوٹی سی کوٹھری رات کو سونے کی مکے میں بنا رکھی ہے اور تیرا معبود کوئی جاندار بھی ہے اونچی سی اونٹنی پر سوار بھی ہے۔

بیحیا باش وانچہ خواہی گوئے

(بے حیا ہو جا اور جو چاہے کہہ ت)

وہی تیری جان کے دشمن امام بیہقی جن کی کتاب الاسماء کا نام تو نے ہمیشہ کے لیے اپنی جان کو آفت لگا دینے کے واسطے لے دیا اُسی کتاب الاسماء میں بعد عبارت مذکورہ سابق فرماتے ہیں:

قال ابوسلیمٰن وھٰھنا لفظۃ اخری فی قصۃ الشفاعۃ رواھا قتادۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیأتونی یعنی اھل المحشر یسأ لونی للشفاعۃ فاستأذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ ای فی دارہ التی دوّرھا لاولیائہ وھی الجنۃ کقولہ عزوجل لھم دارالسلام عند ربھم وکقولہ تعالٰی واللہ یدعوالٰی دارالسلٰم وکما یقال بیت اللہ و حرم اللہ. یریدون البیت الذی جعل اللہ مثابۃ	ابوسلیمان نے فرمایا کہ یہاں شفاعت کے واقعہ میں ایک دوسرا لفظ ہے جس کو حضرت قتادہ نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور انہوں نے نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا: تو میرے پاس اہلِ محشر آئیں گے شفاعت کی درخواست کریں گے، تو میں اللہ تعالٰی سے اجازت طلب کروں گا اس کے گھر میں تو مجھے اجازتِ شفاعت ہوگی، فی دارہ سے مراد وہ دار ہے جس کو اللہ تعالٰی نے اپنے اولیاء کے لیے دار بنایا اور وہ جنت ہے، جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے اور اللہ تعالٰی دارالسلام کی طرف دعوت دیتا ہے۔ (جنت کو اللہ تعالٰی کا دار کہنا) ایسے ہی ہے جیسے بیت اللہ اور حرم اللہ کہا جاتا ہے اور یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ بیت جس کو

للناس، والحرم الذی جعله امنا ومثله روح الله علی سبیل التفضیل له علی سائر الارواح، وانما ذٰلك فی ترتیب الکلام کقوله جل وعلا (ای حکایة عن فرعون) ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون فاضاف الرسول الیهم وانما هو رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ارسل الیهم اھ باختصار[1]۔	اللہ تعالٰی نے لوگوں کے لیے مرجع بنایا اور وہ حرم جس کو اللہ تعالٰی نے لوگوں کے لیے جائے امن بنایا، اس طرح روح اللہ کہا گیا کہ جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو باقی روحوں پر فضیلت دی اور یہ صرف کلامی ترتیب ہے جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد فرعون سے حکایت کرتے ہوئے ہے کہ اس نے کہا: بنی اسرائیل! تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا وہ مجنون ہے، تو یہاں رسول کی اضافت بنی اسرائیل کی طرف کی حالانکہ وہ صرف اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جس کو اللہ تعالٰی نے ان کی طرف بھیجا ہے، اھ اختصارًا (ت)

ضرب ۱۰۵: کہ حدیث اول سے بھی جواب آخر ہے یہ دونوں حدیثیں بھی فرض کرلیں اور مکان اُسی تیرے گمان ہی کے معنی پر رکھیں اور اس کی نسبت جانب حضرت عزت بھی تیرے ہی حسب دلخواہ قرار دیں تو غایت یہ کہ دو حدیث آحاد میں لفظ مکان وارد ہوا اس قدر کیا قابل استناد ولائق اعتماد کہ ایسے مسائلِ ذات و صفاتِ الٰہی میں احادیث اصلاً قابل قبول نہیں وہی تیرے دشمن مستند، امام بیہقی اُسی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں:

ترك اهل النظر اصحابنا الاحتجاج باخبار الآحاد فی صفات الله تعالٰی اذا لم یکن لما انفرد منها اصل فی الکتاب او الاجماع واشتغلوا بتاویله[2]۔	ہمارے ائمہ متکلمین اہلسنت وجماعت نے مسائل صفاتِ الٰہیہ میں اخبار آحاد سے سند لانی قبول نہ کی جب کہ وہ بات کہ تنہا ان میں آئی اس کی اصل قرآن عظیم یا باجماع امت سے ثابت نہ ہوا اور ایسی حدیثوں کی تاویل میں مشغول ہوئے۔

اُسی میں امام خطابی سے نقل فرمایا:

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی قول الله تعالٰی ثم دنا فتدلّٰی الخ المکتبة الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۸۸ و ۱۸۹

[2] کتاب الاسماء والصفات باب ماذکر فی القدم والرجل ثم دنا فتدلّٰی الخ المکتبة الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۹۲

الاصل فی ھذا وما اشبھہ فی اثبات الصفات، انہ لا یجوز ذٰلك الا ان یکون بکتاب ناطق او خبر مقطوع بصحتہ فان لم یکونا فیما یثبت من اخبار الاحادیث المستندۃ الٰی اصل فی الکتاب اوفی السنۃ المقطوع بصحتھا او بموافقۃ معانیھا و ماکان بخلاف ذٰلك فالتوقف عن اطلاق الاسم بہ ھوالواجب ویتأول حینئذ علی مایلیق بمعانی الاصول المتفق علیھا من اقاویل اھل الدین والعلم مع نفی التشبیہ فیہ، ھذا ھوالاصل الذی یبنی علیہ الکلام والمعتمدۃ فی ھذا الباب۔[1]	اس میں اور اس قسم کی صفات کے اثبات میں قاعدہ یہ ہے کہ یہ اثبات صرف کتاب اللہ یا قطعی حدیث سے ہو، اگر ان دونوں سے نہ ہو پھر اس کا ثبوت ان احادیث سے ہو جو کتاب اللہ اور قطعی صحیح حدیث سے مستند کسی ضابطہ کے مطابق اور ان کے معانی کے موافق ہو، اور جو ان کے مخالف ہو تو پھر اس صفت کے اسم کے اطلاق پر ہی اکتفا کیا جانا ضروری ہوگا اور اس کی مراد کے لیے ایسی تاویل کی جائے گی جو اہلِ دین اور اہل علم کے متفقہ اقوال کے معانی کے موافق ہو، اور ضروری ہے کہ اس صفات میں کوئی تشبیہ کا پہلو نہ ہو، یہی وہ قاعدہ ہے جس پر کلام کو مبنی کیا جائے اور اس باب میں یہی قابل اعتماد قاعدہ ہے۔ (ت)

ضرب ۱۰۶: اقول: تیری سب جہالتوں سے قطع نظر کی جائے تو ذرا اپنے دعوے کو سوچ کہ احادیث صریحہ صحیحہ سے عرش کا مکانِ الٰہی ہونا ثابت ہے، صریح ہونا بالائے طاق ان احادیث سے اگر بفرض باطل ثابت ہوگا تو یہ تیرے معبود کے لیے تیرے زعم میں مکان ہے اس سے یہ کیونکر نکلا کہ وہ مکان عرش ہی ہے، خود اپنا دعوٰی سمجھنے کی لیاقت نہیں اور چلے صفاتِ الٰہیہ میں کلام کرنے۔

ضرب ۱۰۷: اقول: بلکہ حدیث اول میں تو سدرۃ المنتہٰی کا ذکر ہے کہ:

ثم علا بہ فوق ذٰلك بما لا یعلمہ الا اللہ حتی جاء سدرۃ المنتھٰی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین اوادنی فاوحٰی الیہ فیما اوحی خمسین	پھر آپ اس سے اوپر گئے جہاں کا صرف اللہ تعالٰی کو ہی علم ہے حتی کہ آپ سدرۃ المنتہٰی پر آئے اور رب العزت کا قرب پایا پھر اور قرب پایا حتی کہ دو کمانوں کے فاصلہ پر ہوئے یا اس سے بھی زیادہ قرب پایا، تواللہ تعالٰی نے ان کی طرف وحی

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماذکر فی الاصابع المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۷۰

صلوۃ الحدیث[1]۔	فرمائی جو فرمائی اس وحی میں پچاس نمازیں بھی ہیں۔ الحدیث (ت)

تو اگر تیرے زعمِ باطل کے طور پر اطلاق مکان ثابت ہوگا تو سدرہ پر نہ عرش پر، انہیں کو احادیث صریحہ کہا تھا۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

چوتھا تپانچہ

یہ ادعا کہ استواء علی العرش کے معنی بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا مطابق سنت ہیں۔

ضرب ۱۰۸: اقول: تم وہابیہ کے دھرم میں تشریع کا منصب تین قرن تک جاری رہا تھا، اور اس کے بعد عمومات و اطلاقاتِ شرعیہ کا دروازہ بھی بند ہوگیا، تو نے اسی تحریر میں لکھا ہے۔ جو بات امورِ دین میں بعد قرون ثلثہ کے ایجاد ہوئی بالاتفاق بدعت ہے **وکل بدعۃ ضلالۃ** (اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ت)

اب ذرا تھوڑی دیر کو مرد بن کر استواء علی العرش کے ان تینوں معنی کا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین کے ائمہ سنت سے باسانید صحیحہ معتمدہ ثبوت دیجئے ورنہ خود اپنی بدعتی گمراہ بددین فی النار ہونے کا اقرار کیجئے تیرہ صدی کے دو ایک ہندیوں کا لکھ دینا سنت نہ ثابت کرسکے گا۔

ضرب ۱۰۹: اقول: تُو نے اسی تحریر میں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے انکار میں لکھا: کسی صحیح حدیث قولی و فعلی و تقریری سے ثابت نہیں، کہے کی شرم اور غیر مقلدی کی لاج ہے تو ان تینوں معنی کا ثبوت بھی کسی حدیث صحیح سے دو ورنہ اپنے لکھے کو سر پر ہاتھ رکھ کر روؤ۔

ضرب ۱۱۰: اقول: یہ تو الزامی ضربیں تھیں اور تحقیقًا بھی قرآن عظیم کے معنی اپنی رائے سے کہنا سخت شنیع و ممنوع ہے تو ایسے معنی کا سلف صالح سے ثابت دینا ضرور اور قول بے ثبوت مردود و مہجور۔

ضرب ۱۱۱: ہر عاقل سمجھتا ہے کہ مولٰی سبحٰنہ و تعالٰی نے استواء کو اپنی مدح و ثناء میں ذکر فرمایا ہے۔ معاذ اللہ بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے میں اس کی کیا تعریف نکلتی ہے کہ ان سے اپنی مدح فرماتا اور مدح بھی ایسی کہ بار بار بتکرار سات سورتوں میں اس کا بیان لاتا تو ان معانی پر استواء کو لینا مدح و تعریف میں قدح و تحریف میں کردینا ہے لاجرم بالیقین یہ ناقص و بے معنی معانی ہرگز مراد رب العزۃ نہیں۔

ضرب ۱۱۲: اوپر معلوم ہوچکا کہ آیاتِ متشابہات میں اہل سنت کے صرف دو۲ طریق ہیں:

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

اوّل: تفویض کہ کچھ معنی نہ کہے جائیں، اس طریق پر اصلاً [عہ] ترجمے کی اجازت ہی نہیں کہ جب معنی ہم

عہ: **فائدہ جلیلہ:** امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی کتاب الجام العوام میں فرماتے ہیں:

یجب علی من سمع اٰیات الصفات واحادیثها من العوام و النحوی و المحدث والمفسر والفقیه ان ینزه الله سبحنه من الجسمیة وتوابعها من الصورة والمکان والجهة فیقطع بان معناه التحقیق اللغوی غیرمراد لانه فی حق الله تعالٰی محال وان لهذا معنی یلیق بجلاله تعالٰی وان لا یتصرف فی الالفاظ الواردة لابالتفسیر ای تبدیل اللفظ بلفظ آخر عربی اوغیره لان جواز التبدیل فرع معرفة المعنی المراد ولا بالاشتقاق من الوارد کان یقول مستوٍ اخذا من استوی ولا بالقیاس کان یطلق لفظة الساعد والکف قیاسا علی ورود الید وان یکف باطنه عن التفکر فی هذه الامور فان حدثته نفسه بذلك تشاغل بالصلوة و الذکر وقراءة القرآن فان لم یقدر علی الدوام علی ذلك تشاغل بشیئ من العلوم فان لم یمکنه فبحرفة او صناعة فان لم یقدر فبلعب ولهو فان ذلك خیر من الخوض فی هذا البحر

یعنی جو شخص عامی یا نحوی یا محدث یا مفسر یا فقیہ اس قسم کی آیات و احادیث سنے اس پر فرض ہے کہ جسمیت اور اس کے توابع مثل صورت و مکان و جہت سے اللہ تعالٰی کی تنزیہ کرے۔ یقین جانے کہ ان کے حقیقی لغوی معنی مراد نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے حق میں محال ہیں اور جانے کہ ان کے کچھ معنی ہیں جو اللہ سبحنہ کے جلال کے لائق ہیں اور جو لفظ وارد ہوئے ان میں اصلاً تصرف نہ کرے، نہ کسی دوسرے لفظ عرب سے بدلے، نہ کسی اور زبان میں ترجمہ کرے کہ تبدیل و ترجمہ توجب جائز ہو کہ پہلے معنی مراد ہولیں، نہ لفظ وارد سے کوئی مشتق نکال کر اطلاع کرے جیسے استوی آیا ہے مستوی نہ کہے نہ لفظ وارد پر قیاس کرے ید آیا ہے اس کے قیاس سے ساعد و کف نہ بولے اور فرض ہے کہ اپنے دل کو بھی اس میں فکر سے روکے اگر دل میں اس کا خطرہ آئے تو فوراً نماز و ذکر و تلاوت میں مشغول ہو جائے، اگر ان عبادات پر دوام نہ ہوسکے تو کسی علم میں مشغول ہو کر دھیان بٹادے۔ یہ بھی نہ ہوسکے تو کسی حرفت یا صنعت میں یہ بھی نہ جانے تو کھیل کود میں کہ متشابہات میں فکر کرنے سے کھیل کود ہی بھلا ہے بلکہ اگر گناہوں میں مشغول ہو تو اس (باقی اگلے صفحہ پر)

جانتے ہی نہیں ترجمہ کیا کریں، امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر میں منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے، کتاب الاسماء سے گزرا کہ ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم استواء کے کچھ معنی نہ کہتے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے۔

امام سفین کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہئے، کسی کو جائز نہیں کہ عربی یا فارسی کسی زبان میں اس کے معنی کہے۔

سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ ان کے معنی نہ کہنا ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول، اور اسی پر سلف صالح کا اجماع ہے۔

طریق دوم: کہ متاخرین نے بضرورت اختیار کیا اس کا یہ منشا تھا کہ وہ معنی نہ رہیں جن سے اللہ عزوجل کا خلق سے مشابہ ہونا متوہم ہو بلکہ اس کے جلال و قدوسیت کے معنی پیدا ہو جائیں۔ بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا تو خاص اجسام کے کام اور باری عزوجل کے حق میں صریح عیب ہیں تو تم نے تاویل خاک کی بلکہ اور وہم کی جڑ جمادی۔

بالجملہ یہ تینوں معانی دونوں طریقہ اہلسنت سے دور و مہجور ہیں ان کو مطابق سنت کہنا نام زنگی کافور رکھنا ہے اب آپ ملاحظہ ہی کریں گے کہ ائمہ اہلسنت نے ان معانی کو کیسا کیسا رد فرمایا ہے دو ایک ہندیوں کے قدم نے اگر لغزش کی اور خیال نہ رہا کہ ان لفظوں سے ترجمہ ہرگز صحیح نہیں تو ان کا لکھنا ائمہ سلف و خلف کے اجماع کو رد نہیں کر سکتا، نہ وہ مسلک اہلسنت قرار پا سکتا ہے مگر وہابیوں بلکہ سب گمراہوں کی ہمیشہ یہی حالت رہی ہے کہ ڈوبتا سوار پکڑتا ہے جہاں کسی کا کوئی لفظ شاذ مہجور پکڑ لیا خوش ہو گئے اور اس کے مقابل تصریحات قاہرہ سلف و خلف بلکہ ارشادات صریحہ قرآن و حدیث کو

بل لواشتغل لملاھی البدنیۃ کان اسلم من الخوض فی ھذا البحر البعید غورہ بل لو اشتغل بالمعاصی البدنیۃ کان اسلم فان ذلک غایتہ لفسق وھذا عاقبتہ الشرک اھ مختصرًا[1]۔	سے بہتر ہے کہ اُن کی نہایت فسق ہے اور اس کا انجام کفر، والعیاذ باللہ تعالٰی ۱۲ منہ۔

[1] الجام العوام

بالائے طاق رکھ دیا مگر اہل حق بحمد اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ شاہراہ ہدایت اتباع جمہور ہے جس سے سہواً خطا ہوئی اگرچہ معذور ہے مگر اس کا وہ قول متروک ومہجور ہے، وہ جانتے ہیں کہ لکل جواد کبوۃ لکل صارم نبوۃ ولکل عالم ھفوۃ ہر تیز گھوڑا کبھی ٹھوکر کھالیتا ہے اور ہر تیغ براں کبھی کر جاتی ہے اور ہر عالم سے کبھی کوئی لغزش وقوع پاتی ہے۔ وباللہ العصمۃ۔

ضرب ۱۱۳: اب اپنے مستندات سے ان معانی کارد سُنتے جایئے جنہیں آپ نے براہ جہالت مطابق سنت بلکہ سنت کو انہیں میں منحصر بتایا۔ مدارک شریف سے گزرا:

الاستواء بمعنی الجلوس لایجوز علی اللہ تعالٰی[1]۔	استواء بیٹھنے کے معنی پر اللہ تعالیٰ عزوجل کے حق میں محال ہے۔

ضرب ۱۱۴: کتاب الاسماء سے گزرا:

متعال عن ان یجوز علیہ اتخاذ السریر للجلوس[2]۔	اللہ تعالیٰ عزوجل اس سے پاک وبرتر ہے کہ بیٹھنے کے لیے تخت بنائے۔

ضرب ۱۱۵: اسی میں امام ابوالحسن طبری وغیرہ ائمہ متکلمین سے گزرا استواء کے یہ معنی نہیں کہ مولیٰ تعالیٰ عرش پر بیٹھا یا کھڑا ہے، یہ جسم کی صفات ہیں اور اللہ عزوجل ان سے پاک۔

ضرب ۱۱۶: اُسی میں فرا نحوی سے یہ حکایت کرکے کہ استواء بمعنی اقبال ہے، اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چڑھنے سے تفسیر کی، فرمایا:

استوی بمعنی اقبل صحیح لان الاقبال ھو القصد والقصد ھو الارادۃ وذٰلك جائز فی صفات اللہ تعالٰی، اما ماحکی عن ابن عباس	یعنی استوا بمعنی اقبال صحیح کہ اقبال قصد ہے اور قصد ارادہ ہے، یہ تو اللہ سبحنہ کی صفات میں جائز ہے، مگر وہ جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حکایت کی کہ استواء چڑھنے ؏ کے معنی

؏: امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں فرمایا: رد بانہ تعالٰی منزہ عن الصعود ایضًا[3]۔ یہ معنی یوں مردود ہوئے کہ اللہ تعالیٰ چڑھنے سے پاک ہے ۱۲منہ۔

---

[1] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۳/ ۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۴۶

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر اسماء التی تتبع المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۷۱، ۷۲

[3] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثالث والاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۰۵

رضی اللہ تعالٰی عنہما فانما اخذہ عن تفسیر الکلبی و الکلبی ضعیف والروایۃ عنہ فی موضع اٰخر عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما استوٰی یعنی صعد امرہ اھ ملخصًا[1]۔	پر ہے فراء نے کلبی کی تفسیر سے اخذ کیا اور کلبی ضعیف ہے اور خود ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کلبی نے دوسری جگہ یوں روایت کی کہ استواء کے معنی حکمِ الٰہی کا چڑھنا ہے۔

ضرب ۱۱۷: اُسی میں فرمایا:

عن محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فی قولہ تعالٰی ثم استوی علی العرش یقول استقر علی العرش، ھذہ الروایۃ منکرۃ وقد قال فی موضع اٰخر بھٰذا الاسناد استوی علی العرش یقول استقر امرہ علی السریر ورد الاستقرار الی الامر، وابوصالح ھذا والکلبی و محمد بن مروان کلھم متروك عند اھل العلم بالحدیث لایحتجون بشیئ من روایاتھم لکثرۃ المناکیر فیھا وظھور الکذب منھم فی روایاتھم، اخبرنا ابو سعید المالینی (فذکر باسنادہ) عن حبیب بن ابی ثابت قال کنا نسمیہ دروغ زن یعنی ابا صالح مولی ام ھانی، واخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ (فاسند) عن سفٰین قال قال الکلبی قال لی ابو صالح	یعنی محمد بن مروان نے کلبی سے اس نے ابوصالح سے اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ اللہ تعالٰی کے قول ثم استوی علی العرش میں عرش پر استوا کے معنی ٹھہرنا ہے یہ روایت منکر ہے، اور خود کلبی نے اسی سند سے دوسری جگہ یوں روایت کی کہ عرش پر استوا کے معنی حکم الٰہی کا ٹھہرنا ہے یہاں ٹھہرنے کو حکم کی طرف پھیرا اور یہ ابوصالح اور کلبی اور محمد بن مروان سب کے سب علمائے محدثین کے نزدیک متروک ہیں ان کی کوئی روایت حجت لانے کے قابل نہیں کہ ان کی روایتوں میں منکرات بکثرت ہیں اور ان میں ان کا جھوٹ بولنا آشکارا ہے، حبیب بن ابی ثابت نے فرمایا ہم نے اس ابوصالح کا نام ہی دروغ زن رکھ دیا تھا امام سفیان نے فرمایا خود کلبی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوصالح نے مجھ سے کہا جتنی حدیثیں میں نے تجھ سے بیان کی ہیں سب جھوٹ ہیں نیز کلبی نے کہا

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب الرحمن علی العرش استوی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۴ و ۱۵۵

کل ما حدثك کذب، واخبرنا المالینی (بسندہ) عن الکلبی قال قال لی ابو صالح انظر کل شیئ رویت عنی عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما فلا تروہ، اخبرنا ابو سهل احمد بن محمد المزکی ثنا ابوالحسین محمد بن حامد العطار اخبرنی ابو عبدالله الرواسانی قال سمعت محمد بن اسمعیل البخاری یقول محمد بن مروان الکوفی صاحب الکلبی سکتوا عنه لایکتب حدیثه البتّة اھ مختصرًا[1]۔	مجھ سے ابو صالح نے کہا دیکھو جو کچھ تو نے میرے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی الله تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے اس میں سے کچھ روایت نہ کرنا، امام بخاری فرماتے ہیں کلبی کے شاگرد محمد بن مروان کوفی سے ائمہ حدیث نے سکوت کیا ہے، یعنی اس کی روایات متروک کردیں اس کی حدیث کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے۔

ضرب ۱۱۸: پھر فرمایا:

وکیف یجوزان یکون مثل هٰذہ الاقاویل صحیحة عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ثم لایرویها ولایعرفها احد من اصحابه الثقات الاثبات مع شدة الحاجة الی معرفتها، وما تفردبه الکلبی وامثاله یوجب الحد والحد یوجب الحدث لحاجة الحد الٰی حادخصه به والباری تعالٰی قدیم لم یزل[2]۔	بھلا کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسی باتیں ابن عباس رضی الله تعالٰی عنہما سے صحیح ہوں پھر ان کے ثقہ شاگرد محکم فہم و حفظ والے نہ اُنہیں روایت کریں نہ ان سے آگاہ ہوں حالانکہ ان کے جاننے کی کیسی ضرورت ہے اور جو کچھ کلبی اور اس کی حالت کے اور لوگ تنہا روایت کر رہے ہیں اس سے تو الله عزوجل کا محدود ہونا لازم آتا ہے اور محدود ہونا حادث ہونے کو واجب کرتا ہے کہ حد کے لیے کوئی ایسا درکار ہے جو خاص اس حد معین سے اس محدود کو مخصوص کرے اور الله عزوجل تو قدیم ہے ہمیشہ سے ہے۔

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب الرحمن علی العرش استوی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۲۵۵ تا ۲۵۷

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب الرحمن علی العرش استوی المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۲/ ۱۵۷

ضرب ۱۱۹: اُسی میں ہے:

ان اللہ تعالٰی لامکان لہ ولا مرکب و ان الحرکۃ و السکون والانتقال والاستقرار من صفات الاجسام واللہ تعالٰی احد صمد لیس کمثلہ شیئ[1]۔ اھ باختصار	بے شک اللہ تعالٰی کے لیے نہ مکان ہے نہ کوئی چیز ایسی جس پر سوار ہو اور بے شک حرکت اور سکون اور ہٹنا اور ٹھہرنا یہ جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالٰی احد صمد ہے کوئی چیز اس سے مشابہت نہیں رکھتی اھ باختصار۔

ضرب ۱۲۰: مدارک شریف میں فرمایا:

تفسیر العرش بالسریر والاستواء بالاستقرار کما تقولہ المشبھۃ باطل[2]۔	عرش کے معنی تخت اور استواء کے معنی ٹھہرنا کہنا جس طرح فرقہ مجسمہ کہتا ہے باطل ہے۔

دیکھا تو نے حق کیسا واضح ہوا، وللہ الحمد۔

پانچواں تپانچہ

اقول: یہ تو اوپر واضح ہو لیا کہ یہ مدعی خود ہی دعوے پر نہ جما اور جن صفات سے کلامِ شارع ساکت نہیں ان سے سکوت درکنار، ان کا صاف انکار کر گیا مگر یہاں یہ کہنا ہے کہ اس مدعی بے باک کے نزدیک تسلیم وعدم سکوت کا وہ مطلب ہر گز نہیں جو اہلسنت کے نزدیک ہے یعنی کچھ معنی نہ کہنا صرف اجمالًا اتنی بات پر ایمان لے آنا کہ جو کچھ مراد الٰہی ہے حق ہے یا تاویل کرکے صاف و پاک معنی کی طرف ڈھال دینا جن میں مشابہت مخلوق و جسمیت و مکان وجہت کی بو اصلًا نہ پیدا ہو۔ اس مسلک پر ایمان لاتا تو استواء کے معنی بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا نہ بتاتا ان کے علاوہ اور معانی کو کہ ائمہ اہلسنت نے ذکر فرمائے بدعت وضلالت نہ بتاتا لاجرم اس کا مسلک وہی مسلک مجسمہ ہے کہ جو کچھ وارد ہوا وہ اپنے حقیقی لغوی معنی مفہوم و متبادر پر محمول ٹھہرا کر مانا جائے گا۔ شروع سے اب تک جو لکھا گیا وہ اسی ضلالت ملعونہ کے رَد میں تھا اتنا اور اس کے کان میں ڈال دوں شاید خدا سمجھ دے اور ہدایت کرے کہ اے بے خرد! یہ ناپاک مسلک جو استوا میں خصوصًا اور باقی متشابہات میں مطلقًا تیرا ہے۔ (کھلی گمراہی کا نجس رستہ ہے) اس طریقہ پر تیرا معبود جسے تو اپنے

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ الخ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ۲/ ۱۹۴

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیۃ ۷/ ۵۴ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۵۶

ذہن میں ایک صورت تراش کر معبود سمجھ لیا ہے اگر بت خانہ چین کی ایک مورت ہو کر نہ رہ جائے تو میرا ذمہ۔

ضرب ۱۲۱ تا ۱۸۲: جانتا ہے وہ تیرا وہمی معبود کیسا ہے۔

له وجه کوجه الانسان فیه عینان تنظران ولکن من سخط علیه لاینظر الیه ثم العجب ان وجهه الی کل جهة واعظم عجباً انه مع ذلك یصرفه عمن یغضب علیه فلیت شعری کیف یصرف عن جهة ماهو الیٰ کل وجهة بل المصلی مادام یصلی یقبل علیه بوجهه فاذا انصرف صرف له صوت فلتکن حنجرة ونفس ایضاً بل قد وجد من قبل الیمن له اذنان یأذن لمن یرضی علیه جعد ذو وفرة الیٰ شحمة اذنیه اما اللحیة فلم توجد بل شاب امرد له یدان کالانسان فیهما یمین و شمال وساعد وکف واصابع مبسوطتان الیٰ بعید و ربما قبض و قد یحثوله جنب وضحکه یخبر عن فم یغفر واسنان تکشرله حقو تعلقت به الرحم و رجلان وساق قد جلس علی السریر مدلیاً قدمیه و اضعهما علیٰ کرسی وربما استلقی	اس کا انسان جیسا چہرہ، اس میں دو آنکھیں دیکھتی ہیں لیکن جس پر وہ ناراض ہو اس کی طرف نہیں دیکھتا پھر عجب ہے کہ اس کا چہرہ ہر طرف ہے اس سے بڑھ کر عجیب یہ کہ اس کے باوجود جس سے ناراض ہو اس سے چہرہ پھیر لے، کاش سمجھ ہوتی، جو ہر طرف ہو وہ کس طرح دوسری طرف پھر جائے، بلکہ جب تک نمازی نماز میں ہے تو وہ اپنے چہرہ کو نمازی کی طرف کرتا ہے اور جب وہ نمازی فارغ ہو جاتا ہے تو وہ بھی پھر جاتا ہے، اس کی آواز ہے تو آہٹ اور سانس بھی ہوگا، بلکہ یمن کی طرف سے پایا جاتا ہے، اس کے دو کان ہیں جس سے راضی ہو اس پر کان لگاتا ہے قد آور ہے اس کے سر کے بال دونوں کانوں سے نیچے تک بڑھے ہوئے ہیں، لیکن داڑھی نہیں بلکہ نوجوان بے داڑھی ہے، انسان کی طرح اس کے دو۲ ہاتھ ہیں انمیں ایک دایاں دوسرا بایاں ہے، اس کا بازو اور ہتھیلی اور انگلیاں ہیں، دور تک اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے، کبھی ہاتھوں کو بند کرتا ہے اور کبھی کھول کر پھرتا ہے، اس کا پہلو ہے، ہنستا ہے، اپنے منہ سے خبر بتاتا ہے، اس کے دانت ہیں جو چباتے ہیں، اس کا زیر جامہ ہے جس سے رحم لٹکتا ہے، دو۲ پاؤں ہیں، پنڈلی ہے، تخت پر بیٹھ کر دونوں پاؤں کو لٹکاتا ہے اور ان دونوں کو کرسی پر رکھتا ہے اور کبھی چت لیٹ کر

واضعا احدی رجلیه علی الاخری فلا بد من ظهر وقفا ویستانس للصدر ایضا فمن نور صدره خلقت الملٰئکة قد ماه فی کل مسجد علیهما یسجد الساجدون وبقیة الاعضاء لم تفصل الاخبر اعم واشمل انه علٰی صورة الانسان اذخلق ادم علٰی صورة الرحمن یصعد وینزل ویمشی ویهرول وقد یاتی الارض و کانت اُخر وطأته بموضع وج ثم یجیئ یوم القیمة فیطوف الارض مکتسٍ ثیابا ازارا و رداء یستر المؤمن بکتفه رداؤه علٰی وجه فی جنة عدن له ظل ظلیل یصیب به من یشاء ویصرف عنه من یشاء یاتی یوم القیام فی ظلل من الغمام یتعجب ویستحیی و یمل ویتردد و یستهزئ وقد یتقذر نفسه شیئا تحمله وعرشه اربعة املاك اثنان تحت رجله الیمنی و اثنان تحت رجله الیسری تقبل شدید الوزر ویأط منه العرش اطیط الرجل الجدید من ثقل الراکب الشدید ربما لبس حلة خضراء ونعلین من ذهب وجلس علٰی کرسی ذهب تحته فراش من ذهب ودونه ستر من	ایک ٹانگ کو دوسری پر رکھتا ہے لہٰذا اس کی پیٹھ اور گدی ہوگی، اور چھاتی سے مانوس کرتا ہے، اس کی چھاتی کے نور سے فرشتے پیدا ہوئے، اس کے قدم ہر مسجد میں ہیں تاکہ سجدہ کرنے والا ان قدموں پر سجدہ کرے، اور باقی اعضاء جن کی تفصیل نہیں صرف یہ خبر عام واشمل ہے کہ وہ انسانی صورت پر ہے کیونکہ اس نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، چڑھتا ہے، اترتا ہے، چلتا ہے، دوڑتا ہے، کبھی زمین پر آتا ہے اور آخری قدم موضع وج میں ہوتا ہے، پھر قیامت کو آکر زمین پر چکر لگائے گا، لباس والا تہبند اور چادر پہنے ہوئے، اپنے دامن سے مومن کو ڈھانپتا ہے اس کی چادر چہرہ پر ہے جنت عدن میں اس کا گہرا سایہ ہے جس کو چاہتا ہے اس پر ڈالتا ہے اور جس چیز پر نہیں چاہتا نہیں ڈالتا، قیامت میں بادل کے سایہ میں آئے گا۔ تعجب و حیا کرتا ہے، میلان آگے پیچھے ہوتا ہے مذاق کرتا ہے، کبھی کسی چیز سے گھن کرتا ہے، اس کا عرش چار ملک ہیں، دو اس کے داہنے قدم اور دو اس کے بائیں قدم کے نیچے ہیں، شدید بوجھ ڈالے تو اس سے عرش اس طرح آواز نکالتا ہے جیسے نیا کجاوا بھاری سوار سے آواز پیدا کرتا ہے، کبھی سبز جوڑا پہنتا ہے، اور سونے کے جوتے ہیں اور سونے کی کرسی پر بیٹھا اور اس کے نیچے سونے کا بستر اور پاس موتیوں کے پردے ہوتے ہیں،

لؤلؤ رجلاہ فی خضرۃ فی روضۃ خضراء الٰی غیر ذلك مما نطقت ببعضہ الایات ووردت بالباقی الاحادیث، اتی علی اکثرھا فی کتاب الاسماء والصفات۔	اس کے پاؤں سبزے کے باغ میں سبزے پر ہوتے ہیں بعض ان میں وہ صفات ہیں جن کو قرآنی آیات نے بیان کیا اور باقی وہ جن کے بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے اکثر کو کتاب الاسماء والصفات میں پیش کیا ہے۔(ت)

کیوں اے جاہل بے خرد! اے حدیث احاد ضعیف ارتفاع مکانی سے سند لاکر اپنے معبود کو مکان ماننے والے، کیا ایسے ہی معبود ک زو پوجتا ہے پھر اس میں اور انسان کے جسم میں چھوٹے بڑے کے سوا فرق کیا ہے، مگر الحمد ﷲ اہلسنت ایسے سچے رب حقیقی معبود کو پوجتے ہیں جو احد، صمد، بے شبہہ و نمون و بیچون و چگون ہے۔

"لَمْ يَلِدْ ۙ۬ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۙ۝۳ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴ "[1]۔	نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی(ت)

جسم و جسمانیات و مکان و جہالت و اعضاء و آلات و تمام عیوب و نقصانات سے پاک و منزہ ہے یہ سب اور اس کے مثل جو کچھ وارد ہوا ان میں کچھ روایۃً ضعیف ہے اور زیادہ وہی ہوگا اور صریح تشبیہ کی صاف تصریحیں کہ تاویلی محاوروں سے بعید پڑیں اُسی میں ملیں گی اُسے تو یہ خدا کے موفق بندے ایک جو کے برابر بھی نہیں سمجھتے اور جو کچھ روایۃً صحیح مگر خبر احاد ہو اسے بھی جب کہ متواترات سے موافق المعنٰی نہ ہو پایہ قبول پر جگہ نہیں دیتے۔

فان الاحاد لاتفید الاعتماد فی باب الاعتقاد ولو فرضت فی اصح الکتب باصح الاسناد۔	اعتقاد کے باب میں اخبار احاد اگرچہ صحیح کتاب اور صحیح سند سے ہوں وہ اعتماد کے لیے مفید نہیں ہیں۔(ت)

رہ گئے متواترات اور وہ نہیں مگر معدودے چند، اور وہ بھی معروف و مشہور محاوراتِ عرب کے موافق تاویل پسند مثل ید و وجہ و عین و ساق واستواء واتیان ونزول وغیرہا ان میں تاویل کیجئے تو راہ روشن اور تفویض کیجئے تو سب سے احسن، نہ یہ کہ منہ بھر کر خدا کو گالی دیجئے اور اس کے لیے صاف صاف مکان مان لیجئے، یا اٹھتا، بیٹھتا، چڑھتا، اترتا، چلتا، ٹھہرتا، تسلیم کیجئے۔ اللہ عزوجل

---

[1] القرآن الکریم ۱۱۲/۳و۴

اتباعِ حق کی توفیق دے اور مخالفتِ اہلسنت سے ہر قول و فعل میں محفوظ رکھے، آمین۔

چھٹا تپانچہ

اقول: طرفہ تماشا ہے جب اس گمراہ نے سب مصائب اپنے سر پر اوڑھ لیے اپنے معبود کو مکانی کہہ دیا، جسم مان لیا، عرش پر متمکن ٹھہرا کر جہت میں جان لیا، پھر یہ کیا خبط سوجھا کہ اور کہیں نہیں کہہ کر طرح طرح اپنے ہی لکھے سے تناقض کیا۔

ضرب ۱۸۳: سچا ہے تو قرآن و حدیث سے ثبوت دے کہ اللہ تعالٰی عرش پر تو ہے اور عرش کے سوا کہیں نہیں، یہ اور کہیں نہیں، کون سی آیت حدیث میں ہے؟ "اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝" [1]۔ یا یہود کی طرح بے جانے بوجھے دل سے گھڑ کر خدا پر حکم لگادیتے ہو۔

ضرب ۱۸۴: جب تُو اس سبوح و قدوس جل جلالہ کو مکان سے پاک نہیں مانتا تو اب کوئی وجہ نہیں کہ اور آیات واحادیث جن کے ظاہر الفاظ سے اور جگہ ہونا مفہوم ہو اپنے ظاہر سے پھیری جائیں۔ تیرے طور پر اُن سب کو معنی لغوی حقیقی ظاہر متبادر پر عمل کرنا واجب ہوگا، اب دیکھ کہ تو نے کتنی آیات واحادیث کا انکار کردیا اور کتنی بار اپنے اس لکھے سے کہ جو شرع میں وارد ہے اس سے سکوت نہ ہوگا، صاف تناقض کیا سب میں پہلے تو یہی حدیثِ صحیح بخاری **وھو مکانہ** [2]۔ ہے جس میں تُو نے بزورِ زبان ضمیر حضرت عزت جل شانہ کی طرف ٹھہرادی اور پھر مکانہ سے محض زبردستی عرش مراد لے لیا حالانکہ وہاں سدرۃ المنتہٰی کا ذکر ہے تو عرش ہی پر ہونا غلط ہوا کبھی سدرہ پر بھی ٹھہرا ہے۔

ضرب ۱۸۵: صحیح بخاری حدیثِ شفاعت میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

فاستاذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ [3]۔	میں اپنے رب پر اذن طلب کروں گا اس کی حویلی میں تو مجھے اس کے پاس حاضر ہونے کا اذن ملے گا۔

ظاہر ہے کہ تخت کو حویلی نہیں کہتے، نہ عرش کسی مکان میں ہے، بلکہ وہ بالائے جملہ اجسام ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

[3] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/ ۱۱۰۸

لاجرم یہ حویلی جنّت ہی ہوگی۔

ضرب ۱۸۶: صحیحین میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم جنتان من فضة اٰنیتهما وما فیهما، وجنتان من ذهب اٰنیتهما وما فیهما وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربهم عزوجل الارداء الکبریاء علی وجهه فی جنة عدن [1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان چاندی کا ہے، دو۲ جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان سونے کا ہے اللہ تعالٰی کے دیدار اور قوم میں صرف کبریائی کی چادر ہوگی جو جنتِ عدن میں اس کے چہرے پر ہوگی، حائل ہوگی۔ (ت)

یہاں جنت عدن میں ہونے کی تصریح ہے۔

ضرب ۱۸۷: بزار وابن ابی الدنیا اور طبرانی بسند جید قوی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیثِ دیدار اہل جنت ہر روز جمعہ میں مرفوعًا راوی:

فاذا کان یوم الجمة نزل تبارك وتعالٰی من علیین علٰی کرسیّه ثم حف الکرسی بمنابر من نور وجاء النبیون حتی یجلسوا علیها [2]۔ الحدیث	جب جمعہ کا روز ہوگا تو اللہ تبارک وتعالٰی علیین سے کرسی پر نزول فرمائے گا پھر اس کے گرد نور کے منبر بچھائے جائیں گے، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تشریف لاکر ان منبروں پر جلوہ گر ہوں گے۔ الحدیث (ت)

یہاں علیین سے اُتر کر کرسی پر حلقہ انبیاء وصدیقین وشہداء وسائر اہل جنت کے اندر تجلّی ہے۔

ضرب ۱۸۸: قال تعالٰی: "ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ" [3]۔ (کیا تم اس سے نڈر ہوگئے ہو جس کی

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر ۲/ ۷۳۴ وکتاب التوحید ۲/ ۱۱۰۹ قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۰

[2] الترغیب والترهیب فصل فی نظر اہل الجنة الی ربهم حدیث ۱۲۹ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۵۴، کشف الاستار عن زوائد البزار باب فی نعیم اہل الجنة حدیث ۳۵۱۹ موسسة الرساله بیروت ۴/ ۱۹۵، المعجم الاوسط حدیث ۶۷۱۳ مکتبة المعارف الریاض ۷/ ۳۶۷

[3] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۶

سلطنت آسمان میں ہے۔ت)

ضرب ۱۸۹: قال تعالٰی "اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ"[1]۔ (کیا تم نڈر ہو گئے ہو اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے۔(ت)

ضرب ۱۹۰: احمد وابن ماجہ وحاکم بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث قبض روح میں مرفوعًا راوی۔

فلایزال یقال لہا ذلك حتی تنتھی بھا الی السماء التی فیھا اللہ تبارك وتعالٰی[2]۔	روح کو یہ کہا جاتا رہے گا حتی کہ وہ اس آسمان تک پہنچ جائے جس میں اللہ تعالٰی ہے۔(ت)

ضرب ۱۹۱: مسلم ابوداؤد ونسائی معویہ بن حکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث جاریہ میں راوی:

قال لہا این اللہ قالت فی السماء قال من انا قالت انت رسول اللہ قال اعتقھا فانہا مؤمنۃ[3]۔	لونڈی کو فرمایا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں، پھر پوچھا میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا آپ رسول اللہ ہیں، تو آپ نے مالک کو فرمایا اس کو آزاد کردو کیونکہ مومنہ ہے۔(ت)

ضرب ۱۹۲: ابوداؤد وترمذی بافادہ تصحیح عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء[4]۔	حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: زمین والوں پر رحم کرو تم پر رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔(ت)

ضرب ۱۹۳: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اس

---

[1] القرآن الکریم ۶۷ / ۱۷

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از ابو ھریرہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۶۴، سنن ابن ماجہ باب ذکر الموت والاستعدادلہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۵، کنزالعمال حدیث ۴۲۴۹۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۳۰

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۴، سنن ابوداؤد باب تشمیت العاطس فی الصلوۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۳۴

[4] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۴، سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۹

والذی نفسی بیدہ مامن رجل یدعو امراتہ الٰی فراشھا فتابٰی علیہ الاکان الذی فی السماء ساخطا علیھا حتی یرضٰی عنھا۔[1]	ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو جماع کے لیے طلب کرتا ہے اور وہ انکار کرتی ہے تو وہ ذات جو آسمان میں ہے بیوی پر ناراض ہوتی ہے۔(ت)

ضرب ۱۹۴: ابویعلٰی وبزار وابونعیم بسندِ حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما القی ابراہیم فی النار قال اللھم انت فی السماء واحدوانا فی الارض واحد أعبدک[2]۔	حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جب براہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا: اے اللہ تو آسمان میں ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں، تیری عبادت کرتا ہوں۔(ت)

ضرب ۱۹۵: ابویعلٰی وحکیم وحاکم وسعید بن منصور وابن حبان وابونعیم اور بیہقی کتاب الاسماء میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا راوی، اللہ عزوجل نے فرمایا:

یاموسٰی لو ان السمٰوٰت السبع و عامر ھن غیری، و الارضین السبع فی کفۃ ولاالٰہ الا اللہ فی کفۃ مالت بھن لا الٰہ الا اللہ[3]۔	اے موسٰی اگر ساتوں آسمان اور ان میں موجود ہر چیز میرے سوا، اور سات زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور دوسرے پلڑے میں لاالٰہ الا اللہ ہو تو لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا سب پر بھاری ہوگا۔(ت)

ان آیات واحادیث سے آسمان میں ہونا ثابت ہوا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم امتناعھا من فراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۴

[2] حلیۃ الاولیاء مقدمۃ المؤلف دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۹، کنزالعمال بحوالہ ابی یعلی حدیث ۳۲۲۸۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۸۴

[3] مسند ابو یعلی حدیث ۱۳۸۹ مروی از ابوسعید خدری موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۳۵، کتاب الاسماء والصفات باب ماجاء فی فضل الکلمۃ الباقیہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۱/ ۱۷۵، المستدرک للحاکم کتاب الدعاء دارالفکر بیروت ۱/ ۵۲۸، موارد الظمآن حدیث ۲۳۲۴ المطبعۃ السلفیہ ص ۵۷۷

ضرب ۱۹۶: ہر رات آسمانِ دُنیا پر ہونے کی حدیث گزری اور احادیث اس باب میں بکثرت ہیں۔ ضرب ۱۹۷: قال اللہ تعالٰی:

"هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ"[1]۔	وہ اللہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ (ت)

ضرب ۱۹۸: قال تعالٰی:

"وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ "[2]۔	ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔ (ت)

ضرب ۱۹۹: قال تعالٰی:

"وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ "[3]۔	سجدہ کر اور قریب ہو۔ (ت)

ضرب ۲۰۰: قال تعالٰی:

"اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ"[4]۔	جب آپ سے سوال کریں میرے بندے میرے متعلق تو میں قریب ہوں۔ (ت)

ضرب ۲۰۱: قال تعالٰی:

"اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ "[5]	وہ سمیع و قریب ہے۔ (ت)

ضرب ۲۰۲: قال تعالٰی:

"وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ "[6]۔	اور ہم نے ان کو ندا دی طور کی دائیں جانب سے اور اس کو ہم نے قریب کیا مناجات کرتے ہوئے۔ (ت)

ضرب ۲۰۳: قال تعالٰی۔

"فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸﴾ "[7]۔	جب وہاں آئے تو ندا دی گئی کہ جو آگ میں ہے اس کو برکت دی گئی اور اس کے ارد گرد والوں کو، اللہ پاک رب العالمین ہے (ت)

[1] القرآن الکریم ۶/ ۳
[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶
[3] القرآن الکریم ۹۶/ ۱۹
[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۶
[5] القرآن الکریم ۳۴/ ۵۰
[6] القرآن الکریم ۱۹/ ۵۲
[7] القرآن الکریم ۲۷/ ۸

معالم میں ہے:

روی عن ابن عباس وسعید بن جبیر والحسن فی قوله بورك من فی النار قدس من فی النار وھو الله تعالٰی عنی به نفسه علٰی معنی انه نادٰی موسٰی منھا واسمعه کلامه من جھتھا[1]۔	ابن عباس، سعید بن جبیر اور حسن رضی الله تعالٰی عنہم سے روایت کیا گیا کہ من بورک فی النار کے بارے میں، یعنی برگزیدہ ہے جو آگ میں ہے اور وہ الله کی ذات ہے جس کو اپنی ذات کے بارے میں فرمایا یعنی یہ ہے کہ موسٰی نے ندا کی تو اس کو اپنا کلام سنایا اس جانب سے۔(ت)

ضرب ۲۰۴: قال تعالٰی:

"وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ"[2]۔	وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔(ت)

ضرب ۲۰۵: صحیحین میں ابو موسٰی اشعری رضی الله تعالٰی عنہ سے ہے، رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یایھا الناس اربعوا علٰی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولا غائبا انکم تدعونه سمیعا قریبا وھو معکم۔[3]	اے لوگو! اپنے آپ پر نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، تم تو پکارتے ہو سمیع قریب کو، وہ تمہارے پاس ہے۔(ت)

اسی حدیث کی ایک روایت میں ہے:

والذی تدعون اقرب الی احدکم من عنق راحلة احدکم[4]	وہ ذات جسے تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی قریب تر ہے۔(ت)

ضرب ۲۰۶: مسلم، ابوداؤد، ونسائی ابوہریرہ رضی الله تعالٰی عنہ سے راوی، رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقرب مایکون العبد من ربه	بندہ الله تعالٰی کے قریب ترین ہوتا ہے جب

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) آیۃ ۲۷/۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۳۴۸

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۴

[3] صحیح البخاری کتاب الجهاد باب مایکرہ من رفع الصوت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۰، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب استحباب خفض الصوت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۶

[4] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب استحباب خفض الصوت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۶

وھوساجد فاکثروا الدعاء [1]	وہ سجدہ کرتا ہے، تو دُعا زیادہ کرو۔(ت)

ضرب ۲۰۷: دیلمی ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالٰی انا خلفك وامامك وعن یمینك وعن شمالك یا موسٰی انا جلیس عبدی حین یذکرنی وانا معہ اذا دعانی۔ [2]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے موسٰی! میں تیرے پیچھے، آگے دائیں اور بائیں ہوں، میں بندے کا ہم نشین ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب مجھے یاد کرتا ہے۔(ت)

ضرب ۲۰۸: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی [3]	میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے(ت)

ضرب ۲۰۹: مستدرک میں بروایت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث قدسی ہے۔

عبدی انا عند ظنك بی وانا معك اذا ذکرتنی [4]	اے بندے میں تیرے گمان کے ساتھ ہوں جو تو میرے متعلق کرتا ہے اور میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں جب تُو مجھے یاد کرتا ہے۔(ت)

ضرب ۲۱۰: سعید بن منصور ابوعمارہ سے مرفوعًا راوی:

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب مایقال فی الرکوع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۱، سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب الدعا فی الرکوع والسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۲۷، سنن النسائی اقرب مایکون العبد من اللہ عزوجل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۷۰

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۵۳۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۹۲

[3] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء ۲/ ۳۴۳ وکتاب التوبۃ ۲/ ۳۵۴

[4] المستدرك للحاکم کتاب الدعا باب قال عزوجل عبدی انا عند ظنك بی دار الفکر ۱/ ۴۹۷

الساجد یسجد علی قدمی اللہ تعالٰی [1]	سجدہ کرنے والا اللہ تعالٰی کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے۔(ت)

ان آیات واحادیث سے زمین پر اور طُور پر اور ہر مسجد میں اور بندے کے آگے پیچھے دہنے بائیں اور ہر ذاکر کے پاس اور ہر شخص کے ساتھ اور ہر جگہ اور ہر ایک کی شہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہونا ثابت ہے۔

ضرب ۲۱۱: قال اللہ تعالٰی: "اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ" [2] (تم دونوں میرے گھر کو صاف کرو،ت) یہاں کعبے کو اپنا گھر بتایا۔

ضرب ۲۱۲: معالم میں ہے مروی ہوا کہ توریت مقدس میں لکھا ہے:

جاء اللہ تعالٰی من سیناء واشرف من ساعین واستعلی من جبال فاران۔ [3]	اللہ تعالٰی سیناء کے پہاڑ سے آیا اور ساعین کے پہاڑ سے جھانکا اور مکہ معظّمہ کے پہاڑوں سے بُلند ہوا۔

ذکرہ تحت اٰیۃ بورک (اسے آیہ بورک کے تحت ذکر کیا۔ت)

ضرب ۲۱۳: طبرانی کبیر میں سلمہ بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی اجد نفس الرحمن من ھٰھنا واشار الی الیمن۔ [4]	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: بے شک میں رحمان کی خوشبو یہاں سے پاتا ہوں۔

ضرب ۲۱۴: مسند احمد وجامع ترمذی میں حدیثِ سابق ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لوانکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ عزوجل، ثم	اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان ہے اگر تم سب سے نچلی زمین تک رسّی لٹکاؤ تو وہ رسّی اللہ تعالٰی پر گرے گی، پھر

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ حسان بن عطیہ دارالکتاب العربی بیروت ۶/ ۷۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۵

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۷/ ۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۴۸

[4] المعجم الکبیر حدیث ۶۳۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۵۲

قرأھوالاول والاٰخروالظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم o۔[1]	آپ نے ھوالاول والاٰخروالظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم کوتلاوت کیا۔(ت)

یہاں سے ثابت کہ سب زمینوں کے نیچے ہے۔

ضرب فیصلہ عـــہ **ضرب ۲۱۵: اقول:** یہی آیات واحادیث ہر مجسم خبیث کی دہن دوزی اور ہر مسلم سُنّی کی ایمان افروزی کو بس ہیں اس مجسم سے کہا جائے کہ اگر ظاہر پر حمل کرتا ہے توان آیات واحادیث پر کیوں ایمان نہیں لاتا۔"اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ"[2] (قرآن پاک کی بعض آیتوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو،ت) دیکھ تیرے اس کہنے میں کہ عرش پر ہے اور کہیں نہیں کتنی آیتوں حدیثوں کا صاف انکار ہے،اور اگر ان میں تاویل کی راہ چلتا ہے توآیاتِ استوا وحدیث مکان میں کیوں حد سے نکلتا ہے،اب یہ تیرا بکنا صریح جھوٹ اور تحکم ٹھہرا کہ تیرا معبود مکان رکھتا اور عرش پر بیٹھتا ہے،اور مومن سُنی کو ان سے بحمد اللہ یوں روشن راستہ ہدایت کا ملتا ہے کہ جب آیات واحادیث عرش وکعبہ وآسمان وزمین وہر موضع ومقام کے لیے وارد ہیں تواب تین حال سے خالی نہیں،یا توان میں بعض کو ظاہر پر محمول کریں اور بعض میں تفویض و تاویل،یا سب ظاہر پر ہوں یا سب میں تفویض وتاویل،اول تحکم بیجا وترجیح بلامرجح اور اللہ عزوجل پر بے دلیل حکم لگادینا ہے،اور شق دوم قطع نظر اُن قاطعہ قاہرہ دلائل زاہرہ تنزیہ الٰہی کے یوں بھی عقلاً ونقلاً ہر طرح باطل کہ مکینِ واحد وقتِ واحد میں امکنہ متعددہ میں نہیں ہوسکتا توہر جگہ ہونا اُسی صورت پر بنے گا کہ ہوا کی طرح ہر جگہ بھرا ہو اور اس سے زائد شنیع و ناپاک اور بداہۃً باطل کیا بات ہوگی کہ ہر نجاست کی جگہ،ہر پاؤں کے تلے ہر شخص کے منہ،ہر مادہ کے رحم میں ہونا لازم آتا ہے۔اور پھر جتنی جگہ مکانوں پہاڑوں وغیرہ اجسام سے بھری ہوئی ہے بعینہٖ اس میں بھی ہو تو تداخل ہے اور نہ ہو تو اس میں کروڑوں ٹکڑے پرزے جوف سوراخ لازم آئیں گے،اور جو نیا پیڑ اُگے نئی دیوار اُٹھے تیرے معبود کو سمٹنا پڑے ایک نیا جوف اس میں اور بڑھے اور اب استوا کے لیے عرش اور دار کے لیے

عـــہ: لفظِ فیصلہ کے بھی ۲۱۵ عدد ہیں منہ۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الحدید حدیث ۳۳۰۹ دار الفکر بیروت ۵/ ۱۹۵،مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۷۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵

جنت بیت کے لیے کعبے کی کیا خصوصیت رہے گی۔لاجرم شق سوم ہی حق ہے اور آیاتِ استوا سے لے کر یہاں تک کوئی آیت و حدیث ان محال و بے ہودہ معنی پر محمول نہیں جو ناقص افہام میں ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتے ہیں بلکہ تفہیم عوام کے لیے اُن کے پاکیزہ معانی ہیں،اللہ عزوجل کے جلال کے لائق جنہیں ائمہ کرام اور خصوصًا امام بیہقی نے کتاب الاسماء میں مشرحًا بیان فرمایا اور ان کی حقیقی مراد کا علم اللہ عزوجل کو سپرد ہے۔

امنّا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولو الالباب o والحمد الله رب العلمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد واٰله وصحبه اجمعین امین!	ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے،اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے،اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔اور درود و سلام نازل ہو سید المرسلین محمد مصطفیٰ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔آمین (ت)

ساتواں تپانچہ

الحمدُ للہ مسئلہ عرش ورَدِّ مکان سے فراغ پایا کہ یہی رسالے کا موضوع اصلی تھا اب تحریر وہابیت تخمیر کے دو[2] حرف اخیر دو مسئلہ دیگر کے متعلق باقی ہیں اُن کی نسبت بھی سرسری دو چار ہاتھ لیجئے کہ شکایت نہ رہے۔

قولہ مسئلہ: فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔

الجواب:

کسی صحیح حدیث قولی و فعلی و تقریری سے فرضوں کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں۔

اقول: ضرب ۲۱۶: کسی صحیح حدیث قولی و فعلی و تقریری سے اللہ تعالیٰ کا عرش کے سوا اور کہیں نہ ہونا ثابت نہیں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا بے حدیث صحیح بدعت مگر خدا پر حکم لگادینے کو صرف تیرے زبان ادعا کی حاجت ع

نجدی بے شرم شرم ہم بدار

(بے شرم نجدی! کچھ شرم کر)

ضرب ۲۱۷: کسی صحیح حدیث قولی و فعلی و تقریری سے عرش کا امکانِ الٰہی ہونا ثابت نہیں،اپنے رب کے حضور التجا کے لیے ہاتھ پھیلانے کو حدیثِ صحیح کی ضرورت،مگر اللہ عزوجل کو گالی دینے اس کی مخلوقات سے مشابہ بنادینے کو فقط تیری بدلگام زبان حجت ع

مکن خود را مکان در قعرِ نار

(اپنا مکان مت بنا آگ کی گہرائی میں۔ت)

ضرب ۲۱۸: کسی صحیح حدیث قولی و فعلی و تقریری سے فرضوں کے بعد دُعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کی ممانعت ثابت نہیں۔ پھر تم لوگ کس منہ سے منع کرتے ہو، کیا منع کی شریعت تمہارے اپنے گھر کی ہے یا جواز کے لیے حاجت دلیل ہے ممانعت دلیل سے مستغنی ہے۔

ضرب ۲۱۹: اگر صحیح سے مقابل حسن مراد تو ہر گز حجت اس میں منحصر نہیں، صحیح لذاتہ و صحیح لغیرہ و حسن لذاتہ و حسن لغیرہ سب حجت اور خود مثبت احکام ہیں، اور اگر حسن کو بھی شامل تو انکار صرف بنظر خصوص محل ہے، یا بمعنی عدم ثبوت مطلق ثانی قطعاً باطل، بکثرت صحیح و معتمد احادیث قولی و فعلی و تقریری سے نماز کے بعد دعا مانگنا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ یونہی ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب سے ہونا بکثرت احادیث صحیحہ و معتبرہ قولی و فعلی و تقریری سے ثابت، یہ سب حدیثیں صحاح و مشکوٰۃ و اذکار و حصن حصین وغیرہا میں مروی و مذکور، اور بعد ثبوت اطلاق بے اثبات تخصیص ممانعت خاص قاعدہ علم سے دور و مہجور۔

ضرب ۲۲۰: مقام مقامِ فضائل ہے اور اس میں ضعاف بالاجماع مقبول، دیکھو حضرت عالم اہلسنت مدظلہ العالی کا رسالہ **الهاد الکاف فی حکم الضعاف** تو مطالبہ صحت سراسر جہل واعتساف۔

اقول: مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث جو بطریق اسود عامری بعض اہل بریلی کے فتوے میں منقول ہے۔ وہ باتفاق محدثین ضعیف و پایہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ اسود عامری مجہول العین والحال ہے۔

اقول: ضرب ۲۲۱: ادعائے اتفاق محض کذب واختلاق، مجہول العین بہت ائمہ محققین کے نزدیک مقبول ہے اور مجہول الحال میں بھی بعض اکابر کا مذہب قبول ہے، امام نووی مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

المجهول اقسام مجهول العدالة ظاهرا وباطنا و مجهولها باطنا مع وجود ها ظاهرا وهوالمستور و المجهول العين فاما الاول فالجمهور علی انه لایحتج به واما الاخران فاحتج بهما کثیرون من المحققين[1]۔	مجہول کی کئی اقسام ہیں، مجہول العدالۃ ظاہراً و باطناً، مجہول العدالۃ باطناً مع وجود العدالۃ ظاہراً، یہ مستور ہے اور مجہول العین، صرف پہلی قسم کو جمہور دلیل نہیں بناتے لیکن آخری دو قسموں کو محققین میں سے کثیر نے دلیل بنایا ہے۔ (ت)

[1] مقدمہ منہاج للنووی مع صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷

(زیادہ تفصیل درکار ہو تو حضرت عالم اہلسنت مدظلہ العالی کی کتاب مستطاب منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین افادہ دوم صدر کتاب و فائدہ چہارم آخر کتاب کے مطالعے سے مشرف ہو)

ضرب ۲۲۲: اسود کی نسبت میزان الاعتدال میں صرف اس قدر ہے:

ماروی عنه سوی ولدہ دلھم له حدیث واحد۔[1]	اس کے بیٹے دلھم کے بغیر اس سے کسی نے روایت نہیں کی اور محدثین کے ہاں اس کی ایک حدیث ہے۔(ت)

اس سے فقط جہالت عین ظاہر ہوتی ہے وہ جہالت حالی کو مستلزم نہیں کہ مجہول العین بہت محققین کے نزدیک مقبول اور مجہول الحال مجروح تو جہالت حال کا حکم آپ کی اپنی جہالت ہے یا ائمہ معتمدین سے روایت علی الثانی ثبوت دیجئے علی الاول آپ کیا اور آپ کی جہالت کیا، آپ کا علم تو جہل ہے جہل کیا ہوگا، آپ اللہ عزوجل ہی کو نہیں جانتے ہیں کہ اس کے لیے مکان مانتے ہیں۔

ضرب ۲۲۳: ذہبی نے بھی یہ قول اپنی طرف سے لکھا اور اُن کی نفی نفی ائمہ کے مثل نہیں ہوسکتی، اب یہیں دیکھئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اسود کے لیے ایک حدیث ہے، میں کہتا ہوں ان کی ایک حدیث تو یہی ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کی، دوسری حدیث ان سے سنن ابی داؤد میں ہے جس میں وفادت لقیط بن عامر کا ذکر فرما کر حدیث کے دو لفظ مختصر بطریق عبد الرحمن بن عیاش سمعی عن دلھم بن الاسود عن ابیه عن عمه[2] ذکر کیے اور تمام و کمال ایک ورق طویل میں متضمن بیانات علم غیب و حشر و نشر و حوض کوثر وغیرہا بطریق مذکور عبداللہ بن الامام کے زوائد مسند میں ہے۔

ضرب ۲۲۴: محدث صاحب! آپ نے حافظ الشان کا قولِ منقح بھی دیکھا وہ تصریح فرماتے ہیں کہ اسود عامری مقبول ہیں جاہل مجہول اگر جہل سے معذور تو زبان کھولنی کیا ضرور۔

ضرب ۲۲۵: حافظ الشان سے سو اوجہ اجل واعظم لیجئے امام اجل ابوداؤد نے سنن میں حدیث مذکور اسود عامری سے روایت کی اور اُس پر اصلاً جرح نہ فرمائی تو حسبِ تصریحات ائمہ حدیث صحیح یا حسن یا لااقل صالح تو ہوئی خود امام ممدوح اپنے رسالہ مکیہ میں فرماتے ہیں:

مالم اذکرہ فیه شیئا فھو صالح و	جس میں کوئی علت بیان نہ کروں وہ حدیث

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۹۸۲ اسود بن عبداللہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۵۶

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی رزین العقیل لقیط بن عامر الخ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۳

بعضها اصح من بعض۔[1]	درست ہوگی اور ان میں بعض سے بعض اصح ہوں گی۔ت

اب اپنی جہالت کبرٰی دیکھ کہ ائمہ کرام تو اسود کو مقبول اور ان کی حدیث کو صالح فرمائیں اور تجھ جیسا بے تمیز بے ادراک پایہ اعتبار سے ساقط بتائے۔

ضرب ۲۲۶: بالفرض اگر آپ کی جہالت مان بھی لیں اور بفرضِ غلط یہ بھی تسلیم کرلیں کہ مجہول الحال بالاتفاق نامقبول، پھر بھی بالاتفاق پایہ اعتبار سے ساقط بتانا مردود و مخذول، محدث مسکین ابھی احتجاج و اعتبار ہی کا فرق نہیں جانتے اور چلے حدیثوں پر جرح کرنے، محدث صاحب! مجہول اگر ساقط ہے تو پایہ احتجاج سے نہ کہ پایہ اعتبار سے، دیکھو رسالہ الھادِ الکاف، اور یہاں پایہ اعتبار تک ہونا کافی ووافی ہے بلاخلاف۔

ضرب ۲۲۷: یہ سب کام اس تسلیم پر ہے کہ اسود مذکور فی المیزان ہوں مگر حاشا اس کا تمہارے پاس کیا ثبوت، بلکہ دلیل اس کے خلاف کی طرف ناظر کہ اُن اسود کے باپ صحابی نہیں مجہول ہیں کما نص علیه الحافظ (جیسا کہ حافظ نے اس پر نص کی ہے۔ت) اور اس اسود کے باپ صحابی کما ذکر فی نفس الحدیث صلیت مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الفجر (جیسا کہ اسی حدیث میں ذکر ہے کہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی (ت)

قوله: اور ابن السنی کے عمل الیوم واللیلہ کی حدیث جو بروایت انس فتوی مذکور میں منقول ہے۔ موضوع ہے کیونکہ اس میں عیسٰی راوی کذاب ہے، یہ دونوں حدیثیں میزان الاعتدال کے اخیر میں موجود ہیں۔

اقول ضرب ۲۲۸: عیسٰی تو کذاب نہیں مگر تم ضرور کذاب ہو اس کی سند میں عیسی کوئی راوی ہی نہیں ؎

ولے از مفتری نتواں برآمد | کہ او از خود سخن می آفریند

(افترا پرداز سے چھٹکارا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ خود بات بنالیتا ہے)

---

[1] مقدمہ سنن ابی داؤد الفصل الثانی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۴

ضرب ۲۲۹: حکم بالوضع بے دلیل و مردود ہے۔

ضرب ۲۳۰: میزان الاعتدال میں ان احادیث کا ذکر نہیں، کیا بلاوجہ بھی جھوٹ کی عادت ہے اور فاصبر کیا موقع پر ہے۔

قولہ مسئلہ: غیر مقلدوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنا۔

الجواب: جو شخص کسی مسلمان کو بلاثبوت شرعی فاسق یا مبتدع یا کافر کہے خود اسی کا مصداق ہے۔

اقول: ضرب ۲۳۱: بھلا کسی مسلمان کو بلاثبوت برا کہنا، یہ جرم ہوا اور جو ناپاک بے باک اپنی گمراہی کی ترنگ میں مسلمانوں کے رب کے لیے نہ صرف بلاثبوت بلکہ قطعًا برخلاف ثبوت شرعی مکان بتائے اسے اس کی مخلوق محتاج کے مانند بنائے وہ مردود کس لفظ کا مصداق ہے اسے کس سزا کا استحقاق ہے۔

ضرب ۲۳۲: اپنے پیر مغان اسمٰعیل دہلوی علیہ ما علیہ کی خوب خبر لی وہ اور اس کی تمام ذریت اہلِ توہب و نجدیت اسی مرض مہلک میں گرفتار ہیں کہ مسلمانوں کو بلاثبوت شرعی محض بزور زبان وزور بہتان مشرک بدعتی بنانے کو تیار ہیں "**قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ**"[1]۔ (اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ت) مردک نے خود ہی شرک کی تعریف کی کہ جو باتیں خدا نے اپنی تعظیم کے لیے خاص کی ہیں وہ دوسروں کے لیے بجالانا اور پھر شرک کی مثالوں میں گنا دیا، کسی کی قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا، کسی کی قبر کو مور چھل جھلنا، **الحمدللہ** کہ تم جیسے سپوتوں نے اس مردک کے خود مشرک ہونے کا اقرار کردیا۔

ضرب ۲۳۳: یونہی تم نئی پود والے جن پرانوں سیانوں کے گرگے ہو یعنی یہی دہلوی اور اس کے اذناب غوی تم سب کا مسلک ناپاک ہے کہ تقلید ائمہ کو بلاثبوتِ شرعی شرک اور مقلدین کو مشرک کہتے ہو، **الحمدللہ** کہ تم خود اپنے منہ آپ مشرک بنے کہ کرد کہ نیافت۔

ضرب ۲۳۴: تمہارے طائفہ غیر مقلدین کا فساق مبتدعین ہونا بے ثبوت شرعی نہیں بلکہ علمائے عرب و عجم بکثرت دلائل قاہرہ سے ثابت فرماچکے سینہ زوری سے نہ ہارو تو اس کا کیا علاج۔

ضرب ۲۳۵: جناب شیخ مجدد الف ثانی رسالہ مبدو معاد میں فرماتے ہیں:

مدتے آرزوئے آں داشت کہ وجہے پیدا شود وجیہ در مذہب حنفی تادر خلف امام قراءتِ فاتحہ نمودہ آید امابواسطہ رعایت مذہب بے اختیار	مدت تک یہ آرزو رہی کہ حنفی مذہب میں قرات خلف الامام کی کوئی صورت بن جائے تاہم غیر اختیاری طور پر مذہب کی رعایت میں امام کی

[1] القرآن الکریم ۶۳/۴

ترک قراءت میکرد واین ترک را از قبیل ریاضت مجاہدہ می شمرد، آخر الامر سبحانہ تعالٰی بہ برکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحادست، حقیقتِ مذہب حنفی در ترک قراءت ماموم ظاہر ساخت وقراءت حکمی از قراءت حقیقی در نظر بصیرت زیبا تر نمود۔[1]	اقتداء میں قراءت نہ کی، اس ترک قراءت کو تکلف محسوس کرتا رہا، بالآخر مذہب کی رعایت کی برکت سے مقتدی کے لیے ترک قراءت کی حقیقت ظاہر ہوگئی جب کہ اپنے مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا الحاد ہے، چنانچہ حقیقی قرءات سے حکمی قراءت نظرِ بصیرت میں خوب تر معلوم ہوئی۔(ت)

یہاں حضرت ممدوح غیر مقلدوں کو صاف صاف ملحد فرمارہے ہیں، آپ کے نزدیک یہ فرمانا مطابق ثبوت شرعی ہے جب تو آپ اور آپ کے سارے طائفے کو الحاد و بے دینی کا خلعت مبارک، پھر آپ فاسق و مبتدع کہنے پر کیوں بگڑیں۔ ہاں شاید یوں بگڑے ہو کہ مرتبہ گھٹا دیا ملحد زندیق سے نرا فاسق مبتدع رکھا، اور اگر یہ فرمانا بے ثبوت شرعی ہے تو آپ کے طور پر حضرت شیخ مجدد معاذ اللہ ملحد قرار پائیں گے جلد بتاؤ کہ دونوں شقوں سے کون سی شق تمہیں پسند ہے، ہنوز بس نہیں، جب جناب شیخ ایسے ٹھہریں گے تو شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب کہاں بچیں گے کہ یہ ان کے مرید ان کے معتقد ہیں انہیں اکابر اولیاء سے جانتے ہیں اور جو کسی ملحد کو مسلم کہے خود ملحد ہے نہ کہ امامِ اسلام وولی والا مقام کہنے والا، اور ابھی انتہا کہاں، جب یہ سب حضرات ایسے ہوئے تو وہابیہ مخذولین کا شیخ مقتول اسمٰعیل مخذول علیہ ماعلیہ کدھر بھاگے گا، یہ تینوں کا مداح تینوں کا غلام تینوں کو ولی کہے تینوں کو امام، تو یہ خود ملحد در ملحد ملحدوں کا ملحد ہوا، اور اب تم کہاں جاتے ہو تم اس ایک کے ویسے ہی ہو جیسا وہ اُن تین کا تو دیگ الحاد کی پچھلی کھرچن الحادی بوتل کی نیچے کی تلچھٹ تم ہوئے اب کہو کون سی شق پسند رہی، ہر شق پر الحاد کی آفت تمہارے ہی ماتھے گئی۔

قولہ: ائمہ دین و مسلمانان قرونِ ثلثہ سب غیر مقلد تھے۔

اقول: ضرب ۲۳۶: محض جھوٹ ہے، تابعین و تبع تابعین میں تو لکھوکھا مقلدین تھے ہی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بھی ہزاروں حضرات خصوصًا اعراب واکثر طلقاء مقلد تھے۔ قرونِ ثلثہ کے کروڑوں مسلمانوں میں ہر شخص کو مجتہد جاننا آپ ہی جیسے فاضل اجہل کا کام ہے ایمان

[1] مبدء ومعاد مجدد الف ثانی مطبع مجددی امرتسر انڈیا ص ۳۷

سے کہنا قرونِ ثلثہ میں کبھی کسی کا کسی عالم سے مسئلہ پوچھنا اور وہ جو فرمائے اس پر عمل کرنا ہوا یا نہیں، بے شک ہوا اور ہر قرن میں ہوا اور شب و روز ہوتا رہا، اور تقلید کس چیز کا نام ہے، اگر کبھی خواب میں بھی کتبِ حدیث کی ہوا لگی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ عوام و علماء کا یہ استفتاء و افتاء نہ صرف زمانہ صحابہ بلکہ زمانہ رسالت سے ہمیشہ رائج رہا۔

ضرب ۲۳۷: اہل زمانہ غیر مقلدین کے بارے میں سوال کریں کہ ان کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ علمائے سنت جواب فرمائیں کہ ممنوع و مکروہ ہے، اس سوال و جواب کو ائمہ مجتہدین پر حمل کرنا، جہالت نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ حرامزدگی ہے، غیر مقلد اس طائفہ تالفہ ضالہ حائفہ کا نام ہے جو بتقلیدِ شیطانِ لعین تقلیدِ ائمہ دین سے انکار رکھتا ہے، مقلدین ائمہ کو مشرک کہتا ہے اپنے ہر خر نا مشخص کو بے اتباع ارشادات ائمہ اپنی عقل ناقص پر چلنے کا حکم دیتا ہے ناموں کے معانی لغوی لے کر غیر مسمّٰی پر حمل کرنا کیسی حماریت کبری ہے، یہ وہی مثل ہوئی کہ قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں اس لیے کہ اس میں پانی کا قرار ہے تو تمہارا پیٹ بھی قارورہ ہوا کہ اس میں بھی پانی کا قرار ہوتا ہے۔ جرجیر کو جرجیر کیوں کہتے ہیں اس لیے کہ وہ تجرجر یعنی حرکت کرتا ہے تو تمہاری داڑھی بھی جرجیر ہوئی کہ اسے بھی جنبش ہوتی ہے۔

ضرب ۲۳۸: اگر بفرض باطل لفظ غیر مقلدین ائمہ مجتہدین کو بھی شامل مانیے تو لفظ کے مصداق جب دو قسم ہوں ایک محمود، دوسری مذموم، اور محمود زمانہ سلف میں تھے اب تنہا مذموم باقی ہیں تو اب حکم مذمت میں قید و تخصیص کی ضرورت نہیں ہر عاقل کے نزدیک حکم انہیں موجودین کے لیے ہوگا اسے عام سمجھنے والا یا مکابر سرکش ہے یا مسکین بارکش، مثلاً ہر مسلمان کہتا ہے کہ یہود و نصارٰی کافر ہیں اس پر شخص جو اعتراض کرے کہ زمانہ موسوی کے یہود، عصرِ عیسوی کے نصارٰی کہ دین حق پر قائم تھے مومنین تھے تم نے سب کو کافر کہہ دیا، تو یہ معترض انہیں دو حال سے خالی نہیں یا حرامزادہ وہ شریر ہے یا خر مسکین۔

قولہ: تقلید ایک امر مستحدث ہے اور چوتھی صدی میں ایجاد ہوئی۔

اقول: ضرب ۲۳۹: سخت جھوٹے ہو بلکہ تقلید واجب واجب شرعی ہے، قرآن و حدیث نے لازم کی، زمانہ رسالت سے رائج ہوئی، قال اللہ تعالٰی:

"فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۟ۙ"[1]۔	اہلِ ذکر سے پوچھو اگر تم خود نہیں جانتے۔ (ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم:

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

الاسألوا اذلم یعلموا فانما شفاء العی السؤال[1]۔	انہوں نے خود نہ جاننے پر پوچھا کیوں نہیں کیوں کہ عاجز کا علاج پوچھنا ہے۔(ت)

ہاں تمہارے طائفہ گمراہ کی غیر مقلدی بہت نوپیدا حدث ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی نے بارھویں صدی میں نکالی، دیکھو سردار علمائے مکہ معظّمہ شیخ العلما حضرت سیدنا احمد زین قدس سرہ کا رسالہ الدرر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ۔

ضرب ۲۴۰: ہم اہلسنت کو ان گمراہوں سے نزاع اوّلاً تقلید کو شرک بتانے، ثانیاً اس کے حرام ٹھہرانے، ثالثاً بے لیاقت اجتہاد اس کا ترک جائز بتانے میں ہے، یہ چالاک عیار تینوں کو چھوڑ کر تقلید شخصی میں الجھنے لگتے ہیں، یہ ان مکاروں کا قدیم طریقہ جان بچانے کا ہے، یہ نئی پرواز کے پٹھے بھی یہی چال چلے پھر بھی چوتھی صدی جھوٹ بنالی، ان کے شیخ مقتول اسمٰعیل مخذول کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ انصاف میں انصاف کر گئے کہ:

بعد المائتین ظھر بینھم التمذھب للمجتھدین باعیانھم وقل من کان لایعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ وکان ھذا ھوالواجب فی ذٰلک الزمان[2]۔	یعنی دو صدی کے بعد خاص ایک مجتہد کے مذہب کا پابند بننا اہل اسلام میں ظاہر ہوا کہ کم ہی کوئی شخص تھا جو ایک امام معین پر اعتماد نہ کرتا ہو اور یہی واجب تھا اس زمانے میں۔

قولہ: اور جو بات امورِ دین میں بعد قرونِ ثلٰثہ کے ایجاد ہوئی بالاتفاق بدعت ہے **وکل بدعۃ ضلالۃ**۔

ضرب ۲۴۱: جیسی تمہاری غیر مقلدی کہ تین چھوڑ بارھویں قرن میں قرن الشیطان کے پیٹ سے نکلی،

ضرب ۲۴۲: شیر کے بن میں ڈکرانے والا بیل اپنی موت اپنے منہ مانگتا ہے، اللہ تعالٰی کے لیے مکان ثابت کرنا بتا تو دے کہ قرون ثلٰثہ میں کس نے مانا، تو تیرا قول بدتراز بول تیرے ہی منہ سے بدعت وضلالت وفی النار اور تو بدعتی گمراہ مستحق نار ہے۔

ضرب ۲۴۳: اللہ عزوجل کے احاطہ ذاتیہ کا انکار قرون ثلٰثہ میں کس نے کیا، یہ بھی تیری بدعت و

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب المجذور یتیمم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۴۹

[2] رسالہ انصاف شاہ ولی اللہ باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ الخ مکتبہ دار الشفقت استنبول ترکی ص ۱۹

ضلالت ہے۔

ضرب ۲۴۴: صفاتِ الٰہیہ میں صرف علم کو محیط ماننا جس سے اس کی قدرت، اس کے سمع اس کی بصر، اس کی مالکیت، اس کی خالقیت کے احاطے کا انکار ثابت ہوتا ہے، قرونِ ثلثہ میں کون اس کا قائل تھا، یہ بھی تیری گمراہی و بدمذہبی ہے۔

ضرب ۲۴۵: استواء کے وہ تین معنی کہنا اور ان کے سوا چوتھے کو بدعت بتانا قرون ثلثہ میں کس کا قول تھا۔ یہ بھی تیری ضلالت و بددینی ہے۔

ضرب ۲۴۶: فضائلِ اعمال کے ثبوت کو حدیث صحیح میں منحصر کردینا قرون ثلثہ میں کس کا مذہب تھا، یہ بھی تیری بدعت جسارت و بدزبانی ہے۔

ضرب ۲۴۷: بدعت کے یہ معنی لینا کہ جو بات امورِ دین میں بعد قرونِ ثلثہ کے حادث ہوئی اور اسے بالاتفاق بدعتِ ضلالت کہنا اُمتِ مرحومہ پر افتراء ہے، اس کی تحقیق علماء اہلسنت اپنی تصانیف کثیرہ میں فرماچکے، وہ بحث لکھئے تو دفتر طویل ہو، اور پھر مخاطب ناقص العقل کیا قابلِ خطاب، مگر مدعی اپنے اس دعوی اطلاق پر امت کا اتفاق مسند معتمد سے دکھائے ورنہ اپنی جہالت و ضلالت کا آپ سر کھائے۔

قولہ: مفتی بریلی جو تقلید کو امر دینی سمجھتا ہے یقینی مبتدع ہوا اور اس کے فتوے کے مطابق اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوا کما ھو ظاہر افسوس کہ اس نادان دوست نے اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی کے پیچھے بھی نماز پڑھنے کو ناجائز کردیا ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی
گو مشتِ خاک ماہم برباد رفتہ باشد

نعوذ باللہ من ھفواتہ۔

مجھے خوشی ہے کہ تم رقیبوں سے دامن بچا کر گزر گئے اگرچہ میری مشتِ خاک بھی برباد ہو گئی، اللہ تعالٰی اس کی بے ہودہ باتوں سے بچائے۔ (ت)

ضرب ۲۴۹: ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔۔۔ میلش اندر طعنہ پاکاں زند

(جب اللہ تعالٰی کسی کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے تو پاک لوگوں پر طعنہ میں اسے مشغول کردیتا ہے۔ ت)

مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ لفظ مبتدع کے مستحق معاذ اللہ علمائے اہلسنت میں یا یہ بددین گمراہ کہ اللہ کو مکانی ماننا

جسمانی جانتا اس کی قدرت و سمع و بصر و خالقیت و مالکیت وغیرہا کو محیط نہیں سمجھتا ائمہ دین سے باقرار خود رقابت رکھتا ہے عیاذًا باللہ وہ مبتدع ہیں یا اس وہابیہ کے نئے پٹھے کا پرانا گرو گھنٹال شیخ مقتول اسمٰعیل مخذول جس کے کفریات میں رسالہ مبارکہ **الکوکبۃ الشہابیۃ علی کفریات ابی الوھابیۃ** تصنیف ہوا اور علمائے عرب وعجم نے اس کے ضلال بلکہ علمائے حرمین طیبین نے اس کے کفر پر فتوی دیا، یہاں اسے یہ دکھانا ہے کہ جب تقلید کو امر دینی سمجھنے والا معاذاللہ مبتدع ہوا تو اب شاہ ولی اللہ کی خبریں کہیے جو نہ مطلق تقلید بلکہ دو صدی کے بعد خاص تقلید شخصی کو واجب کہتے ہیں جس کی عبارت ابھی گزری۔

ضرب ۲۵۰: اور جناب مجددیت مآب کی نسبت کیا حکم ہوگا جو تقلید نہ مطلق تقلید بلکہ خاص تقلید شخصی کو ایسا سخت ضروری و مہم ترامر عظیم دینی مانتے ہیں کہ اس کے ترک کو الحاد و بے دینی جانتے ہیں، عبارت اوپر گزری، اور سنئے کہ وہ صحیح و مستفیض حدیثوں کو فقہی روایت کے مقابل نہیں سنتے اور روایت بھی کیسی کہ خود مختلف آئی اور اختلاف بھی کیسا کہ اپنے ہی ائمہ کا فتوی تک مختلف امام محمد کی کتاب میں خود اس کے خلاف، اور حدیثوں کے مطابق اپنا اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مذکور کہ التحیات میں اشارہ کیا جائے اور اس پر بھی ائمہ فتوی نے دیا مگر صرف اس بنا پر کہ یہ روایت ہمارے امام سے مشہور نہیں احادیث پر عمل کرنا جائز نہیں بتاتے، اس سے بڑھ کر تقلید اور وہ بھی خاص شخصی کو دینی ضروری سمجھنا اور کیا ہو سکتا ہے، مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں فرماتے ہیں:

مخدوما احادیث نبوی علٰی مصدرہا الصلوۃ والسلام درباب جواز اشارت سبابہ بسیار وارد شدہ اند وبعضے از روایات فقہیہ حنفیّہ نیز دریں باب آمدہ وانچہ امام محمد گفتہ **کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یشیر ونصنع کما یصنع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم قال ھذا قولی و قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما** از روایاتِ نوادرست مامقلدان رانمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرات دراشارت نمائیم	اے ہمارے مخدوم! تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کی کثیر احادیث وارد ہیں اور بعض حنفی حضرات کی اس بارے میں روایات فقہیہ بھی آئی ہیں، اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اشارہ فرماتے تھے اور ہم وہ کریں گے جو نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے تھے۔ پھر انہوں نے فرمایا میرا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہی قول ہے، تو یہ نادر روایات میں سے ہے، تو ہم مقلد لوگوں کو براہِ راست حدیث پر عمل نہیں کرنا چاہیے، کہ اشارہ کرنے کی جرات کریں،

اگر کہا جائے کہ حنفی علماء نے اشارہ کے جواز پر فتوے دیا ہے تو میں کہوں گا کہ ترجیح عدمِ جواز کو ہے اھ ملتقطاً (ت)	اگر گویند کہ علمائے حنفیہ برجواز اشارت نیز فتوٰی دادہ اند گویم ترجیح عدمِ جواز راست اھ ملتقطاً۔[1]

اب مبتدعی کہ خبریں کہیے اور تقریر سابق بھی یاد رکھیے کہ ان کی شان میں کوئی کلمہ کہا اور ساتھ لگے شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب بھی گئے اور بلا پس ہو تینوں کو جانے دو وہ سب میں چہیتے اسمٰعیل جو گئے اور ان کے صدقے گیہوں کے گھن، اور تمہارے سب طائفے والے جہنم بدعت و ضلالت کے قعر میں پہنچے، افسوس کہ اس نامرد ہاتھی نے اپنی ہی فوج کازیاں کیا اس کچی پینڈی نے اپنے سفرہ و دستار خوان کا نقصان کیا، اسمٰعیل اور سارے طائفہ مردود و ذلیل کو بدعتی گمراہ جہنمی مان لیا ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز کردیا۔

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی گو جائے ذکر ماہم آں تنگ دل ندارد

مجھے خوشی ہے کہ تم رقیبوں سے دامن بچا کر گزر گئے، اگرچہ ہمارے ذکر پر بھی وہ تنگ دل نہیں ہوتے۔ت)

ہم اللہ تعالٰی کی پناہ چاہتے ہیں اس کے لغویات اور اسمٰعیل کی وسوسہ انگیزیوں اور باعثِ شرم باتوں سے۔اے میرے رب میں تیری پناہ چاہتاہوں شیطان کی وسوسہ انگیزیوں سے، اور تیری پناہ چاہتاہوں شیطانوں کی حاضری سے، اور ہماری آخری بات یہ ہے تمام حمدیں اللہ تعالٰی رب العالمین کے لیے ہیں، اور صلوۃ وسلام ہو، رسولوں کے سردار ہمارے آقا محمد اور انکی آل واصحاب سب پر، آمین (ت)	نعوذ باللہ من ھفواتہ وھمزات اسمٰعیل وھناتہ رب انی اعوذبك من ھمزات الشیطین، واعوذبك ان یحضرون ۝ واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین و الصلوۃ والسلام علٰی سید المرسلین سیدنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین امین!

الحمد للہ کہ یہ مختصر اجمالی جواب پانزدہم شہر النور والسرور ماہِ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۸ھ ہجریہ قدسیہ علٰی صاحبہا الصلوۃ و التحیہ کو باوصف کثرتِ کار وہجوم اشغال تعلیم وتدریس و مجالس مبارکہ میلاد سراپا تقدیس وقت فرصت کے قلیل جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ قوارع القھار علی المجسمۃ الفجار ۱۳۱۸ھ

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب ۳۱۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۴۸ تا ۴۵۱

نام ہوااس التزام کے ساتھ کہ مسئلہ مکان میں صرف اسی شخص کی سندآگنائی ہوئی کتابوں کی عبارتیں پیش کروں گا، عدد ڈھائی سوضرب تک پہنچااور اس کی مستند کتابوں میں بھی تفسیر ابن کثیر موجود نہ تھی ورنہ ممکن تھا کہ عدد اور بڑھتا، یونہی کتاب العلو مضطرب منہافت اور اس کے علاوہ پاس بھی نہ تھی اور اگر قلم کو اس مخالف کی اس قدر جائے تنگ میں محصور نہ کیا جاتا تو ضربوں کی کثرت لطف دکھاتی، پھر بھی اُن معدود سطور پر ڈھائی سو کیا کم ہیں۔ وباللّٰه التوفیق، واللّٰه سبحنه وتعالٰی الھادی الی سواء الطریق وصلی اللّٰه تعالٰی علی النبی الکریم محمد واٰله وبارك وسلم امین۔

مسئلہ ۵۲: از شہر مدرسہ اہلسنت و جماعت منظر اسلام مسئولہ مولوی اکبر حسن خان رامپوری طالب علم مدرسہ مذکور ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کمترین خدمت خدامان حضرت میں عارض ہے انگریزوں کے یہاں بدلائل عقلیہ ثابت ہے کہ آسمان کوئی چیز نہیں اور یہ جو نیلگوں شے محسوس ہوتی ہے وہ فضا ہے، اور اختلافِ لیل و نہار سب حرکت ارض ہے۔ اور نہ ستاروں کی حرکت ہے، ہر ستارہ کی کشش دوسرے کو روکے ہوئے ہے جس طرح مقناطیس امید کہ کوئی قوی دلیل عقلی و نقلی وجودِ آسمان پر افادہ فرمائی جائے۔

الجواب:

وجود آسمان پر آسمانی کتابوں سے زیادہ کیا دلیل درکار ہے تمام آسمانی کتابیں اثبات وجودِ آسمان سے مالا مال ہیں، قرآن عظیم میں تو صدہا آیتیں ہیں جن میں آسمان کا ابتداء میں دھواں ہونا بستہ چیز پھر رب العزت کا اسے جداجدا کرنا پھیلانا، سات پر بنانا، اس کا چھت ہونا اس کا نہایت مضبوط بنائے مستحکم ہونا، اس کا بے ستون قائم ہونا، اللّٰه تعالٰی کا اسے اور زمین کو چھ دن میں بنانا، روز قیامت اس کا شق ہونا، اٹھا کر زمین کے ساتھ ایک بار ٹکرادیا جانا، پھر اس کا اور زمین کا دوبارہ پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ صاف روشن ارشاد ہیں کہ ان کا انکار نہیں کرسکتا مگر وہ جو اللّٰه ہی کا منکر ہے، نیز قرآن عظیم میں جابجا یہ بھی تصریح ہے کہ جو ہم کو نظر آرہا ہے یہی آسمان ہے تو اس میں گمراہ فلسفیوں کا رد ہے جو آسمانوں کا وجود تو مانتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ وہ نظر نہیں آسکتے یہ جو ہمیں دکھائی دیتا ہے کہ کرہ بخار ہے۔ ان نصرانیوں اور ان یونانیوں سب بطلانیوں کے رد میں ایک آیہ کریمہ کافی ہے کہ:

"اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ	کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک

الْخَبِیْرُ ﴿۱۴﴾ "[1]۔	خبر دار۔

بنانے والا جو فرمارہا ہے وہ تو نہ مانا جائے اور دل کے اندھے سمجھ کے اوندھے جو اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ سنی جائیں، اس سے بڑھ کر گدھا پن کیا ہو سکتا ہے، یہ بائیبل جو اب نصارٰی کے پاس ہے اس کی پہلی کتاب کا پہلا باب آسمان وزمین کے بیان پیدائش ہی سے شروع ہے رہی دلیل عقلی، ذرا انصاف درکار، اتنا بڑا جسم جسے کروڑوں آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس کا وجود محتاج دلیل ہے یا جو کہے یہ معدوم محض یہ سب آنکھوں کی غلطی ہے یہ نری دھوکا کی ٹٹی ہے اس کے ذمے ہے کہ دلیل قطعی سے اس کا عدم ثابت کرے یوں تو ہر چیز پر دلیل عقلی قائم کرنی ہوگی آفتاب جسے نصارٰی بھی مانتے ہیں کیا دلیل ہے کہ یہ فی نفسہ کوئی وجود رکھتا ہے اور نگاہ کی غلطی نہیں غرض محسوسات سے بھی امان اٹھ کر دین و دنیا کچھ قائم نہ رہیں گے عنادیہ کا مذہب آجائے گا۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۳: از لاہور حویلی میاں خان نزد مکان حکیم محمد انور صاحب مرسلہ اللہ دیا شاعر ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

میں ایک حنفی المذہب شخص ہوں میں نے ایک مجمع میں جس میں غیر مقلد و مرزائی وغیرہ شامل تھے یہ کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات لایزال ہے اور اس کو زوال نہیں جس پر انہوں نے مجھے کافر مشرک اور بے دین کہا یہ بھی کہا کہ کسی عالم نے آج تک اس مسئلہ پر کچھ نہیں لکھا اس واسطے تم جھوٹے ہو، آپ کی خدمت اقدس میں عرض ہے کہ اس کے متعلق فتوی عنایت فرمائیں میں نے لاہور کے چند علماؤں سے اس کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم راستی پر ہو اور انہوں نے مجھے فتوی بھی دیئے۔ اب میری یہ آرزو ہے کہ میں ان فتوؤں کو جمع کرکے چھپوادوں، چونکہ آپ ہماری جماعت حقہ کے حکیم حاذق ہیں اور ہمیں آپ کی ذات بابرکت پر بڑا فخر و ناز ہے۔

الجواب:

بے شک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات و صفات و فضائل و کمالات کبھی زوال پذیر نہیں بلکہ ہمیشہ مترقی ہیں، **قال اللہ تعالٰی۔**

"وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ﴿۴﴾ "[2]۔	اور بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔ (ت)

یہاں کسی عاقل مسلم کی یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ حرکت و انتقال منتفی ہے، نہ کوئی مسلمان اس کی نفی کرے گا۔

[1] القرآن الکریم ۶۷ / ۱۴

[2] القرآن الکریم ۹۳ / ۴

تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے جو ایک آن کے لیے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو طریان موت ہو کر معًا حیاتِ حقیقی ابدی روحانی جسمانی بخشی جاتی ہے، یہ حضور کے لیے نہ ہوئی بلکہ اس سے حضور کی برزخ میں حیاتِ ابدی اور فضائل اقدس میں ترقی دوامی مراد ہوگی بلاشبہہ اُس تصدیقِ وعدہ کے بعد سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے ابدیت ذات حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون۔[1]	انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔(ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی الله حی یرزق۔[2]	بے شک اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے چنانچہ اللہ تعالٰی کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔(ت)

باوصف قرب معنی صحیح مسلمان کے کلام کو معنی قبیح بلکہ کفر صریح پر حمل کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۵۴: از رادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب　۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

گیارھویں کے لیے آپ کیا فرماتے ہیں، گیارھویں کے روز فاتحہ دلانے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے یا آڑے دن فاتحہ دلانے سے، بزرگوں کے دن کی یادگاری کے لیے دن مقرر کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

محبوبان خدا کی یادگاری کے لیے دن مقرر کرنا بے شک جائز ہے۔ حدیث میں ہے:

کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یاتی قبور شهداء اُحد علی راس کل حول[3]۔	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لاتے تھے۔(ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب نے اسی حدیث کو اعراس اولیاء کرام کے لیے مستند مانا، اور شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا:

---

[1] شرح الصدور باب احوال الموتٰی فی قبورهم الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۷، مسند ابی یعلٰی حدیث ۳۴۱۲ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۳/ ۳۷۹

[2] سنن ابن ماجه ابواب ماجاء فی الجنائز باب ذکر وفاته الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۹

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۱۳/ ۲۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۱۷۰

ازینجاست حفظ اعراس مشائخ۔[1]	مشائخ کے عرس منانا اس حدیث سے ثابت ہے (ت)

گیارھویں شریف کی تعیین بھی اسی باب سے ہی مگر ثواب کی کمی بیشی اس پر نہیں جب کریں ویسا ہی ثواب ہوگا۔ ہاں اوقاتِ فاضلہ میں اعمال فاضلہ زیادہ نورانیت رکھتے ہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۵: از بریسال ڈاکخانہ مہر گنج محلّہ چڑلکھی مکان منشی عبدالکریم۔ مرسلہ محمد حسن صاحب ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

آناں بملک ما برائے چند کلام نزع برفع اند اوگا مابین علمائے چند فریق شدہ اند یک دیگرے راوہابی گویند و در پیش آں صلوۃ خوانی مکروہ تحریمی و عقائد قوم و جماعت وہابیہ اینکہ مولود خوانی و زیارتِ قبور و فاتحہ و تسبیح و تہلیل و عرس کردن ایں سب امور را حرام گویند و انجا افعال کنندہ را بدعتی گویند در پیش ایں جماعت را نماز نمی خوانند وایں ہر دو جماعت ہمیچاں فساد می کنند لکن کیفیت وہابی و سنی چیست نہ معلوم اند۔	ہمارے ملک میں چند اختلافی باتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں جن میں سے پہلی یہ کہ علماء کے درمیان کچھ گروہ ہیں جو ایک دوسرے کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ وہابی قوم کے عقائد یہ ہیں کہ وہ میلاد خوانی زیارتِ قبور، فاتحہ، تسبیح و تہلیل اور عرس کرنے کو حرام کہتے ہیں، اور ایسے افعال کرنے والے کو بدعتی کہتے ہیں، اور انکی جماعت میں نماز نہیں پڑھتے۔ یہ دونوں جماعتیں اس طرح فساد کرتی ہیں لیکن وہابی اور سنی کی کیفیت کیا ہے یہ معلوم نہیں (ت)

الجواب:

دریں دیار منکراں میلاد خوانی و زیارتِ قبور و فاتحہ و تسبیح و تہلیل جز وہابیہ نہ باشند و ہمچناں منکران نفس عرس، اما عرسیکہ مشتمل بر رقص باشد خود ناروا است نماز پس وہابیہ جائز نیست، در فتح قدیر است روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم ان الصلوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز۔[2]	اس ملک میں میلاد خوانی، زیارتِ قبور، فاتحہ اور تسبیح و تہلیل کا منکر وہابیوں کے سوا کوئی نہیں، یونہی نفس عرس کا منکر بھی ان کے علاوہ کوئی نہیں، رہا قص پر مشتمل عرس تو وہ خود ناجائز ہے، وہابیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں، فتح القدیر میں ہے: امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی کہ بے شک بدمذہبوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد پاکستان ص ۵۸

[2] فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

<table>
<tr>
<td>انکار امور مذکورہ شعار وہابیہ است ہمچناں استمداد از انبیاء و اولیاء علیہم الصلوۃ والسلام و یارسول اللہ ویا علی گفتن راشرک می گویند وخلاصہ مذہب ایشاں آنست کہ امام آنہا در تقویۃ الایمان [1] گفت کہ جز خدا ہیچ کس را قائل مباش و مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را خود ہمیں بزرگی داشت چنانکہ برادر کلاں رابر برادر خورد وازیں قسم بسیار سخنہائے گستاخی بانبیاء و اولیاء خود حضور سیدالانبیاء علیہم الصلوۃ والثناء جا دیدہ است حاصل مذہب ایں خبثا آنست کہ حضرت مولوی قدس سرہ در مثنوی شریف فرمود ؎
ہمسری باانبیاء برداشتند
اولیاء راہمچو خود پنداشتند [2]
واللہ تعالٰی اعلم۔</td>
<td>امور مذکور کاانکار وہابیوں شعار ہے، اسی طرح اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے مدد مانگنے اور یارسول اللہ اور یاعلی کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں، ان کے مذہب کاخلاصہ وہ ہے جو ان کے امام نے تقویۃ الایمان میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا قائل مت ہو، اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود پر صرف اتنی بڑائی دیتے ہیں جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر۔ اس قسم کی بہت سی گستاخانہ باتیں نبیوں، ولیوں اور خود حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ پر چسپاں کرتے ہیں۔ ان خبیثوں کے مذہب کاحاصل وہ ہے جو حضرت مولوی (مولانا روم) قدس سرہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے انہوں نے نبیوں کے ساتھ برابری کا دعوی کھڑا کردیا اور اولیاء اللہ کو اپنے جیسا سمجھ لیا ہے۔ (ت)</td>
</tr>
</table>

مسئلہ ۵۶ تا ۶۲: از فورٹ سنڈیمن بلوچستان رسالہ زوپ ملیشیہ مرسلہ مستری احمد الدین ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) مولود شریف کرنا کیساہے اور بوقتِ بیانِ ولادت شریف قیام کرنا کیساہے؟

(۲) گیارھویں حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرنی کیسی ہے؟

(۳) کھانا آگے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر ختم دینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) اٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ کہنا، آپ کو حاضر ناظر جاننا اور عالم الغیب ماننا کیساہے؟

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۱

[2] مثنوی معنوی حکایت مرد بقال الخ موسسۃ انتشارات اسلامی لاہور دفتر اول ص ۵۸

(۵) بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے لیے دور دراز سے سفر کرنا عرس اور قبروں کا طواف اور بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) ہر دو طریق پر میت کا اسقاط کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۷) جمعہ کی نماز کے بعد احتیاط الظہر ۱۲ رکعت پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب ہر شتہ سوال

(۱) مولود شریف یعنی خاص بیان ولادت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خالی از منکراتِ شرعیہ می باشد جائز ہست مگر قیام کردن و دست برناف بستن بریں اعتقاد کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر میشوذ مجلس مولود را غیر صحیح وخلاف عقیدہ ہست۔	**(۱)** مولود شریف یعنی خاص بیان ولادت سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو جائز ہے مگر اس کے لیے قیام کرنا اور اس اعتقاد کے ساتھ ناف پر ہاتھ باندھنا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محفلِ میلاد میں حاضر ہوتے ہیں صحیح نہیں اور عقیدہ کے خلاف ہے۔
(۲) نذر دادن بر رُوح غوثِ اعظم علیہ الرحمہ اگر خالصًا لوجہ اللہ از برائے ایصال الثواب بروح مقدس شان مے باشد جائز بلکہ حسن ست لکن اگر در وقت نذر کردن خاص نام پیرانِ پیر علیہ الرحمۃ ذکر کند و نام خداوند تعالٰی ترک کند چنانچہ عادت جہال ست پس ناجائز بلکہ خوفِ کفر ہست۔	**(۲)** غوث اعظم علیہ الرحمہ کی روح پاک کی نذر دینی اگر خالصًا اللہ تعالٰی کی ذات کے لیے ہو اور سرکار غوث پاک کی روح مقدس کو ثواب پہنچانا مقصود ہو تو جائز بلکہ مستحسن کو ثواب پہنچانا مقصود ہو تو جائز بلکہ مستحسن ہے، لیکن اگر نذر کرتے وقت خاص پیران پیر علیہ الرحمہ کا نام ذکر کرے اور اللہ تبارک و تعالٰی کا ذکر چھوڑ دے تو جیسا کہ جاہلوں کی عادت ہے ناجائز ہے بلکہ کفر کا خوف ہے۔
(۳) و دُعا کردن در وقت حضور طعام جائز ہست لیکن بہتر آن ہست کہ بعد فراغ از تناول طعام کردہ شود زیرا کہ حق طعام سابق ہست لکن آنکہ در بعضے شہر ہا معروف ہست کہ طلبہ و ملایان را جمع می کنند و بر ایشاں ختم	**(۳)** کھانا سامنے رکھ کر دعا کرنا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ کھانا کھا کر فارغ ہونے کے بعد دعا کی جائے کیونکہ کھانے کا حق مقدم ہے لیکن جو بعض شہروں میں مروج ہے کہ طلباء اور ملاؤں کو جمع کرتے ہیں وہ قرآن مجید ختم کرتے ہیں اور تسبیح و

فارسی	اردو
قرآن شریف و تسبیح و تہلیل می کنند و بعوض آں ایشاں را نان و پیرہامی دہند ناجائز ہست ختم کنندگان را گرفتن فلوس وخوردن طعام حرام ہست و صاحبِ طعام را ثوابِ خیرات نمی شود چنانچہ در طریقہ محمدیہ در فصل آخر و در بحر الرائق و در شامی مذکور ہست۔	تہلیل کرتے ہیں جس کے بدلے میں انہیں روٹی اور پیسے دیئے جاتے ہیں یہ ناجائز ہے ختم کرنے والوں کو پیسے لینا اور کھانا کھانا حرام ہے اور کھانا کھلانے والے کو خیرات کا ثواب حاصل نہیں ہوتا، جیساکہ طریقہ محمدیہ کی فصل آخر بحر الرائق اور شامی میں مذکور ہے۔
(۴) یارسول اللہ گفتن ماسوائے از مواضع بے ادبی در ہر وقت جائز ہست مگر حاضر دانستن جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخالف عقیدہ اہلسنت و جماعت ہست صحیح نیست بلکہ درود شریف یاسلام بخود پیش کردہ مے شود بر روح پاک آنجناب علیہ السلام در مدینہ منورہ نہ آنکہ سید الانبیاء از برائے او حاضر مے شود، چنانچہ در حدیث نسائی شریف ف وارد شدہ ہست قال علیہ السلام ان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم [1]۔ نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ	(۴) یارسول اللہ کہنا بے ادبی کی جگہوں کے سواہر وقت جائز ہے مگر سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حاضر جاننا عقیدہ اہلسنت و جماعت کے خلاف ہے اور صحیح نہیں ہے بلکہ درود شریف یا سلام نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح پاک کو خود مدینہ منورہ میں پیش کیا جاتا ہے، یوں نہیں کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے خود حاضر ہوتے ہیں جیسا کہ نسائی شریف کی حدیث میں وارد ہوا ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

ف: انتہائی کوشش کے بعد بھی نسائی شریف میں ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی البتہ ان الفاظ کے قریب قریب معجم کبیر و مسند احمد بن حنبل میں ان الفاظ کے ساتھ حدیث ملی ہے۔ **حیثما کنتم فصلّوا علی فان صلوتکم تبلغنی۔** نذیر احمد سعیدی

[1] المعجم الکبیر حدیث ۲۷۲۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۸۲، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی ۲/ ۳۶۷

تعالٰی علیہ وسلم را عالم الغیب گفتن ناجائز ہست، چنانچہ ملا علی قاری در شرح فقہ اکبر تصریح میکند ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما علمھم اللہ احیانا وذکر الحنفیۃ صریحا بالتکفیر باعتقادہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالٰی قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ[1]۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا ناجائز ہے، چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ شرح فقہ اکبر میں تصریح کرتے ہیں پھر تو جان لے کہ بے شک انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام غیب اشیاء کو نہیں جانتے سوائے ان چیزوں کے جن کا علم انہیں اللہ تعالٰی کبھی کبھار عطا فرماتا ہے، اور حنفیّہ نے اس کی تکفیر کا ذکر اس وجہ سے کیا ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اس لیے کہ ان کا یہ اعتقاد اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے مخالف ہے: اے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آپ فرمادیں کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالٰی کے۔

(۵) سفر کردن از برائے زیارتِ قبور جائز ہست از جہت اطلاق قولہ علیہ السلام کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا[2]۔ وانچہ بعض علماء مثل ابن تیمیہ وغیرہ استدلال بر منع سفر کردہ اند بایں حدیث لاتشدوا الرحال الا الی ثلثۃ مساجد[3] الخ۔ غلط ہست، چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمہ در احیاء

(۵) زیارتِ قبور کے لیے سفر کرنا جائز ہے اس واسطے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد مطلق ہے میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا تو اب ان کی زیارت کیا کرو۔ ابن تیمیہ وغیرہ بعض علماء کا منع سفر پر اس حدیث سے استدلال کرنا غلط ہے کجاوے مت باندھو مگر صرف تین مسجدوں کی طرف چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمہ احیاء العلوم

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر حکم تصدیق الکاہن بما یخبر بہ من الغیب مصطفٰی البابی مصر ص ۱۵۱

[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الذھاب الی زیارۃ القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب فضل المساجد الثلاثہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۷

می فرماید وذہب بعض العلماء الی الاستدلال بهذا الحدیث فی المنع من الرحلة لزیارة المشاهد وقبور العلماء والصلحاء و ماتبین لی ان الامر لیس کذلك بل الزیارة مامورة بها قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم کنت نهیتکم عن زیارة القبور الخ[1]۔ لکن بوسہ دادن وطواف کردن قبر و عرس وغیرہ ہمہ ناجائز و حرام ہست و نیز مخالف ہست از آداب وطریقہ زیارت کردن، چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ دراحیا می فرمودند وآداب الزیارة ان لایقوم مستقبل القبر مستدبر القبلة ولایقبله ولا ینحنی له[2] الخ بلکہ درانحناء وسجدہ کردن خوفِ کفرست۔

میں فرماتے ہیں: بعض علماء نے اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ علماء و صلحاء کی قبور اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے سفر کرنا منع ہے اور میرے لیے جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں بلکہ زیارتِ قبور کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا تو اب ان کی زیارت کیا کرو لیکن قبر کو بوسہ دینا طواف کرنا اور عرس وغیرہ سب ناجائز و حرام ہے اور ایسا کرنا زیارت کرنے کے طریقہ اور آداب کے خلاف ہے، چنانچہ امام غزالی علیہ الرحمہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: زیارت کے آداب یہ ہیں کہ قبر کی طرف منہ کرکے اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے مت کھڑا ہو اور نہ قبر کو چومے اور نہ ہی اس کے لیے جھکے الخ بلکہ قبر کے لیے جھکنے اور سجدہ کرنے میں کفر کا خوف ہے۔

(۶) اسقاط کردن بر طریق معروف اگرچہ در قرونِ ثلثہ بریں طریق جاری نبود لیکن علماء فقہ در کتب ہائے خود نقل کردہ ہست واز نصوص وآثار صحابہ ایں حکم رامستنبط کردہ اند چنانچہ علامہ ابن العابدین شامی دریں مسئلہ رسالہ مستقبل چاپ کردہ ہست

(۶) مروج طریقے پر حیلہ اسقاط کرنا اگرچہ قرون ثلثہ میں اس طور پر جاری نہ تھا مگر علماء فقہ نے اپنی کتابوں میں اس کو نقل کیا ہے اور نصوص وآثارِ صحابہ سے اس حکم کو مستنبط کیا ہے چنانچہ علامہ ابن العابدین صاحب شامی نے اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ شائع

[1] احیاء العلوم کتاب ذکر اسرار الحج فضیلة المدینة الشریفه الخ مطبعة المشهد الحسینی القاهرہ ۱/ ۲۴۴

[2] احیاء العلوم کتاب ذکر الموت الباب السادس مطبعة المشهد الحسینی القاهرہ ۴/ ۴۹۱

وثابت کردہ ہست کہ اسقاطِ میت جائز ہست ودر نقل عبارت آں رسالہ بسیار طول لازم می شود ازیں وجہ ترک کردم۔

کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ میت کے لیے حیلہ اسقاط جائز ہے چونکہ اس رسالہ کی عبارات کو نقل کرنے میں بہت زیادہ طوالت لازم آتی ہے۔اس لیے میں نے ان عبارات کو ترک کردیا ہے۔

(۷) در عدد رکعات نمازِ جمعہ اختلاف علماء ہست بعضے میگویند کہ بعد از فرضِ جمعہ شش رکعات سنت ہست و چہار رکعت فرض احتیاطی را منع می کند چنانچہ صاحب بحر الرائق در کتاب خود تصریح کردہ ہست بر منع و میگوید و منشاء جهلهم صلوة الاربع بعد الجمعة بنية الظهروانما وضعها بعض المتاخرين عند الشك فی صحة الجمعة بسبب رواية عدم تعددها فی مصرواحد وليست هذه الرواية بالمختارة وليس هذا القول اعنی اختيار صلوة الاربع بعدها مرويا عن ابی حنيفة و صاحبيه حتی وقع لی انی افتيت مرارًا بعدم صلوتها خوفا علی اعتقاد الجهلة بانها الفرض وان الجمعة ليست بفرض۔[1] الخ، پس از قول صاحب بحر الرائق مطلقًا منع کردن معلوم میشود و بعض علماء

(۷) نمازِ جمعہ کی رکعتوں کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ فرض جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنت ہیں اور چار رکعت فرض احتیاطی (احتیاط الظہر) سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ صاحب بحر الرائق اپنی کتاب میں ممانعت پر تصریح فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ فرضیت جمعہ کے منکرین کی جہالت کا منشاء جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے چار رکعتیں نماز پڑھنا ہے جس کو بعض متاخرین نے صحتِ جمعہ میں شک کی بنیاد پر وضع کیا ہے اور اس شک کا سبب ایک شہر میں تعدد جمعات کے عدمِ جواز والی روایت ہے حالانکہ یہ روایت مختار نہیں اور نہ ہی یہ قول یعنی جمعہ کے بعد چار رکعتیں احتیاط الظہر پڑھنے کا مختار ہونا امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین سے مروی ہے۔ حتی کہ میرے لیے ایسے واقع ہوا کہ میں نے بارہاان چار رکعتوں کے عدمِ جواز کا فتوٰی دیا اس بات کا خوف کرتے ہوئے کہ جاہل لوگ ان چار رکعتوں کو فرض سمجھ لیں گے اور جمعہ کو فرض نہیں سمجھیں گے۔الخ صاحب بحر الرائق کے قول سے تو مطلقًا ممانعت

[1] بحر الرائق کتاب الصلوة باب الجمعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۳۹

میگوید کہ بہتر ایں ہست کہ بعد از جمعہ دوازدہ رکعات گزاردہ شود چہار رکعت احتیاطی چنانچہ معروف ہست چنانچہ صاحب شامی نوشتہ ہست **ونقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشك فی کونہ مصرًا ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعًا بنیۃ الظھر احتیاطا۔**[1] الخ لکن نزدبندہ مختار ایں ہست کہ قول صاحب بحرالرائق حمل کردہ شود بر عوام الناس و عوام الناس رافتوی دادہ نہ شود بر گزاردن فرض احتیاطی زیرا کہ ایشاں راضرور تردد واقع میشود ودر فرضیت جمعہ و قول صاحبِ شامی محمول ہست بر خواص ازیں وجہ کہ ایشاں واقف ہست از احوال نیت واصل خلاف پس واقع نمی شود ایشاں راتردد در فرضیت جمعہ و و دلیل گرفتہ ام بقول مقدسی حیث قال **نحن لا نامر بذلك المثال ھذہ العوام بل ندل علیہ الخواص**[2] ۔الخ حاصل آنکہ فرض احتیاطی در حق عوام الناس امر نکردہ شود بلکہ خواص رابہتر ہست فقط السلام علیکم وعلی من لدیکم ھذا ما وضع لی واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

معلوم ہوتی ہے، بعض علماء کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے بعد بارہ رکعتیں ادا کی جائیں چار رکعتیں احتیاطی فرض ہیں جیسا کہ معروف ہے، چنانچہ صاحبِ شامی نے لکھا ہے کہ مقدسی نے محیط سے نقل کیا جس جگہ کے شہر ہونے میں شک ہو وہاں لوگوں کو چاہیے کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں فرض احتیاطی بنیت ظہر پڑھیں الخ لیکن بندہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ صاحب بحرالرائق کے قول کو عوام الناس پر محمول کیا جائے گا چنانچہ عوام الناس کو فرض احتیاطی پڑھنے کا فتوی نہیں دیا جائے گا کیونکہ ان کو ضرور جمعہ کی فرضیت میں تردد واقع ہوگا اور صاحب شامی کے قول کو خواص پر محمول کیا جائے گا۔اس لیے کہ وہ نیت کے احوال اور اصل خلاف سے واقف ہیں لہذا ان کی فرضیت جمعہ میں کوئی تردد نہ ہوگا۔میں نے مقدسی کے قول سے دلیل پکڑی ہے جہاں انہوں نے فرمایا کہ ہم ایسے احکام کا عوام کو حکم نہیں دیتے بلکہ ان پر خواص کی رہنمائی کرتے ہیں الخ۔خلاصہ یہ کہ فرض احتیاطی کا عوام کو حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ یہ خواص کے لیے بہتر ہے، فقط تم پر اور ان پر جو تمہارے پاس ہیں سلام ہو۔یہ وہ ہے جو مجھے مہیا ہوا،اور اللہ تعالٰی درست بات کو خوب جانتا ہے۔(ت)

محررہ فقیر مولوی سید بادشاہ ابن مولوی سید محمد صدیق احسن زادہ ساکن ریوزی مورخہ ۳ رمضان

[1] ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۴۲

[2] ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۴۲

بخدمت اقدس حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ، استفتاء ہذا ارسال خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں، یہ مولوی صاحب جنہوں نے جواب استفتاء ہذا تحریر فرمایا ہے تعلیم یافتہ مدرسہ دیوبند ہیں لیکن ان کے خیالات یہ ہیں جو انہوں نے ارقام فرمائے ہیں اب یہ تحریر فرمائیں کہ ان مولوی صاحب کو امام مسجد مقرر کرنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے، آیا اس شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔

الجواب:

بعد مراسم سُنّت، وہ سوال جواب جوابات میں بہت چالاکی برتی گئی ہے پھر بھی ان سے توہب کی جھلک پیدا ہے آپ نے مجیب کا دیوبند میں تعلیم پانا لکھا ہے وہاں یہ سوالات کرنے نہ تھے کہ انہیں غلط جواب دے جب بھی کافر تو نہ ہوگا دیوبندیوں کے عقائد تو وہ ہیں جن کی نسبت علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ۔

من شك فی عذابه و کفرہ فقد کفر [1]۔	جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ایسی جگہ تو یہ سوال کرنا چاہیے کہ رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی و قاسم نانوتوی اور محمود حسن دیوبندی و خلیل احمد انبیٹھی اور ان سب سے گھٹ کر ان کے امام اسمٰعیل دہلوی اور ان کی کتابوں براہین قاطعہ و تحذیر الناس وحفظ الایمان و تقویۃ الایمان و ایضاح الحق کو کیسا جانتے ہو اور ان لوگوں کی نسبت علمائے حرمین شریف نے جو فتوے دیئے ہیں انہیں باطل سمجھتے ہو یا حق مانتے ہو اور اگر وہ ان فتوؤں سے اپنی ناواقفی ظاہر کرے تو بریلی مطبع اہلسنت سے حسام الحرمین منگا لیجئے اور دکھایئے اگر بکشادہ پیشانی تسلیم کرے کہ بیشک علمائے حرمین شریفین کے یہ فتوے حق ہیں تو ثابت ہوگا کہ دیوبندیت کا اُس پر کچھ اثر نہیں ورنہ علمائے حرمین شریفین کا وہی فتوٰی ہے کہ:

من شك فی عذابه و کفرہ فقد کفر [2]۔	جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

---

[1] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

اس وقت آپ کو ظاہر ہو جائے گا کہ جو شخص اللہ و رسول کو گالیاں دینے والوں کو کافر نہ جاننا در کنار علمائے دین واکابر مسلمین جانے وہ کیونکر مسلمان، پھر مسئلہ عرس وفاتحہ وفرعی مسائل کااس کے سامنے ذکر کیا ہے، فقط۔

مسئلہ ۶۳: ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ برادر دینی ویقینی مولوی محمد فاروق صاحب سلمہ

الجواب:

بعد تحیۃ مسنونہ، اس وقت آپ کا خط تلاش کیا، نہ ملا معلوم نہیں اور کیا لکھا تھا ایک سوال در بارہ عرس یاد ہے عرش شریف کا ثبوت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے رسالہ ذبیحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دیا ہے، شاہ صاحب موصوف اور ان کے اب وجد عرس کرتے ہیں، ایک پنجابی نے اس پر اعتراض کیا جس کا جواب شاہ صاحب نے حدیث سے دیا، کلام اُس عرس شریف میں ہے جو منکرات شرعیہ سے خالی ہو، اس میں خیر کے سوا کیا ہے، اور خیر کا بعینہٖ منقول ہونا کچھ ضرور نہیں، یہ مسئلہ صدیق و فاروق و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں طے ہولیا کہ اگرچہ حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر کام خیر ہے لہٰذا کیا جائے اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔ سوال کا جواب تو اتنا ہے مگر مدارس کی تعمیر اور ان میں مدرسین کا تنخواہوں کے ساتھ تقرر اور اس میں درس نظامی یا اور کسی مقرر کردہ نصاب کا تعین اور ان میں ماہانہ و سالانہ امتحان اور اس میں کامیابیوں کے نمبر اور ان پر انعام اور کتابیں چھاپنا، کمیشن مقرر کرنا وغیرہ ہزاروں باتیں منکرین میں رائج ہیں وہ سب بھی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، مجھے تعجب ہے کہ ان باتوں کی تصریح امام اعظم سے کہاں انہیں ہاتھ لگی یونہی اپنے اور اپنے اہل و عیال کے فرض و واجب واجب نفقہ کا کوٹ انسپکٹری سے ادا کرنا بھی امام اعظم کے ارشاد سے کیوں نہ محتاج تصریح ہوا، بچوں کو دعا، فقط

مسئلہ ۶۴: از مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی طالب علم مدرسہ مذکور ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

سزا ایم برگنا ہم لازم آمد　　پس آنگہ رحمتش نہ باہم آمد

بگو گفتی خطائے یا صوابم　　بسا اسرار اینجا باہم آمد

(میرے گناہ پر مجھے سزا ملنا لازم ہے تو اس وقت اس (اللہ تعالیٰ) کی رحمت مہیانہ ہوئی)

اے مفتی! بتامیں نے غلط کہا یا درست کہا، بہت سے راز اس جگہ حاصل ہوئے ہیں ت)

الجواب:

۱	مسلماں راسزا الازم کہ کردست	کہ قول اعتزالی ظالم آمد
۲	وگریابد سزا کامل نیابد	کہ عفوش بہر مومن لازم آمد
۳	وگر بالفرض ازو چیزے نہ بخشد	ز نقصان رحمتش خود سالم آمد
۴	کہ یرحم من یشاء لاکل فرد	یعذب من یشاء ہم قائم آمد
۵	بدنیار حمتش بر جملہ عام ست	بعقبےٰ خاص حظ مسلم آمد
۶	ثوابش بہر مومن منتہی نیست	عذابش بہر کافر دائم آمد
۷	برائے ہر صفت مظہر بکارست	کہ اوذو انتقام وراحم آمد

واللہ تعالٰی اعلم

(۱) مسلمان کے لیے سزا کس نے لازم کی ہے کہ یہ تو ظالم معتزلی کا قول ہے۔

(۲) اور اگر اس نے سزا پائی تو بھی کامل سزا نہ پائے گا۔ کیونکہ مومن کے لیے عفو اللہ تعالٰی کے ذمہ کرم پر لازم ہے۔

(۳) اگر بالفرض اللہ تعالٰی مومن کی خطا معاف نہ فرمائے تو بھی اس کی رحمت نقصان سے مبرا ہے۔

(۴) کیونکہ وہ جس پر چاہے رحم فرماتا ہے نہ کہ ہر فرد پر، جس کو چاہے عذاب دیتا ہے۔ (یہ حکم) بھی قائم ہے۔

(۵) دنیا میں اس کی رحمت سب کو عام ہے، آخرت میں خاص مسلمان کا حصہ ہے۔

(۶) مومن کے لیے اس کے ثواب کی انتہا نہیں ہے، کافر کے لیے اس کا عذاب دائمی ہے۔

(۷) اس کی ہر صفت کا کوئی مظہر ہے، کیونکہ وہ انتقام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

مسئلہ ۶۵: از کانپور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب مورخہ ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۳۱ھ

میلاد شریف کا رواج کب سے ہے اور خاص ذکر پیدائش کے وقت تعظیماً قیام کرنا کہاں سے ثابت ہے؟

الجواب:

مجلس میلاد مبارک و قیام کا ثبوت ہزاروں بار دے دیا، اور اب اجمالاً یہ ہے کہ ان کا ثبوت وہاں سے ہے جہاں سے وہابیہ کے کفر کا ثبوت آیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶: مسئولہ شفیع احمد فقیر قادری رضوی طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شرح عقائد عضدیہ للمحقق الدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ میں ہے۔

یا من وفقنا لتحقیق العقائد الاسلامیۃ وعصمنا عن التقلید فی الاصول والفروع الکلامیۃ۔[1]	اے وہ ذات جس نے ہمیں عقائد اسلامیہ کی تحقیق کی توفیق عطا فرمائی اور ہمیں اصولِ کلامیہ اور فروع کلامیہ میں تقلید سے بچایا۔

اور یہ بھی مشہور ہے:

لا تقلید فی الاعتقادیات۔[2]	اعتقادیات میں تقلید نہیں۔(ت)

حضور اگر ایسا ہے تو جاہل کے لیے یہ کیوں ہے کہ جب اس کے سامنے کوئی عقیدہ پیش کیا جائے اور یہ نہ جانتا ہو تو کہے میرا وہ عقیدہ ہے جو اہل سنت کا ہے بلکہ کوئی جاہل بلکہ اکثر معمولی عالم اکثر عقائد کے استدلال نہیں جانتے اور ہم اکثر ثبوت عقائد میں اقوال ائمہ پیش کرتے ہیں اور یہ طریق اثبات تصانیف علمائے عظام میں موجود یا اس کے معنٰی یہ ہیں کہ عقائد کا علم یقینی مثل علم امر محقق ہو، نہ علم ظنی مثل علم مرد مقلد۔

الجواب:

جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں، کتاب سنت، اجماع، قیاس، عقائد میں چار اصول ہیں، کتاب، سنت، سواد اعظم، عقل صحیح، تو جو ان میں ایک کے ذریعہ سے کسی مسئلہ عقائد کو جانتا ہے دلیل سے جانتا ہے نہ کہ بے دلیل محض تقلیداً اہل سنت ہی سواد اعظم اسلام ہیں، تو ان پر حوالہ دلیل پر حوالہ ہے نہ کہ تقلید۔ یوں ہی اقوالِ ائمہ سے استناد اسی معنٰی پر ہے کہ یہ اہلسنت کا مذہب ہے ولہذا ایک دو دس بیس علماء کبار ہی سہی اگر جمہور و سواد اعظم کے خلاف لکھیں گے اس

---

[1] الدوانی علی العقائد العضدیہ خطبۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۲

2

وقت ان کے اقوال پر نہ اعتماد جائز نہ استناد کہ اب یہ تقلید ہوگی اور وہ عقائد میں جائز نہیں، اس دلیل اعنی سواد اعظم کی طرف ہدایت اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے، ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے، عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی، لہٰذا یہ واضح روشن دلیل عطافرمائی کہ سوادِ اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو وہ حق ہے اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے وقت میں تو کوئی بدمذہب تھا ہی نہیں اور بعد کو اگرچہ پیدا ہوئے مگر دنیا بھر کے سب بدمذہب ملا کر کبھی اہلسنت کی گنتی کو نہیں پہنچ سکے، **للہ الحمد** فقہ میں جس طرح اجماع اقوی الاَدِلّہ ہے کہ اجماع کے خلاف کا مجتہد کو بھی اختیار نہیں اگرچہ وہ اپنی رائے میں کتاب و سنت سے اس کا خلاف پاتا ہو یقیناً سمجھا جائے گا کہ یا فہم کی خطا ہے یا یہ حکم منسوخ ہوچکا ہے اگرچہ مجتہد کو اس کا ناسخ نہ معلوم ہو، یونہی اجماع امت تو شے عظیم ہے سواد اعظم یعنی اہلسنت کا کسی مسئلہ عقائد پر اتفاق یہاں اقوی الادلہ ہے کتاب وسنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے تو فہم کی غلطی ہے، حق سوادِ اعظم کے ساتھ ہے، اور ایک معنی پر یہاں اقوی الادلہ عقل ہے کہ اور دلائل کی حجیت بھی اسی سے ظاہر ہوئی ہے مگر محال ہے کہ سواد اعظم کا اتفاق کسی برہان صحیح عقلی کے خلاف ہو، یہ گنتی کے جملے ہیں مگر بحمدہ تعالٰی بہت نافع و سود مند **فعضوا علیہا بالنواجذ** (پس ان کو مضبوطی سے داڑھوں کے ساتھ پکڑلو۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۷تا۱۷۱: از شہر محلّہ کنبوہ کوٹھی حامد حسین خاں صاحب رئیس مسئولہ شمشاد علی خان صاحب ۲۶رجب ۱۳۳۶ھ

(۱) صحیح مسلم ودیگر صحاح میں بہ الفاظِ مختلفہ واتحاد مطلب یہ حدیث وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ امر اسلام ہمیشہ غالب رہے گا اور اس میں بارہ خلیفہ ہوں گے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ان بارہ کے اسماء مبارک کیا ہیں؟

(۲) وہ خلفائے دوازدہ گانہ کُل کے کُل اخیار ہوں گے یا کہ بعض اچھے اور بعض بُرے، اور اگر کہا جائے کہ سب اُن میں اچھے نہ تھے بلکہ کچھ ایسے بھی تھے جو کہ خیر الناس نہیں کہے جاسکتے، یہ تفصیل حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائی ہے یا دیگرے علماء نے؟

(۳) وہ بارہ [۱۲] خلفاء زیب دہ مسند خلافت ہوچکے یا یہ کہ ابھی کچھ باقی ہیں؟

(۴) چونکہ احادیث متعلقہ خلفاء اثنٰی عشر میں یہ مسئلہ وارد ہوا ہے کہ اسلام ختم نہ ہوگا تاوقتیکہ بارہ خلفاء پورے نہ ہولیں اگر خلفاء دنیا میں رونق افزائے عالم ہوکر اپنی تعداد پوری کرچکے ہیں تو اب

حسبِ مفاد حدیث اسلام واسلامیان دنیا میں باقی ہیں یا کیا؟
(۵) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری کہ صفحہ ۸۲ یا کسی دوسرے صفحہ پر بارہ خلفاء کے جو نام ظاہر کیے گئے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط؟

الجواب:

اصل یہ ہے کہ امورِ غیب میں اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جتنی بات بیان فرمائیں اتنی یقینا حق ہے اور جس قدر ذکر نہ فرمائیں اس کی طرف یقین کی راہ نہیں کہ غیب بے خدا ورسول کے بتائے معلوم نہیں ہوسکتا لہٰذا اس حدیث کے معنٰی میں زمانہ تابعین سے اشتباہ رہا۔ مہلب نے فرمایا:

لم الق احدا یقطع فی ھذا الحدیث بمعنی [1]۔	میں نے کوئی ایسا نہ پایا کہ اس حدیث کی کوئی مراد قطعی بتاتا۔

امام قاضی عیاض مالکی نے شرح صحیح مسلم میں بہت احتمالات بتا کر فرمایا:

وقد یحتمل وجوھا اُخر واللہ اعلم بمراد نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [2]۔	یعنی اس کے سوا حدیث میں اور احتمال بھی نکل سکتے ہیں اور اللہ اپنے نبی کی مراد خوب جانے، جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

امام ابن جوزی کشف المشکل میں لکھتے ہیں:

قد اطلت البحث عن معنی ھذا الحدیث وطلبته فی مظانه وسألت عنه فمارأیت احدًا وقع علی المقصود به [3]۔	میں نے مدتوں اس حدیث کے معنی کی تفتیش کی اور جہاں جہاں گمان تھا وہ کتابیں دیکھیں اپنے زمانے کے ائمہ سے سوال کیے مگر مراد متعین نہ ہوئی۔

اور ہو کیونکر کہ جس غیب کی اللہ ورسول تفصیل نہ فرمائیں اس کی تفصیل قطعًا کیونکر معلوم ہو، ہاں لوگ لگتے لگاتے ہیں جن میں سے کسی پر یقین نہیں، البتہ یہ معیار صحیح ہے کہ حدیث میں جو جو نشان اُن بارہ خلفاء کے ارشاد ہوئے جس معنی میں نہ پائے جائیں باطل ہیں اور جس میں پائے جائیں وہ احتمالی

[1] فتح الباری بحوالہ المھلب کتاب الاحکام تحت الحدیث ۷۲۲۲ و ۷۲۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴/ ۱۸۱
[2] شرح صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹
[3] کشف المشکل کتاب الاحکام باب الاستخلاف تحت الحدیث ۷۲۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۲۹۵

طور پر مسلم ہوگا نہ کہ یقینی، احادیث باب میں ان کے نشان یہ ہیں۔

(۱) کلھم من قریش سب قریشی ہوں گے رواہ الشیخان۔[1]

(۲) وہ سب بادشاہ ووالیانِ ملک ہوں گے، صحیح مسلم میں ہے:

لایزال امر الناس ماضیا ماولّٰھم اثنا عشر رجلا کلھم من قریش۔[2]	خلافت اس وقت تک جاری رہے گی جب تک بارہ مرد (خلفاء) حکمران رہیں گے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔ (ت)

مسند احمد وبزار وصحیح مستدرک میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن ہے:

انہ سئل کم تملك ھذہ الامۃ من خلیفۃ فقال سألنا عنھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اثنا عشرۃ کعدۃ نقباء بنی اسرائیل۔[3]	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال کیا گیا کہ کتنے خلفاء اس امت کے حکمران بنیں گے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے مطابق بارہ ۱۲ ہوں گے۔ (ت)

(۳) اُن کے زمانے میں اسلام قوی ہوگا صحیح مسلم میں ہے:

لایزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش[4]۔	بارہ خلفاء کی حکومت پوری ہونے تک اسلام غالب رہے گا، وہ سب قریشی ہوں گے۔ (ت)

(۴) اُن کا زمانہ زمانہ صلاح ہوگا، بزار وطبرانی وابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لایزال امر امتی صالحا[5]۔	(بارہ ۱۲ خلفاء کی خلافت تک) میری امت کا معاملہ درست رہے گا۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

[2] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

[3] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۹۸، مجمع الزوائد بحوالہ بزار وغیرہ باب الخلفاء الاثنا عشر دار الکتاب بیروت ۵/ ۱۹۰

[4] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

[5] کنز العمال بزمرطب وابن عساکر عون الخ حدیث ۳۳۸۴۹ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/ ۳۲

(۵) اُن پر اجتماعِ امت ہوگا یعنی اہلِ حل وعقد اُنہیں والیئ ملک و خلیفہ صدق مانیں گے، سنن ابی داؤد میں ہے:

لایزال ھذاالدین قائماحتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم تجتمع علیہ الامّۃ۔[1]	یہ دین اس وقت تک قائم رہے گا جب تک تم پر بارہ خلفاء حاکم ہوں، جن پر تمام امت متفق ہوگی۔(ت)

(۶و۷) وہ سب ہدایت ودین حق پر عمل کریں گے ان میں سے دو۲ اہلبیتِ رسالت سے ہوں گے۔ استاذ امام بخاری ومسلم مسدد کی مسند کبیر میں ابوالجلد سے ہے:

انہ لاتھلک ھٰذہ الامۃ حتی یکون منھا اثنا عشر خلیفۃ کلھم یعمل بالھدٰی و دین الحق، منھم رجلان من اھل بیت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]	بے شک یہ امت اس وقت تک ہلاک نہ ہوگی جب تک ان میں بارہ خلفاء حکمران ہوں گے، وہ سب ہدایت و دین حق پر عمل کریں گے ان میں سے دو۲ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اہلبیت میں سے ہوں گے۔(ت)

لگتے لگانے والوں میں جس نے سب طرق حدیث نہ دیکھے ایک آدھ طریق کو دیکھ کر کوئی احتمال نکال دیا جیسے ابوالحسین بن مناوی نے یہ معنی لیے کہ ایک وقت میں بارہ خلیفہ ہوں گے یعنی اس قدر اختلاف یہ فقط اُس لفظ مجمل بخاری پر بن سکتا تھا اور الفاظ دیکھئے تو کہاں اس درجہ افتراق اور کہاں اجتماع اور ایسی حالت میں اسلام کے قوی و غالب و قائم اور امر امت کے صالح ہونے کے کیا معنی؟ اس قبیل سے علی قاری کا یہ زعم باتباع ابن حجر شافعی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آخر ولاۃ بنی امیہ تک ۱۲ ہوئے اور ان میں یزید پلید علیہ ماعلیہ کو بھی گنادیا حالانکہ اُس خبیث کے زمانہ کو قوتِ دین وصلاح سے کیا تعلق، یہ احادیث دیکھ کر اس قول کی گنجائش نہ ہوتی، مگر صرف ۱۲ سلطنتیں نگاہ میں تھا اور حق یہ کہ اُس خبیث پر اجتماعِ اہلِ حل وعقد کب ہوا، ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس کے دستِ ناپاک پر بیعت نہ کرنے ہی کے باعث شہید ہوئے، اہلِ مدینہ نے اُس پر خروج کیا۔ عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] سنن ابی داود کتاب المھدی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۳۲

[2] فتح الباری بحوالہ مسدد فی مسندہ الکبیر تحت الحدیث ۷۲۲۲و۷۲۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۱۸۳

نے فرمایا:

واللہ ماخرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان رجلا ینکح امھات الاولاد والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوۃ[1]۔	خدا کی قسم ہم نے یزید پر خروج نہ کیا جب تک یہ خوف نہ ہوا کہ آسمان سے پتھر آئیں، ایسا شخص کہ بہن بیٹی کی آبروریزی کرے اور شراب پیئے اور تارک الصلوۃ ہو۔(ت)

غرض جمیع طرقِ حدیث سے یہ قول باطل ہے، حدیث میں کہیں نہیں کہ وہ سب بلا فصل یکے بعد دیگرے ہوں گے۔ان میں سے آٹھ گزر گئے صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، علی مرتضٰی، حسن مجتبٰی، امیر معویہ، عبداللہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز، اور ایک یقیناً آنے والے ہیں، حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین باقی تین کی تعیین اللہ ورسول کے علم میں ہے، عجب عجب ہزار عجب کہ ان میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ صحابی ابن صحابی ہیں، امام عادل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بھتیجے ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نواسہ ہیں، احد العشرۃ المبشرہ کے صاحبزادے ہیں شمار نہ کیے جائیں، اور وہ خبیث ناپاک معدود ہو جسے امیر المومنین کہنے پر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو بیس تازیانے لگائے۔نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی وعافیت طلب کرتے ہیں۔ت) عبداللہ بن زبیر بھی درکنار، خود امام مجتبٰی کو نہ گنا کہ ان کی خلافت کا زمانہ قلیل تھا اور ولید کو گنا جس نے قرآن عظیم کو دیوار میں لٹکا کر تیروں سے چھیدا۔ایسے بے سروپا بے معنی اقوال کی سند نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک متاخر عالم کی خطائے رائے ہے عصمت انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے نہیں، نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۲: مرسلہ موضع بھوبت پور ڈاکخانہ اتراؤں ضلع الہ آباد سائل امیر اللہ قصاب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم صاحب قیام محفل میلاد شریف کو منع کرتے ہیں جو ہر وقت ذکر ولادت سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس کا ثبوت کہیں نہیں ہے ونیز یہ بھی کہتے ہیں کہ نام جب آتا ہے تو لوگ انگوٹھا چومتے ہیں اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں یہ سب بیجا ہے اور گناہ ہے، ایسے عالم کے لیے کیا حکم ہے؟ اور ان سے مرید ہونا اور انکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور یہ امور مذکورہ یعنی قیام اور بوسہ دینا انگوٹھے کا بروقت نامِ پاک آنے

[1] الصواعق المحرقۃ الخاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۱

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے، کیا اس کا کہیں ثبوت ہے؟ امید کہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دیا جائے، یہاں پر سخت جھگڑا اس کی بابت ہے، لہٰذا جواب جلد مرحمت ہو۔

الجواب:

ایسا شخص عالم نہیں ہوسکتا جسے اتنی تمیز نہ ہو کہ منع کرنے اور گناہ کہنے کو ثبوتِ منع درکار ہے جس چیز سے اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع نہ فرمایا یہ منع کرنے والا کون اس کے لیے عدمِ ثبوت کافی جاننا سخت جہل شدید ہے، ثبوت تو منع کا بھی نہیں، تو اُسی کے منہ ثابت ہوا کہ وہ اس ممانعت کے سبب گنہگار ہے، آج کل ان چیزوں کے مانعین اکثر وہابی ہوتے ہیں، اور وہابی بے دین ہیں ان کی بات سننا حرام ہے، اور ایسے شخص کا مرید ہونا سخت اشد گناہِ کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل محض۔ **کما حققناہ فی النھی الاکید** (جیسا کہ ہم نے (رسالہ) **النھی الاکید** میں اسکی تحقیق کی ہے۔ت) قیام کا ثبوت ہمارے رسالہ **اقامۃ القیامہ** میں ہے، اور بوسہ انگشت میں ہماری مبسوط کتاب منیر العین ہے جسے طبع ہوئے ۲۳ برس ہوئے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۳: از شہر بانس منڈی دُکان عزیز اللہ مرسلہ کریم بخش چمڑہ فروش ۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ

زید نے کہا کہ جو شخص روزہ رکھے گا نماز پڑھے گا اور جتنے ارکانِ شرعی ہیں وہ سب ادا کرے گا وہ رسول مقبول صلی للہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت میں ہے اور وہ بہشت میں جائے گا اور جو رسول مقبول صلی للہ تعالٰی علیہ وسلم کے برخلاف ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا اور نہ اس کی بخشش ہے اور نہ وہ اُمت میں ہے۔ بکر نے کہا جو روزہ نہ رکھے نماز نہ پڑھے جتنے ارکان شرعی ہیں وہ سب نہ ادا کرے مگر کلمہ گو ہو وہ بخشا جائے گا۔

الجواب:

دونوں قول گمراہی وضلالت ہیں، پہلا قول خارجیوں کا ہے کہ مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں، دوسرا نیچریوں کا ہے کہ نری کلمہ گوئی کافی جانتے ہیں، مسلمانان اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ جو ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا منکر ہو یا عزوجل یا قرآن عظیم یا نبی صلی للہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی یا ملک کی توہین کرے غرض کوئی قول یا فعل نافی ومنافی ایمان وقطعًا قاطع اسلام کرے وہ کافر ہے اگرچہ لاکھ کلمہ گو نمازی روزہ دار ہو، اور جو عقیدہ ودین میں مسلم سالم ہے، اگر ایک

وقت کی نماز قصداً یا ایک فرض روزہ عمداً ترک کرے یا کسی گناہ کا مرتکب ہو اللہ عزوجل چاہے تو اس پر عذاب کرے اور یہ اس کا عدل ہے چاہے بخش دے اور یہ اس کا فضل ہے۔

بے شک اللہ تعالٰی اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔	"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ"[1]۔

مسئلہ ۷۴: ازاردہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خان صاحب ۲۸ شوال ۱۳۳۶ھ

زید کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالٰی ذاتِ پاک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برابر پیدا کرسکتا ہے مگر بموجب اپنے وعدہ کے پیدا نہیں کرے گا۔ زید کا امامِ نماز ہونا محققین علماء کے نزدیک درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بہت فضائل جلیلہ وخصائص کریمہ ناقابل اشتراک ہیں جیسے افضل الانبیاء خاتم النبیین، سید المرسلین، اول خلق اللہ، افضل خلق اللہ، اول شافع، اول مشفع، نبی الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اگر اس وقت اس طرف قائل کا ذہن نہ گیا محض عموم قدرت پیش نظر تھا اُسے تفہیم کی جائے، اگر تابعِ حق وطالبِ حق ہوگا ضرور سمجھ جائے گا۔ اور اپنی غلطی سے باز آئے گا۔ اور اگر باوصفِ تفہیم عناد واستکبار ولداد واصرار کرے تو ضرور بدمذہب ہے، اسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، یہ بھی اس وقت ہے کہ قول مذکور بعلت وہابیت نہ ہو، ورنہ اب دیوبندیوں نے وہابیہ میں اسلام کا نام نہ رکھا جو ان کے مثل اللہ ورسول کی شدید واضح وقابل تاویل توہینیں کرتے ہیں خود کافر ہیں، ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ان توہینوں کے کرنے والوں کو کافر نہیں کہتے یہ ان کے صدقے میں کافر ہوئے علمائے حرمین شریفین دیوبندیوں کی نسبت تحریر فرماچکے کہ **من شك فی کفرہ فقد کفر**۔[2] جو ان کے کفر

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۴/ ۴۸ و ۴/ ۱۱۶

میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی** (اللہ بچائے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۵: از کلکتہ ڈاک خانہ بالی گنج کڑایا وڈ نمبر ۱۰۱ مسئولہ فیض محمد تاجر در بازار مستری ہادی مرحوم۔

حضور قطب الاقطاب سیدنا و مولانا محبوب سبحانی غوث الصمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے رسالہ غنیۃ الطالبین میں مذہبِ حنفیّہ کو گمراہ فرقہ میں مندرج فرمایا ہے اس کو اچھی طرح سے حضور واضح فرما کر تسکین و تشفی بخشیں کہ وسوسہ و خطراتِ نفسانی و شیطانی رفع ہو جائیں، عبدالعظیم نامی ضلع غازیپور کے باشندے نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس میں رسالہ تقویۃ الایمان عرف تفویۃ الایمان کے مضمون کو مکتوبات مخدوم الملک رحمۃ اللہ علیہ و مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور بھی بزرگان دین کے مکتوبات سے دکھلایا ہے وثابت کیا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے مکتوبات میں تقویۃ الایمان سے بھی سخت سخت الفاظ نام بنام لکھا ہے کہ اللہ چاہے تو فلاں کو مردود کردے و فرعون و نمرود کو چاہے مقبول کرے، سینکڑوں کعبہ تیار کردے وغیرہ وغیرہ۔

اب خاکسار عرض کرتا ہے کہ یا تو کوئی رسالہ ان کے جواب میں شائع فرمایا ہو تو بذریعہ ریلوے ڈاک پارسل ارسال ہو یا واضح خلاصہ جواب ارقام ہو والسلام مع الاکرام۔

غنیۃ الطالبین کے مضامین سے زیادہ اس لیے انتشار ہے کہ دونوں حضرات سے تعلق ورشتہ وایمان وایقان کا سلسلہ ملحق ہے، حنفی اگر مذہب ہے تو قادری مشرب ہے، اب ذرا بھی ان دونوں پیشوا کی طرف سے ریب و شک دامنگیر ہوا کہ بہت بڑا حملہ ایمان پر ہونے کا خوف وڈر ہے، للہ میرے حالِ زار پر رحم فرمائیں اس وقت میرے لیے بہت بڑا امتحان مد نظر ہے۔ زیادہ حد ادب۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم ط

مکرم کرم فرما اکرمکم اللہ تعالٰی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اولاً: کتاب غنیۃ الطالبین شریف کی نسبت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ خیال ہے کہ وہ سرے سے حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تصنیف ہی نہیں مگر یہ نفی مجرد ہے۔ اور امام حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی کہ اس کتاب میں بعض مستحقین عذاب نے الحاق کردیا ہے، فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

وایّاك ان تغتر بما وقع	یعنی خبردار دھوکا نہ کھانا اس سے جو امام الاولیاء

فی الغنیۃ لامام العارفین و قطب الاسلام و المسلمین الاستاذ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ فانہ دسہ علیہ فیھا من سینتقم اللہ منہ والا فھو برئ من ذلك۔[1]	سردارِ اسلام و مسلمین حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی غنیہ میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں اسے حضور پر افتراء کرکے ایسے شخص نے بڑھا دیا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اس سے بدلہ لے گا، حضرت شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس سے بَری ہیں۔

ثانیاً اسی کتاب میں تمام اشعریہ یعنی اہلسنت وجماعت کو بدعتی، گمراہ، گمراہ گر لکھا ہے کہ:

خلاف ماقالت الاشعریۃ من ان کلام اللہ معنی قائم بنفسہ واللہ حسیب کل مبتدع ضال مضل۔[2]	بخلاف اس کے جو اشاعرہ نے کہا کہ اللہ تعالٰی کا کلام ایسا معنی ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اللہ تعالٰی ہر بدعتی، گمراہ و گمراہ گر کے لیے کافی ہے۔(ت)

کیا کوئی ذی انصاف کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ یہ سرکار غوثیت کا ارشاد ہے جس کتاب میں تمام اہلسنت کو بدعتی، گمراہ گمراہ گر لکھا ہے اس میں حنفیّہ کی نسبت کچھ ہو تو کیا جائے شکایت ہے۔ لہٰذا کوئی محلِ تشویش نہیں۔

ثالثاً: پھر یہ خود صریح غلط اور افترا بر افترا ہے کہ تمام حنفیّہ کو ایسا لکھا ہے غنیۃ الطالبین کے یہاں صریح لفظ یہ ہیں کہ:

ھم بعض اصحاب ابی حنیفۃ۔[3]	وہ بعض حنفی ہیں۔

اس نے نہ حنفیّہ پر الزام آسکتا ہے نہ معاذ اللہ حنفیت پر، آخر یہ تو قطعاً معلوم ہے اور سب جانتے ہیں کہ حنفیّہ میں بعض معتزلی تھے، جیسے زمخشری صاحبِ کشاف و عبدالجبار و مطرزی صاحبِ مغرب و زاہدی صاحبِ قنیہ و حاوی و مجتبٰی، پھر اس سے حنفیت و حنفیّہ پر کیا الزام آیا۔ بعض شافعیہ زیدی رافضی ہیں اس سے شافعیہ و شافعیت پر کیا الزام آیا۔ نجد کے وہابی سب حنبلی ہیں پھر

[1] الفتاوی الحدیثیۃ مطلب ان مافی الغنیۃ للشیخ عبدالقادر مطبعۃ الجمالیہ مصر ص ۱۴۸

[2] الغنیۃ لطالبی طریق الحق فصل فی اعتقاد ان القرآن حروف مفھومۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۱

[3] الغنیۃ لطالبی طریق الحق فصل واما الجھمیۃ الخ ادارہ نشرواشاعت علوم اسلامیہ پشاور ۱/ ۹۱

اس سے حنبلیہ وحنبلیت پر کیا الزام آیا، جانے دو رافضی خارجی معتزلی وہابی سب اسلام ہی میں نکلے اور اسلام کے مدعی ہوئے پھر معاذاللہ اس سے اسلام ومسلمین پر کیا الزام آیا۔

رابعًا: کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار میں بسندِ صحیح حضرت ابوالتقی محمد بن ازہر صریفینی سے ہے مجھے رجال الغیب کے دیکھنے کی تمنا تھی مزارِ پاک امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور ایک مرد کو دیکھا دل میں آیا کہ مردانِ غیب سے ہیں وہ زیارت سے فارغ ہو کر چلے یہ پیچھے ہوئے ان کے لیے دریائے دجلہ کا پاٹ سمٹ کر ایک قدم بھر کا رہ گیا کہ وہ پاؤں رکھ کر اس پار ہوگئے انہوں نے قسم دے کر روکا اور ان کا مذہب پوچھا، فرمایا:

حنفی مسلم وما انا من المشرکین۔	ہر باطل سے الگ مسلمان، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، (ت)

یہ سمجھے کہ حنفی ہیں، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں عرض کے لیے حاضر ہوئے حضور اندر ہیں دروازہ بند ہے ان کے پہنچتے ہی حضور نے اندر سے ارشاد فرمایا: اے محمد! آج روئے زمین پر اس شان کا کوئی ولی حنفی المذہب نہیں[1]۔

کیا معاذاللہ گمراہ بدمذہب لوگ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جن کی ولایت کی خود سرکار غوثیت نے شہادت دی، وہ وہابی رسالہ نظر سے نہ گزرا، یہاں چند امور واجب اللحاظ ہیں۔

اولًا وہ کلمات جو ان کتب سے مخالف نے نقل کیے اسمٰعیل دہلوی کے کلمات ملعونہ کے مثل ہوں ورنہ استشہاد مردود، یہاں یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ بعض متحمل لفظ جب کسی مقبول سے صادر ہوں بحکم قرآن انہیں معنی حسن پر حمل کریں گے، اور جب کسی مردود سے صادر ہوں جو صریح توہینیں کرچکا ہو تو اس کی خبیث عادت کی بنا پر معنی خبیث ہی مفہوم ہوں گے کہ:

کل اناء یترشح بما فیہ صرح بہ الامام ابن حجر المکی رحمۃ اللہ تعالٰی۔	ہر برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے، امام حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

ثانیًا: وہ کتاب محفوظ مصؤن ہونا ثابت ہو جس میں کسی دشمنِ دین کے الحاق کا احتمال نہ ہو جیسے ابھی غنیۃ الطالبین شریف میں الحاق ہونا بیان ہوا، یونہی امام حجۃ الاسلام غزالی کے کلام

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعاً بشیئ من عجائب احوالہ مختصرا دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۵۲

میں الحاق ہوئے اور حضرت شیخ اکبر کے کلام میں تو الحاقات کا شمار نہیں جن کا شافی بیان امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں فرمایا اور فرمایا کہ خود میری زندگی میں میری کتاب میں حاسدوں نے الحاقات کیے، اسی طرح حضرت حکیم سنائی و حضرت خواجہ حافظ وغیرہما اکابر کے کلام میں الحاقات ہونا شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثناء عشریہ میں بیان فرمایا، کسی الماری میں کوئی قلمی کتاب ملے اس میں کچھ عبارت ملنی دلیل شرعی نہیں کہ بے کم وبیش مصنف کی ہے پھر اس قلمی نسخہ سے چھاپا کریں تو مطبوعہ نسخوں کی کثرت کثرت نہ ہوگی اور ان کی اصل وہی مجہول قلمی ہے جیسے فتوحات مکیہ کے مطبوعہ نسخے۔

ثالثًا: اگر بہ سند ہی ثابت ہو تو تواتر وتحقیق درکار امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

لاتجوز نسبۃ مسلم الٰی کبیرۃ من غیر تحقیق، نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیًا فان ذٰلك ثبت متواترا۔[1]	بلا تحقیق مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں، ہاں یوں کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قتل کیا، کیونکہ یہ خبر متواتر سے ثابت ہے۔(ت)

جب بے تحقیق تام عام مسلمان کلمہ گو کی طرف گناہ کی نسبت ناجائز ہے تو اولیاء کرام کی طرف معاذ اللہ کلمہ کفر کی نسبت بلا ثبوت قطعی کیسے حلال ہوسکتی ہے۔

رابعًا: سب فرض کرلیں تو اب وہابی کے جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی توہین بری نہیں کہ فلاں فلاں نے بھی کی ہے کیا یہ جواب کوئی مسلمان دے سکتا ہے، بفرض غلط توہین جس سے ثابت ہو وہ ہی مقبول نہ ہوگا نہ یہ کہ معاذ اللہ اس کے سب توہین مقبول ہوجائے۔

ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰی اعلم۔	نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بُلند وعظمت والے اللہ کی توفیق سے، واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۷۶ تا ۷۸: مرسلہ محمد عبدالواحد خان صاحب بمبئی اسلامپورہ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

(۱) لامھدی الاعیسٰی (حضرت عیسٰی علیہ السلام کے سوا کوئی مہدی نہیں۔ت) کے متعلق کیا رائے ہے؟

---

[1] احیاء العلوم کتاب آفات اللسان الافۃ الثامنۃ اللعن مطبعۃ المشھد الحسینی القاھرہ ۳/ ۱۲۵

(۲) حضرت مہدی وعیسی کے متعلق کس قدر حدیثیں وارد ہیں؟
(۳) قرآن شریف کی کن کن آیتوں سے ان کا رد ہو سکتا ہے؟

الجواب:

(۱) یہ حدیث صحیح نہیں، اور بفرض صحت از قبیل:

لاوجع الاوجع العین ولاھم الا ھم الدین ولا فتٰی الاعلی ولا سیف الاذوالفقار۔	آنکھ کے درد کے سوا کوئی درد نہیں، دین کے غم کے سوا کوئی غم نہیں، حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے سوا کوئی سخی نہیں، اور ذو الفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں (ت)

کے قبیل سے ہے۔

(۲) حضرت مہدی وعیسٰی کے بارے میں احادیث حدِ تواتر کو پہنچی ہیں یہاں تک کہ ائمہ دین نے ان کا نزول اور انکا ظہور عقائد میں داخل فرمایا۔

(۳) قرآن عظیم کی جتنی آیتیں تعظیم انبیاء علیہم السلام کا حکم دیتی ہیں ان کی تکذیب پر تکفیر فرماتی ہیں، معجزات سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام گناتی ہیں، انکی نبوت ورسالت کی شہادت دیتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین بتاتی ہیں، جھوٹے مدعی نبوت پر لعنت فرماتی ہیں، وہ سب قادیانی کے رد ہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۹: مرسلہ عبدالجبار خاں طیب دھام پور ضلع بجنور ۷ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

(۱) جو شخص کہ خلیفہ برحق سے برسر بغاوت وبرسر پیکار ہو کیا وہ شخص قابلِ عزت ولائق احترام ہے اور اس کے نام کو لفظ حضرت ورحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ یاد کرنا لازم ہے خواہ صحابی ہوں یا غیر صحابی؟

(۲) کیا حضرت امیر معاویہ بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، باغی اور خطاکار تھے یا بطور اجتہاد ان کی رائے مختلف تھی جس میں ان پر بدنیتی اور عصیان کا الزام عائد نہ ہوگا۔ تفصیل واضح مطلوب۔

(۳) کیا حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی انسان کسی نبی کے مرتبہ کے برابر ہو سکتا ہے یا زیادہ؟ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ انبیاء بنی اسرائیل کے برابر یا ان سے بالاتر ماننا واجب ہے؟ ایک شخص یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسے ہی سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ تم یہ سمجھ لو کہ حضرت آدم ایک بار گندم کھانے سے مورد عقاب ہوئے

اور میں نے اس قدر کھایا ہے وغیرہ، کیا یہ حدیث صحیح اور متواتر ہے اور کیا اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے جو شخص مذکور نکلتا ہے؟

(۴) کیا ہم کو اس بحث میں پڑنا زیبا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا رتبہ خلفائے ثلٰثہ سے بالاتر اور ان کا کمتر ہے اور کیا یہ حنفیوں کے عقائد ضروریہ میں سے ہے؟ فقط۔

الجواب:

(۱) اہلسنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں سے کسی پر طعن حرام اور انکے مشاجرت میں خوض ممنوع، حدیث میں ارشاد:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا [1]۔	جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے، (بحث و خوض سے) رُک جاؤ۔ (ت)

رب عزوجل کہ عالم الغیب والشادہ ہے اس نے صحابہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں، مومنین قبل الفتح جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ و جہاد کیا اور مومنین بعد الفتح جنہوں نے بعد کو، فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ:

"لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ" [2]۔	تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ (ت)

اور ساتھ ہی فرمادیا۔ "وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ" [3]۔ دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمادیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا۔ "وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۠" [4]۔ اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے، یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے باینہہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین، اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ مولٰی عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا اُس کے لیے کیا فرماتا ہے:

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲/ ۹۶

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[4] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

" اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ "[1]۔	بے شک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بِھنک تک نہ سُنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، اُنہیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کوآئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوءِ ظن کرسکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش، بفرض غلط کچھ بھی کیا تم حاکم ہو یا اللہ، تم زیادہ جانو یا اللہ، "ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ "[2]۔ (کیا تمہیں علم زیادہ ہے یا اللہ تعالٰی کو، ت) دلوں کی جاننے والا سچا حاکم یہ فیصلہ فرماچکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا۔ اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے، ضرور ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائے گا، ضرور رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز واحترام فرض ہے۔ "وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸﴾ "[3] (اگرچہ مجرم بُرامانیں۔ ت)

(۲) اُس کا جواب بھی جواب اوّل سے واضح ہو چکا، بلاشبہہ اُن کی خطا خطائے اجتہادی تھی اور اس پر الزامِ معصیت عائد کرنا اس ارشاد الٰہی کے صریح خلاف ہے۔

(۳) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ کوئی غیر نبی کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا، جو کسی غیر نبی کو کسی نبی کے ہمسر یا افضل جانے وہ بالاجماع کافر مرتد ہے۔ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کا مرتبہ انبیائے بنی اسرائیل یا کسی نبی سے بالا یا برابر ماننا واجب در کنار کفر خالص ہے اور ملعون افترائی حکایت عجب مضحکہ خیز ہے، گیہوں کھانا ہی اگر دلیل افضیلت ہو تو مولٰی علی کرم اللہ وجہہ نے اتنے گیہوں ہر گز نہیں کھائے جتنے زید وعمرو آج کل کھارہے ہیں، اُس بادشاہِ ملک ولایت کی اکثر غذا باتباعِ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو تھی، اور وہ بھی اکثر ایک وقت، اور وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں۔ اور زید وعمرو رات دن میں دو دو وقت گیہوں کھاتے ہیں تو یہ معاذ اللہ آدم علیہ السلام سے

[1] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱ و ۱۰۳

[2] القرآن الکریم ۲/۱۴۰

[3] القرآن الکریم ۸/۸

بھی اور مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے بھی افضل ہوئے، ایں فساد خوردن گندم بود (یہ گندم کھانے کا فساد ہے۔ت)

(۴) یہ نہ فقط حنفیہ بلکہ تمام اہلسنت کے عقائد کے خلاف ہے۔ اہلسنت کے نزدیک بعد انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تمام اولین وآخرین سے افضل امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۳: از فراشی ٹولہ بریلی مرسلہ مقصود علی خان صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۵ھ

زید کو لوگ عام طور پر کہتے ہیں کہ وہ وہابی ہے اور اس کے یہاں میلاد شریف اور تیجہ وغیرہ نہیں ہوتا اور قیام کے وقت بھی کھڑا نہیں ہوتا۔ زید نے میلاد شریف کرائی اور قیام کے وقت کھڑا ہوا اور دریافت کرنے پر وہ کہتا ہے کہ قرآن عظیم اور کلمہ شریف پڑھ کر ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے لیکن تعین کے ساتھ تیجہ وبرسی وچھماہی یہ نہ کرنا چاہیے بلکہ خواہ میت کے دوسرے روز خواہ تیسرے روز خواہ چوتھے روز مکتے پر یا خُرمے پر یا کسی شے پر کلمہ شریف پڑھ کر ثواب میت کی ارواح کو پہنچانا جائز ہے اور اسی طرح ہر برسی وچھماہی کے لفظ سے اور گنتی دنوں سے نہ کرے بلکہ جس وقت چاہے کھانا پکوا کر فاتحہ دلوا دے، اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعریف میں یہ میرا عقیدہ ہے کہ خدا سے کم زیادہ سب سے کہے یہی کلمہ ہے شایان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور حضور کی تعظیم میں ذرا بھی فرق دل میں لائے تو وہ خارج از اسلام ہے، اور حضور پُرنور کو شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سمجھے اور یہ سمجھے کہ مثل حضور کے نہ کوئی ہے نہ ہوا اور نہ ہو، اور اگر خداوند کریم حضور کو پیدا نہ کرتا تو تمام مخلوق کو پیدا نہ کرتا۔ ایسے عقیدے والے کو وہابی خیال کرنا چاہیے؟ اس پر اگر یہ خیال کیا جائے کہ اس نے کسی مصلحت سے ایسا کیا ہے لیکن اس کے دل میں ممکن ہے کہ اس کے خلاف ہو تو ایسی صورت میں کیا سمجھنا چاہیے اس کے زبانی اقرار کا اعتبار ہو سکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب:

تعین یوم کا انکار آج کل وہابیہ کا شعار ہے، اور جتنی باتیں اُس نے کہیں بڑے بڑے پکے وہابی کہہ لیتے ہیں اور بڑے بڑے اشد موقع پر مجلس وقیام بھی کر لیتے ہیں ان باتوں سے پہچان نہیں ہو سکتی۔ بلکہ زید سے مفصل عقائد وہابیہ دریافت کیے جائیں نیز اسمٰعیل دہلوی وتقویۃ الایمان وبراہین قاطعہ وتحذیر الناس وحفظ الایمان اور ان کے مصنفوں کی نسبت دریافت کیا جائے اگر سب باتوں کے جواب میں وہی کہے جو علمائے حرمین شریفین نے تحریر فرمایا تو ضرور اسے سُنّی سمجھا جائے گا جب تک اس کا

خلاف ظاہر نہ ہو اور اگر اُس میں کسی بات کا جواب خلاف دے یا جو کچھ علمائے حرمین شریفین اُن کتابوں اور ان کے مصنفوں کی نسبت حکمِ ضلالت وکفر وارتداد لگاچکے اس کے ماننے میں ہچر مچر کرے تو وہ بلاشبہہ سُنّی نہیں ضرور منہم (انہی میں سے) ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۴: مولوی افضل صاحب بخاری طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۱ صفر ۱۳۳۶ھ

(۱) عرض اینست کہ ورد خواندن شرائط بسیار مذکور ست عقل بعید می پندارد تاکہ در وقت خواندن در نفس خطرات پیدا می شود یعنی کہ حضرت مآب آیا می بیند و می شنود۔	**(۱)** عرض یہ ہے کہ وِرد پڑھنے میں شرائط بہت زیادہ مذکور ہیں جن کو عقل بعید سمجھتی ہے یہاں تک کہ ورد پڑھتے وقت دل میں خیالات پیدا ہونے لگتے ہیں، یعنی کیا رسالتماب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھتے اور سنتے ہیں؟
(۲) جناب سید کائنات خود رحمت وبروح اقدس او رحمت فرستادن چہ فائدہ؟	**(۲)** سید کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب خود رحمت ہیں تو ان پر رحمت (درود) بھیجنے کا کیا فائدہ ہے؟
(۳) پروردگار عالم چرا بر انبیاء علیہم السلام فرمود کہ اگر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم برزمان ہریک اگر مبعوث شد تو بروے ایمان آورد وغیرہ چراکہ بروے معلوم بود کہ زمانہ خاص جلوہ افروز میشود۔	**(۳)** پروردگار عالم نے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کو کیوں ارشاد فرمایا کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر ان کے زمانہ میں مبعوث ہوئے تو وہ آپ پر ایمان لائیں حالانکہ اللہ تعالٰی کو معلوم تھا کہ آپ ایک خاص زمانے میں جلوہ افروز ہوں گے۔
(۴) عرض اینست کہ اگر شخصے ایں عقیدہ داشتہ باشد بایں طور کہ بر اللہ تعالٰی چیزے واجب نیست از جانب غیر لکن از طرف رحمت وفضل اگر خود برخود واجب کردہ باشد جائز ست چگونہ۔	**(۴)** عرض یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کسی غیر کی جانب سے اللہ تعالٰی پر کوئی شیئ واجب نہیں لیکن وہ خود اگر اپنی رحمت وفضل سے اپنے ذمہ کرم پر کچھ واجب کرلے تو جائز ہے، یہ کیسا ہے؟

الجواب:

(۱) بلاشبہہ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام	**(۱)** بلاشبہہ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام

می بیند و می شنود انّی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون اطّت السّماء وحق لھا ان تئط[1] آواز اطیط آسمان از پانصد سالہ راہ می شنود از راہ دویک ماہ چنان نشنود ان اللہ تعالٰی قدرفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الٰی یوم القیمۃ کانّی انظر الٰی کفی ھذہ[2] انچہ تا قیامت آمدنی ست ہمہ را ہمچو کف دست مبارکش می بیند آنچہ از حالا موجود ست چرانہ بیند علیہ من الصلوات افضلھا ومن التحیات اکملھا۔اینہارا عقل بعید نمی پندارد بلکہ وہم و ظن اکذب الحدیث ست چہ جائے وہم،واللہ تعالٰی اعلم۔	دیکھتے اور سنتے ہیں (فرمان رسول ہے) بے شک میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے،آسمان نے چیخ ماری ہے اور اس کو چیخ مارنی چاہیے۔جب وہ پانچ سوسال کی راہ سے آسمان کی چیخ کی آواز سنتے ہیں تو ایک دو ماہ کی راہ سے کیوں نہیں سنتے۔(فرمان رسول ہے) بے شک اللہ تعالٰی نے دنیا کو میری طرف بُلند کردیا تو میں اس کی طرف اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس کی طرف دیکھ رہاہوں گویا کہ میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہاہوں۔جب وہ قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اپنے دستِ مبارک کی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں تو جو کچھ اب موجود ہے اس کو کیوں نہیں دیکھ سکتے،ان پر افضل واکمل درود وسلام ہوں۔ عقل اس کو بعید شمار نہیں کرتی بلکہ وہ،اور جب ظن اکذب الحدیث ہے تو وہم کس گنتی میں ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔
(۲) حق سبحنہ وتعالٰے خود پاک وسبوح ست برائے او تسبیح گفتن چہ فائدہ؟ فائدہ خود ماراست ؎ من نگردم پاک از تسبیح شاں پاک ہم ایشاں شوند ودر نشاں	**(۲)** حق سبحنہ وتعالٰی جب خود پاک اور منزہ ہے تو پھر اس کی تسبیح (پاکی) بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ فائدہ در حقیقت خود ہمارا ہے۔میں ان کی تسبیح سے پاک نہیں ہوتا۔(بلکہ تسبیح سے) وہ خود پاک اور ممتاز ہوتے ہیں۔

---

[1] جامع الترمذی کتاب الزھد باب ماجاء فی قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵

[2] کنزالعمال حدیث ۳۱۹۷۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۲۰

ہمچناں اینجا فائدہ مارا است کہ من صلی علی واحدۃً صلی اللہ علیہ عشرا[1]۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، وھو اعلم۔ (۳) مقصود اظہار عزت و عظمت و سیادت مطلقہ واصالت کلیہ حضور پُر نور علیہ افضل الصلوۃ والسلام بود تا ہمہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام را در دائرہ نبوت مطلقہ اش فراگیرد و امتی او گرداند، صلی اللہ تعالٰی علیہم اجمعین و وبارک وسلم۔ (۴) صحیح است وآں وجوب نیست تفضل ست "كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ"[2] "وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ"[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اسی طرح یہاں (درود بھیجنے میں) بھی ہمارا اپنا فائدہ ہے، (فرمانِ رسول ہے) کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالٰی اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام بھیجے، اور وہ خوب جانتا ہے۔ (۳) حضور پُر نور علیہ افضل الصلوۃ والسلام کی عزت عظمت، سیادت مطلقہ اور اصالت کلیہ کو ظاہر کرنا مقصود تھا تاکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو آپ کی نبوتِ مطلقہ کے دائرہ میں لے کر آپ کا امتی بنادے۔ ان سب پر اللہ تعالٰی درود وسلام وبرکت نازل فرمائے۔ (۴) یہ صحیح ہے، اور وہ وجوب نہیں بلکہ اس کا فضل ہے۔ (فرمانِ الٰہی ہے) تمہارے رب نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے۔ (مزید فرمایا) اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا (ت) (واللہ تعالٰی اعلم)

مسئلہ ۸۸: از شہر محلّہ قلعہ متصل جامع مسجد مرسلہ حامد حسین خان صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا ولایت مطلقہ افضل ہے نبوت خاص سے یا نبوت خاص افضل ہے ولایت سے؟ اور صحابہ کرام رسول للہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کون صحابی دارائے ولایت تھے؟ اور تمام صحابہ کرام مرتبہ ولایت پر فائز تھے یا بعض اُن

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد التشہد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۵

[2] القرآن الکریم ۶/ ۵۴

[3] القرآن الکریم ۳۰/ ۴۷

میں سے مفصل اور مشرح ارشاد ہو۔

الجواب:

نبوت مطلقاً ہر ولی غیر نبی کی ولایت سے ہزاروں درجے افضل ہے کیسے ہی اعظم مرتبہ کا ولی ہو، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ نبی کی نبوت خود اس کی اپنی ولایت سے افضل ہے یا اس کی اپنی ولایت اس کی نبوت سے، اور اس اختلاف میں خوض کی کوئی حاجت نہیں، پہلی بات ضروریات دین سے ہے اس کا اعتقاد مدارِ ایمان ہے جو کسی ولی غیر نبی حتی کہ صدیق کو کسی نبی سے افضل یا ہمسر ہی کہے کافر ہے **کما قد نص علیہ الاکابر الائمۃ فی غیر ما کتاب**۔ (جیسا کہ اکابر امت نے متعدد کتابوں میں اس پر نص فرمائی ہے۔ت) صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سب اولیائے کرام تھے۔ **قال اللہ تعالٰی:**

"لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ"[1]۔	تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا، اور ان سب سے اللہ تعالٰی جنت کا وعدہ فرما چکا ہے، اور اللہ تعالٰی کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

"إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۱۰۳﴾"[2]۔	بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی کا وعدہ پہلے ہو چکا وہ اس (جہنم) سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور جو کچھ وہ چاہیں گے ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ، اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱ و ۱۰۳

وقال اللہ تعالٰی:

"وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ﳓ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْؕ"[1]۔	اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

"یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ"[2]۔	جس دن اللہ تعالٰی رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو، ان کا نور دوڑتا ہوگا اُن کے آگے اور ان کے دائیں۔ (ت)

صحابہ کرام میں سب سے افضل و اکمل و اعلٰی واقرب الی اللہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم تھے اور انکی افضیلت ولایت بترتیبِ خلافت، یہ چاروں حضرات سب سے اعلٰی درجے کے کامل مکمل ہیں اور دارائے نیابت نبوت ہونے میں شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا پایہ ارفع ہے اور دارائے تکمیل ہونے میں حضرت مولا علی مرتضٰی شیر خدا مشکل کُشا کا، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، واللہ اعلم۔

مسئلہ ۸۹: قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی فتح محمد ۱۲جمادی الاخر ۱۳۳۶ھ یوم ہفتہ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پارہ ۹ سورہ اعراف میں یہ آیہ کریمہ آتی ہے۔

"وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۠(۱۸۸)"[3]۔	اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کرلی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی، میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ (ت)

اس کے کیا معنی ہیں اور اس کا شانِ نزول کیا ہے اور اس سے علمِ غیب کی نفی ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر میں اپنی ذات سے بے خدا کے بتائے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کرلیتا اور مجھے کوئی برائی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو ایمان والوں کو ڈر اور خوشخبری ہی سنانے والا ہوں کافروں کے مہمل سوالات پر اتری تھی۔ اس سے علمِ غیب ذاتی کی نفی ہوتی ہے کہ بے خدا کے بتائے مجھے علم نہیں ہوتا اور خدا کے بتائے سے نہ ہونا مراد لیں تو صراحۃً قرآن مجید کا انکار اور کھلا کفر ہے۔ اس کی تفصیل ہمارے رسائل علمِ غیب میں دیکھو، واللہ اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۸

[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۸۸

مسئلہ ۹۰: از قصبہ شیش گڑھ ڈاک خانہ خاص بریلی مسؤلہ سید محمد سجاد حسین صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

(۱) زید باوجود ادعائے صدیق الوارثی کے اسمٰعیل دہلوی کو حضرت مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے۔

(۲) بکر اپنے آپ کو چشتی حیدری بتاتا ہے اور مندرجہ ذیل امور پر اعتقاد رکھتا ہے یعنی مسلمان جو حضرات پیرانِ پیر جناب شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گیارہویں شریف مقرر کرکے ان کی رُوح پر فتوح کو ثواب پہنچاتے ہیں اس کی بابت کہتا ہے کہ گیارھویں تاریخ مقرر کرنا مذموم ہے۔ ماہِ رجب کی بابت لکھتا ہے کہ اس ماہ کے نوافل، صلوۃ وصوم وعبادات کے متعلق بڑے بڑے ثوابوں کی بہت سی روایتیں ہیں اُن میں صحیح کوئی بھی نہیں۔ اور یہ بات بالکل غلط اور بے سند ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم ماہِ رجب میں ہوا تھا۔ ماہِ شعبان میں حلوا پکانا یا تیرھویں کو عرفہ کرنا، عید کے دن کھانا تقسیم کرنا ممنوع ہے۔ ماہِ محرم میں کھچڑا یا شربت خاص کرکے پکانا، پلانا اور اماموں کے نام کی نیاز دلانا اور سبیل لگانا بہت بری بدعتیں ہیں، ماہِ صفر میں کسی خاص ثواب یا برکت کا خیال رکھنا جہل ہے، سید احمد رائے بریلوی کو نیک، بزرگ بلکہ ولی جانتا ہے۔ پس کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے اشخاص کے حق میں کہ ان کا اصلی مذہب کیا ہے؟ اور امور مذکورہ بالا کی اصلیت مفصل طور سے تحریر فرمائی جائے۔

الجواب:

(۱) صورت مذکورہ میں زید گمراہ بددین نجدی اسمٰعیلی ہے اور بحکم فقہائے کرام اس پر حکمِ کفر لازم، جس کی تفصیل کتاب **الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوھابیہ** سے ظاہر، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) بکر ہوشیار وہابی معلوم ہوتا ہے، گیارھویں شریف کو مذموم، شعبان کے حلوے، تیرھویں کے عرفے، عید کے کھانے کو مطلقًا بلاممانعت شرعی ممنوع، محرم شریف کے کھچڑے، شربتِ ائمہ اطہار کی سبیل کو مطلقًا بدعتِ شنیعہ کہنا شعارِ وہابیہ ہے۔ اور وہابیہ گمراہ، بددین، احادیثِ اعمال رجب کو صحیح نہ کہنا بڑی چالاکی ہے، اصطلاح محدثین کی صحت یہاں درکار نہیں، فضائلِ اعمال میں ضعاف بالاجماع مقبول ہیں۔ رجب میں کشتی بنانے کا حکم نہ ہوا تھا بلکہ رجب میں کشتی چلی اور اعداء پر قہر اور محبوبوں پر "وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ

بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ "[1]۔ (ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر کہ ہماری نگاہ کے رُوبرو بہتی، اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔ت) کا فضل اسی مہینہ میں ظاہر ہوا۔ یہ عبداللہ بن عباس و غیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی حدیثوں سے ثابت ہے۔ صفر و سُرمہ عاشورہ کی نسبت اس کا قول رَد نہ کیا جائے اگرچہ ثانی میں اختلاف کثیر ہے۔ اگر صراط مستقیم کے کلماتِ باطلہ کو باطلہ، کفریہ کو کفریہ، اسمٰعیل دہلوی کو گمراہ بددین جانتا ہے وہابیت سے جدا ہے تو سید احمد کو صرف بزرگ جاننے سے وہابی نہ ہوگا۔ ورنہ وقد بینا الایات لقوم یعقلون کما ھدانا ربنا تبارك وتعالٰی عما یصفون (تحقیق ہم نے عقلمند قوم کے لیے نشانیاں ظاہر کردی ہیں، جیسا کہ ہمارے رب نے ہمیں ہدایت دی ہمارا پروردگار ان کی باتوں سے بُلند و بالا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۲: از بہار شریعت محلّہ خانقاہ حضرت مخدوم الملک بہاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مسؤلہ نجم الدین احمد صاحب فردوسی نبیرہ جناب حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ۲۳ صفر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیانِ شرع متین ان مسائل مفصلہ ذیل میں۔

(۱) جو تعزیہ بنانے والے کو کافر اور اس کی اولاد کو حرامی اور قیام مولود کو بدعتِ سیئہ اور حاضری عرائسِ بزرگان دین کو فعلِ لغو سمجھتا ہے وہ شخص کیسا ہے، سُنی حنفی ہے یا نہیں؟

(۲) دیوبندی مدعیِ تقلید و غیر مقلد مدعی اہل حدیث میں زیادہ کون ضلالت پر ہے اور دونوں فرقوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور ان دونوں گروہوں پر علمائے حرمین شریفین کا کیا فتوی ہے؟

(۳) جو شخص کہ اکابر اولیاء اللہ کے مزار اقدس کو تودہ خاک کہے اور استمداد و استفاضہ کا اولیاء اللہ کے قبور سے منکر ہو، اور یا رسول اللہ کہنا شرک و ناجائز بتائے اور طعام فاتحہ و نیاز کا کھانا حرام سمجھے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غیب کا منکر ہو وہ شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۵۴/۱۳و۱۴

(۴) مولوی قاسم دیوبندی و مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی محمود حسن دیوبندی کس مذہب کے لوگ ہیں؟ ان کے ساتھ کیسا خیال رکھنا چاہیے؟ ارشاد فرمایا جائے کہ ہم سنیوں کو تقویت حاصل ہو۔ **بینوا توجروا** (بیان کرو اجر دیئے جاؤ گے ت)

الجواب:

تعزیہ بنانا گناہ ہے کفر نہیں، کافر کہنے والا مسلمان کو کافر کہتا ہے اور اس حدیث میں داخل ہوتا ہے کہ بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال لاخیہ یاکافر فقد باء بھا احدھما فان کان کما قال والا رجعت علیہ۔[1]	یعنی جو بظاہر کسی مسلم کو کافر کہے دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے، اگر واقع میں کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کہنا اس کہنے والے ہی پر پلٹ آئے گا۔

اور اس کی اولاد کو حرامی کہنا اس آیہ کریمہ میں داخل ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾"[2]۔	وہ جو پارسا بے خبر ایمان والیوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

قیامِ مجلس مبارک کو بدعت سیئہ اور حاضری اعراس طیبہ کو لغو سمجھنا شعارِ وہابیہ ہے، اور وہابیہ سنی کیا مسلمان بھی نہیں کہ اللہ و رسول کی علانیہ توہین کرتے ہیں، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ؕ"[3]۔	ان سے فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یاکافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷، صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۳

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶

ہاں بالفرض اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہابیت و وہابیہ سے جدا ہو وہابیہ کو گمراہ و بددین، دیوبندیہ کو کفار مرتدین جانتا مانتا ہو صرف قیام و عرس میں کلام رکھتا ہو تو محض اس وجہ پر اسے سنیت و حنیفت سے خارج نہ کہا جائے گا مگر آج کل یہ فرض از قبیل فرض باطل ہے، آج وہ کون ہے کہ ان میں کلام کرے اور ہو سنی، اللھم مگر بہ تقیہ کہ وہابیہ میں روافض سے کچھ کم نہیں،

(۲) دونوں میدانِ کفر میں کفرسی عــہ رہان ہیں، دونوں کے پیچھے نماز باطل محض جیسے مسیح چرن یا گنگا دین کے پیچھے۔

کما حققناہ فی النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید وغیرہ من کتبنا وفتاونا۔	جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید اور دیگر کتب و فتاوٰی میں کردی ہے۔ (ت)

فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھم ان الصلوۃ خلف اھل الھواء لایجوز۔[1]	امام محمد علیہ الرحمہ نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما سے روایت فرمایا کہ بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں (ت)

بظاہر غیر مقلد دیوبندیہ سے بدتر ہیں کہ عقائدِ کفر و ضلال میں دونوں متحد اور ان میں انکار تقلید و بدگوئی ائمہ زائد خود امام الدیابنہ رشید گنگوہی کے فتاوٰی حصہ دوم صفحہ ۲۱ میں ۴ گروہ غیر مقلد میں نذیر حسین دہلوی کی نسبت ہے۔

ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت بے جا ہے[2]۔

عقائد میں سب متحد مقلد اور غیر مقلد ہیں۔ اور مفتی سے اگر غیر مقلدین اور دیوبندیہ کے بارے میں سوال ہوگا تو دیوبندیوں پر حکم سخت تردے گا کہ اس کا مطمعِ نظر وصف عنوانی ہے ترک تقلید و بدگوئی ائمہ کو دیوبندیہ کے ان اقوال سے کیا نسبت ہے جو سرگروہانِ دیابنہ گنگوہی، نانوتوی و تھانوی کے ہیں کہ ابلیس کو علم غیب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے مانے تو صریح مشرک۔

عــــہ: دونوں ریس کے گھوڑوں کی مانند ہیں جو ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[2] فتاوٰی رشیدیہ مولوی نذیر حسین اہلحدیث کو بُرا کہنے کا حکم محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب کراچی ص ۱۸۵

(۲) شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رَد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔[1]

(۳) شیطان خدا کی صفت خاصہ میں اُس کا شریک ہے۔[2]

(۴) شیطان اس عظیم فضیلت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ ہے نہ بایں معنی کہ حضور میں کم ہو اور اس میں زائد، بلکہ بایں معنی کہ یہ فضلِ جلیل ابلیس ہی کے لیے ہے حضور کے لیے ماننے والا مشرک بلکہ شیطان خود خدا ہے کہ اس کے لیے علمِ غیب ثابت ہے کوئی عوام میں بسبب افضیلت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کے برابر تو علم غیب بزعم خود ثابت کردے۔[3]

براہین والے نے بزعمِ خود مخالف کا یہ زعم تراشا ہے کہ افضیلت موجب اعلمیت ہے اس بناپر کہتا ہے کہ اپنے اس زعم پر بربنائے افضیلت شیطان کے برابر تو علم غیب ثابت کرلے علمِ غیب کا لفظ کلامِ مخالف میں نہ تھا اور جو مخالف نے ثابت کیا اُسے براہین والا خود نصوص سے ثابت مانتا ہے اور اسی کو علم غیب کہتا ہے اور واقعی وہ وہابیہ کے نزدیک علم غیب ہے بلکہ سب علوم غیب سے کروڑوں درجے زائد کہ ان کے یہاں ایک پیڑ کے پتوں کی گنتی جان لینا علم غیب ہے، ایک جلسہ نکاح پر مطلع ہو جانا علم غیب ہے براہین قاطعہ ص ۴۹ فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم میں کافر لکھا ہے۔[4] تو علم محیط زمین تو لاکھوں کروڑوں علم غیب کا مجموعہ ہوا جسے شیطان کے لیے ثابت مانا اور اثبات علم غیب غیر حق تعالٰی کو شرک صریح ہے۔[5] (فتاوٰی گنگوہی حصہ تین ص ۷) تو ضرور شیطان ان کے یہاں غیر حق تعالٰی نہیں ورنہ اس کے لیے علمِ غیب مان کر شرک صریح میں نہ پڑتے۔ جو وقوعِ کذب باری کا قائل ہو یعنی صراحۃً کہے کہ اللہ (معاذ اللہ) جھوٹا ہے تو اس کو کافر یا بدعتی ضال کہنا نہ چاہیے اس کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے، اس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے حنفی شافعی پر طعن و تضلیل نہیں کرسکتا، ایسے کو تفسیق سے مامون کرنا چاہیے۔[6] (فتوٰی گنگوہی صاحب)

---

[1] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع لے بلاساڈھورانڈیا ص ۵۱

[2] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع لے بلاساڈھورانڈیا ص ۵۱ و ۵۲

[3] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع لے بلاساڈھورانڈیا ص ۵۱

[4] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع لے بلاساڈھورانڈیا ص ۵۱

[5] فتاوٰی رشیدیہ علم غیب شرک ہے محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب کراچی ص ۶۵

[6]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاتم النبیین بمعنی نبی آخر الزماں ہونا (جیسے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آج تک سب مسلمان سمجھ رہے) جاہلوں کا خیال ہے نافہمی ہے یہ وصف کریم نہ کوئی کمال ہے نہ اُسے فضیلت میں دخل نہ وہ مدح میں ذکر کرکے قابل آیت کے یہ معنی ہوں تو خدا پر زیادہ گوئی کا وہم [1] قرآن کی عبارت بے ربط (تحذیر الناس نانوتوی صاحب ص ۲ و ۳) بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبی صلعم عـــہ۱ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ [2] (تحذیر الناس ص ۳۳) بڑوں (علماء وائمہ وصحابہ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا فہم نہ پہنچا۔ طفل ناداں یعنی نانوتوی صاحب) نے ٹھکانے کی بات کہہ دی۔ [3] (تحذیر الناس ص ۳۴) یعنی یہ کہ خاتم النبیین کہنا محض جھوٹی ہوا بندی ہے اس لیے کہ ختم زمانی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آج تک تمام صحابہ وائمہ وعلماء و مسلمین (ان کے زعم میں) براہِ نافہمی سمجھے ہوئے تھے اور ص ۱۱ تحذیر الناس پر خود برائے تصنع کہا تھا کہ اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ [4] وہ تو اس صورت میں کہ بعد زمانہ نبوی صلعم۔ عـــہ۲ بھی کوئی نبی پیدا ہو بداہۃً زائل ہو ہی گیا کہ وہ تو خود بہ اقرار تحذیر الناس ص ۲ یہی تھا کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ [5] جب حضور کے بعد اور نبی پیدا ہوا تو سب میں آخری کب رہیں گے یہ تو گیا ہی اور اس کے جاتے ہی نانوتوی صاحب کا ساختہ ختم ذاتی بھی ختم شد کہ اسے ختم زمانی لازم تھا تحذیر ص ۹ ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے۔ [6] لازم گیا تو ملزوم کہاں غرض نہ ختم زمانی رہا نہ ذاتی، سب فنا اور خاتمیت بجا اس میں کچھ فرق نہ آئے گا" كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ "۔ [7] (اللہ تعالٰی یونہی مہر کردیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر (ت) یہ ہے وہ ٹھکانہ کی بات

عـــہ۱ و عـــہ ۲: ہم کہتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

[1] تحذیر الناس کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارن پور ص ۲۱

[2] تحذیر الناس کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارن پور ص ۲۵

[3] تحذیر الناس کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارن پور ص ۲۶

[4] تحذیر الناس کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارن پور ص ۱۰

[5] تحذیر الناس کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارن پور ص ۳

[6] تحذیر الناس کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سہارن پور ص ۸

[7] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

جو آج تک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی نہ سمجھے تھے نانوتوی صاحب نے سمجھی بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور، (یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔[1] حفظ الایمان تھانوی ص ۷ نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کلی کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت۔[2] حفظ الایمان ص ۸۔
ولہٰذا علمائے کرام حرمین شریفین نے فتاوٰی الحرمین میں غیر مقلد پر یہ حکم فرمایا:

هو من اهل البدعة والنار [3]	وہ بدعتی جہنمی ہے۔[4]

اور حسام الحرمین شریف میں دیوبندیوں کی نسبت یوں ارشاد فرمایا:

هٰؤلاء الطوائف کلهم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام۔[5]	یہ طائفہ سب کے سب کافر مرتد ہیں باجماع امت اسلام سے خارج ہیں۔[6]

اور تحقیق یہ ہے کہ ان صریح جلی ملعون کفروں کے ایجاد میں دیوبندی پیش قدم ہیں اور ان کے تسلیم میں وہ اور غیر مقلد سب یکساں وہمدم ہیں کوئی وہابی ان لعین کفروں اور اللہ ورسول کو شدید غلیظ گالیوں پر دیوبندیوں کی تکفیر نہ کرے گا بلکہ اپنی چلتی ساتھ ہی دے گا اور علمائے کرام دیوبندیوں کو فرما چکے۔

من شك فی کفره وعذابه فقد کفر۔[7]	جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔[8]

تو ملعون کفروں میں سب برابر ہوئے اور اللہ ورسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان

[1] حفظ الایمان تھانوی محمد عثمان خاں تاجر کتب مالک کتب خانہ اشرفیہ دہلی ص ۸
[2] حفظ الایمان تھانوی محمد عثمان خاں تاجر کتب مالک کتب خانہ اشرفیہ دہلی ص ۹
[3] فتاوٰی الحرمین
[4] فتاوٰی الحرمین
[5] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱
[6] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۲
[7] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳
[8] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۴

سخت گندی دشناموں کے بعد اس پر کیا نظر کہ اُنہوں نے ائمہ کو بھی بُرااور تقلید کو ناجائز کہااُن عظیم ملعون کفروں کے آگے یہ کیا قابلِ ذکر ہے لہٰذا دونوں گروہ کفر میں برابر اور سگِ زرد و شغال و سگِ سیاہ و خوک سے زیادہ باہم حقیقی برادر ہیں۔

(۳) یہ سب مسائل وہابیت ہیں اور ہم واضح کر چکے کہ وہابیہ مسلمان نہیں اگرچہ نفس مسائل فی انفسہا کفر نہ ہوں سوائے انکار علم غیب کہ اگر نہ صرف لفظ بلکہ معنی کاانکار ہواور علی الاطلاق ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اصلاً غیب پر اطلاع نہ دی گئی تو یہ انکار بذاتِ خود کفر ہے کہ آیاتِ قرآنیہ ونصوصِ قاطعہ کے علاوہ خود نفس نبوت حضور کاانکار کیا ہے، امام قسطلانی مواہب اللدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب [1]	یعنی نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ غیب پر مطلع ہونا۔

(۴) یہ چاروں حضرات عناصر اربعہ دیوبندیت **ائمۃ الکفر انھم لاایمان لھم** (یہ وہ ہیں جن کے پاس ایمان نہیں۔ت) یکسر ہمزہ میں چہ جائے فتحہ، جواب دوم میں دیوبندیوں کی نسبت علمائے حرمین طیبین کا فتوٰی سُن چکے کہ یہ سب بہ اجماعِ اُمت کافر مرتد ہیں جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، اور انہیں اکابر نے تقریظات حسام الحرمین شریف میں جابجا نام بنام بھی ثلثہ سابقہ پر حکم کفر فرمائے۔ **صفحہ ۴۲:**

ان غلام احمد القادیانی ورشید احمد ومن تبعه کخلیل الانبیتھی واشرفعلی وغیرھم لاشبھۃ فی کفرھم بلامجال بل لاشبھۃ فی من شك بل فیمن توقف فی کفرھم بحال من الاحوال۔ [2]	غلام احمد قادیانی و رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرفعلی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں شبہہ نہیں [3]

ص ۵۸:

غلام احمد القادیانی و	غلام احمد قادیانی و رشید احمد و

[1] المواھب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۷ ۴

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۴۹

[3] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۵۰

رشید احمد و خلیل احمد واشرف علی من اھل الکفر الجلی۔[1]	خلیل احمد و اشرف علی کھلے کافر ہیں۔[2]

ص ۶۰:

رشید احمد واشرف علی و خلیل احمد من ذوی الکفر الجلی۔[3]	رشید احمد و اشرف علی و خلیل احمد کھلے کفر والے ہیں۔[4]

ص ۶۸ و ۷۰:

اطلعت علی کلام المضلین فوجدتہ موجبًا لردتھم وھم اخزاھم اللہ تعالٰی رشید احمد واشرف علی و خلیل احمد من ذوی الکفر الجلی۔[5]	میں اُن گمراہ گروہ کے اقوال پر مطلع ہوا تو میں نے پایا کہ اُن کے اقوال ان کے مرتد ہو جانے کے موجب ہیں، اور وہ (انہیں اللہ رسوا کرے) رشید احمد و اشرف علی و خلیل احمد ہیں جو کھلے کفر والے ہیں۔[6]

ص ۱۰۰:

الفرقۃ المارقۃ التی تدعی بالوھابیۃ منھم المارق المنقص لشان الالوھیۃ والرسالۃ قاسم النانوتوی و رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھی واشرف علی تھانوی۔[7]	گروہ خارج از دین جسے وہابیہ کہا جاتا ہے ان میں سے ہے دین سے نکلنے والا شان الوہیت و رسالت کا گھٹانے والا قاسم نانوتوی رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھی، اشرف علی تھانوی۔[8]

[1] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۶۵

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۶۶

[3] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۶۷

[4] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۶۸

[5] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۷۵ و ۷۷

[6] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۷۶ و ۷۸

[7] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۰۷

[8] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۰۸

ص ۱۲۸ و ص ۱۳۰:

والقاسمیۃ قولھم صریح فی تجویز نبوۃ جدیدۃ لاحد بعدہ ولا شك ان من جوزذلك فھو کافر باجماع المسلمین وعلیھم وعلٰی من رضی بمقالتھم تلك ان لم یتوبوا غضب اللہ ولعنتہ الی یوم الدین۔[1]	قاسم نانوتوی کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت جدیدہ ملنی جائز مان رہے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ جو اسے جائز مانے وہ باجماع علمائے اُمت کافر ہے ان لوگوں پر اور جو ان کی اس بات پر راضی ہو اس پر اللہ کا غضب اور اللہ کی لعنت ہے قیامت تک اگر تائب نہ ہوں۔[2]

ص ۱۳۲ و ۱۳۴:

قول رشید احمد الگنگوھی فی البراھین القاطعۃ کفر واستخفاف صریح برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد نص ائمۃ المذاھب الاربعۃ ان من استخف برسول اللہ کافر۔[3]	وہ جو رشید احمد گنگوہی نے براہین قاطعہ میں لکھا کفر ہے اور صاف صاف حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان گھٹانا ہے چاروں مذہب کے اماموں نے تصریحات فرمائی ہیں کہ شان اقدس گھٹانے والا کافر ہے۔[4]

ص ۱۳۴:

قول اشرفعلی تھانوی کفر صریح بالاجماع اشد استخفافا برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من مقالۃ رشید احمد فیکون کفرا بطریق الاولٰی موجبا لغضب اللہ	وہ جو اشرف علی تھانوی نے کہا وہ کھلا ہوا کفر ہے بالاتفاق اس میں رشید احمد کے قول سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیص شان ہے تو بدرجہ اولٰی کفر ہوگا اور قیامت تک اللہ تعالٰی کے غضب ولعنت کا

[1] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳۵ و ۱۳۷

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳۶ و ۱۳۸

[3] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳۹ و ۱۴۱

[4] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۴۰ و ۱۴۲

لعنتہ الٰی یوم الدین [1]۔	موجب [2]۔

رہے چوتھے دیوبندی صاحب یہ اُنہیں اگلے تین کے پیچھے ہیں مگر کروڑوں خداؤں کے پوچنے میں آگے ہیں انہوں نے ضمیمہ اخبار نظام الملک ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء میں بے تکان چھاپ دیا کہ ان کا خدا چوری کر سکتا ہے کیونکہ آدمی چرا سکتا ہے تو خدا کیسے چور نہ ہوسکے گا، اب ملاحظہ ہو کوئی عاقل اپنی مِلک لینے کو چوری نہیں کہہ سکتا تو ضرور ہے کہ بعض چیزیں ان کے خدا کی ملک سے باہر اور دوسرے کی مِلک مستقل ہوں اور مالک مستقل نہ ہوگا مگر خدا کہ بندہ کا سب کچھ اس کے مولیٰ کا ہے تو ضرور ہے کہ دوسرا خدا ہو جس کی ملک کو ان کا خدا چرا سکے پھر آدمی لاکھوں کروڑوں کی چوری کر سکتا ہے ان کا خدا اگر ایک ہی کی کر سکے تو پھر انسان سے قدرت میں گھٹ رہے تو ضرور ہے کہ دیوبندی کے لاکھوں کروڑوں خدا میں جن کی چوری ان کا یہ خدا کر سکتا ہے یہ ظاہر تو کی محمود حسن نے مگر اصل دلیل ان کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کی ہے کہ یکروزی [3] میں لکھی کہ آدمی جھوٹ بول سکتا ہے خدا نہ بول سکے تو آدمی سے قدرت میں کم رہے اس دلیل ذلیل کے بکثرت رَد ہمارے رسائل مثل سبحٰن السبوح وغیرہ میں ہیں مگر وہابیہ پر اس کا ماننا لازم اور سب وہابی خود اس کے قائل ہیں۔ اب ہے دم تھانوی صاحب یا محمود حسن یا کسی دیوبندی یا کسی وہابی میں کہ اس کا جواب لاسکے اور اپنے کروڑوں خدا سے ایک ہی گھٹا سکے۔ "كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۳۳" ۔ [4] (مار ایسی ہوتی ہے اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی ہے کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶: از نصیر آباد راجپوتانہ مرسلہ شیخ عمر ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

اگر کسی کتاب میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول یا فعل سے کھانے پر فاتحہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنے کا ثبوت ہو تو برائے مہربانی اُس کتاب کا نام اور صفحہ سے بہت جلد اطلاع دیں کیونکہ ایسا دعوی مولوی عبدالحکیم غیر مقلد کرتا ہے جس کے پرچہ کی نقل جو میرے پاس آیا ہوا ہے کرکے خدمت میں روانہ کرتا ہوں ملاحظہ

---

[1] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۴۱

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۴۲

[3] یک روزہ فارسی فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

[4] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

فرمائیں۔(نقل رقعہ یہ ہے) میں عبدالحکیم اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر کوئی عالم امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے یہ ثابت کردے کہ انہوں نے کھانا آگے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے تو میں اس کام کو کروں گا، اور علانیہ لوگوں میں توبہ کروں گا اور سو روپیہ کی مٹھائی اس کے شکریہ میں تقسیم کروں گا۔

الجواب: امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب وہ ہے جو ان کی کتاب عقائد فقہ اکبر کی شرح میں ہے کہ:

ان دعاء الاحیاء للاموات و صدقتھم عنھم نفع لھم، خلافا للمعتزلۃ. الاصل فی ذلك عند اھل السنۃ ان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ اوصوما او حجا اوصدقۃ اوغیرھا. وعند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ و اصحابہ یجوز ذلك و ثوابہ الی المیت ملخصًا[1]۔	بے شک زندوں کا مُردوں کے لیے دُعا کرنا اور ان کی طرف سے صدقہ دینا مردوں کو نفع دیتا ہے، معتزلہ گمراہ فرقہ اس میں مخالف ہے، اور اصل اس میں یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک آدمی اپنے ہر عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا کچھ، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ سب جائز ہے اور میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے۔(ت)

یہ مذہب ہے امام اعظم کا، اگر اس میں کوئی ثبوت دے دے کہ امام نے قرآن مجید اور کھانے کا ثواب پہنچانا جائز تو فرمایا لیکن کھانا آگے رکھنے کو منع فرمایا ہے، میت کے لیے دعا تو جائز فرمائی ہے لیکن اس میں ہاتھ اُٹھانا منع فرمایا ہے، تو اسے دو سو روپے انعام دیئے جائیں گے، نیز دیوبند وغیرہ وہابی مدارس میں جو انصافِ تعلیم ہے اور سالانہ جلسے، طرز معلوم کے لیے امتحان اور ان کے نمبر اور رودادیں چھاپنا اور کتابیں چھاپ کر بیچنا اور ان پر کمیشن کاٹنا، اگر کوئی عالم اس کا ثبوت دے کہ امام اعظم نے ان باتوں کا حکم دیا ہے تو سو روپیہ انعام پائے گا۔

مسئلہ ۹۷: از امر تسر کٹرہ پرچہ مرسلہ غلام محمد دکاندار ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

ثبوتِ مولود شریف پر سو روپیہ انعام، آج کل جس رسمِ مولود کا رواج ہے ہمارے علم میں یہ بے ثبوت بات ہے اس کے ثبوت دینے پر انجمن ہذا کی طرف سے یکم ربیع الاول کو ایک اشتہار انعامی دس روپیہ شائع ہو چکا ہے مگر میاں فیروز الدین صاحب سودا گر آنریری مجسٹریٹ فرماتے ہیں کہ یہ انعام کم ہے اس مسئلہ

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الدعاء للمیت ینفع خلافاً للمعتزلۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۳۰۔۱۲۹

کا فیصلہ ہونا ضروری ہے اس لیے میاں صاحب موصوف مروجہ مولود کا ثبوت قرآن یا حدیث یا فقہ میں سے دینے والے کو ایک صد ۱۰۰ روپیہ انعام دینے کا اعلان کرنے کی ہم کو اجازت دیتے ہیں۔امید ہے حامیانِ مولود شریف ضرور توجہ کرکے انعامِ مرقومہ کے علاوہ ثواب دارین بھی حاصل کریں گے۔

نوٹ: واضح رہے کہ اینچ پینچ کا کام نہیں، صرف حوالہ کتاب مع عبارت شائع کردینا کافی ہے جس میں لکھا ہو کہ ربیع الاول کے مہینہ میں مجلس مولود کیا کرو مجلسِ مولود کرنا ثواب ہے، ہماری طرف سے اجازت ہے کہ امامانِ دین میں سے کسی ایک امام کا قول دکھادیں جو کسی مستند کتاب میں ہو، اگر اتنا بھی ثبوت نہیں تو پھر ایسی بے ثبوت بات کو چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کریں ورنہ خدا کے سامنے جواب دہی ہوگی۔والسلام خاکسار محمد ابراہیم شال مرچنٹ نائب سیکریٹری انجمن اہلِ حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر

الجواب:

وہابیہ کو دو سو ۲۰۰ روپے انعام۔حامدًا و مصلیًا و مسلمًا۔**(۱)** اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔	"وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ "[1]۔

اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی ولادت نعمت نہیں یا مجلس میلاد مبارک اس نعمت کا چرچا نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(۲) اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔	"وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ ؕ "[2]۔

اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت کا دن اللہ کے عظمت والے دنوں میں نہیں یا مجلسِ میلاد اُس دن کا یاد دلانا نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(۳) اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

تم فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر لازم ہے کہ خوشیاں مناؤ۔	"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا "[3]۔

---

[1] القران الکریم ۹۳/ ۱۱

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۵

[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸

اگر وہابیہ ثبوت دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہیں یا مجلسِ میلاد اس فضل ورحمت کی خوشی نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(۴) اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ"[1]۔	جو رسول تمہیں دے وہ لو اور جس سے وہ منع کریں اس سے باز رہو

اگر وہابیہ ثبوت دیں کہ قرآن مجید یا حدیث شریف میں کہیں مجلس میلاد مبارک کو منع فرماتا ہے تو ۴۰ روپے انعام۔

ضروری اطلاع: واضح رہے کہ اینچ پینچ کا کام نہیں صرف وہ آیت یا مع حوالہ کتاب و صحیح اسناد وہ حدیث شائع کردینا کافی ہے جس میں لکھا ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں مجلس میلاد نہ کیا کرو مجلس میلاد کرنا عذاب ہے بلکہ ہماری طرف سے اجازت ہے کہ چاروں اماموں یا صحاح ستّہ کے چھ مصنفوں میں سے کسی ایک امام ہی کا قول مذکور دکھادیں جو کسی مستند کتاب میں ہو، اگر منع کا اتنا ثبوت بھی نہیں تو پھر ایسے بے ثبوت منع کو چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کریں ورنہ خدا کے سامنے جواب دہی ہوگی۔

(۵) اہلحدیث کی کانفرنس اور اس میں سکریٹری وغیرہ مقرر کرنا اور بننا اور اس کے بڑے سالانہ جلسے اور ان کی ہیئت کذائی اور اہلحدیث کا اخبار چھاپنا اور اس کی پیشگی قیمت لینا اور رَدِّائمہ میں کتابیں چھاپنا اور ہیئت مروجہ پر مدرسے بنانا اور ان میں تنخواہ دار مدرسین رکھنا، سہ ماہی، ششماہی، سالانہ امتحان ہونا، ان میں پاس کے نمبر ٹھہرانا، کسی مسئلہ کا ثبوت مانگنے پر اشتہار چھاپنا، اس پر درس کا نصاب معین کرنا، انعام ٹھہرانا، ان سب باتوں کا اگر وہابیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صحابہ، تابعین یا چار امام یا چھ مصنف صحاح سے ثبوت دے دیں تو ۴۰ روپیہ انعام، اور ثبوت نہ دے سکیں، تو پھر ایسی بے ثبوت باتوں کے چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کریں ورنہ خدا کے سامنے جواب دہی ہوگی۔ والسلام علٰی من اتبع الھدٰی (اور سلامتی اسے جو ہدایت کی پیروی کرے۔ت)

تحریر رسالہ شمس السالکین درباره مجلس مبارک و قیام

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمدللہ وکفی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفی لاسیما الحبیب المصطفٰی واٰلہ وصحبہ اولی الصدق والصفا، فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مولٰینا مولوی

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۷

ابو نصر حکیم محمد یعقوب صاحب حنفی قادری رامپوری کا یہ مختصر وکافی فتوی مسمّٰی بہ شمس السالکین مطالعہ کیا، مولٰی عزوجل مولٰینا کی سعی جمیل قبول فرمائے اور اس فتوٰی کو حقیقۃً سالکین راہِ ہُدی کے لیے آفتاب نورانی بنائے۔ مجلس مبارک و قیام اہلِ محبت کے نزدیک تو اصلاً محتاج دلیل نہیں۔ اہلِ حجت میں جو انصاف پر آئیں قرآن عظیم قولِ فیصل وحاکم عدل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا"[1]۔	تم فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر لازم ہے کہ خوشیاں مناؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

"وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ"[2]۔	انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

"وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾"[3]۔	اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

"اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ"[4]۔	اے نبی بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

"فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾"[5]۔	تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اُسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا، وہی بامراد ہوئے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

"لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ	اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور میرے رسولوں

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۵

[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱

[4] القرآن الکریم ۴۸/ ۸و۹

[5] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

"بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ﴿۱۲﴾ "[1]۔	پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض حسن دو بے شک میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا(ت)

پہلی تینوں آیتوں میں حکم فرماتا ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر شادیاں مناؤ، لوگوں کو اللہ کے دن یاد دلاؤ، اللہ کی نعمت کاخوب چرچا کرو۔ اللہ کا کون سا فضل ورحمت، کون سی نعمت اس حبیب کریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم کی ولادت سے زائد ہے کہ تمام نعمتیں تمام رحمتیں تمام برکتیں اسی کے صدقے میں عطا ہوئیں۔ اللہ کا کون سا دن اس نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ظہور پر نور کے دن سے بڑا ہے، تو بلاشبہہ قرآن کریم ہمیں حکم دیتا ہے کہ ولادتِ اقدس پر خوشی کرو۔ مسلمانوں کے سامنے اُسی کاچرچا خوب زور شور سے کرو، اسی کا نام مجلس میلاد ہے، بعد کی تین آیتوں میں اپنے رسولوں خصوصا سیدالرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کاحکم مطلق فرماتا ہے، اور قاعدہ شرعیہ **المطلق یجری علی اطلاقہ**[2]۔ (مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ت) جو بات اللہ عزوجل نے مطلق ارشاد فرمائی وہ مطلق حکم عطا کرے گی جو جو کچھ اس مطلق کے تحت میں داخل ہے سب کو وہ حکم شامل ہے بلاتخصیص شرع جو اپنی طرف سے کتاب اللہ تعالٰی کے مطلق کو مقید کرے گا تو وہ کتاب اللہ کو منسوخ کرتا ہے جب ہمیں تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاحکم مطلق فرمایا تو جمیع طرق تعظیم کی اجازت ہوئی جب تک کسی خاص طریقے سے شریعت منع نہ فرمائے۔ یونہی رحمت پر فرحت ایامِ الٰہی کا تذکرہ، نعمتِ ربانی کاچرچا یہ بھی مطلق ہیں جس طریقہ سے کیے جائیں سب امتثال امر الٰہی ہیں جب تک شرع مطہر کسی خاص طریقہ پر انکار نہ فرمائے۔ تو روشن ہوا کہ مجلس وقیام پر خاص دلیل نام لے کر چاہنا یا بعینہٖ اُن کا قرون ثلثہ میں وجود تلاش کرنا نری اوندھی مت ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کو اپنی رائے سے منسوخ کرنا ہے۔ اللہ عزوجل تو مطلق حکم فرمائے اور منکرین کہیں کہ وہ مطلق کہا کرے ہم تو خاص وہ صورت جائز مانیں گے جسے بالتخصیص نام لے کر جائز کیا ہو یا جس کا بہیئت کذائی قرون ثلثہ میں

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۲

[2] التوضیح والتلویح فصل حکم المطلق مطبع میر محمد کراچی ۱/ ۱۶۹

وجود ہوا ہو "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ" [1]۔ (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ت) عقل و دین رکھتے تو جو طریقہ اظہارِ فرحت و تذکرہ نعمت و تعظیم سرکار رسالت دیکھتے اس میں یہ تلاش کرتے کہ کہیں خاص اس صورت کو اللہ و رسول نے منع تو نہیں فرمایا، اگر اُس کی خاص ممانعت نہ پاتے یقین جانتے کہ یہ اُنہیں احکام کی بجاآوری ہے جو ان آیاتِ کریمہ میں گزرے، مگر آدمی دل سے مجبور ہے، محبوب کا چرچا محب کا چین، اور اس کی تعظیم آنکھوں کی ٹھنڈک، اور جس دل میں غیظ بھرا ہے وہ آپ ہی ذکر سے بھی جلے گا تعظیم سے بھی بگڑے گا۔ دوست دشمن کی یہ بڑی پہچان ہے، آخر نہ دیکھا کہ دل کی دبی نے بھڑک کر کہاں تک پھونکا، جانتے ہو کہ اب یہ منکران مجلس و قیام کون ہیں، ہاں ہاں وہی ہیں جو اول تو اتنا کہتے تھے کہ وہ بڑے بھائی ہم چھوٹے بھائی، ان کی سروری ایسی ہی ہے جیسے گاؤں کا پدھان یا قوم کا چودھری، اُن کی تعریف ایسی ہی کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس سے بھی کم، باتوں مثالوں میں چوڑھے چمار سے تشبیہ بھی دے بھاگتے تھے کہ یہ سب اوروں سے بہت زائد ان کی دھرم پوتھی تقویۃ الایمان میں مصرح ہیں اور اب تو اور بھی کھیل کھیلے کہ ان کے علم سے شیطان کا علم زیادہ ہے۔ [2] جیسا علم غیب ان کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہے [3] وغیرہ وغیرہ کلماتِ ملعونہ۔ مسلمانو! یہ ہیں جو آج تمہارے سامنے مجلس مبارک و قیام سے منکر ہیں اب تو سمجھو کہ علتِ انکار کیا ہے واللہ واللہ بغضِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، دیکھو خبردار ہوشیار یہ ہیں وہ جن کی خبر حدیث میں دی تھی کہ ذیاب فی ثیاب۔ [4] بھیڑیئے ہوں گے کپڑے پہنے، یعنی ظاہر میں انسانی لباس اور باطن میں گرگ خنّاس۔ اے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بھولی بھیڑو! اپنے دشمن کو پہچانو، نہیں نہیں تمہارے دشمن نہیں تمہارے پیارے مالک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دشمن جنہوں نے وہ ملعون گالیاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں لکھیں، چھاپیں اور آج تک اُن پر مصر ہیں۔

"قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ۚۖ وَمَا تُخۡفِیۡ صُدُوۡرُهُمۡ	ان کی عداوتِ شدیدہ تو اُن کی باتوں سے ظاہر ہو گئی اور وہ جو اُن کے دلوں میں چھپی ہے بہت

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۷

[2] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع لے بلاساواقع ڈھور ص۵۱

[3] حفظ الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳ و دعوتِ فکر مکتبہ اعلیحضرت لاہور ص ۷۲

4

اَکۡبَرُ "[1]۔	زائد ہے۔

جو بظاہر اُن خبیث گالیوں کے خود مرتکب نہیں ان سے پوچھ دیکھئے کہ جن خبثاء نے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یوں منہ بھر کر گالیاں دیں وہ مسلمان رہے یا کافر ہوگئے، دیکھو ہر گز ہر گز انہیں کافر نہ کہیں گے بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقابل اُلٹی اُن کی حمایت کو تیار ہوجائیں گے، تاویلیں گھڑیں گے بات بنائیں گے، حالانکہ علمائے کرام حرمین شریفین بالاتفاق اُن تمام دشنامیوں کو ایک ایک کا نام لے کر فرماچکے کہ۔

من شك في عذابه وكفره فقد كفر [2]	جو ان کے عذاب اور کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے،

مسلمانو! جب نوبت یہاں تک پہنچ چکی پھر اُسے مجلس یا قیام یا کسی مسئلہ اسلام میں بحث کا کیا موقع رہا۔ کافروں مرتدوں کو اسلامی مسائل میں دخل دینے کا کیا حق۔ مگر یہ ساری دقت اس کی ہے کہ بھائیو تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دشمنوں کو ابھی نہ پہچانا، ان کے پاس بیٹھتے ہو، ان کی بات سنتے ہو، ان کی تحریریں دیکھتے ہو، دیکھو یہ تمہارے حق میں زہر ہے، دیکھو تمہارے پیارے مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ واللہ تم سے بڑھ کر تم پر مہربان ہیں، تمہیں ارشاد فرمارہے ہیں کہ:

فايّاكم وايّاهم لايضلونكم ولايفتنونكم [3]	اُن سے دور بھاگو انہیں اپنے سے دُور کردو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

بھائیو! مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دامن سے لپٹا رہنا اچھا ہے یا معاذاللہ ان کے دشمن کے پھندے میں پڑنا۔ اللہ تعالٰی اُن کا دامن نہ چھڑائے دنیا میں نہ آخرت میں، آمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا محمد والہ وصحبہ اجمعین آمین۔

مسئلہ ۹۸تا۹۹: از جالندھر چوک امام ناصر الدین صاحب، دکان ملک محمد امین، مرسلہ ملک محمد امین ۲۵ ربیع الاخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] حسام الحرمین مکتبۃ نبویہ لاہور ص ۱۳ مکتبہ اہل سنت بریلی ص ۹۴

[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

(۱) خواب میں شیطان کسی اچھی صورت میں ہو کر فریب دے سکتا ہے یا نہیں کہ میں محمد رسول اللہ ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
(۲) اٹھارہ ہزار عالم سے کیا مراد ہے؟ کلُ اشیاء درخت وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں یا نہیں؟

الجواب:

(۱) حضور اقدس علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کے ساتھ شیطان تمثل نہیں کر سکتا۔ حدیث میں فرمایا۔

من رأنی فی المنام فقد رای الحق ان الشیطان لایتمثل بی [1]۔	جس نے مجھے خواب میں دیکھا بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ (ت)

ہاں نیک لوگوں کی شکل بن کر دھوکا دے سکتا ہے بلکہ اپنے آپ کو الٰہ ظاہر کر سکتا ہے۔

(۲) عالم اٹھارہ ہیں اور ہر ایک میں کثرتِ مخلوقات کے سبب اسے ہزار سے تعبیر کیا۔ تینوں موالید جمادات، نباتات، حیوانات، اور چاروں عناصر، اور سات آسمان، اور فلک ثوابت، فلک اطلس، کرسی، عرش، افادہ الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰: از شہر بریلی محلّہ سوداگراں مسؤلہ شفیع احمد بیسلپوری ۵ جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

حضور پُر نور، بعد میثاق الست بربّکم کیا ارواح معدوم کردی گئی تھیں اور بعدہ خلقِ انسان کے وقت پھر خلق روح ہوتا ہے، اس میں اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے اور کیا دلیل؟ اور یہ عقیدہ کس مرتبہ میں ہے ایقانی اجماعی یا ضروریاتِ اہلسنت سے؟ اس مسئلہ میں علماء کو تردد ہے، ابھی ضرورت ہے۔

الجواب:

حاشاللہ، رُوح بعد ایجاد کبھی فنا نہ ہوگی، انما خلقتم للابد [2] (تم ہمیشہ کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ت) بدن کے ساتھ حدوث نفس خیال باطل فلاسفہ ہے، قال اللہ عزوجل:

"وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ" [3]۔	حالانکہ تم مردہ تھے اُس نے تمہیں جِلایا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جِلائے گا۔ (ت)

[1] کنز العمال حدیث ۴۱۴۸۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۳۸۴

[2] شرح الصدور باب فضل الموت خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸

اگر بعد میثاق رُوحیں معدوم کردی گئی ہوتیں تو تین موتیں ہوتیں اور یوں فرمایا جاتا۔

کنتم امواتا فاحیاکم ثم اماتکم ثم احیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم۔	تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر مارا، پھر زندہ کیا، پھر مارے گا، پھر زندہ کرے گا۔(ت)

یہ عقیدہ اجماعی ہے مگر نہ اس درجہ پر واضح کہ جو شخص بحال ناواقفی اس کا خلاف کرے اُسے اہل سنت سے خارج کیا جائے بلکہ غلط کار خاطی ہے وبس، اور اس پر یہ الزام ہے کہ بے جانے لب کشائی کی جرات کی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱: ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اُس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ اور ایمان کامل کیسے ہوتا ہے؟ **بینوا توجروا**۔ (بیان فرماؤاجر دیئے جاؤگے۔ت)

الجواب:

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جانے، حضور کی حقانیت کو صدقِ دل سے ماننا ایمان ہے جو اس کا مقرر ہو اسے مسلمان جانیں گے جب کہ اس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ ورسول کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے اور جس کے دل میں اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو اللہ ورسول کے محبوں سے محبت رکھے اگرچہ اپنے دشمن ہوں، اور اللہ ورسول کے مخالفوں بدگویوں سے عداوت رکھے اگرچہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں، جو کچھ دے اللہ کے لیے دے جو کچھ روکے، سو اس کا ایمان کامل ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	جس نے اللہ تعالٰی کے لیے محبت کی اور اللہ تعالٰی کے لیے عداوت کی، اور اللہ تعالٰی کے لیے دیا اور اللہ تعالٰی کے لیے روکا، اس کا ایمان کامل ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲و ۱۰۳: از کھنڈل پوسٹ آفس کیوکٹو ضلع اکیاب مرسلہ محمد عبدالسلام مدرس چہارم گورنمنٹ اسلامیہ اردو اسکول ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض وہابی عالم کہتے ہیں کہ درود تاج پڑھنا حرام ہے

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی رد الارجاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۷

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم (مصیبت، وباء قحط سالی، بیماری اور دُکھ کو دُور کرنے والا۔ت) کا استعمال نازیبا بلکہ شرعًا ممنوع اور ایمان جانے کا خوف ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک، یہ قول حق ہے یا باطل؟ اگر حق ہو تو منکرین پر شرعًا کیا حکم؟

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بے شک دافع ہر بلا ہیں، ان کی شان عظیم تو ارفع واعلٰی ہے، اُن کے غلام دفع بلا فرماتے ہیں، ابن عدی وابن عساکر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّمَا سُمِّیتُ اَحْیَدُ لِاَنِّیْ اُحِیْدُ عَنْ اُمَّتِیْ نَارَ جَهَنَّمَ ۔[1]	میرا نام اَحْیَدُ اس لیے ہوا کہ میں اپنی اُمت سے آتش دوزخ کو دفع فرماتا ہوں۔

دوزخ سے بدتر اور کیا بلا ہو گی جس کے دافع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔

بیہقی دلائل النبوۃ اور ابوسعد شرف المصطفٰی میں راوی، خفاف بن نضلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضرِ بارگاہ ہو کر عرض کی۔

حتی وردت الی المدینة جاهدا کیما اراك فتفرج الکربات ۔[2]	میں کوشش کرتا ہوا مدینہ میں حاضر ہوا کہ زیارت اقدس سے مشرف ہوں تو حضور میری سب مشکلیں کھول دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کی عرض پسند کی اور تعریف فرمائی۔

منح المدح امام ابن سید الناس میں ہے حرب بن ریطہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی:۔

لقد بعث الله النبی محمدا بحق وبرهان الهدی یکشف الکربا ۔[3]

(خدا کی قسم اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حق اور قطعی دلیل ہدایت کے ساتھ ایسا بھیجا کہ حضور دافعِ بلا فرماتے ہیں)

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب معرفة اسمائه دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۱

[2] دلائل النبوة للبیهقی جماع ابواب المبعث سبب اسلام خفاف بن نضله دار الکتب العلمیه بیروت ۲/ ۲۶۱، شرف المصطفٰی ذکر اسلام خفاف بن نضله حدیث ۵۳ دار البشائر الاسلامیه ۱/ ۲۳۴

[3] الاصابة فی تمیز الصحابة بحواله ابن سید الناس ترجمه ۱۶۵۹ حرب بن ریطه دار صادر بیروت ۱/ ۳۲۰

عمر بن شبہ بطریق عامر شعبی راوی، اسود بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی۔

انت الرسول الذی یرجی فواضله عندالقحوط اذاما أخطاالمطر۔[1]	یارسول اللہ ! حضور وہ رسول ہیں جن کے فضل کی امید کی جاتی ہے قحط کے وقت جب مینہ خطا کرے۔

ابن شاذان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جنازے پر فرمایا۔

یا حمزۃ یا کاشف الکربات یا حمزۃ یا ذاب عن وجه رسول الله۔[2]	اے حمزہ اے دافع البلا اے حمزہ اے چہرہ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دشمنوں کے دفع کرنے والے۔

کتب سابقہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر شریف میں ہے ان کے دو نائب ہوں گے ایک سِن رسیدہ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دوسرے جوان یعنی فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ **اما الفتی فخواض غمرات و دفاع معضلات**[3]۔ وہ جو جوان ہیں وہ سختیوں میں گھس پڑنے والے اور بڑے دافع البلا بڑے مشکل کشا ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ولیه فعلی ولیه[4] قال المناوی فی شرحه یدفع عنه مایکره۔[5]	یعنی میں جس کا مددگار ہوں علی المرتضٰی اس کے مددگار ہیں کہ ہر مکروہ کو اس سے دفع کرتے ہیں،

شاہ ولی اللہ دہلوی ہمعات میں لکھتے ہیں:

از ثمراتِ ایں نسبت است در مہالک و مضایق صورت آں جماعت پدید آمدن و حل مشکلات وے بآں صورت منسوب شدن۔[6]	ہلاکتوں اور تنگیوں میں اس جماعت (اولیاء اللہ) کی صورت کا ظاہر ہونا اور حل مشکلات کا اس کی طرف منسوب ہونا اس نسبت کے ثمرات میں ہے۔(ت)

---

[1] الاصابة فی تمییز الصحابة ترجمہ ۱۶۹ اسود بن مسعود ثقفی دار صادر بیروت ۱/ ۴۶

[2] انسان العیون المعروف بالسیرۃ الحلبیة ذکر غزوہ احد المکتبة الاسلامیة بیروت ۲/ ۲۴۷

[3]

[4] الجامع الصغیر حدیث ۹۰۰۱ دار الکتب العلمیه بیروت ۲/ ۵۴۲

[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من کنت ولیه الخ مکتبة الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۴۲

[6] ہمعات ہمہ ۱۱ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد ص ۵۹

قاضی ثناء اللہ تذکرۃ الموتٰی میں لکھتے ہیں:

ارواح ایشاں یعنی اولیادر زمین وآسمان و بہشت ہر جا کہ خواہندمی روند و دوستان و معتقدان رادر دنیاوآخرت مددگاری مے فرمایند و دشمناں راہلاک می نمایند[1]۔	اولیاء اللہ کی روحیں زمین،آسمان اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور دنیا وآخرت میں اپنے دوستوں اور عقیدتمندوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کوہلاک کرتی ہیں (ت)

اس مسئلہ کی کافی تفصیل ہماری کتاب **الامن والعلیٰ لناعتی المصطفٰی بدافع البلا** میں ہے۔درود تاج پڑھنے کو حرام کی طرف نسبت وہی کرے گاجو خود منسوب بحرام ہو۔وہابیہ مرتدین ہیں ان کی بات سُننی جائز نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم**۔

سوال ثانی: ازیں مقام وازیں سائل (سوال دوم اُسی جگہ سے اسی سائل کی طرف سے۔ت)

ے بااد ب داخل ہوائے دل محفل میلاد میں
خود بدولت خود میں شامل محفلِ میلاد ہیں

ہمارے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا محفلِ مولود میں جلوہ افروز ہونا اس شعر سے صادق آتا ہے لیکن وہابی کہتا ہی کہ نہیں ہوسکتا۔جلوہ افروز نہ ہونے کی کیا دلیل؟

الجواب:

وہابی کذاب جھوٹا ہے،امام خاتم الحفاظ جلال الملّۃ والدّین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تنویر میں فرماتے ہیں۔

قد اخبرنی الثقات من اهل الصلاح انهم شاهدوه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم مرارا عند قراءۃ المولود الشریف وعند ختم القرآن وبعض الاحادیث[2]۔	مجھے ثقہ صالحین نے خبر دی کہ انہوں نے بارہا حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مجلس میلاد شریف و جلسہ ختمِ قرآن عظیم و بعض احادیث میں مشاہدہ کیا۔

نیز امام ممدوح تنویر پھر امام محدث جلیل زرقانی شرح المواہب شریفہ میں فرماتے ہیں:

انه وسائر الانبیاء صلی اللہ تعالٰی	بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] تذکرۃ الموتی باب در مقر ارواح مطبع محمدی لاہور ص ۳۰

[2] تنویر الحوالک

علیہم وسلم اذن لھم فی الخروج من قبورھم للتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی۔[1]	اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو اجازت ہے کہ آسمان و زمین کی سلطنت الٰہی میں تصرف فرمانے کے لیے اپنے مزارات طیبہ سے باہر تشریف لے جائیں۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں:

ونحوہ یاتی للمصنف فی غیر موضع من ھٰذا الکتاب۔[2]	یعنی اس کے مثل امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں جا بجا تصریح فرمائی ہے۔

امام ابن حجر مکی فتاوی کبرٰی باب الجنائز میں فرماتے ہیں:

روح نبیّنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربما تظھر فی سبعین الف صورۃ۔[3]	ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح اقدس سترّ ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

حضور عین نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس تو بُلند و بالا ہے، امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاد بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما سے وقفاً اور امام احمد مسند اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم حلیہ میں بسندِ صحیح حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے رفعًا راوی، وھذا حدیث ابی بکر:

اذا مات المؤمن یخلی سربہ یسرح حیث شاء۔[4]	جب مسلمان کا انتقال ہوتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے جہاں چاہے جاتا ہے۔

ہم نے اپنے رسالہ اتیان الارواح لدیار ھم بعد الرواح میں اس پر بہت روایات ذکر کیں بلکہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مجالس طیبہ میں تشریف لانا بایں معنی نہیں کہ نہ تھے اور تشریف لائے کہ وہ تو ہر وقت مسلمانوں کے گھروں میں تشریف فرما ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

[1] الحاوی للفتاوی تنویر الحوالك فی امکان رؤیۃ النبی والملك دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۶۳

[2]

[3] الفتاوٰی الکبرٰی کتاب الصلوۃ باب الجنائز دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۹

[4] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب ذکر الموت دار الفکر بیروت ۱۰/ ۲۲۷

ملا علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

لان روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام۔[1]	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح اقدس ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرماہے۔

بلکہ یہ معنی کہ مجلس مبارک میں تجلی خاص فرماتے ہیں، یہ اُن کے کرم پر ہے ہر جگہ ضرور نہیں اور جس ذلیل سے ذلیل بندے کو نوازیں کچھ دور نہیں۔

اگر بادشہ بردر پیرزن بیاید تواے خواجہ سلبت مکن

(اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر تشریف لائے تواے سردار! مونچھ مت اکھاڑ، ت)

وہابی کہ اسے محال مانتا ہے کیا دلیل رکھتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے: "قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ "[2]۔
اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو۔
دلیل کچھ نہیں سوا اس کے کہ ع

انبیارا ہمچو خود پنداشتند
(نبیوں کو وہ اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ت)

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ "۔[3] واللہ تعالٰی اعلم	عنقریب ظالم جان جائیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹتے ہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: از کانپور مرسلہ مولانا محمد آصف صاحب ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک، قبلہ کونین و کعبہ دارین دامت فیوضہم بعد تسلیمات فدویانہ و تمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی، التماس اینکہ بفضلہٖ تعالٰی کمترین بخیریت ہے صحتوری حضور کی مدام بارگاہِ احدیث سے مطلوب۔ گرامی نامہ صادر ہو کر موجب عزت وسرفرازی ہوا۔ فدوی نے اس آیت قرآنی "فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ "[4]۔ (تو ان میں کوئی بدبخت ہے اور کوئی خوش نصیب۔ت) کی تفسیر،

[1] شرح الشفاء لملّا علی القاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی المواطن الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۴۶۴
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱ و ۲۷/ ۶۴
[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۵

تفسیر کبیر میں دیکھی۔

"وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾"[1]۔	اور جو خوش نصیب ہوئے وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا یہ بخشش ہی کبھی ختم نہ ہوگی۔(ت)

کے متعلق لکھا ہے:

الاستثناء فی باب السعداء یجب حمله علی احد الوجوه المذکورة فیما تقدم وهنا وجه اٰخروهوانه ربما اتفق لبعضهم ان یرفع من الجنة الی العرش و الی المنازل الرفیعة التی لایعلمها الا الله تعالٰی[2]۔	خوش نصیبوں کے بارے میں استثناء کو ماقبل میں مذکور وجوہ میں سے کسی ایک پر محمول کرنا لازم ہے اور یہاں پر ایک دوسری وجہ ہے وہ یہ کہ بسا اوقات بعض کے لیے یہ اتفاق ہوتا ہے کہ اسے جنت سے عرش اور ان بُلند منزلوں کی طرف رفعت بخشی جاتی ہے جن کو اللہ تعالٰی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(ت)

اگر کوئی کہے کہ الفاظ غیر مجذوذ سے معلوم ہوا کہ عطا غیر منقطع ہوگی مگر استثناء ماشاء ربک ہے قدرت منقطع کرنے پر معلوم ہوتی ہے اگرچہ ہر گز ہر گز مشیئت منقطع کرنے کے لیے متعلق نہ فرمائے گا تو اس کا کیا جواب ہے حضور کا رسالہ جلد اول سبحن السبوح فدوی کے پاس ہے۔ مولانا مولوی امجد علی صاحب سے چند کتابیں مثل ظفر الطیب وغیرہ ونیز جلد ثانی سبحٰن السبوح کی کمترین نے بذریعہ ویلو طلب کی ہیں کتاب صیانۃ الناس عن وساوس الخناس تصنیف مولانا نذیر احمد خاں صاحب مرحوم رامپوری میں لکھا ہے۔اخبارِ وعدہ ثواب کا قطعی ہونا اور مشیت پر مبنی نہ ہونا واجب ہے کہ اس کے خلاف میں لوم ہے جس سے خدائے تعالٰی پاک ومنزہ ہے۔

قال عبدالحکیم فی الحاشیة علی الخیالی لعل مراد ذٰلك البعض بقولهم ان الخلف فی الوعید کرم ان الکریم اذا زجر بالوعید فاللائق بحاله و	ملا عبدالحکیم نے خیالی کے حاشیہ مین کہا، شاید اس بعض کی مراد اپنے اس قول سے کہ وعید میں خلف کرم ہے یہ ہو کہ کریم جب وعید کے ساتھ زجر فرمائے تو اس کے حال کے لائق اور

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۸

[2] مفاتیح الغیب(التفسیر الکبیر)تحت آیت ۱۱/ ۱۰۸ المطبعة البهیة المصریة مصر ۱۸/ ۶۷

مقتضی کرمه ان یبتنی اخبارہ علی المشیة فجمیع العمومات الواردفی الوعید متعلقة بالمشیة وان لم یصرح بها زجر اللعاصین ومنعًا لهم فلا یلزم الکذب والتبدیل بخلاف وعدالکریم فانه یجب ان یکون قطعیا لان الخلف فیه لوم فلا یجوز تعلیقه بالمشیة[1]۔	اس کے کرم کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وعید کے بارے میں اس کی خبر مشیت پر مبنی ہو۔ چنانچہ وعید کے سلسلے میں وارد تمام عمومات مشیت کے ساتھ منسلک ہیں اگرچہ نافرمانوں کی زجر و توبیخ اور انہیں گناہ سے باز رکھنے کی خاطر کریم نے اس کی تصریح نہ کی ہو لہٰذا اس میں جھوٹ اور تبدیلی لازم نہیں آتی بخلاف کریم کے وعدے کے اس کا قطعی ہونا واجب ہے اس لیے کہ اس میں خلف لوم ہے چنانچہ اس کو مشیت پر معلق کرنا جائز نہیں (ت)

دوسرا خط عریضہ ملفوف تخمیناً بارہ۱۲ روز ہوئے ہوں گے، فدوی روانہ خدمت فیضدرجت کرچکا ہے ہنوز جواب سے محروم ہے، اُس عریضہ میں متعلق آیت "فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ۝۱۰۵" دریافت کیا تھا کہ اہل جنت کی بابت بعد مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (جب تک آسمان وزمین رہیں گے۔ت) کے "اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ" (مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا۔ت) سے اگر کوئی شبہہ کرے کہ قدرت خلود ابدی کے خلاف کرنے پر معلوم ہوتی ہے اگرچہ ہرگز خلاف وعدہ نہ فرمائے گا چنانچہ صراحۃً بھی عطاء غیر مجذوذ کے فرمادیا ہے تو کیا شبہہ ہے۔ تفسیر ابن جریر و عرائس البیان میں ہے:

قال ابن مسعود لیاتین علی جهنم زمان تخفق ابوابها لیس فیها احد[2]۔	ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جہنم پر ضرور ایک ایسا زمانہ آئے گا جب اس کے تمام دروازے خالی ہوجائیں گے اور اس میں کوئی ایک شخص بھی نہیں رہے گا۔ (ت)

اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم مولانا المکرم

[1] حاشیه عبدالحکیم علی الحکیم الخیالی مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۲۶

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیت ۱۱/ ۱۰۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲/ ۱۴۲

اکرکم میں آج کل متعدد رسائل رَدوہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی میں مشغول تھا۔ خبر الٰہی مثل علم الٰہی ہے ان میں سے کسی کا خلاف ممکن نہیں، مگر یہ استحالہ بالغیر ہے، نفی قدرت نہیں کرتا علم الٰہی ازلی میں تھا کہ یہ زید کو فلاں وقت پیدا کرے گا اب واجب ہوا کہ زید اس وقت پیدا ہو، اگر نہ پیدا ہو تو معاذ اللہ جہل لازم آئے لیکن اس سے یہ لازم نہ آیا کہ مولا تعالٰی اس کو پیدا کرنے پر مجبور ہوگیا، نہ پیدا کرنے پر قادر نہ رہا ورنہ پھر جہل لازم آئے کہ علم میں تو یہ تھا کہ اپنی قدرت سے اسے پیدا کرے گا اور یہ نہ ہوا بلکہ معاذ اللہ مجبور ہوگیا۔ حاشا بلکہ زید کا وجود وفنا ازلاً ابداً تحتِ قدرت ہے اور تعلق علم کے سبب جس وقت اس کا وجودِ علم الٰہی میں تھا وجود واجب ہے اور جس وقت فنا فنا واجب ہے کہ خلاف ہو تو جہل ہو اور جہل محال بالذات ہے اس محال بالذات نے ان ممکنات کو اپنے اپنے وقت میں واجب بالغیر کر دیا اس سے معاذ اللہ نہ قدرت مسلوب ہوئی نہ جہل ممکن، بعینہٖ یہی بات خبر الٰہی میں ہے اس نے خبر دی کہ اہل جنت کو جنت میں ہمیشہ رکھے گا ان کا خلود واجب ہوگیا۔ اگر نہ ہو تو معاذ اللہ کذب لازم آئے۔ مگر اس سے انقطاع پر قدرت مسلوب نہ ہوئی خلود وانقطاع دونوں ازلاً ابداً زیر قدرت ہیں مگر تعلق خبر نے خلود کو واجب بالغیر کر دیا اس سے نہ قدرت مسلوب ہوئی نہ معاذ اللہ کذب ممکن۔ کذب کے محال بالذات ہونے ہی نے تو اس ممکن کو واجب بالغیر کر دیا اگر اس سے کذب ممکن ہوجائے تو اسے واجب کون کرے، مولا عزوجل کے وعد و وعید کسی میں تخلف ممکن نہیں خود وعید ہی کے لیے ارشاد ہوا ہے۔ "مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ"[1]۔ میرے یہاں بات بدلتی نہیں۔ت) جیسے وعدہ کو فرمایا: "لَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ"[2]۔ (اور اللہ تعالٰی ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہ کرے گا۔ت) بعض کے کلام میں کہ خلف وعید کا لفظ واقع ہوا تصریحات ہیں کہ اس سے مراد عفو ہے، یہ اگر معاذ اللہ امکانِ کذب ہو تو امکان کیسا وقوع ہوا کہ عفو یقیناً واقع ہوگا، اس کی مفصل بحث سبحٰن السبوح میں ہے آیہ کریمہ "اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ"[3]۔ (مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا۔ت) کے وہ معنی بعونہ تعالٰی ذہنِ فقیر میں ہیں جن کے بعد ہرگز ہرگز کسی تاویل کی حاجت نہیں، معنی ظاہر پر بلا تکلف مستقیم ہیں خلودِ اہل دارین کو عمر آسمان و زمین سے مقدر فرمایا ہے "مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ"۔[4] (جب تک آسمان و زمین رہیں گے۔ت) ظاہر ہے کہ اس سے یہ بقائے آسمان وزمین مراد نہیں جو نفخِ صور پر منقطع ہے بلکہ سماء وارض کہ روزِ قیامت اعادہ کیے جائیں گے اُن کی عمر مراد ہے جو ابدی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس کی مقدار جنتیوں کے

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/۲۹

[2] القرآن الکریم ۲۲/۴۷

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۷و۱۰۸

[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۷و۱۰۸

جنت دوزخیوں کے دوزخ میں رہنے کی مقدار سے صدہا سال زائد ہے کہ انتہانہ ان کو نہ اس کو، مگر اس کی ابتداء ان کی ابتداء سے سینکڑوں برس پہلے ہے شروع روزِ قیامت میں آسمان و زمین پیدا ہو جائیں گے لیکن جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں بعد حساب جائیں گے اور باہم بھی مقدار میں مختلف ہوں گے فقراء اغنیاء سے پانچسو برس پہلے جنت میں جائیں گے تو جانب ابتدا میں ان کا خلود اُن سموات وارض کے دوام سے کم ہوا کسی کا مثلاً ہزار برس کم جیسی جس کے لیے مشیت ہو گی کسی کا دو ہزار برس کم، الٰی غیر ذلك اس کو فرماتا ہے۔ "اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ" [1] (مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا۔ت) روایت لیاتیّن علٰی جھنم [2] الخ دوزخ کے طبقہ اولیٰ کے لیے ہے جس کا نام جہنم ہے اگرچہ مجموعہ کو بھی جہنم کہتے ہیں یہ طبقہ عصاۃ موحدین کے لیے ہے یہ بیشک ایک روز بالکل خالی ہو جائے گا جب لا الٰہ اللہ کہنے والا کوئی اس میں نہ رکھا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵: ۷ا جمادی الاولٰی ۷ ۱۳۳ھ

علمائے اہلسنت و جماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ آج کل اکثر سنت والجماعت فرقہ باطلہ کی صحبت میں رہ کر چند مسائل سے بد عقیدہ ہو گئے ہیں اگرچہ حضور کی تصانیف کثیرہ میں ہر قسم کے مسائل موجود ہیں لیکن احقر کی نگاہ سے یہ مسئلہ نہیں گزرا، اسی واسطے اس مسئلے کی ضرورت ہوئی، اور نیز عوام کا ایمان تازہ ہوگا اور بد عقیدہ لوگ گمراہی سے باز آئیں گے، منجملہ اُن کے ایک مسئلہ ذیل میں تحریر ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت زید کہتا ہے کہ وہ لالچی شخص تھے، حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اور آلِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے لڑ کر انکی خلافت لے لی اور ہزار ہا صحابہ کو شہید کیا۔ بکر کہتا ہے کہ میں ان کو خطا پر جانتا ہوں ان کو امیر نہ کہنا چاہیے۔ عمرو کا یہ قول ہے کہ وہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں ان کی توہین کرنا گمراہی ہے ایک اور شخص کو اپنے آپ کو سنی المذہب کہتا ہے اور کچھ علم بھی رکھتا ہے، (حق یہ ہے کہ وہ نرا جاہل ہے) وہ کہتا ہے کہ سب صحابہ اور خصوصًا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہما لالچی تھے (**نعوذ باللہ منہا**) کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعش مبارک رکھی تھی اور وہ اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ ان چاروں شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ ان شخصوں کو سنت والجماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور حضور کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۷ و ۱۰۸

[2] جامع القرآن (تفسیر ابن جریر) تحت آیت ۱۱/ ۱۰۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲/ ۱۴۲

جواب مدلل عام ارقام فرمائیے۔

الجواب:

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کی دو قسمیں فرمائیں، ایک وہ کہ قبل فتح مکہ شریف مشرف بایمان ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد پھر فرمایا۔ "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی"[1]۔ دونوں فریق سے اللہ تعالٰی نے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے ان کو فرماتا ہے، "اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ" "وہ جہنم سے دور رکھے گئے، لایسمعون حسیسها اس کی بھنک تک نہ سنیں گے۔ "وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ" اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔ "وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ" فرشتے اُن کا استقبال کریں گے۔ "هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ" [2] یہ کہتے ہوئے کہ یہ تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے، اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں، رب عزوجل نے اُسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرمادیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھلائی کا وعدہ کرکے ساتھ ہی ارشاد فرمایا "وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ" [3]۔ اور اللہ تعالٰی کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کروگے۔ بااینہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا۔ اس کے بعد کوئی بکے اپنا سر کھائے خود جہنم جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ومن یکون یطعن فی معاویة فذالك كلب من كلاب الهاویة [4]۔	جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتّا ہے۔

اُن چار شخصوں میں عمر کا قول سچا ہے، زید وبکر جھوٹے ہیں، اور چوتھا شخص سب سے بدتر خبیث رافضی تبرائی ہے۔ امام کا مقرر کرنا ہر مہم سے زیادہ ہے تمام انتظامِ دین ودنیا اسی سے متعلق ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱تا۱۰۳

[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[4] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/ ۴۳۰

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جنازہ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل متحمل نہ تھا، انبیاء علیہم السلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں، سیدنا سلیمن علیہ الصلوۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے سال بھر بعد دفن ہوئے، جنازہ مبارکہ حجرہ ام المومنین صدیقہ میں تھا جہاں اب مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا، چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اُس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی دوسری آتی، یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اور اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس تین برس یوں ہی رکھا رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھی۔ ابلیس کے نزدیک یہ اگر لالچ کے سبب تھا سب سے سخت تر الزام امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ پر ہے یہ تو لالچی نہ تھے اور کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی متعلق ہوتا ہے یہ کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ انہیں نے رسول کا یہ کام کیا ہوتا یہ پچھلی خدمت بجالائے ہوتے۔ تو معلوم ہوا کہ اعتراض ملعون ہے اور جنازہ انور کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھی جس پر علی مرتضی اور سب صحابہ نے اجماع کیا مگر ؎

چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید بہ نگاہش ہنر

(بدخواہ کی آنکھ برباد ہو جائے اس کی نگاہ میں ہنر بھی عیب نظر آتا ہے۔ ت)

یہ خبثاء خذلھم اللہ تعالٰی صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے۔ حدیث شریف میں ہے۔

من اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ ومن اٰذی اللہ یوشك ان یاخذہ۔[1]	جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے، والعیاذ باللہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶: از کوچین ضلع ملیبار محلّہ مٹانچیری مرسلہ مولانا حاجی طاہر محمد صاحب ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک مذہب پر قائم رہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت؟ جو ایک مذہب پر قائم نہیں وہ کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب من سب اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم، امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۶

الجواب:

مذہب اہلسنت پر قائم رہنا فرضِ اعظم ہے اور فقہ میں ایک مذہب مثلاً حنفی مذہب پر قائم رہنا، اور جو کسی مذہب پر قائم نہیں پہلی صورت میں دہریہ اور دوسری صورت میں غیر مقلد ہے اور یہ فرقہ بھی بدعتی ناری ہے۔ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

فمن کان خارجًا عن ھٰذا الاربعة فھو من اھل البدعة والنار۔[1] واللہ تعالٰی اعلم	توجو کوئی چاروں سے خارج ہے وہ بدعتیوں اور جہنمیوں میں سے ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسؤلہ امام بخش طالب علم مدرسہ مذکور ۱۵ جمادی الاخرہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ قول ہے کہ قیام ناجائز ہے اور اس کی دلیل امام اعظم صاحب کا قول پیش کرتا ہے بطورِ افتراء کہ ہمارے امام صاحب خود کبھی کبھی قیامت نہیں فرماتے تھے جب ہم ان کی تقلید کرتے ہیں تو ہر ایک بات میں تقلید کرنا چاہیے تو اس صورت میں کہ ہم قیام نہیں کرتے الزام نہیں ہوسکتا اور زید کا یہ قول کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی کبھی کبھی قیام نہیں فرماتے تھے یہ صحیح ہے یا نہیں، اگر زید امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر افتراء کرتا ہے تو ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے کہ صاحبِ مرقات کا قول یہ ہے کہ جو امر مندوب ہے اس پر تاکید کرنے سے مکروہ ہوجاتا ہے، قیام مستحب ہے پھر اس پر اس قدر تاکید کیوں ہے یہاں تک کہ رسالہ بازیوں تک نوبت پہنچ گئی، قبل نماز عصر چار رکعت سنت مستحب ہے، اس پر تاکید کیوں نہیں کرتے، قیام پر کیا خصوصیت ہے اور قیام کرنے والوں کو کیا ثواب ملے گا؟ اور منکرِ قیام کو کیا عذاب ہوگا؟ میلاد شریف میں کچھ لوگوں نے قیام کیا اور کچھ لوگوں نے نہیں کیا اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ جو لوگ صرف قیام کے منکر ہیں یا پورے دیوبندی خیال کے ہیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:

اس نے امام پر افترا کیا اور قیام مندوب ہے اگر بعض اوقات اس لحاظ سے کہ واجب نہیں ساری مجلس قیام نہ کرتی اور اس کے ساتھ یہ خیال وہابیت نہ ہوتا تو حرج نہ تھا اور اب یہ قیام شعارِ اہلسنت ہوگیا ہے اور اس سے ان کا اشعارِ وہابیت اور شعارِ سنیت کا لحاظ ضرور موکدہ ہے۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح المکتبۃ الاسلامیہ کوئٹہ ۴/ ۱۵۳

عصر سے پہلے کے نوافل نہ شعارِ سنیت ہیں نہ ان کے ترک میں کوئی تہمت و گمراہی، خصوصًا اس حالت میں کہ مجلس قیام کرے اور بعض بالقصد مخالفتِ مسلمین کرکے بیٹھے رہیں، منکر قیام اگر بالفرض ایسا پایا جائے کہ صرف اسی مسئلہ میں اس کو شبہہ ہے نہ بہ علت وہابیت نہ بربنائے اصولِ وہابیت اور تمام مسائل میں موافق اہلسنت ہے، وہابیہ کو گمراہ بے دین جانتا ہے تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہ ہوگا، مگر ہندوستان میں شاید ایسا شخص معدوم ہو۔ رہے دیوبندی اور ان کے ہم خیال وہ مرتدین ہیں مرتد کے پیچھے نماز کیسی!

مسئلہ ۱۰۸: بمعرفت سید ضمیر الحسن صاحب ۱۲جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

جناب بھائی صاحب دام اقبالہ، مؤدبانہ گزارش ہے کہ جس رسالہ کے بارے میں تذکرہ کیا تھا وہ اس وقت موصول ہوا، اس کا ایک اعتراض تحریر کرتا ہوں کیونکہ دوسرے لمبے چوڑے ہیں وہ بعد کو لکھوں گا آپ اس کو اعلیحضرت قبلہ وکعبہ کی خدمت عالی میں پیش کریں اور جواب خاکسار کے پاس روانہ فرمائیں، وہ اعتراض یہ ہے کہ ہم جو کہ ایمانی حالت نہایت کمزور رکھتے ہیں ہمارے واسطے حکم ہوتا ہے۔ "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ"[1]۔ بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ "مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ"[2]۔ کون ہے جو بے دیکھے ڈرتا ہے۔ "الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾"[3]۔ یہ نصیحت نامہ ان لوگوں کے واسطے ہے جو بے دیکھے خدا سے ڈرتے ہیں اور قیامت سے ڈرتے ہیں، "اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ"[4]۔ تم اُنہیں کو ڈراؤ جو سمجھانے پر چلے اور بغیر دیکھے رحمٰن سے ڈرے، "مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ"[5]۔ جو شخص بے دیکھے خدا سے ڈرتا رہا اور دل گرویدہ لے کر حاضر ہوا ہم ایسے لوگوں سے فرمائیں گے سلامتی کے ساتھ اس بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ "مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ"[6]۔ جو لوگ بغیر دیکھے خدا اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ "اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۱۲﴾"[7]۔ جو لوگ خدا سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں اُن کے واسطے بڑا اجر ہے۔ غرضکہ متعدد آیات جن میں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳

[2] القرآن الکریم ۵/ ۹۴

[3] القرآن الکریم ۲۱/ ۴۹

[4] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۱

[5] القرآن الکریم ۵۰/ ۳۳و۳۴

[6] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۵

[7] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۲

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ بغیر دیکھے ایمان لاؤ، آج کل فلسفہ، سائنس اور کیمسٹری نے وہ کچھ زور باندھا ہے کہ معمولی سے معمولی سمجھ والا بھی بغیر دیکھے ایمان لانے کو تیار نہیں۔ جن، بھوت، پری، چڑیل کے قصے چند روز ہوئے کہ ہمارے دلوں پر بڑا بھاری اثر کیے ہوئے تھے مگراب جوں جوں سائنس کی ہوا لگتی جاتی ہے ان باتوں سے انکار ہوتا چلا جاتا ہے اور مشاہدے کے بغیر کسی بات کے ماننے کے واسطے ہم تیار ہی نہیں ہوتے، اس لیے آجکل یہ بڑی مشکل بات ہے کہ بلا مشاہدہ کے کوئی شخص کسی بات کو تسلیم کرلے جب کہ آج سے چند ہزار سال پہلے ایک اولو العزم بلکہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن شریف میں موجود ہے۔

"وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ "[1]۔	اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے کہا تھا کہ میرے رب مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا، خدا نے پوچھا کیا تو ہماری اس بات پر ایمان نہیں لاتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں ایمان تو لایا ہوں مگر اطمینان قلب کی خاطر دیکھنا چاہتا ہوں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ایمان لانا دل کے ساتھ ہوتا ہے زبانی جمع خرچ کا نام ایمان نہیں، اگر فی الحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بات پر ایمان لائے ہوتے تو اطمینان قلب ضرور ہوتا اب اعتراض یہ ہے کہ اُس زمانہ میں جب کہ سائنس اور فلسفہ نے انسان کو اس قدر ہوشیار نہیں کیا تھا اُس وقت کے لوگ تو یہ حق رکھتے تھے کہ وہ دیکھ بھال کر کھوٹا کھرا جانچ کر ایمان لائیں تو بھلا یہ کس قدر انصاف پر مبنی ہے کہ اس روشنی کے زمانے میں یہ نادر شاہی حکم ہو کہ تم پوچھو پُچھو دیکھو بھالو نہیں بغیر دیکھے ہی ایمان لے آؤ۔ اول تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے اور نبی بھی ایسے نبی جن کی اولاد سے کئی ہزار نبی پیدا ہوئے اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر فخر کیا کہ: "قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا ؕ "[2]۔ (تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم علیہ السلام کا دین لیتے ہیں۔ ت) دوسرے نبی نبا سے نکلا ہے نبا خبر کو کہتے ہیں، نبی کے معنی غیب کی خبریں پانے والا۔ اور غیب کی خبر ایک ایسی نعمت غیر مترقبہ ہے کہ جو ہر مرتبہ ایمانی ترقی کا ذریعہ ہوئی ہے کائنات عالم کی خبریں اللہ تعالٰی انہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۵

دیتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہ نہایت مسرور رہتے ہیں ان باتوں کو مدنظر رکھ کر اب غور کیجئے کہ جو رات دن خارق عادت خبریں پارہے ہیں وہ تو یہ حق رکھیں کہ مجھے یہ دکھادے کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا، اور ہم جو کہ اس موجودہ سائنس اور فلسفہ کے روز افزوں سیلاب میں ڈوبے جارہے ہیں ہمیں یہ نادر شاہی حکم ہو کہ بغیر دیکھے ایمان لے آؤ۔ کیا یہ انصاف ہے؟ لوگو! خدا کے لیے جواب دو۔ اس نئی روشنی نے جو غضب ڈھایا ہے وہ حسب ذیل نوٹ سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ جب تک یہ سائنسدان پیدا نہیں ہوئے تھے دنیا اس قدر نرم دل واقع ہوئی تھی کہ خدا کی ہستی سے انکار کسی کو بھی نہ تھا بلکہ معمولی سے معمولی چیزوں کو بھی وہ خدا تسلیم کرلیا کرتے تھے۔ چنانچہ تاریخ عالم آپ کو یہ بتادے گی کہ کوئی مذہب ایسا نہیں تھا کہ جن کو ہستی باری تعالٰی سے انکار ہو۔ اس کے برعکس ایسے لوگ موجود تھے کہ آگ، پتھر، درخت، آفتاب، ستارہ، چاند، دریا، جانور تک کو خدا مانتے تھے، ایک چھوڑ کئی کئی خدا کے ماننے والے موجود تھے انکار کسی کو بھی نہ تھا مگر ڈارون جیسوں کی تھیوریز نے پیدا ہو کر سرے سے خدا ہی کو اڑادیا اور کہنے لگے یہ سب کچھ خود بخود سے ہے کوئی خدا نہیں یہ جاہلوں کی باتیں ہیں۔ اب ذرا غور کریں کہ یہاں تو سرے سے خدا کا ہی انکار ہے اس حالت میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی بلادلیل خدا کے احکامات پر بلادیکھے ایمان لاسکے تعجب ہے کب جب حضرت انسان اپنی حقیقت سے بھی ناواقف تھا اور ایک وحشی کی طرح زندگی بسر کررہا تھا اس وقت تو اس کو یہ حق حاصل تھا کہ یہ دیکھ بھال کر ٹھونک بجا کر ایمان لائے اور جب کہ انسان آگ، پانی، ہوا، بجلی پر حکمرانی کرتے کرتے ترقی کے آسمان پر پرواز کرکے تاروں سے گفت و شنید کی فکر میں منہمک ہو اس وقت کے واسطے یہ قانون پاس ہوجائے کہ جی بغیر دیکھے ایمان لے آؤ کس قدر انصاف ہے، اور پھر جب کہ نبی تو دیکھ بھال کر ایمان لائیں اور ہم کمزور انسانوں کے واسطے یہ حکم ہو کہ بغیر دیکھے ایمان لے آؤ تمہیں بتاؤ کہ ہم ان سے زیادہ حقدار ہیں یا نہیں؟ ہر شخص اس کا یہی جواب دے گا کہ ہاں بے شک ہم انبیاء سے زیادہ دیکھ بھال کر ایمان لانے کے مستحق ہیں کیونکہ ہم نے تجلیات اللہ کا ایک پر تو بھی نہیں دیکھا، اور نہ ہم دیکھ سکتے ہیں وحیِ الٰہی نبوت حضرت رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ختم ہوگئی، اور بقول احمدیوں کے یہ بھی مان لیا جائے کہ نبوت کا راستہ بند نہیں ہوا تو یہ بھی غیر ممکن ہے کہ تمام دنیا نبی بن جائے۔

الجواب:

اللہ عزوجل اپنی لعنت سے بچائے، جب لعنت الٰہی اترتی ہے دل کی آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں اچھا خاصا ہوش و حواس والا پکا پاگل ہوجاتا ہے اسے اپنی ہی ہستی سجھائی نہیں دیتی اپنے افعال

والی آنکھ بند ہو جاتی ہے اور مہملات بکنے والا منہ کھل جاتا ہے۔

(۱) علم کے اسباب تین ہیں: عقل، حواس، خبر صادق۔ حواس پانچ ہیں جن میں دیکھنا صرف ایک سے متعلق ہے تو علم کے سات ذریعہ ہوئے، جو اندھا کہے کہ بے دیکھے نہ مانیں گے وہ سات میں سے چھ ذریعہ علم کو باطل کرچکا اور اگر ظاہر کا بھی اندھا ہے تو وہ ساتواں بھی گیا۔

(۲) یہ تو گدھے سے بھی بدتر ہوا، وہ بھی جانتا ہے کہ دیکھنے کے سوا اور بھی ذرائع علم ہیں دور سے شیر کی آواز سنے گا یا بو سونگھے گا تو جان توڑ کر سرپٹ بھاگے گا مگر یہ گدھے سے بھی احمق تر وہیں کھڑا رہے گا کہ شیر کو دیکھا تو ہے ہی نہیں بے دیکھے ماننا کیا معنی۔

(۳) سائنس والے ہوا کے معتقد ہیں یا نہیں ہیں، تو بے دیکھے کیونکر۔

(۴) سائنس والے صدہا باتوں میں خود مختلف ہیں، دیکھی ہوئی بات میں اختلاف کیا، کیا سب اندھے ہیں یا ان میں سے ایک انکھیارا ضرور بے دیکھی باتوں میں اٹکلیں دوڑاتے اور ہر ایک اپنی مانتا ہے۔

(۵) اقلیدس کا مسئلہ ہے کہ کرہ کی نسبت کرہ کی طرف، قطر کی نسبت قطر کی طرف ہے، مثلثہ بالتکریر مثلاً ایک کرہ کا قطر دوسرے کا ۱/۲ ہے تو یہ کرہ اس کا ۱/۸ ہوگا، یا ۱/۳ ہے تو ۱/۲۷ یہ کن آنکھوں سے دیکھ کر مانا۔

(۶) ارثماطیقی کا مسئلہ ہے کہ نسبت مجذورین مجذور نسبت جذرین ہے، یہ کن آنکھوں سے دیکھی۔

(۷) جبر و مقابلہ کا مسئلہ ہے کہ نصف سر لا کا مجذور طرفین میں شامل کرنے سے یعنی جو مساوات اس صورت کی ہو: لا۲ + ص لا = ط اس میں (ص/۲) ۲ یا ص ۲/۴ ملانے سے مجذور کامل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ پہلے بھی کامل ہو، یہ کن آنکھوں سے دیکھ کر مانا۔ اسی طرح ان فنون اور ان کے سوا دیگر علوم کے لاکھوں مسائل ہیں کہ بے دیکھے مان لیتے ہیں۔

(۸) یہ معترض اور ہر (شخص) اپنی ماں کو یقیناً اپنی ماں جانتا ہے ان میں سے کس نے اپنے آپ کو اس کے پیٹ سے پیدا ہوتے دیکھا ہے۔

(۹) ماں تو ماں اُن میں سے جو کوئی باپ رکھتا ہے اُسے کبھی شبہہ نہیں ہوتا کہ اس نے اپنے آپ کو اس کی پیٹھ سے اُترتے اور ماں کے پیٹ میں داخل ہوتے نہ دیکھا پھر کیونکر اس کے باپ ہونے پر اعتقاد رکھتا ہے۔

(۱۰) ان میں لاکھوں ہوں گے جنہوں نے لندن آنکھوں سے نہ دیکھا پھر کیسا اندھا پن ہے کہ بے دیکھے

اقوال رات دن کے مسلمات ایسا بھول جاتا ہے گویا نہ یہ انسان ہے نہ انسان کے نطفے سے بنا، نہ کبھی انسان کی اسے ہوا لگی۔
واقعات دیکھنے
اس کا یقین رکھتے ہیں۔

(۱۱) ایسے پاگل پن کا اعتراض کرنے والوں کو نہ صرف قانونِ الٰہی بلکہ قانون گورنمنٹ پر بھی کھُلا انکار ہوگا کہ ہم نے واضعانِ قانون کو یہ قانون بناتے نہ دیکھا ہم کیونکر مان لیں۔

(۱۲) قانون بالائے طاق وہ قیصر ہند کی سلطنت سے بھی انکار کریں گے کہ ہم نے نہ قیصرِ ہند کو دیکھا نہ ہمارے سامنی تاجپوشی ہوئی ہم کیوں تسلیم کریں۔

بالجملہ اس کی لاکھوں مثالیں ہیں جو اشقیاء خود روزمرہ برت رہے ہیں، مگر اللہ واحد قہار پر اعتراض کرنے کے لیے اُن کو بھلاتے اور ناپاکی کا منہ پھیلاتے ہیں، رب عزوجل نے غیب پر بے دلیل ایمان لانے پر مجبور نہیں فرمایا بلکہ براہین قاطعہ ودلائل ساطعہ قائم فرمائے انبیاء بھیجے انہیں معجزات دیئے آفاق وانفس میں اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں ان کے ماننے کیطرف بلایا ہے، کافر سے اس کی کیا شکایت کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنے سے پہلے ایمان سے خالی بتایا مگر یہ کہے کہ اس واقعہ سے اس کا استدلال تحقیقًا ہے یا الزامًا، اگر تحقیقًا ہے تو خود اپنے سارے جھوٹ کو جہنم میں ڈال دیا، جہنم سے مراد دوزخ نہیں، اس پر تو ایمان ہی نہیں رکھتا، اس دن ایمان لائے گا۔ "یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾، اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ "[1]۔ جس دن دھکے دے کر جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے، یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے، کیا یہ جادو ہے یا تمہیں سوجھتا نہیں، بلکہ میری مراد یہ ہے کہ اس نے اپنی تمام جھوٹی خباثتوں کو بھڑکتی آگ میں ڈال کر بھسم کردیا، بے دیکھے کیونکر اعتقاد لایا کہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ واقعہ ہوا۔ اور اگر الزامًا ہے تو خود اس گفتگو میں تصریح ہے کہ بیشک مجھے ایمان ہے اس کی کیفیت کی قلب کو تلاش ہے کہ اس کے وقوع کا کیا طریقہ ہوگا دیکھنے سے اس کا اطمینان چاہتا ہوں اندھا سوال ہی کو دیکھے یہ عرض نہ کی کہ رب اتحی الموت اے میرے رب! کیا تو مُردے جِلائے گا کہ معاذ اللہ جلانے میں شک سمجھا جائے بلکہ یہ عرض کی کہ "رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ "[2]۔ اے میرے رب! جس طرح تو مردے جِلائے گا وہ صورت مجھے آنکھوں سے دکھادے۔ "وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ "[3]۔ ولاحول ولاقوۃ

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۱۳و۱۴و۱۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۰

[3] القرآن الکریم ۶/ ۳۳

الّا باللہ العلی العظیم. واللہ تعالٰی اعلم (مگر ظالم اللہ تعالٰی کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بُلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۹: قیام میلاد شریف کے بارے میں چند مستند حدیثوں کی ضرورت ہے، مخالف وہابی کہتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قیام کے واسطے کوئی حکم نہیں دیا ہے اور کسی کتاب سے ثابت بھی نہیں ہے، منع ہے۔

الجواب:

وہابی جھوٹے ہیں اور اُن کا منع کہنا شریعت پر افترا ہے، ان سے پوچھو کہ اللہ ورسول نے منع فرمایا ہے یا تم منع کرتے ہو۔ اگر کہیں اللہ ورسول نے منع فرمایا ہے، تو دکھائیں کس آیت کس حدیث صحیح میں ہے کہ قیامِ مجلس مبارک منع ہے، اور اگر کہیں کہ ہم خود منع کرتے ہیں، تو بکا کریں، حکم اُن کا نہیں بلکہ اللہ ورسول کا ہے جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جابجا نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم فرمایا اور یہ قیام بھی اقسام تعظیم سے ہے تو جب تک اس خاص تعظیم کی ممانعت اللہ ورسول اللہ کے حکم سے ثابت نہ ہو یہ حکم قرآنی کے مطابق ہے۔ قرآن عظیم سے بڑھ کر اور کیا دلیل درکار ہے، زیادہ تفصیل ہمارے رسالہ اقامۃ القیامہ میں ہے، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تکریم حضرت بتول زہرا کے لیے قیام فرماتے اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے قیام کرتیں سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ جس وقت حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انصار کرام کو ان کے لیے قیام کا حکم فرمایا۔ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجلسِ انور سے اُٹھتے قمنا قیاما حتی نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ [1]۔ ہم سب کھڑے ہوجاتے اور کھڑے رہتے جب تک کہ حضور حجرات شریفہ میں سے کسی میں تشریف نہ لے جاتے، ممانعت قیامِ اعاجم سے ہے کہ ان کا بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوتا اور درباری تصویر بنے ہوئے سامنے کھڑے رہتے۔ بعض وقت اس کی ناپسندی بطورِ تواضع و رفع تکلف ہے جیسے اب بھی کوئی معظم دینی آئے اور حاضرین اس کے لیے قیام کریں تو وہ کہتا ہے کہ تکلیف نہ فرمایئے تشریف رکھئے، اس کے یہ معنی نہیں کہ قیام سے شرعًا کرتا ہے بلکہ تواضعًا، مانعین کے یہاں بھی قیام تعظیمی برابر رائج ہے اپنے ملّوں کے لیے قیام کریں گے اور لوگ ان کے لیے قیام کریں بعض بیٹھے رہیں تو ناراض ہوں گے بے ادب

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الحلم واخلاق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

جائیں گے مگر یہ تو اپنے مُلّوں کی تعظیم ہے جن کی باطل عظمت سے دل بھرے ہوئے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم کی عظمت اُن کے یہاں کہاں، اس میں یہ شاخسانے سوجھتے ہیں، شفاء شریف وغیرہا میں ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ حضور کے ذکر اقدس کی تعظیم ذات انور کی طرح ہے وقت تشریف آوری تعظیم ذات انور کی طرح ہے، وقت تشریف آوری تعظیم ذات کریم قیام سے ہے تو ذکر شریف کی یہ ہی تعظیم مسلمانوں نے صدہا سال سے مقرر کی **کما فی عقدالجوھر وغیرہ** (جیسا کہ عقد الجوہر وغیرہ میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۰: از رمضان پور ڈاک خانہ خاص ضلع بدایوں مرسلہ عبدالصمد عرف صوفی قادری برکاتی نوری ابوالحسینی ۱۴ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت کو جس وقت دفن کرکے واپس آتے ہیں کتبہائے سابقہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ملائکہ قبر میں آتے ہیں پھر میت کو زندہ کرکے حساب لیتے ہیں اس بات کا ثبوت کس نص صریح میں ہے یعنی اشارۃ النص یا دلالۃ النص، ایک فرقہ جدید پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو اہل قرآن ظاہر کرتے ہیں وہ اس بات کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ زندہ کرنے کا ایک وقت معینہ مقرر ہے جس کو قیامت کہتے ہیں باقی سب لغویات ہیں سائل بڑے فکر و تردد میں ہے کہ کس طرح سے جواب اس فرقہ بد کو دیا جائے۔

الجواب:

سوال رُوح سے ہوتا ہے اور رُوح کبھی نہیں مرتی، رہا یہ کہ روح بدن میں اعادہ کی جاتی ہے یا نصف بدن میں آتی ہے یا بدن و کفن کے درمیان رکھی جاتی ہے اس کی تفصیل قطعیات سے نہیں نہ تفتیش کی حاجت اور یہ جدید فرقہ جو بنام قرآنی نکلا ہے، اسلام سے خارج ہے اس کی بات سننی نہ چاہیے، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۱۱: از شہر بریلی بی بی جی کی مسجد مسئولہ حشمت علی صاحب طالبِ علم مدرسہ منظر الاسلام ۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے حقانیین اہل سنت و جماعت کثر ہم اللہ نصر ہم و امداد ہم مسئلہ ذیل میں کہ زید بحمد اللہ تعالٰی کسی ضروری دینی کا انکار بلکہ اس میں شک بھی نہیں کرتا بلکہ ایسے شخص کو بھی کافر و مرتد جانتا ہے۔ باوجود اس کے اُس کا یہ عقیدہ ہے کہ سیدّنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ اگرچہ افضل الناس بعد الانبیاء ہیں لیکن بحکم **مامن عام الا وقد خص منہ البعض** [1]۔ (کوئی عام نہیں مگر اس میں سے بعض افراد کو

[1] التوضیح علی التلویح فصل فی حکم العام میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۰۹

خاص کیا گیا ہے۔ت) اس ناس سے حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما مستثنٰی ہیں، کیونکہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما شاہزادگان دورمانِ نبوت ہیں اور حضرات خلفائے اربعہ وزرائے شہ سریر رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور وزراء سے شاہزادوں کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے افضل ہیں۔اس پر عمر کہتا ہے کہ سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مرتبہ کے بعد ہیں، تو کیا حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی افضل ہو جائیں گے، زید جوابًا کہتا ہے کہ یہ محال نہیں بلکہ ممکن بلکہ واقع ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا استدلال کیسا ہے اور اس عقیدہ سے اس کی سنیت میں تو کوئی نقص نہ آیا۔

الجواب:

اگر وہ یہ کہتا کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما بوجہ جزئیت کریمہ ایک فضل جزئی حضرات عالیہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم پر رکھتے ہیں اور مرتبہ حضرات خلفاء کا اعظم واعلٰی ہے تو حق تھا مگر اس نے اپنی جہالت سے فضل کلی سبطین کو دیا اور افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر الصدیق کو عام مخصوص منہ البعض ٹھہرایا اور انہیں امیر المومنین مولٰی علی سے افضل کہا یہ سب باطل اور خلاف اہلسنت ہے اس عقیدہ باطلہ سے توبہ فرض ہے ورنہ وہ سنی نہیں اور اس کی دلیل محض مردود و ذلیل، اگر جزئیت موجب افضیلت مرتبہ عند اللہ ہو تو لازم کہ آج کل کے بھی سارے میر صاحب اگرچہ کیسے ہی فسق و فجور میں مبتلا ہوں اللہ عزوجل کے نزدیک امیر المومنین مولٰی علی سے افضل واعلٰی ہوں اور یہ نہ کہے گا مگر جاہل اجہل مجنون یا ضال مضل مفتون قال اللہ عزوجل:

"قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ"[1]۔	تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور بے علم۔

اور فرماتا ہے:

"یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ"[2]۔	اللہ بُلند فرمائے گا تم میں سے مومنوں اور بالخصوص عالموں کے درجے۔

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۸

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۱

تو عنداللہ فضل علم فضلِ نسب سے اشرف و اعظم ہے، یہ میر صاحب کہ عالم نہ ہوں اگرچہ صالح ہوں آج کل کے عالم سُنی صحیح العقیدہ کے مرتبہ کو شرعاً نہیں پہنچتے نہ کہ ائمہ نہ کہ صحابہ نہ کہ مولٰی علی نہ کہ صدیق و فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

للشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاھل ولو قریشا، قال تعالٰی والذین اوتوا العلم درجٰت فالرافع ھو اللہ فمن یضعہ یضعہ اللہ فی جھنم [1]۔	نوجوان عالم کو بوڑھے جاہل پر تقدم کا حق حاصل ہے اگرچہ وہ (جاہل) قرشی ہو، اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی عالموں کے درجے بُلند فرمائے گا۔ چونکہ بُلندی عطا فرمانے والا اللہ تعالٰی ہے لہٰذا جو اس کو گھٹائے گا اللہ تعالٰی اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ امام خیر الدین رملی میں ہے:

کونہ قرشیاً لایبیح لہ التقدم علی ذی العلم مع جھلہ اذ کتب العلم طافحۃ بتقدم العالم علی القرشی ولم یفرق سبحٰنہ وتعالٰی بین القرشی وغیرہ فی قولہ تعالٰی ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون [2]۔	جاہل کا قرشی ہونا عالم پر اس کے تقدم کو مباح نہیں کرتا، کیونکہ علم کی کتابیں عالم کے قرشی پر تقدم کے حق سے بھری پڑی ہیں اور اللہ سبحٰنہ و تعالٰی نے قرشی و غیر قرشی کے درمیان اپنے اس ارشاد میں کوئی فرق نہیں، فرمایا کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

والعالم یقدم علی القرشی الغیر العالم والدلیل علی ذلك تقدم الصھرین علی الختنین و	قرشی غیر عالم پر عالم کو تقدم حاصل ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سُسر آپ کے دامادوں پر مقدم ہیں

[1] الدرالمختار مسائل شتّٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۱

[2] الفتاوی الخیریۃ مسائل شتّٰی دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۳۴

ان کان الختن اقرب نسبا منهم [1]۔	حالانکہ نسب کے اعتبار سے داماد بنسبت سسر کے اقرب ہوتا ہے۔(ت)

ولہذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرداری حضرات سبطین کریمین کو حفظ تعمیم کے لیے جوانان اہلِ جنت سے خاص فرمایا۔

الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة۔	حسین و حسین رضی اللہ تعالے عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔(ت)

کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شامل نہ ہو، اور متعدد صحیح حدیثوں میں اسی کے تتمہ میں فرمادیا۔وابوهما خير منهما حسن و حسین جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے افضل ہے۔

رواه ابن ماجة والحاكم [2]عن ابن عمر والطبرانی فی الكبير عن قرة بن اياس بسند حسن وعن مالك بن الحويرث والحاكم وصححه عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهم۔	اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عمر سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں قرہ بن ایاس سے سندِ حسن کے ساتھ مالک بن حویرث و حاکم سے روایت کیا ہے اور ابن مسعود نے اس کی تصحیح کی ہے رضی اللہ عنہم (ت)

اور ارشاد ہوا:

ابوبكر و عمر خير الاولين والاخرين و خير اهل السمٰوٰت وخير اهل الارضين الاالنبيين والمرسلين [3]۔	ابوبکر و عمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں اور سب آسمان والوں اور سب زمین والوں سے افضل ہیں سوا انبیاء مرسلین کے علیہم الصلوۃ والتسلیم (ت)

[1] الفتاوی الخیریة مسائل شتّٰی دار المعرفة بیروت ۲/ ۲۳۵

[2] سنن ابن ماجه فضل علی ابن ابی طالب رضی الله عنه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲، المستدرك للحاكم كتاب معرفة الصحابة دار الفكر بیروت ۳/ ۱۶۷، المعجم الكبير حدیث ۲۶۵۰ المكتبة الفیصلیة بیروت ۱۹/ ۲۹۲

[3] کنزالعمال حدیث ۳۲۶۴۵ مؤسسة الرساله بیروت ۱۱/ ۵۶۰

مسئلہ ۱۱۲: از سیتاپور محلّہ تامین گنج مرسلہ مرسلہ حکیم غلام حیدر صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے اپنے مؤلفہ کتاب یزید نامہ میں اپنے عقائد کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو افضل ترین امت بعد رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سمجھتا ہوں اور دعوی کیا ہے کہ یہی عقیدہ حقہ تمامی اہلسنت کا ہے جن کی چشم بصیرت بینا نہیں اُن سے قطع نظر تمام صوفیہ کرام واولیائے عظام وبزرگان دین کا یہی عقیدہ ومسلک ہے۔ بحوالہ فتوحاتِ مکیہ حضرت ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ حضرت امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حالات میں بہت کچھ لکھا ہے کل نقل باعثِ طوالت ہے، آخری فیصلہ یہ لکھا ہے کہ ہم کو ان کے کفر وبے دینی کے ثبوت تلاش کرنے میں وقت ضائع نہ کرنا چاہیے لہٰذا اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کرتے ہیں، مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی طاب ثراہ اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں اس عقیدہ والے کو فرقہ تفضیلی وبدعتی ومستحق تعزیر قرار دیتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول متعدد طرق سے نقل فرماتے ہیں کہ فرمایا حضرت علی نے کوئی شخص مجھے حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما پر فضیلت نہ دے ورنہ تہمت وافتراء پردازی کے جرم میں اسی درے لگاؤں گا[1]۔

اس نازک زمانہ میں اس استفتاء کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ یزید نامہ کو دیکھ کر عقائد سے ناواقف سنی جن میں اعلٰی درجے کے تعلیم یافتہ وگریجوایٹ حضرات بھی شامل ہیں اسی عقیدہ کو عقیدہ حقہ اہلسنت سمجھیں گے اُن کو واضح ہونا چاہیے کہ یہ عقائد فرقہ تفضیلیہ کے ہیں عقائد اہلسنت کو اس سے واسطہ نہیں امید کہ علمائے اہلسنت اس پر کافی توجہ فرمائیں گے۔

الجواب:

حاشا یہ ہرگز اہلسنت کا مذہب نہیں روافض کا مذہب ہے اسے اہلسنت کا مذہب کہنا بعینہٖ ایسا ہے کہ کوئی کہے رافضیوں کا مذہب تفضیل شیخین ہے یعنی صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما، کو رافضی تمام امت سے افضل واعلٰی مانتے ہیں جیسا اس کا قائل صریح جھوٹا مفتری ہے یونہی یہ کہنے والا کہ تمام اہلسنت کا عقیدہ مولا علی کو سب سے افضل جاننا ہے بلاشبہہ سخت کذاب جری ہے، امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پہلا شعار اہلسنت کا یہ بتایا ہے **ان تفضل الشیخین**[2]۔ یہ کہ تُو صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو تمام اُمت سے افضل مانے، یہ عقیدہ حمیدہ خود امیر المومنین مولا علی

---

[1] ازالۃ الخفاء مقصد اول فصل چھارم مسند علی رضی اللہ تعالٰی عنہ، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۷و۶۸

[2] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر افضل الناس بعدہ علیہ الصلوۃ والسلام الخ مصطفی البابی مصر ص ۶۳

کرم اللہ وجہہ الکریم سے اسّی ۸۰ صحابہ تابعین نے روایت کیا اس میں ہماری حافل کافل کتاب **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین** ہے جس میں اس مطلب شریف پر قرآن عظیم واحادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وآثارِ اہلبیت کرام وصحابہ عظام وارشاداتِ امیر المومنین حیدر رضی اللہ عنہم ونصوصِ ائمہ وعلماء واولیاء وعرفا قدست اسرارھم سے دریا لہرا رہے ہیں۔ ہر بچہ جانتا ہے کہ اہل سنت کی تمام کتب عقائد میں **افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر الصدیق**[1]۔ (انبیاء کے بعد سب سے افضل انسان ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ اگر نہایت صاف دن میں کف دستِ میدان میں منہ پر آنکھیں ہوتے ہوئے ٹھیک دوپہر کو انکار آفتاب روا ہے تو اس کا انکار عــہ بھی اُسی منکر کا سا مجنون کرسکتا ہے یونہی حضرات اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم کی طرف اس عقیدہ باطلہ کی نسبت کھلا افترا ہے۔ دلیل الیقین من کلمات العارفین میں افضیلت مطلقہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو صرف ارشادات اولیائے کرام سے ثابت کیا ہے اور خود ظاہر کہ جب یہ عقیدہ اہلسنت ہے اور عقیدہ میں اہلسنت کا مخالف مبتدع اور مبتدع کا ولی ہونا محال، تو اس کے خلاف اعتقاد اولیاء کیونکر ہوسکتا ہے۔ **ولکن الظلمین یفترون وفی الحق بعد ماتبین یمترون** (لیکن ظالم جھوٹ گھڑتے اور حق ظاہر ہوجانے کے بعد اس میں شک کرتے ہیں۔ت) اسی زمرہ میں فتوحات مکیہ پر بھی افترا جڑا، فتوحات کے صریح لفظ یہ ہیں:

اعلم انہ لیس فی امۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ھو افضل من ابی بکر غیر عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام[2]۔	یعنی یقین جان کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت میں کوئی ایسا نہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے افضل ہو سوا سیدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ وہ حضور کے امتی ہیں اور صدیق سے افضل ہیں کہ نبی ہیں۔

عــہ: بددینی وگمراہی دوسری چیز ہے مگر ذی عقل مشہور کی طرف ایسے انکار آفتاب کی نسبت سے یہ سہل معلوم ہوتا ہے کہ کسی یزیدی نے یزید نامہ لکھ کر اُس کے نام کردیا یا کم از کم ایسی وقاحتیں اس میں ملادیں ۱۲منہ

---

[1] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۱۰۷

[2] الفتوحات المکیۃ

حدیث امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اجلّہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے ہیں، صحیح ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ [1]۔	الٰہی ! اسے راہ نما راہ یاب کر اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت دے۔

صحابہ کرام میں کسی کو کافر بے دین نہ کہے گا مگر کافر بے دین یا گمراہ بددین، عزیز جبار واحد قہار جل وعلا نے صحابہ کرام کو دو قسم کیا ایک وہ کہ قبل فتح مکہ جنھوں نے راہِ خدا میں خرچ و قتال کیا دوسرے وہ جنھوں نے بعد فتح پھر فرما دیا کہ دونوں فریق سے اللہ عزوجل نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی فرما دیا کہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خوب خبر ہے کہ تم کیا کیا کرنے والے ہو باینہمہ اس نے تم سب سے حسنٰی کا وعدہ فرمایا۔ یہاں قرآن عظیم نے ان دریدہ دہنوں، بیباکوں، بے ادب، ناپاکوں کے منہ میں پتھر دے دیا جو صحابہ کرام کے افعال سے اُن پر طعن چاہتے ہیں وہ بشرطِ صحت اللہ عزوجل کو معلوم تھے پھر بھی اُن سب سے حسنٰی کا وعدہ فرمایا، تو اب جو معترض ہے اللہ واحد قہار پر معترض ہے جنت ومدارج عالیہ اس معترض کے ہاتھ میں نہیں اللہ عزوجل کے ہاتھ ہیں معترض اپنا سر کھاتا رہے گا اور اللہ نے جو حُسنٰی کا وعدہ اُن سے فرمایا ہے ضرور پورا فرمائے گا اور معترض جہنم میں سزا پائے گا وہ آیہ کریمہ یہ ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۠ (۱۰) [2]۔	اے محبوب کے صحابیو! تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ وقتال کیا وہ رُتبے میں بعد والوں سے بڑے ہیں، اور دونوں فریق سے اللہ نے حُسنٰی کا وعدہ کر لیا، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔

اب جن کے لیے اللہ کا وعدہ حسنٰی کا ہو لیا اُن کا حال بھی قرآن عظیم سے سنئے:

" اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (۱۰۱) لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ	بے شک جن کے لیے ہمارا وعدہ حُسنٰی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے۔

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب معاویہ بن ابی سفیان امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۵

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ "[1]	وہ بڑی گھبراہٹ قیامت کی ہلچل انہیں غم نہ دے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

یہ ہے جمیع صحابہ کرام سید الانام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کے لیے قرآن کریم کی شہادت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضی مشکلکشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم قسم اول میں ہیں جن کو فرمایا: "اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً "[2]۔اُن کے مرتبے قسم دوم والوں سے بڑے ہیں، اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم قسم دوم میں ہیں، اور حسنٰی کا وعدہ اور یہ تمام بشارتیں سب کو شامل۔ ولہذا امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابن عساکر کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

تکون لاصحابی زلّۃ یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم معی ثم یأتی قوم بعد ھم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار[3]	میرے اصحاب سے لغزش ہوگی جسے اللہ عزوجل معاف فرمائے گا اُس سابقہ کے سبب جو اُن کو میری بارگاہ میں ہے پھر اُن کے بعد کچھ لوگ آئیں گی کہ انہیں اللہ تعالٰی ان کے منہ کے بل جہنم میں اوندھا کرے گا۔

یہ ہیں وہ کہ صحابہ کی لغزشوں پر گرفت کریں گے۔ ولہذا علامہ شہاب خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی نے نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرمایا:

ومن یکون یطعن فی معٰویۃ فذالك کلب من کلاب الھاویۃ[4]۔	جو امیر معاویہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتّوں سے ایک کُتا ہے۔

واللہ یقول الحق ویھدی السبیل (اور اللہ تعالٰی سچ فرماتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱و۱۰۲و۱۰۳

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۲۴۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۱۴۲ ومجمع الزوائد ۷/ ۲۳۴

[4] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/ ۴۳۰

مسئلہ ۱۱۳: از دھولقہ ضلع احمد آباد ملک گجرات فتح حسن کا پول مولوی نور نبی ابن حاجی ولی محمد صاحب ۱۶رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وسلم۔ امّابعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) روح بعد خروج جسم کے دُنیا میں آتی ہے یا نہیں؟ خصوصًا جب کہ حیاتِ انبیاء واولیاء وشہداء ثابت ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح پاک دنیا میں میلاد ومجلس شریف میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اور کوئی ان کی پاک روح کی تشریف آوری کو بعید از امکان سمجھے وہ شخص دائرہ اسلام میں کیسا سمجھا جائے گا؟

(۲) کوئی شخص قبورِ اہل اللہ کی زیارت اور اُن پر پھول چڑھانے کو بدعت بتلائے تو اس کی نسبت اہل اسلام کا کیسا خیال ہوگا؟

(۳) حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علمِ غیب تھا یا نہیں؟ اور کوئی شخص کہے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مطلق غیب نہ تھا بلکہ تمام انسان کو جتنا علم ہوتا ہے، اُتنا ہی آپ کو علم تھا غرض علم حضور کا انکار کرے وہ کیسا سمجھا جائے گا؟

(۴) وقت اذان کے اشہدان محمدارسول اللہ کہا جائے اس وقت ہاتھ کے انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟ کوئی شخص انکار کرے وہ کیسا سمجھا جائے گا؟

(۵) جو شخص عمدًا ترک جماعت کرے اس کی نسبت اہلِ اسلام کا کیا خیال ہوگا؟

الجواب:

(۱) مسلمان کی روح بعد انتقال جہاں چاہے جاتی ہے، حدیث میں ہے:

اذا مات المؤمن یخلی سربہ یسرح حیث یشاء [1]۔	جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

اس کا مفصل بیان ہماری کتاب حیات الموات فی بیان سماع الاموات میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس تمام جہاں سے ارفع واعلٰی ہے وہاں یہ سوال کرنا بھی بے جا ہے، امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک وقت میں ستر ہزار جگہ تشریف فرما

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب ذکر الموت فضیلۃ ذکر الموت دار الفکر بیروت ۱۰/ ۲۲۷

ہو سکتے ہیں[1]۔

امام جلال الدین سیوطی خاتم حفاظ الحدیث فرماتے ہیں:

اذن للانبیاء ان یخرجوا من قبورھم ویتصرفوا فی العالم العلوی والسفلی۔[2]	تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اختیار ملا ہے کہ اپنے مزاراتِ طیبہ سے باہر تشریف لائیں اور جملہ عالم آسمان و زمین میں جہاں جو چاہیں تصرف فرمائیں۔

روح اقدس کی تشریف آوری کو بعید از امکان جاننا اگر براہِ جہل و بے علمی ہے تو جرات و بے ادبی ہے، اور بر بنائے وہابیت ہے تو وہابیت خود کفرِ جلی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) زیارتِ قبور سنّت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الا فزوروھا فانھا تزھدکم فی الدنیا وتذکرکم الاٰخرۃ۔[3]	سُن لو، قبور کی زیارت کرو کہ وہ تمہیں دنیا میں بے رغبت کرے گی اور آخرت یاد دلائے گی۔

خصوصًا زیارتِ مزارات اولیاء کرام کہ موجب ہزاروں ہزار برکت و سعادت ہے، اسے بدعت نہ کہے گا مگر وہابی نابکار، ابن تیمیہ کا فضلہ خوار۔ وہاں جاہلوں نے جو بدعات مثل رقص و مزامیر ایجاد کرلیے ہیں وہ ضرور ناجائز ہیں، مگر اُن سے زیارت کہ سنت ہے بدعت نہ ہو جائے گی۔ جیسے نماز میں قرآن شریف غلط پڑھنا، رکوع و سجود صحیح نہ کرنا، طہارت ٹھیک نہ ہونا عام عوام میں جاری و ساری ہے اس سے نماز بُری نہ ہو جائے گی۔

قبر مسلمان پر پھول رکھنا مستحب ہے، ائمہ دین فرماتے ہین، وہ جب تک تر ہے تسبیح الٰہی کرے گا اس سے مردے کا دل بہلے گا۔ **کما فی فتاوٰی الامام فقیہ النفس وغیرھا** (جیسا کہ امام فقیہ النفس کے فتاوٰی وغیرہ میں ہے۔ت) فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی	قبروں پر گلاب وغیرہ خوشبودار پھول رکھنا

---

[1] الفتاوٰی الکبرٰی لابن الحجر الھیتمی باب الجنائز دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۹

[2] الحاوی للفتاوٰی تنویر الحوالك فی امکان رؤیۃ النبی والملك دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۶۳

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ماجاء فی زیارۃ القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

القبور حسن[1]۔	اچھا ہے۔ت)

اسے بدعت کہنا بھی آج کل وہابیہ ہی کی ضلالت ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام اولین وآخرین و شرق و غرب و عرش وفرش وماتحت الثری و جملہ ماکان ومایکون الٰی آخر الایام کے ذرے ذرے کا علم تفصیلی عطا فرمایا اس کا بیان ہمارے رسالہ انباء المصطفٰی و خالص الاعتقاد والدولۃ المکیہ وغیرہا میں ہے۔ جو کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم غیب مطلقاً نہ تھا یا حضور کا علم اور سب آدمیوں کے برابر ہے وہ کافر ہے، امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب[2]۔	نبوت کا معنی غیب پر مطلع ہونا ہے۔ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ"[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔(ت)

(۴) اذان میں نامِ اقدس سُن کر انگوٹھے چومنا حسبِ تصریح کتبِ فقہ ردالمحتار حاشیہ درمختار و جامع الرموز شرح نقایہ وفتاوٰی صوفیہ وکنز العباد مستحب ہے۔ اس کا مبسوط بیان ہماری کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین میں ہے اس پر انکار بھی آج کل شعارِ وہابیہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۵) بلاوجہ شرعی عمداً ترک جماعت گناہ ہے اور اس کا عادی فاسق گمراہ ہے صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ولوانکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذاالمتخلف فی بیتہ لترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم	اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ یہ تارک جماعت اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت چھوڑوگے اور اگر تم نے اپنے

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱

[2] المواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷

[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶و۲۷

سنة نبیکم لضللتم[1] ا ھ ای ضلال عن سبیل المتقین وان استحله او استخفه فضلال فی الدین، والعیاذ باللّٰہ رب العالمین۔	نبی کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤگے اھ یعنی متقی لوگوں کے راستے سے ہٹ جاؤگے اور اگر کسی نے ترک جماعت کو حلال جانا یا ہلکا سمجھا تو یہ دین سے گمراہ ہونا ہے۔ اللہ رب العالمین کی پناہ (ت)

ایک یہ بات نہایت ضروری وبکار آمد ہے کہ دیوبندیوں سے کوئی مسئلہ پوچھنا یا کسی مسئلہ میں اُن کی بات پر کان رکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، تمام علمائے حرمین طیبین بالاتفاق دیوبندیوں کو مرتد لکھ چکے اور فرمادیا۔ من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[2]۔ (جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ت) جو اُن کے اقوالِ ملعونہ پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک بھی کرے وہ بھی کافر ہے۔ دیکھو حسام الحرمین شریف۔ واللہ الھادی۔

مسئلہ ۱۱۸تا۱۲۰: از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سیّد امیر عالم حسن صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید کہتا ہے جو ہوا اور ہوگا سب خدا کے حکم سے ہی ہوا اور ہوگا پھر بندہ سے کیوں گرفت ہے اور اس کو کیوں سزا کا مرتکب ٹھہرایا گیا اس نے کون سا کام کیا جو مستحق عذاب کا ہوا جو کچھ اس نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی ہوتا ہے کیونکہ قرآن پاک سے ثابت ہو رہا ہے کہ بلا حکم اُس کے ایک ذرّہ نہیں ہلتا۔ پھر بندے نے کون سا اپنے اختیار سے وہ کام کیا جو دوزخی ہوا یا کافر یا فاسق، جو بُرے کام تقدیر میں لکھے ہوں گے تو بُرے کام کرے گا اور بھلے لکھے ہوں گے تو بھلے، بہرحال تقدیر کا تابع ہے پھر کیوں اس کو مجرم بنایا جاتا ہے؟ چوری کرنا، زنا کرنا، قتل کرنا، وغیرہ وغیرہ جو بندہ کی تقدیر میں لکھ دیئے ہیں وہی کرنا ہے ایسے ہی نیک کام کرنا ہے۔

(۲) جب کسی عورت نے کسی شخص سے قربت کی اور اس کو حمل رہ گیا تو اس حمل کو حملِ حرام کیوں کہا گیا اور اس کے اس فعل قربت کو زنا کیوں کہا گیا؟ اور جب اس حمل سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کو

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب بیان فضل الجماعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۲

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳ مکتبہ اہل سنت بریلی ص ۹۴

حرامی کیوں کہا جائے؟ کیونکہ جتنے افعال بندہ کرتا ہے وہ سب تقدیر سے اور حکمِ خدا سے ہوتے ہیں تو اب اس عورت نے کیا اپنی قدرت اور حکم سے ان فعلوں کو کرلیا، نہیں وہی کیا جو تقدیر میں لکھ دیا تھا پھر اس کو زنا یا حرام کہنا کیونکر ہے؟

(۳) اُس بچے کی روح پاک تھی یا ناپاک؟ یا اُن روحوں میں کی روح تھی جو روزِ ازل میں پیدا ہوئی تھیں یا کوئی اور؟ اور اس کا کیا سبب جو بچہ حرامی ہوگیا اور روح پاک رہے نہیں روح بھی ایسی ہے جیسا بچہ حرامی کیونکر ہوسکتا ہے؟ فقط

الجواب:

(۱) زید گمراہ بے دین ہے، اُسے کوئی جوتا مارے تو کیوں ناراض ہوتا ہے، یہ بھی تو تقدیر میں تھا۔ اس کا کوئی مال دبالے تو کیوں بگڑتا ہے، یہ بھی تقدیر میں تھا۔ یہ شیطانی فعلوں کا دھوکا ہے کہ جیسا لکھ دیا ایسا ہمیں کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے اُس نے اپنے علم سے جان کر وہی لکھا ہے۔

(۲) یہ وہی ابلیس ملعون کا دھوکا ہے جو بددینوں کو دیا کرتا ہے علم کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ عورت زنا کرنے والی تھی اس لیے اس کا یہ آئندہ حال اس نے اپنے علم غیب سے جان کر لکھ لیا۔ اگر وہ حلال کرنے والی ہوتی تو اسے حلال والی ہی لکھا جاتا۔

(۳) رُوحیں ازل میں پیدا نہ ہوئیں، ہاں جسم سے دوہزار برس پہلے بنیں، ولد الحرام کا اپنا قصور نہیں مگر جبکہ وہ حرام سے پیدا ہوا ولد الحرام ہونے میں کیا شک ہے، نہ اس سے اس کی روح کی ناپاکی لازم۔ روح کفر وضلالت سے پاک ہوتی ہے، بددین کی روح ناپاک ہے اگرچہ ولد الحلال ہو۔ اور دیندار کی رُوح پاک ہے اگرچہ اس کی ولادت حرام سے ہو، روح کے پاک ہونے سے جسم کا نطفہ حرام سے بننا کیونکر مٹ گیا۔ بے علم کو ایسی جہالتوں اور ایسی باتوں میں خوض سے فائدہ نہیں ہوتا سوا اس کے کہ شیطان کسی گھاٹی میں راہ مار کر ہلاک کردے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ
ثلج الصدر لایمان القدر ۱۳۲۵ھ
(سینے کی ٹھنڈک، ایمان تقدیر کے سبب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۱۲۱: از ضلع کھیری ملک اودھ موضع کٹوارہ مرسلہ سید محمد مظفر حسین صاحب خلف سید رضا حسین صاحب، تعلقدار کٹوارہ ۲۸، محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں، ت) قرآن میں جس آیت کے معنی یہ ہیں کہ "اے محمد! ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کرو، ان کے لئے اسلام کے واسطے مشیت ازلی نہیں ہے، یہ مسلمان نہ ہوں گے "۔ اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیات قرآنی موجود ہیں، تو پس کیونکر خلاف مشیت پروردگار کوئی امر ظہور پذیر ہوسکتا ہے، کیونکہ مشیت کے معنی ارادہ پروردگار عالم کے ہیں، تو جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالٰی نے کیا تو بندہ اس کے خلاف کیونکر کرسکتا تھا۔ اور اللہ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اس کے کافر رکھنے کا کرلیا تھا تو اب وہ مسلمان کیونکر ہوسکتا ہے "یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ط"[1]۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۲

کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی وہ ہوگا۔ پس انسان مجبور ہے اس سے باز پرس کیونکر ہوسکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا، کیونکہ اس وقت اس کو ہدایت از جانب باری عزاسمہ ہوگی وہ اختیار کرے گا۔ علم اور ارادہ میں بین فرق ہے، یہاں من یشاء سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے۔ پھر انسان باز پرس میں کیوں لایا جائے، پس معلوم ہوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہل جنان سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسی ہی ہدایت ہوتی ہے۔

الجواب:

اللھم ھدایۃ الحق والصواب، ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب، رب انی اعوذبك من ھمزات الشیٰطین واعوذ بك رب ان یحضرون۔	اے اللہ ! میں تجھ سے حق اور درستگی کا طلبگار ہوں، اے ہمارے رب ! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی، اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بیشک تو ہے بڑا دینے والا، اے میرے رب ! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب ! تیری پناہ اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں ۱۲(ت)

اللہ عزوجل نے بندے بنائے، اور انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا آلات وجوارح عطافرمائے اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا۔ اور ان کے ارادے کا تابع وفرماں بردار کردیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں۔
پھر اعلی درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ عقل کو ان امور کے ادراک کی طاقت بخشی۔ خیر وشر، نفع وضرر یہ حواس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے۔ پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس وبے یاور نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں جن کو عقل خود ادراک نہ کرسکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا ان میں لغزش کرنے، ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لئے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی۔ لہذا انبیاء بھیج کر، کتابیں اتار کر ذرا ذرا بات کا حسن وقبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام وکمال فرمادی کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی "لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ"[1] (کہ رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے ت) حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ واضح ہوگیا۔ ہدایت وگمراہی پر کوئی پردہ نہ رہا" لَاۤ اِكْرَاهَ فِی

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۶۵

الدِّیۡنِ ۟ۙ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ ۚ "[1] کچھ زبردستی نہیں دین میں بے شک خوب جدا ہو گئی ہے نیک راہ گمراہی سے (ت) بااین ہمہ کسی کا خالق ہونا، یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنا دینا، یہ اسی کا کام ہے، یہ نہ اس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پاسکتا تھا، کہ تمام مخلوقات خود اپنی حد ذات میں نیست ہیں، ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے، ہست بنانا اسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہست حقیقی وہست مطلق ہے، ہاں یہ اس نے اپنی رحمت اور غنائے مطلق سے عادات اجراء فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے اپنے جوارح ادھر پھیرے، مولا تعالٰی اپنے ارادہ سے اسے پیدا فرمادیتا ہے مثلاً اس نے ہاتھ دئے ان میں پھیلنے، سمٹنے، اٹھنے، جھکنے کی قوت رکھی، تلوار بنائی، اس میں دھار، اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی۔ اس کا اٹھانا، لگانا، وار کرنا بنایا، دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی، اسے نیک وبد میں تمیز کی طاقت عطا کی، شریعت بھیج کر قتل حق و ناحق کی بھلائی برائی صاف جتادی۔ زید نے وہی خدا کی بتائی ہوئی تلوار، خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ، خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا قصد کیا۔ وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی اور ولید کے جسم پر لگی۔ تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی بارادہ خدا واقع ہوئی۔ اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس وجن وملک جمع ہو کر زور کرتے تو اٹھنا در کنار، ہر گز جنبش نہ کرتی اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو زمین، آسمان، پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کے پیپلے (نوک) پر ڈال دیے جاتے، نام کو بال برابر نہ جھکتی۔ اور اس کے حکم سے پہنچنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا گردن کٹنا تو بڑی چیز ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔ لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں اور خراش تک نہ آئی، گولیاں لگیں اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہو گئیں، شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں۔ تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلق خدا او بارادہ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اس نے قتل ولید کا ارادہ کیا اور اس طرف اپنے جوارح کو پھیرا اب اگر ولید شرعاً مستحق قتل ہے تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا بلکہ بارہا ثواب عظیم کا مستحق ہوگا کہ اس نے اس چیز کا قصد کیا اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنی مرضی، اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا۔ اور اگر قتل ناحق ہے تو یقیناً زید پر الزام ہے اور عذاب الیم کا مستحق ہوگا کہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۶

بمخالفت حکم شرع اس شے کا عزم کیا، اور اس طرف جوارح کو متوجہ کیا جسے مولی تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنے غضب اپنی ناراضی کا حکم بتایا تھا، غرض فعل انسان کے ارادہ سے نہیں ہوتا بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کردے گا اور یہ برے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس طرف پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرمادے گا۔ دو پیالیوں میں شہد اور زہر ہیں اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں، شہد میں شفاء ہے اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا ہے، کہ دیکھو یہ شہد ہے اس کے یہ منافع ہیں اور خبردار ! یہ زہر ہے اس کے پینے سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہان میں گونجیں اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اٹھا کر پی اور کچھ نے زہر کی۔ ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے، منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی۔ منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کرکے اندر لینے کی قوت۔ اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے، اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کرلیں گے ؟ یا شہد بذات خود خالق نفع ہو جائے گا؟ حاشا ہر گز نہیں، بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دست قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے، یونہی زہر والوں کے پیٹ میں زہر جاکر، کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کرلیں گے یا زہر خود بخود خالق ضرر ہو جائیگا، حاشا ہر گز نہیں بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادے سے ہوگا، بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے، باایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین وآفرین ہیں، ہر عاقل یہی کہے گا کہ انھوں نے اچھا کیا، ایسا ہی کرنا چاہے اور زہر پینے والے ضرور لائق سزا و نفریں ہیں، ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بدبخت خود کشی کے مجرم ہیں۔

دیکھو اول سے آخر تک جو کچھ ہوا سب اللہ ہی کے ارادے سے ہوا۔ اور جتنے آلات اس کام میں لئے گئے سب اللہ ہی کے مخلوق تھے اور اسی کے حکم سے انھوں نے کام دیے، جو تمام عقلاء کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے اور دوسرے کی مذمت، تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں ان زہر نوشوں کو مجرم بنائیں گی، پھر کیوں بناتی ہیں، نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا نہ زہر میں قوت اہلاک ان کی رکھی ہوئی، نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا نہ اس کے بڑھانے اٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ دہن و حلق ان کے پیدا کئے ہوئے نہ ان میں جذب و کشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی، نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادے سے ممکن تھا، آدمی

پانی پیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے مگر اچھو ہو کر نکل جاتا ہے اس کا چاہا نہیں چلتا۔جب تک وہی نہ چاہے جو صاحب سارے جہاں کا ہے۔

اب حلق سے اترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں، خون میں اس کا ملنا اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہنچنا اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے نہ اس کی طاقت سے بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں، پھر ہزار کوشش کرتے ہیں جو ہونی ہے ہو کر رہتی ہے۔اگر اس کے ارادہ سے ضرر ہوتا تو اس ارادہ سے باز آتے ہی زہر باطل ہو جانا لازم تھا، مگر نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ اس کا ارادہ بے اثر ہے پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟ ہاں، باز پرس کی وہی وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیے تھے، عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سے نفع نقصان جتا دیے تھے، دست ودہاں وحلق اس کے قابو میں کر دیے تھے، دیکھنے کو آنکھ، سمجھنے کو عقل اسے دے دی تھی، یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اٹھا کر پی، جام شہد کی طرف بڑھاتا اللہ تعالٰی اسی کا اٹھنا پیدا کر دیتا، یہاں تک کہ سب کام اول تا آخر اسی کی خلق ومشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ کاسہ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے پینے کا عزم لایا وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پروا ہے وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ یہ قصد کرے اور وہ خلق فرما دے، اس نے اسی کاسہ کا اٹھنا اور حلق سے اترنا دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرما دیا پھر یہ کیونکر بے جرم قرار پا سکتا ہے۔ انسان میں یہ قصد وارادہ واختیار ہونا ایسا واضح وروشن وبدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون، ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کے لئے ہاتھ کو حرکت دینا اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رعشہ سے ہو، ان میں صریح فرق ہے ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمیں پر گرتا ہے ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے اوپر کودنا اپنے اختیار وارادہ سے تھا اگر نہ چاہتا نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمیں پر آنا اپنے ارادے واختیار سے نہیں۔

ولہٰذا اگر رکنا چاہے تو نہیں رک سکتا، بس یہی ارادہ، یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدار امر ونہی وجزا وسزا وعقاب وپرسش وحساب ہے، اگرچہ بلاشبہہ بلاریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ واختیار بھی اللہ عزوجل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا نہ اپنے لئے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان

وغیرہا بنا سکتا تھا، یونہی اپنے لئے طاقت، قوت، ارادہ، اختیار بھی نہیں بنا سکتا، سب کچھ اس نے دیا اور اسی نے بنایا، مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ واختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے تو پھر ہم پتھر ہوگئے قابل سزا وجزا وباز پرس نہ رہے، کیسی سخت جہالت ہے، صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ و اختیار، تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحب ارادہ۔ صاحب اختیار ہوئے یا مضطر، مجبور، ناچار، صاحبو! تمھاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا تھا، یہ کہ وہ ارادہ واختیار نہیں رکھتا اور تم میں اللہ تعالٰی نے یہ صفت پیدا کی عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے نے تمھاری حرکات کو پتھر کی حرکات سے ممتاز کردیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہوجانے کا سبب سمجھو یہ کیسی الٹی مت ہے؟ اللہ تعالٰی نے ہماری آنکھیں پیدا کیں ان میں نور خلق کیا اس سے ہم انکھیارے ہوئے نہ کہ معاذاللہ اندھے یونہی اس نے ہم میں ارادہ واختیار پیدا کیا اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے، نہ کہ الٹے مجبور۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فرد اختیار بھی اسی کی خلق اسی کی عطا ہے ہماری اپنی ذات سے نہیں تو مختار کردہ ہوئے خود مختار نہ ہوئے پھر اس میں کیا حرج ہے؟ بندے کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہوسکے نہ جزا وسزا کے لئے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوع اختیار چاہیے، کس طرح ہو، وہ بداہۃً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر ومثال کافی ہے شہد کی پیالی اطاعت الٰہی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی اور وہ عالی شان حکماء انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام۔ اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے کہ اللہ ہی کے ارادے سے ہوگا اور ضلالت اس زہر کا ضرور پہنچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادے سے ہوگا مگر اطاعت والے تعریف کئے جائیں گے اور تمرد (سرکشی) والے مذموم و ملزم ہو کر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے "**فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ**"[1] (جسے چاہے بخش دے۔ ت) باقی ہے۔

والحمد للہ رب العٰلمین، لہ الحکم و الیہ ترجعون۔	اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، حکم اسی کا ہے اور اسی کی طرف تمھیں لوٹنا ہے۔ (ت)

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو۔۔۔ ہاں یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہدایت ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے، اس کا بیان بھی ہوچکا اور آئندہ ان شاء اللہ تعالٰی اور زیادہ واضح ہوگا۔ نیز فرمایا:

[1] القرآن الکریم ۲ / ۲۸۴

" اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ " [1]۔	وہ علم الٰہی میں کافر ہیں انھیں ایک سا ہے چاہے تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام جہان کے لئے رحمت بھیجے گئے جو کافر ایمان نہ لاتے ان کا نہایت غم حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہوتا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

" فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا ۝ " [2]۔	شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اس غم میں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں۔

لہٰذا حضور کی تسکین خاطر اقدس کو یہ ارشاد ہوا ہے کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں **والعیاذ باللہ تعالٰی** وہ کس طرح ایمان نہ لائیں گے، تم اس کا غم نہ کرو۔ لہٰذا یہ فرمایا کہ تمھارا " سمجھانا نہ سمجھانا "ان کو " یکساں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ " تمھارے حق میں " یکساں ہے، کہ ہدایت معاذاللہ امر فضول ٹھرے۔ ہادی کا اجر اللہ پر ہے، چاہے کوئی مانے نہ مانے۔

" وَمَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ۝ " [3]۔ " وَمَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ " [4]۔	اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (ت) اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔

اللہ خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں ازل الآزال سے کہ اتنے بندے ہدایت پائیں گے اور اتنے چاہ ضلالت میں ڈوبیں گے، مگر کبھی اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرمایا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں ان کے لئے سبب ہدایت ہوں اور جو نہ پائیں ان پر حجت الٰہیہ قائم ہو۔ **وللہ الحجۃ البالغۃ** (اور اللہ ہی کی حجت پوری ہے۔ت)

ابن جریر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما بعث اللہ تعالٰی موسی علیہ الصلاۃ والسلام الی فرعون نودی لن یفعل، فلم افعل؟ فقال فناداہ اثنا عشر ملکا	ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ جب سیدنا موسی علیہ الصلاۃ والسلام کو مولی عزوجل نے رسول کرکے فرعون کی طرف بھیجا موسی علیہ السلام چلے تو ندا ہوئی مگر اے موسی فرعون ایمان نہ لائے گا، موسی نے دل

---

[1] القرآن الکریم ۲ /۶

[2] القرآن الکریم ۱۸ /۶

[3] القرآن الکریم ۲۴ /۵۴

[4] القرآن الکریم ۲۶ /۱۰۹

من علماء الملئکة:امض لما امرت به.فانا جهدنا ان نعلم هذا فلم نعلمه۔[1]	میں کہا پھر میرے جانے سے کیا فائدہ ہے ؟ اس پر بارہ علماء ملائکہ عظام علیہم السلام نے کہا اے موسی آپ کو جہاں کا حکم ہے جائیے، یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔

اور آخر نفع بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنان خدا ہلاک ہوئے، دوستان خدا نے ان کی غلامی، ان کے عذاب سے نجات پائی ایک جلسے میں ستر ہزار ساحر سجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے:

"اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾"[2]۔	ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہاں کا، رب ہے موسی وہارون کا۔

مولی عزوجل قادر تھا اور ہے کہ بے کسی نبی وکتاب کے تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرمادے۔

"وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۵﴾"[3]۔	اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے! تو ہر گز نادان نہ بن۔

مگر اس نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمت بالغہ کے مطابق مختلف حصہ رکھا ہے وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی، یا بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف نام پاک لینے سے، کسی کا ہوا سونگھنے سے پیٹ بھرتا، زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں، مگر اس نے یونہی چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف رکھا کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے در سے پلتے ہیں، اور کسی پر اس کے اہل وعیال کے ساتھ تین تین فاقے گزرتے ہیں۔
غرض ہر چیز میں "اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ"[4] (کیا تمھارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں، ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ت) کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق، بدعقل، یا اجہل بددین وہ اس کے ناموس میں چون وچرا کرے کہ یوں کیوں کیا یوں کیوں نہ کیا؟ سنتا ہے اس کی شان ہے "یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾"[5] اللہ جو چاہے کرتا ہے اس کی شان ہے "اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ﴿۱﴾"[6]

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۲۱و۱۲۲

[3] القرآن الکریم ۶/ ۳۵

[4] القرآن الکریم ۴۳/ ۳۲

[5] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۷

[6] القرآن الکریم ۵/ ۱

اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے۔اس کی شان ہے "لَا یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَ ھُمۡ یُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۲۳﴾ "[1] وہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور سب سے سوال ہوگا

زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں، پانچسو ۵۰۰ مسجد میں لگائیں، پانسو ۵۰۰ پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں کیا اس سے کوئی الجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی،ایک مٹی سے بنی ہوئی،ایک آوے سے پکی ہوئی ایک روپے کی مول لی ہوئی ہزار اینٹیں تھیں،ان پانسو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں،اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں اگر احمق اس سے پوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری ملک تھیں میں نے جو چاہا کیا۔

جب مجازی جھوٹی ملک کا یہ حال تو حقیقی سچی ملک کا کیا پوچھنا۔ہمارا اور ہماری جان ومال اور تمام جھان کا وہ ایک اکیلا پاک نرالا سچا مالک ہے۔اس کے کام،اس کے احکام میں کسی کو مجال دم زدن کیا معنی! کیا کوئی اسکا ہمسر یا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔مالک علی الاطلاق ہے،بے اشتراک ہے،جو چاہا کیا اور جو چاہے کرے گا،ذلیل فقیر بے حیثیت حقیر اگر بادشاہ جبار سے الجھے تو اسکا سر کھجایا ہے،شامت نے گھیرا ہے اس ہر عاقل یہی کہے گا کہ او بد عقل،بے ادب! اپنی حد پر رہ،جب یقینا معلوم ہے کہ بادشاہ کمال عادل اور جمیع کمال صفات میں یکتا وکامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال! ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش   نظام مملکت خویش خسرواں دانند[2]

(توخاک نشینی گداگر ہے اے حافظ! شورمت کر،اپنی سلطنت کے نظام کو بادشاہ جانتے ہیں ت)

افسوس کہ دنیوی، مجازی، جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور ملک الملوک بادشاہ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے،سلاطین تو سلاطین اپنا برابر زئی بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صفت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا،یہ اتنا ادراک ہی نہیں رکھتا،مگر عقل سے حصہ ہے تو اس پر معترض بھی نہ ہوگا۔جان لے گا کہ یہ اس کام کا استاد وحکیم ہے،میرا خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۳

[2] دیوان حافظ ردیف شین معجمہ سب رنگ کتاب گھر دہلی ص ۲۵۸

غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گانہ کہ اس کی حکمت کو۔ پھر رب الارباب، حکیم حقیقی، عالم السر والخفی عزجلالہ کے اسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے اس پر معترض ہونا اگر بے دینی نہیں جنون ہے۔ اگر جنون نہیں بے دینی ہے، **والعیاذ باللہ رب العالمین۔**

اے عزیز! کسی بات کو حق جاننے کے لئے اس کی حقیقت جاننی لازم نہیں ہوتی، دنیا جانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، اور مقناطیسی قوت دیا ہوا لوہا ستارہ قطب کی طرف توجہ کرتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت وکنہ کوئی نہیں بتاسکتا کہ اس خاکی لوہے اور اس افلاکی ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دور ہے باہم کیاالفت؟ اور کیونکر اسے اس کی جہت کا شعور ہے؟ اور ایک یہی نہیں عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفہ خاک چھان کر مرگئے اور ان کی کنہ نہ پائی۔ پھر اس سے ان باتوں کا انکار نہیں ہوسکتا، آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شیئ ہے جسے یہ "میں" کہتا ہے، اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حس وحرکت رہ جاتا ہے۔ اللہ جل جلالہ فرقان حکیم میں فرماتا ہے:

"وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾"[1]۔	تم کیا چاہو، مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا۔

اور فرماتا ہے:

"هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ"[2]۔	کیا کوئی اور بھی کسی چیز کا خالق ہے سوا اللہ کے۔

اور فرماتا ہے:

"لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ"[3]۔	اختیار خاص اسی کو ہے۔

اور فرماتا ہے:

"اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾"[4]۔	سنتے ہو پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کے لیے ہے۔ بڑی برکت والا ہے اللہ مالک سارے جہان کا۔

یہ آیات کریمہ صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا خاص اسی کا کام ہے، دوسرے کو اس میں اصلاً (بالکل) شرکت نہیں، نیز اصل اختیار اسی کا ہے، نیز بے اس کی مشیت کے

[1] القرآن الکریم ۸۱/۲۹

[2] القرآن الکریم ۳۵/۳

[3] القرآن الکریم ۲۸/ ۶۸ و ۳۳ / ۳۶

[4] القرآن الکریم ۷/ ۵۴

کسی کی مشیت نہیں ہو سکتی۔

اور وہی مالک و مولی جل وعلا اسی قرآن کریم میں فرماتا ہے:

"ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾"[1]۔	یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ انھیں دیا، اور بیشک بالیقین ہم سچے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

"وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾"[2]۔	ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے

اور فرماتا ہے:

"اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾"[3]۔	جو تمھارا جی چاہے کئے جاؤ اللہ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے:

"وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ"[4]۔	اے نبی! تم فرمادو کہ حق تمھارے رب کے پاس سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے بیشک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سراپردے انھیں گھیریں گے ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔

اور فرماتا ہے:

"قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَاۤ اَنَا	کافر کا ساتھی شیطان بولا اے رب ہمارے! میں نے انھیں سرکش نہ کردیا تھا یہ آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا، رب عزوجل نے فرمایا میرے حضور فضول جھگڑا نہ کرو، میں تو تمھیں پہلے ہی سزا کا ڈر سنا چکا تھا، میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی، اور نہ میں

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۸

[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۰

[4] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۹

"بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴿۲۹﴾ " [1]۔	بندوں پر ظلم کروں۔

یہ آیتیں صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے وہ اپنی ہی کرنی بھرتا ہے وہ ایک حرام کا اختیار وارادہ ضرور رکھتا ہے، اب دونوں قسم کی سب آیتیں قطعاً مسلمان کا ایمان ہیں۔ بے شک بے شبہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے۔ بے شک بندہ بے ارادہ الٰہیہ کچھ نہیں کرسکتا، اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، بے شک وہ اپنی ہی بداعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔

یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں مگر یونہی کہ عقیدہ اہل سنت وجماعت پر ایمان لایا جائے، وہ کیا بات ہے؟ وہ جو اہل سنت کے سردار ومولی امیر المؤمنین علی مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے انہیں تعلیم فرمایا۔

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں بطریق امام شافعی عن یحیٰی بن سلیم امام جعفر صادق سے، وہ حضرت امام باقر، وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار، وہ امیر المؤمنین مولی علی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

انه خطب الناس يوما (فذكر خطبته ثم قال) فقام اليه رجل ممن كان شهد معه الجمل، فقال ياامير المؤمنين اخبرنا عن القدر، فقال بحر عميق فلا تلجه، قال يا امير المؤمنين اخبرنا عن القدر، قال سر الله فلا تتكلفه، قال يا امير المؤمنين اخبرنا عن القدر، قال اما اذا ابيت فانه امر بين امرين لا جبر و لا تفويض، قال يا امير المؤمنين ان فلانا يقول بالاستطاعة، وهو حاضرك، فقال علی به فاقاموه، فلما راٰه سل سيفه قدر اربع اصابع، فقال الاستطاعة تملكها	یعنی ایک دن امیر المؤمنین خطبہ فرمارہے تھے، ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المؤمنین کے ساتھ تھے کھڑے ہوکر عرض کی: یاامیر المؤمنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے، فرمایا: گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ، عرض کی: یا امیر المؤمنین! ہمیں خبر دیجئے، فرمایا: اللہ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا۔ عرض کی: یا امیرا لمؤمنین ہمیں خبر دیجئے فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے نہ اختیار اسے سپرد ہے۔ عرض کی: یاامیر المؤمنین فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے، اور وہ حضور میں حاضر ہے، مولی علی فرمایا: میرے سامنے لاؤ، لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المؤمنین نے اسے دیکھا تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۷و۲۹

مع اللہ او من دون اللہ ؟ وایاك ان تقول احدھما فترتد فاضرب عنقک، قال فما اقول یا امیر المؤمنین قال قل املکھا باللہ الذی ان شاء ملکنیھا[1]۔	نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے یا خدا سے جدا مالک ہے ؟ اور سنتا ہے خبر دار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائیگا اور میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس نے کہا: یا امیر المؤمنین ! پھر میں کیا کہوں ؟ فرمایا: یوں کہہ کہ اس خدا کے دیے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

بس یہی عقیدہ اہلسنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار، بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے جس کی کنہ راز خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المؤمنین علی پر نازل ہوں کہ ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرمادیا، ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادہ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے ؟ فرمایا تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا **افیعصی قھرا** یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کرہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا معاذاللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کرہی گزرتے ہیں۔ حاشا وہ ملک الملوک بادشاہ حقیقی قادر مطلق ہر گز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے حکم کے ایک ذرہ جنبش کرسکے، وہ صاحب کہتے ہیں **فکانما القمنی حجرا**[2] مولٰی علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔ عمرو بن عبید معتزلی کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا کہ خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا، میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا ؟ کہا خدا نہیں چاہتا، میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتے، کہا تو میں شریک غالب کے ساتھ ہوں، اسی ناپاک شناعت کے رد کی طرف مولٰی علی نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا؟۔ باقی رہا اس مجوسی کا عذر، وہ بعینہٖ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے بھوک سے دم نکلا جاتا ہے، کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا کہ خدا کا ارادہ نہیں، اس کا ارادہ ہوتا

[1] حلیۃ الاولیاء

[2] قول مولی علی

تو میں ضرور کھالیتا، اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہونا تو نے کاہے سے جانا؟ اسی سے کہ تو نہیں کھاتا، تو کھانے کا قصد تو کر، دیکھ تو ارادہ الٰہیہ سے کھانا ہو جائے گا۔ ایسی اوندھی مت اسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے۔ غرض مولی علی نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادہ الٰہیہ نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات کہ جزاوسزا کیوں ہے!۔ اس کا یوں فیصلہ ارشاد ہوا، ابن ابی حاتم واصبہانی ولالکائی وخلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں،

قال قیل لعلی بن ابی طالب ان ھٰھنا رجلا یتکلم فی المشیئۃ فقال لہ علی یاعبداللہ خلقك اللہ لمایشاء او لماشئت؟ قال بل لمایشاء قال فیمرضك اذا شاء أو اذا شئت؟ قال بل اذا شاء، قال فیمیتك اذا شاء او اذا شئت؟ قال اذا شاء، قال فیدخلك حیث شاء او حیث شئت؟ قسال بل حیث یشاء، قال واللہ لو قلت غیر ذلك لضربت الذی فیہ عیناك بالسیف۔ثم تلا علی: وماتشاؤون الا ان یشاء اللہ ھو اھل التقوی و اھل المغفرۃ[1]	مولی علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے، مولی علی نے اس سے فرمایا، اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اس لئے پیدا کیا جس لئے اس نے چاہا یا اس لئے جس لئے تو نے چاہا؟ کہا: جس لئے اس نے چاہا، فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تو چاہے؟ کہا: بلکہ جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے یا جب تو چاہے؟ کہا جب وہ چاہے۔ فرمایا: تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے، فرمایا: خدا کی قسم تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں (یعنی تیرا سر) تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولی علی نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقوی کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔"

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے، بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا بھیجتے وقت بھی

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم واللالکائی فی السنۃ الخلفی فی فوائدہ عن علی تحت الآیۃ ۲۲ /۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶ /۱۸و۱۹

نہ لے گا، تمام عالم اس کی ملک ہے، اور مالک سے در بارہ ملک سوال نہیں ہو سکتا۔

ابن عساکر نے حارث ہمدانی سے روایت کی ایک شخص نے آکر امیر المؤمنین مولی علی سے عرض کی: یاامیر المؤمنین ! مجھے مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا: تاریک راستہ ہے اس میں نہ چل۔ عرض کی: یاامیر المؤمنین ! مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا: گہرا سمندر ہے اور اس میں قدم نہ رکھ، عرض کی: یا امیر المؤمنین ! فرمایا اللہ کا راز ہے تجھ پر پوشیدہ ہے اسے نہ کھول، عرض کی: یا امیر المؤمنین ! مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا: "ان اللہ خالقك کما شاء او کما شئت " اللہ نے تجھے جیسا اس نے چاہا بنایا یا جیسا تو نے چاہا؟ عرض کی: جیسا اس نے چاہا: فرمایا: "فیستعملك کما شاء او کما شئت " تو تجھ سے کام ویسا لے گا جیسا وہ چاہے یا جیسا تو چاہے ؟ عرض کی: جیسا وہ چاہے۔ فرمایا: "فیبعثك یوم القیٰمة کما شاء او کما شئت " تجھے قیامت کے دن جس طرح وہ چاہے گا اٹھائے گا یا جس طرح تو چاہے ؟۔ کہا: جس طرح وہ چاہے۔ فرمایا: "ایھا السائل تقول لا حول ولا قوۃ الا بمن " اے سائل! تو کہتا ہے کہ نہ طاقت ہے نہ قوت ہے مگر کس کی ذات سے ؟۔ کہا: اللہ علی عظیم کی ذات سے۔ فرمایا تو اس کی تفسیر جانتا ہے ؟۔ عرض کی " امیر المؤمنین کو جو علم اللہ نے دیا ہے اس سے مجھے تعلیم فرمائیں۔ فرمایا: "ان تفسیرھا لا یقدر علی طاعۃ اللہ ولا یکون قوۃ فی معصیۃ اللہ فی الامرین جمیعا الا باللہ " اس کی تفسیر یہ ہے کہ نہ طاعت کی طاقت، نہ معصیت کی قوت دونوں اللہ ہی کے دیے سے ہیں۔ پھر فرمایا: " ایھا السائل الك مع اللہ مشیۃ او دون اللہ مشیۃ، فان قلت ان لك دون اللہ مشیۃ، فقد اکتفیت بھا عن مشیۃ اللہ وان زعمت ان لك فوق اللہ مشیۃ فقد ادعیت مع اللہ شرکا فی مشیتہ " اے سائل: تجھے خدا کے ساتھ اپنے کام کا اختیار ہے یا بے خدا کے ؟ اگر تو کہے کہ بے خدا کے تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے ارادہ الٰہیہ کی کچھ حاجت نہ رکھی، جو چاہے خود اپنے ارادے سے کرلے گا، خدا چاہے یا نہ چاہے، اور یہ سمجھے کہ خدا سے اوپر تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے اللہ کے ارادے میں اپنے شریک ہونے کا دعوی کیا۔ پھر فرمایا: ایھا السائل اللہ یشج ویداوی فمنہ الداء ومنہ الدواء اعقلت عن اللہ امرہ "۔ اے سائل: بیشک اللہ زخم پہنچاتا ہے اور اللہ ہی دوا دیتا ہے تو اسی سے مرض ہے اور اسی سے دوا، کیوں تو نے اب تو اللہ کا حکم سمجھ لیا ؟۔ اس نے عرض کی: ہاں۔ حاضرین سے فرمایا: الاٰن اسلم اخوکم فقوموا فصافحوا " اب تمھارا یہ بھائی مسلمان ہوا، کھڑے ہو اس سے مصافحہ کرو۔ پھر فرمایا: لو ان عندی رجلا من القدریۃ لاخذت برقبتہ ثم لا ازال اجرھا حتی اقطعھا فانھم یھود ھذہ الامۃ ونصاراھا ومجوسھا " اگر میرے پاس کوئی شخص ہو جو انسان کو اپنے افعال کا خالق

جانتااور تقدیر الٰہی سے وقوع طاقت ومعصیت کاانکار کرتاہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دبوچتا رہوں گا یہاں تک کہ الگ کاٹ دوں، اس لئے کہ وہ اس امت کے یہودی اور نصرانی ومجوسی ہیں۔

یہودی اس لئے فرمایا کہ ان پر خدا کا غضب ہے اور یہود **مغضوب علیھم** ہیں، اور نصرانی ومجوسی اس لئے فرمایا کہ نصاری تین خدامانتے ہیں، مجوسی یزدان واہرمن دو خالق مانتے ہیں، یہ بے شمار خالقوں پر ایمان لارہے ہیں کہ ہر جن وانس کو اپنے افعال خالق گارہے ہیں، **والعیاذ باللہ رب العالمین**۔

یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے، مگر **ان شاء اللہ تعالٰی** کافی ووافی وشافی جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے اور ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ ہے، **وللہ الحمد واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم**

رسالہ

ثلج الصدر لایمان القدر

ختم ہوا

رسالہ
التحبیر بباب التدبیر ۱۳۰۵ھ
(آرائش کلام مسئلہ تدبیر کے بارے میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۲۲: مسئولہ مولوی الہ یار خان صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خالد یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا بُرا ہوتا ہے سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے۔اور تدبیرات کو کارِ دنیوی واُخروی میں امر مستحسن اور بہتر جانتا ہے۔

ولید خالد کو بوجہ مستحسن جاننے تدبیرات کے کافر کہتا ہے،بلکہ اسے کافر سمجھ کر سلام وجواب سلام بھی ترک کر دیا اور کہتا ہے کہ تدبیر کوئی چیز نہیں، بالکل واہیات ہے،اور جو اشخاص اپنے اطفال کو پڑھاتے لکھاتے ہیں۔(خواہ عربی خواہ انگریزی) وہ جھک مارتے ہیں، گوہ کھاتے ہیں، کیونکہ پڑھنا لکھنا تدبیر میں داخل ہے۔

پس ولید نے خالد کو جو کافر کہا تو وہ کافر ہے یا نہیں؟ اور نہیں ہے تو کہنے والے کے لیے کیا گناہ و تعزیر ہے۔ بَیِّنُوْا تُوجرُوا (بیان فرماؤ اجر دیئے جاؤ گے ت)

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمدلله الذی قدّر الکائنات وربط بالاسباب المسبّبات والصلوة و السلام علٰی سید المتوکلین سرًّا و جهرًا، وامام العالمین والمدبرات امرًا وعلٰی اٰله و صحبه الذین باطنهم توکل، وظاهر هم فی الکدّوالعمل۔	تمام تعریف الله کے لیے جس نے تمام ہونے والی چیزیں مقدر فرمائیں اور مسبّبات کا اسباب سے ربط رکھا اور درود و سلام خفیہ اور علانیہ توکل کرنے والوں کے سردار اور تمام عالموں کے امام پر اور ان پر جو کام کی تدبیر کرنے والے ہیں اور ان کی آل و اصحاب پر جن کا باطن متوکل ہے اور ان کا ظاہر محنت و عمل میں لگا ہوا ہے۔ (ت)

بے شک خالد سچا، اور اس کا یہ عقیدہ خاص اہلِ حق کا عقیدہ ہے۔ فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب الله جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔ قال تعالٰی (الله تعالٰی نے فرمایا):

"کُلُّ صَغِیْرٍ وَّ کَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾"[1]۔	ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ ت)

وقال تعالٰی (الله تعالٰی نے فرمایا):

"وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾"[2]۔	اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں، (ت)

وقال تعالٰی (اور الله تعالٰی نے فرمایا):

"وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾"[3]۔	اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (ت)

الٰی غیر ذٰلك من الاٰیات والاحادیث (اس کے علاوہ اور بھی آیات واحادیث ہیں۔ ت)

[1] القرآن الکریم ۵۴/ ۵۳

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۲

[3] القرآن الکریم ۶/ ۵۹

مگر تدبیر زنہار معطل نہیں۔ دنیا عالمِ اسباب ہے۔ رب جل مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا۔ اور سنتِ الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبّب پیدا ہو۔

جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا کفار کی خصلت ہے یونہی تدبیر کو محض عبث و مطرود وفضول و مردود بتانا کسی کھلے گمراہ یا سچے مجنون کاکام ہے جس کی رو سے صدہا آیات واحادیث سے اعراض اور انبیاء وصحابہ وائمہ واولیاء سب پر طعن واعتراض لازم آتا ہے۔ حضرات مرسلین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم اجمعین (اللہ کے درود وسلام ہوں ان سب پر) سے زیادہ کس کا توکل اور ان سے بڑھ کر تقدیر الٰہی پر کس کا ایمان۔ پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے اور اس کی راہیں بتاتے اور خود کسب حلال میں سعی کرکے رزقِ طیب کھاتے۔

(۱) داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے۔ **قال اللہ تعالٰی** (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)

"وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ "[1]۔	اور ہم نے اُسے تمہارا ایک پہناوا بنانا سکھایا کہ تمہیں تمہاری آنچ سے بچائے، تو کیا تم شکر کروگے۔ ت)

(۲) **وقال تعالٰی** (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)

"وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ "[2]۔	اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ اور تم سب نیکی کرو بے شک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں (ت)

(۳) موسٰی علیہ السلام نے دس برس شعیب علیہ الصلوۃ والسلام کی بکریاں اجرت پر چرائیں۔ **قال تعالٰی** (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)

"قَالَ اِنِّىْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَىَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِىْ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِىْۤ	کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو، پھر اگر پورے دس برس کرلو تو تمہاری طرف سے ہے اور تمہیں مشقت میں ڈالنا

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۸۰

[2] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۰ و ۱۱

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۲۸﴾ فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ "الایة[1]۔	نہیں چاہتا قریب ہے اِن شاء اللہ تم مجھے نیکوں میں پاؤگے۔ موسٰی نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان اقرار ہوچکا میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کردوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور ہمارے اس کہے پر اللہ کا ذمہ ہے پھر جب موسی نے اپنی میعاد پوری کردی اور اپنی بیوی کو لے کر چلا۔ (ت)

خود حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت امّ المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مال بطور مضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔ حضرت امیر المومنین عثمان غنی و حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہما بڑے نامی گرامی تاجر تھے۔ حضرت امام اعظم قدس سرہ الاکرم بزاری کرتے، بلکہ ولید منکر تدبیر خود کیا تدبیر سے خالی ہوگا ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعتِ تجارت، نوکری حرفت کچھ نہ کرتا ہو آخر اپنے لیے کھانا پکاتا یا پکواتا ہوگا۔ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا یہ کیا تدبیر نہیں؟ یہ بھی جانے دیجئے اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ وایماکے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو، تاہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا نگلنا یہ بھی تدبیر، تدبیر کو معطل کرے تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیرِ الٰہی میں زندگی لکھی ہے بے کھائے جئے گا یا قدرتِ الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا یا خود بخود کھانا معدے میں چلا جائے گا۔ ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کہ مذہب اہلسنت میں نہ پانی پیاس بجھاتا ہے۔ نہ کھانا بھوک کھوتا ہے۔ بلکہ یہ سب اسباب عادیہ میں ہیں جن سے اللہ تعالٰی نے مسببات کو مربوط فرمایا اور اپنی عادت جاریہ ک مطابق ان کے بعد سیری و سیرابی فرماتا ہے۔ وہ نہ چاہے تو گھڑے چڑھائے، دھڑیوں کھاجائے۔ عـــہ۱ کچھ مفید نہ ہوگا۔ آخر مرضِ استسقاء وجوع البقر عـــہ۲ میں کیا ہوتا ہے۔ وہی کھانا، پانی جو پہلے سیر و سیراب کرتا تھا اب کیوں محض بے کار ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پئے بھوک پیاس پاس نہ آئے، جیسے زمانہ دجال میں اہل ایمان کی پرورش فرمائے گا۔ اور ملائکہ کا بے آب و غذا زندگی کرنا کسے نہیں معلوم۔ مگر یہ انسان میں خَرقِ عادت ہے جس پر

عـــہ۱: دھڑی: دس سیر یا پانچ سیر کا وزن ۱۲ مصباحی۔

عـــہ۲: جوع البقر: اس بیماری میں کتنا بھی کھائے بھوک نہیں جاتی جس طرح استسقاء میں جس قدر بھی پیئے پیاس نہیں جاتی۔ م

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۲۷تا۲۹

ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل وحماقت، یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسہ کا جھوٹا نام کرکے خورد ونوش کا عہد کرے اور بھوک پیاس سے مر جائے، بے شک حرام موت مرے اور اللہ تعالٰی کا گنہگار ٹھہرے۔ مرگ بھی تو تقدیر سے ہے، پھر اللہ تعالٰی نے کیوں فرمایا۔

"وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ"۔[1]	اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔

گرچہ مردن مقدر است ولے تو مرو در دہان اژدہا[2]

(اگرچہ موت مقدر ہے لیکن از خود اژدہوں اور سانپوں کے منہ میں نہ جا۔ت)

ہم نے مانا کہ ولید اپنے دعوے پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترک اسباب کرکے پیمانِ واثق (پکا عہد) کرلے کہ اصلاً دست و پانہ ہلائے نہ اشارۃً نہ کنایۃً کسی تدبیر کے پاس جائے گا خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر ورنہ مرنا قبول، تاہم اللہ تعالٰی سے سوال کرے گا یہ کیا تدبیر نہیں کہ دعا خود موثر حقیقی کب ہے؟ صرف حصول مراد کا ایک سبب ہے، اور تدبیر کا ہے کا نام ہے۔ رب جل جلالہ فرماتا ہے:

(۵) "وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"۔[3]	تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

وہ قادر تھے کہ بے دعا مراد بخشے، پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ اور وہ بھی اس تاکید کے ساتھ کہ حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔

حدیث ۱:

مَنْ لَّمْ یَدْعُ اللہَ غَضِبَ علیہ[4]۔	جو اللہ سے دعا نہ کرے گا اللہ تعالٰی اس پر غضب

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

[2]

[3] القرآن الکریم ۴۰/ ۶۰

[4] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الدعاء باب فی فضل الدعا حدیث ۹۲۱۸ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۲۰۰، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۳، جامع الترمذی ابواب الدعوات باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۳، سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب فضل الدعاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۰، المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب من لم یدع اللہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۱

رواہ الائمۃ احمد فی المسند وابوبکر بن ابی شیبۃ واللفظ لہ فی المصنف والبخاری فی الادب المفرد والترمذی فی الجامع وابن ماجۃ فی السنن والحاکم فی المستدرك عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	فرمائے گا، (اس کو ائمہ نے روایت کیا احمد نے مسند میں، ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اور لفظ اسی کے ہیں، بخاری نے ادب المفرد میں ترمذی نے جامع میں، ابن ماجہ نے سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں ابوہریرہ سے۔اللہ تعالٰی ان پر راضی ہو۔ت)

بلکہ خلافت وسلطنت وقضاوجہاد وحدود وقصاص وغیرہا یہ تمام امور شرعیہ عین تدبیر ہیں کہ انتظام عالم وترویج دین ودفع مفسدین کے لیے اس عالم اسباب میں مقرر ہوئے۔

(۶) وقال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت)

"اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ"[1]۔	حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور انکا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ت)

(۷) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔(ت)

"وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ"[2]۔	اور اُن سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہی اور سارا دین اللہ کا ہو جائے۔(ت)

(۸) وقال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت)

"وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۵۱﴾"[3]۔	اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔(ت)

(۹) وقال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت)

"وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا	اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۹

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۱

"اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا" [1]۔	لیا جاتا ہے۔ (ت)

دیکھو صاف ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ جہاد اسی لیے مقرر ہوا کہ فتنے فرو ہوں اور دین حق پھیلے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو زمین تباہ ہو جاتی اور مسجدیں اور عبادت خانے ڈھائے جاتے۔ **(۱۰) وقال تعالٰی** (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)

"اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِیْرٌ" [2]۔	ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔ (ت)

فتنہ کفر کی قوت، اور فساد کبیر ضعف اسلام۔

(۱۱) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)

"وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" [3]۔	اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو کہ تم کہیں بچو۔ ت)

یعنی خون کے بدلے خون لوگے تو مفسدوں کے ہاتھ رکیں گے اور بے گناہوں کی جانیں بچیں گی، اور اسی لیے حد جاری کرتے وقت حکم ہوا کہ مسلمان جمع ہو کر دیکھیں تاکہ موجبِ عبرت ہو۔ **(۱۲) قال تعالٰی** (اللہ تعالٰی نے فرمایا ت)

"وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ" [4]۔	اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔ (ت)

بلکہ اور ترقی کیجئے تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہا تمام اعمالِ دینیہ خود ایک تدبیر، اور رضائے الٰہی و ثواب نامتناہی ملنے اور عذاب و غضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔ **(۱۳) قال تعالٰی** (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت)

"وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا" [5]۔	اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا، تو انہیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔ (ت)

اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ:

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۸/ ۷۳

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۹

[4] القرآن الکریم ۲۴/ ۲

[5] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۹

"فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝" [1]۔	ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔(ت)

پھر بھی اعمال فرض کیے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے اسے وہی راہ آسان، اور اسی کے اسباب مہیا ہو جائیں۔

قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت)

"فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ۝" [2]۔	تو بہت جلد ہم اُسے آسانی مہیا کردیں گے۔(ت)

وقال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا۔ت)

"فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝" [3]۔	تو بہت جلد ہم اُسے دشواری مہیا کردیں گے۔(ت)

حدیث ۲: اسی لیے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخی، جنتی سب لکھے ہوئے ہیں، اور صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر ہم عمل کاہے کو کریں، ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھیں۔ کہ جو سعید ہیں آپ ہی سعید ہوں گے اور جو شقی ہیں ناچار شقاوت پائیں گے۔ فرمایا: نہیں بلکہ عمل کیے جاؤ کہ ہر ایک جس گھر کے لیے بنا ہے اُسی کا راستہ اُسے سہل کردیتے ہیں، سعید کو اعمالِ سعادت کا اور شقی کو افعالِ شقاوت کا۔ پھر حضور نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔

اخرجه الائمة احمد والبخاری ومسلم وغیرهم عن امیر المومنین علی کرم الله تعالٰی وجهه قال: کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی جنازة فاخذ شیئا فجعل ینکت به الارض فقال مامنکم من احد الا وقد کتب مقعده من النار ومقعده من الجنة قالوا یارسول الله! افلانتکل علی کتابنا وندع	امام احمد، بخاری اور مسلم وغیرہ نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک تھے، آپ نے کوئی چیز پکڑی اور زمین کو کریدنے لگے اور فرمایا تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جاچکا ہو۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہم تحریر پر بھروسہ کرکے عمل کو چھوڑ نہ دیں۔

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۷

[2] القرآن الکریم ۹۲/ ۷

[3] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۰

العمل(زادفی روایۃ فمن کان من اھل السعادۃ فسیصیر الی عمل اھل السعادۃ ومن کان من اھل الشقاء فسیصیر الی عمل اھل الشقاوۃ)قال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ امّا من کان من اھل السعادۃ فییسر لعمل اھل السعادۃ واما من کان من اھل الشقاء فییسر لعمل الشقاوۃ ثمّ قراء فاما من اعطٰی واتقٰی وصدّق بالحسنٰی الایۃ[1]۔	(ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ جو اہلِ سعادت میں سے ہے وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف اور جو اہل شقاوت میں سے ہے وہ عنقریب اہلِ شقاوت کے عمل کی طرف راغب ہوگا)آپ نے فرمایا: عمل کرتے رہو ہر کسی کو وہی میسر ہوگا جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا، جو اہلِ سعادت میں سے ہوگا اس کو اہلِ سعادت کا عمل اور جو اہل شقاوت میں سے ہوگا اس کو اہلِ شقاوت کا عمل میسر ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی چیز کو سچ مانا (ت)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مہمل (بے کار) ہو تو دین و شرائع (قوانین شرع) وانزالِ کتب (کتابیں اتارنا) وارسال رُسُل (رسولوں کو بھیجنا) و اِتیانِ فرائض (فرائض کا کرنا) واجتناب محرمات (حرام کاموں سے بچنا) معاذاللہ ! سب لغو وفضول و عبث ٹھہریں۔ آدمی کی رسی کاٹ کر بجار (آزاد چھوٹا ہوا سانڈ) کردیں۔ دین و دنیا سب یکبارگی برہم ہوجائیں۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بُلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے، ت) نہیں نہیں بلکہ تدبیر بے شک مستحسن ہے، اور اُس کی بہت صورتیں مندوب و مسنون ہیں، جیسے دُعا و دَوا۔

حدیث ۳: دُعا کی حدیثیں تو خود متواتر ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ حضور نے یہ ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب القدر باب قولہ تعالٰی وکان امر اللہ قدراً مقدوراً قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۷، صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الادمی فی بطن امہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۳، مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۴۰، سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹، مشکوۃ المصابیح باب الایمان بالقدر الفصل الاول اصح المطابع کراچی ص ۲۰

لَایَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ، رواہ الترمذی وابن ماجہ[1] والحاکم بسند حسن عن سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	(تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے (یعنی قضا معلق) (اس کو ترمذی ابن ماجہ اور حاکم نے سند حسن کے ساتھ سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

(حدیث ۴): دوسری حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایغنی حذر من قدر، والدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل ان البلاء ینزل فیتلقاہ الدّعاء فیعتلجان الٰی یوم القیمۃ رواہ الحاکم[2] والبزار والطبرانی فی الاوسط عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قال الحاکم صحیح الاسناد وکذا قال[3]۔	تقدیر کے آگے احتیاط کی کچھ نہیں چلتی، اور دعا اس بلا سے جو اتر آئی اور جو ابھی نہیں اتری دونوں سے نفع دیتی ہے، اور بے شک بلا اترتی ہے دعا اس سے جا ملتی ہے دونوں قیامت تک کشتی لڑتی رہتی ہیں، یعنی بلا کتنا ہی اترنا چاہے دعا اسے اترنے نہیں دیتی۔(اس کو حاکم، بزار اور طبرانی نے اوسط میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔حاکم نے کہا اس کا اسناد صحیح ہے اور یونہی ہے کہا۔(ت)

جسے دعا کے بارے میں احادیث مجملہ ومفصلہ وکلیہ وجزئیہ دیکھنا ہوں وہ کتاب الترغیب وحصن وعدہ وصلاح وغیرہا تصانیف علماء کی طرف رجوع کرے۔

(حدیث ۵) اور ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

تداووا عباد اللہ فان اللہ	خدا کے بندو! دوا کرو کہ اللہ تعالٰی نے کوئی بیماری

[1] جامع الترمذی ابواب القدر باب ماجاء لایرد القدر الاّ الدعاء امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۶، سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰، المستدرک للحاکم کتاب الدعا لایرد القدر الا الدعا دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۳

[2] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء ینفع الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۲، المعجم الاوسط حدیث ۲۵۱۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۲۴۲

[3] المستدرک للحاکم کتاب الدعا الدعاء ینفع الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۲

لم یضع داء اِلاّ وضع له دواء غیر داءٍ واحد الھرم، اخرجه احمد وابو داؤد[1] والترمذی والنسائی وابن ماجة وابن حبان والحاکم عن اسامة بن شریك رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح۔	ایسی نہ رکھی جس کی دوا نہ بنائی ہو مگر ایک مرض یعنی بڑھاپا، (اس کو احمد، ابوداؤد، ترمذی نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ت)

اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا استعمالِ دوا فرمانا اور امُت مرحومہ کو صدہا امراض کے علاج بتانا بکثرت احادیث میں مذکور، اور طبِّ نبوی و سِیرَ وغیرہا فنون حدیثیہ میں مسطور (لکھا ہوا) اور تدبیر کی بہت صورتیں فرض قطعی ہیں، جیسے فرائض کا بجالانا، محرمات سے بچنا، بقدر سدرمق (جان بچانے کی مقدار) کھانا کھانا، پانی پینا، یہاں تک کہ اس کے لیے بحالتِ مخمصہ (جان لیوا بھوک) شراب و مردار کی اجازت دی گئی۔

(حدیث ٦): اسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں اور حلال معاش کی سعی و تلاش جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن پیٹ کی پرورش ہو۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَةٌ بَعْدَ الفریضةِ اخرجه الطبرانی فی الکبیر[2] والبیھقی فی شعب الایمان والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن مسعود	آدمی پر فرض کے بعد دوسرا فرض یہ ہے کہ کسبِ حلال کی تلاش کرے (طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے شعب الایمان میں اور دیلمی نے مسندِ فردوس میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ

[1] جامع الترمذی ابواب الطب باب ماجاء فی الدواء والحث علیه امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۵، سنن ابی داؤد کتاب الطب باب الرجل یتداوی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۳، سنن ابن ماجه ابواب الطب باب ما انزل اللہ داء الا انزل له شفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵۳، مسند احمد بن حنبل حدیث اُسامة بن شریک المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۷۸، موارد الظمآن کتاب الطب حدیث ۱۳۹۵ المطبعة السلفیة ص ۳۳۹

[2] شعب الایمان حدیث ۸۷۴۱ دار المعرفة بیروت ۶/ ۴۲۰، الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۳۹۱۸ دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۴۴۱، کنز العمال برمز طب، ق حدیث ۹۲۳۱ مؤسسة الرسالة بیروت ۴/ ۹

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج فرمائی (ت)۔

(حدیث ۷): اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

طَلَبُ الْحَلَال وَاجب عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اخرجه الدیلمی [1] بسندٍ حسنٍ عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔	طلبِ حلال ہر مسلمان پر واجب ہے (دیلمی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج کی۔ت)

حدیث ۸: اسی لیے احادیث میں حلال معاش کی طلب و تلاش کی بہت فضیلتیں وارد۔

مسند احمد و صحیح بخاری میں ہے حضور پُرنور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اکل احد طعاما قط خیرًا من ان یاکل من عمل یدہ و ان نبی الله داؤد کان یاکل من عمل یدہ، و اخرجاہ عن مقدام [2] بن معدیکرب رضی الله تعالٰی عنه۔	کبھی کسی شخص نے کوئی کھانا اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہ کھایا اور بے شک نبی اللہ داوٗد علیہ الصلوۃ والسلام اپنی دستکاری کی اُجرت سے کھاتے (ان دونوں نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی تخریج کی۔ت)

حدیث ۹: اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اطیب ما اکلتم من کسبکم اخرجه البخاری فی التاریخ [3] والدارمی وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ام المؤمنین الصدیقة بسندٍ صحیح۔	سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اپنی کمائی سے کھاؤ۔ (امام بخاری نے تاریخ، دارمی، ترمذی اور نسائی نے سندِ صحیح کے ساتھ ام المومنین سیدّہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کی تخریج کی۔ت)

---

[1] کنز العمال برمز فر عن انس حدیث ۹۲۰۴ مؤسسة الرساله بیروت ۴/ ۵

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعمله بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۸، مسند احمد بن حنبل حدیث المقدام بن معدیکرب المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۳۱ و ۱۳۲

[3] جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء ان الوالد یاخذ من مال ولدہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۶۲، سُنن ابی داؤد کتاب البیوع باب الرجل یاکل من مال ولدہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۴۱، التاریخ الکبیر ترجمہ ۱۳۰۱ دار البازمکة المکرمة ۱/ ۴۰۷، سُنن الدارمی کتاب البیوع حدیث ۲۵۴۰ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۱۶۲

حدیث ۱۰ تا ۱۳: کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ !**اَیُّ الکسبِ افضل** ؟ سب سے بہتر کسب کون سا ہے ؟ فرمایا: **عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور**۔ اپنے ہاتھ کی مزدوری اور ہر مقبول تجارت کہ مفاسد شرعیہ سے خالی ہو۔

اخرجه الطبرانی [1]۔ فی الاوسط والکبیر بسند الثقات عن عبد اللّٰه بن عمر ،وهو فی الکبیر واحمد والبزار عن ابی بردة بن خیار ،وایضًا هٰذان عن رافع بن خدیج ،والبیهقی عن سعید بن عمیر مرسلًا والحاکم عن امیر المومنین عمر الفاروق رضی اللّٰه تعالٰی عنهم اجمعین۔	اس کی تخریج کی سند ثقات کے ساتھ طبرانی نے اوسط وکبیر میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ،اور طبرانی نے ہی کبیر میں اور احمد و بزار نے ابوبردہ بن خیار سے ، نیز ان دونوں نے رافع بن خدیج سے اور بیہقی نے سعید بن عمیر سے مرسلًا اور حاکم نے اُسی سے بحوالہ امیر المومنین عمر فاروق روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین (ت)

حدیث ۱۴: اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللّٰه یحب المومن المحترف۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر [2]۔ والبیهقی فی الشعب وسیدی محمد الترمذی فی النوادر عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما۔	بے شک اللہ تعالٰی مسلمان پیشہ ور کو دوست رکھتا ہے۔ (طبرانی نے کبیر، بیہقی نے شعب اور سید محمد ترمذی نے نوادر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج کی۔ت)

حدیث ۱۵،۱۷: اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من امسٰی کالًّا من عمل یدہ امسٰی مغفورا له اخرجه الطبرانی۔ [3] فی الاوسط عن ام المومنین الصدیقة	جسے مزدوری سے تھک کر شام آئے اس کی وہ شام شامِ مغفرت ہو۔ اس کی تخریج کی طبرانی نے اوسط میں ام المومنین سیدہ صدیقہ

---

[1] الترغیب والترہیب کتاب البیوع الترغیب فی الاکتساب بالبیع مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۲۳ الدرالمنثور تحت آیۃ ۲/ ۲۶۸ منشورات مکتبہ آیۃ العظمی قم ایران ۱/ ۳۶۵، شعب الایمان حدیث ۱۲۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۸۴

[2] شعب الایمان حدیث ۱۲۳۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۸۸

[3] المعجم الاوسط حدیث ۷۵۱۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۲۵۷

ومثل ابی القاسم الاصبہانی عن ابن عباس و ابن عساکر عنہ وعن انس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	سے اور مثل ابوالقاسم اصبہانی نے ابن عباس سے، اور ابن عساکر نے ابن عباس اور انس سے، اللہ تعالٰی ان سب پر راضی ہو۔ت)

حدیث ۱۸: اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

طوبٰی لمن طاب کسبہ، الحدیث، اخرجہ البخاری فی التاریخ والطبرانی فی الکبیر[1] والبیہقی فی السنن و البغوی و الباوردی و ابناء قانع و شاہین و مندۃ کلھم عن رکب المصری رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث طویل قال ابن عبدالبر حدیث حسن قلت ای لغیرہ۔	پاک کمائی والے کے لیے جنت ہے (اس کی تخریج کی بخاری نے تاریخ میں، طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے سنن میں اور بغوی و باوردی اور قانع، شاہین و مندہ کے بیٹوں نے رُکب مصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک طویل حدیث میں اس کو روایت کیا، ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث حسن ہے، میں کہتا ہوں یعنی حسن لغیرہ ہے۔ت)

حدیث ۱۹و۲۰: ایک حدیث میں آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الدنیا حُلوۃ خضرۃ، من اکتسب منہا مالًا فی حِلّہ و انفقہ فی حقّہ اثابہ اللہ علیہ واوردہ جنّتہ الحدیث، اخرجہ البیہقی فی الشعب[2] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قلت والمتن عندالترمذی عن خولۃ بنت قیس امراءۃ سیّدنا حمزۃ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم بلفظ ان ھٰذا المال خضرۃ	دنیا دیکھنے میں ہری، چکھنے میں میٹھی ہے یعنی بظاہر بہت خوشنما وخوش ذائقہ معلوم ہوتی ہے جو اسے حلال وجہ سے کمائے اور حق جگہ پر اٹھائے اللہ تعالٰی اسے ثواب دے اور اپنی جنت میں لے جائے (اس کی تخریج کی بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، میں کہتا ہوں اور متن ترمذی کے نزدیک خولہ بنت قیس زوجہ سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ان لفظوں کے ساتھ ہے کہ یہ مال سبز ومیٹھا

[1] الترغیب والترہیب کتاب البیوع الترغیب فی طلب الحلال مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۵۴۷

[2] شعب الایمان حدیث ۵۵۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۹۶

حُلوۃ فمن اصابه بحقّه بُورك له فيه. الحديث قال الترمذی حسن صحیح۔[1] **قلت** واصله عن خولة عند البخاری مختصرًا۔	دکھائی دیتا ہے، چنانچہ جو اُسے حق جگہ پر پہنچائے اس کے لیے اس میں برکت دی جاتی ہے، الحدیث۔ ترمذی نے کہا یہ حسن صحیح ہے، **میں کہتا ہوں** اس کی اصل بخاری کے نزدیک خولہ سے ہے۔ اختصار۔ ت)

حدیث ۲۱: اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان من الذنوب ذنوبا لایکفرھا الصّلوۃ ولا الصیام ولا الحج ولا العمرۃ، یکفرھا الھموم فی طلب المعیشۃ، رواہ ابن عساکر وابو نعیم۔[2] فی الحلیه عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ نہ نماز ہو نہ روزے نہ حج نہ عمرہ، ان کا کفارہ وہ پریشانیاں ہوتی ہیں جو آدمی کو تلاشِ معاشِ حلال میں پہنچتی ہیں۔ (اس کو روایت کیا ابن عساکر نے اور ابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

حدیث ۲۲: صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ تیز وچُست کسی کام کو جارہا ہے عرض کی: یارسول اللہ! کیا خوب ہوتا اگر اس کی یہ تیزی وچستی خدا کی راہ میں ہوتی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کان خرج یسعٰی علٰی نفسه یعفھا فھو فی سبیل اللہ، وان کان خرج یسعٰی علٰی ولدہ صغارا فھو فی سبیل اللہ۔ وان کان خرج یسعٰی علی ابوین شیخین کبیرین فھو فی سبیل اللہ، وان کان خرج یسعٰی ریاءً ومفاخرۃ فھو فی سبیل الشیطان، رواہ الطبرانی[3] عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه و	اگر یہ شخص اپنے لئے کمائی کو نکلا ہے کہ سوال وغیرہ کی ذلت سے بچے تو اس کی یہ کوشش اللہ ہی کی راہ میں ہے، اور اگر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے خیال سے نکلا ہے جب بھی خدا کی راہ میں ہے اور اگر اپنے بوڑھے ماں باپ کے لیے نکلا ہے جب بھی خدا کی راہ میں ہے، ہاں اگر ریاء وتفاخر کے لیے نکلا ہے تو شیطان کی راہ میں ہے۔ (اس کو طبرانی نے کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اس کے

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی اخذ المال امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۰

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۸۶ مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۳۳۵

[3] المعجم الکبیر حدیث ۲۸۲ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۹/ ۱۲۹

رجالہ رجال الصحیح۔	رجال صحیح کے رجال ہیں۔ت)

حدیث ۲۳: اسی لیے ترک کسب سے صاف ممانعت آئی ہے حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس بخیرکم من ترك دنیاہ لِاٰخرتہ ولا اٰخرتہ لِدنیاہ حتی یصیب منھما جمیعًا فان الدنیا بلاغ الی الاٰخرۃ ولاتکونوا کلاً علی الناس[1] رواہ ابن عساکر۔ عن ابن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	تمہارا بہتر وہ نہیں ہے جو اپنی دنیا آخرت کے لیے چھوڑ دے اور نہ وہ جو اپنی آخرت دنیا کے لیے ترک کرے، بہتر وہ ہے جو دونوں سے حصہ لے کہ دنیا آخرت کا وسیلہ ہے، اپنا بوجھ اوروں پر ڈال کر نہ بیٹھ رہو، (اس کو ابن عساکر نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

انہیں احادیث سے ثابت ہوا کہ تلاش حلال و فکرِ معاش و تعاطیِ اسباب ہر گز منافی توکل نہیں بلکہ عین مرضی الٰہی ہے کہ آدمی تدبیر کرے اور بھروسہ تقدیر پر رکھے۔

حدیث ۲۴و۲۵: اسی لیے جب ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی اپنی اونٹنی یونہی چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ رکھوں یا اُسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا قیِّد و توَکّل باندھ دے اور تکیہ خدا پر رکھ۔

بر توکل زانوے اشتر ببند

(اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اونٹنی کے گھٹنے باندھ (ت)

اخرجہ البیہقی۔ فی الشعب[2] بسند جیّد عن عمرو بن امیّۃ الضمری والترمذی فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما واللفظ عندہ اعقلھا وتوکل[3]۔	اس کی تخریج کی بیہقی نے شعب میں سند جید کے ساتھ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اس کے نزدیک لفظ یہ ہیں، اعقلھا وتوکل۔

[1] کنز العمال برمز ابن عساکر عن انس حدیث ۶۳۳۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۲۴۰

[2] کنز العمال برمز ھب عن عمرو بن امیہ حدیث ۵۶۸۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۱۰۳

[3] جامع الترمذی ابواب صفۃ یوم القیمۃ باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۴

دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ تدبیر کرو مگر اس پر اعتماد نہ کرلو۔ دل کی نظر تقدیر پر رہے۔

مولانا قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

توکل کن بجنباں پاودست　　　رزق تو بر تو ز تو عاشق تراست [1]

(توکل کر اور ہاتھ پاؤں حرکت میں لا کہ تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے۔ت)

خود حضرت عزت جل مجدہ نے قرآن عظیم میں تلاش وتدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کی ہدایت فرمائی۔ **(۱۴)قال تعالٰی** (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت)

"وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ" [2]۔	اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے، اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو۔ تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ت)

یمن کے کچھ لوگ بے زادِ راہ لیے حج کو آتے اور کہتے ہم متوکل ہیں، ناچار بھیک مانگنی پڑتی، حکم آیا توشہ ساتھ لیا کرو۔ کچھ اصحاب کرام نے موسم حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاصِ نیت میں فرق نہ آئے۔ فرمان آیا کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈو۔ اسی طرح تلاشِ فضلِ الٰہی کی آیتیں بکثرت ہیں۔ **(۱۵)وقال تعالٰی** (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت)

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾" [3]۔	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ت)

صاف حکم دیتے ہیں کہ رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈو تاکہ مراد کو پہنچو۔ اگر تدبیر واسباب معطل و مُہمل ہوتے تو اس کی کیا حاجت تھی۔ بلکہ انصاف کیجئے تو تدبیر کب تقدیر سے باہر ہے، وہ خود ایک تقدیر ہے، اور اس کا بجالانے والا

1

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۷و۱۹۸

[3] القرآن الکریم ۵/ ۳۵

ہر گز تقدیر سے رُو گرداں نہیں۔

حدیث ۲۶: حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی، دوا تقدیر سے کیا نافع ہوگی؟ فرمایا:

الدّوامن القدر، ینفع من یشاء بماشاء رواہ ابن السنی[1] فی الطب والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وصدرہ عنہ عند ابی نعیم والطبرانی فی المعجم الکبیر۔	دوا خود بھی تقدیر سے ہے، اللہ تعالٰی جسے چاہے جس دوا سے چاہے نفع پہنچادیتا ہے۔ (اس کو روایت کیا ہے ابن سنی نے طب میں اور دیلمی نے مسند فردوس میں اور اس کی ابتداء ابن عباس سے ابو نعیم کے نزدیک ہے اور طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۷: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ جب بقصدِ شام وادی تبوک میں قریہ سَرَغ تک پہنچے سردارانِ لشکر ابو عبیدہ بن الجراح وخالد بن الولید وعمرو بن العاص وغیرہم رضوان اللہ تعالٰی علیہم انہیں ملے اور خبر دی کہ شام میں وبا ہے، امیر المومنین نے مہاجرین وانصار وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بُلا کر مشورہ لیا، اکثر کی رائے رجوع پر قرار پائی امیر المومنین نے بازگشت کی منادی فرمائی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: اِفرِارا من اللہ کیا اللہ تعالٰی کی تقدیر سے بھاگنا؟ فرمایا:

لو غیرك قالھا یاابا عبیدۃ، نعم، نفر من قدر اللہ الٰی قدر اللہ ارایت لوکان لك ابل ھبطت وادیا لہ عدوتان احدھما خصبۃ والاخرٰی جدبۃ الیس ان رعیت الخصبۃ رعیتھا بقدر اللہ وان رعیت الجدبۃ رعیتھا بقدر اللہ۔	کاش اے ابو عبیدہ! یہ بات تمہارے سوا کسی اور نے کہی ہوتی (یعنی تمہارے علم وفضل سے بعید تھی) ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگتے ہیں، بھلا بتاؤ تو اگر تمہارے کچھ اونٹ ہوں انہیں لے کر کسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں، ایک سرسبز، دوسرا خشک، تو کیا یہ بات نہیں ہے کہ اگر تم شاداب میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے اور خشک میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے۔

[1] کنز العمال برمز ابن سنی عن ابن عباس حدیث ۲۸۰۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۵

اخرجه الائمة مالك [1] واحمد والبخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔	اس کی تخریج کی ہے ائمہ یعنی مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے (ت)

یعنی باآنکہ سب کچھ تقدیر سے ہے پھر آدمی خشک جنگل چھوڑ کر ہرا بھرا چرائی کے لیے اختیار کرتا ہے، اس سے تقدیر الٰہی سے بچنا لازم نہیں آتا، یونہی ہمارا اُس زمین میں نہ جانا جس میں وبا پھیلی ہے یہ بھی تقدیر سے فرار نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تدبیر ہر گز منافی توکل نہیں، بلکہ اصلاح نیت کے ساتھ عین توکل ہے۔ ہاں یہ بے شک ممنوع ومذموم ہے کہ آدم ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہو جائے اور اس کی درستی میں جا وبیجا ونیک وبد وحلال وحرام کا خیال نہ رکھے۔ یہ بات بیشک اُسی سے صادر ہوگی جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کر بیٹھا، شیطان اُسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑی جب تو کار برآری ہے ورنہ مایوسی وناکامی، ناچار سب این وآں سے غافل ہو کر اس کی تحصیل میں لہو پانی ایک کر دیتا ہے، اور ذلت وخواری، خوشامد وچاپلوسی، مکرودغا بازی جس طرح بن پڑے اس کی راہ لیتا ہے، حالانکہ اس حرص سے کچھ نہ ہوگا۔ ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے۔ اگر یہ علوہمت وصدقِ نیت و پاسِ عزت ولحاظ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا رزق کہ اللہ عزوجل نے اپنے ذمے لیا جب بھی پہنچتا، اس کی طمع نے آپ اس کے پاؤں میں تیشہ مارا اور حرص وگناہ کی شامت نے "خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ" [2]۔ (دنیا وآخرت دونوں کے اندر گھاٹے میں رہا۔ ت) کا مصداق بنایا، اور اگر بالفرض آبرو کھو کر گناہ گار ہو کر دو پیسہ پائے بھی تو ایسے مال پر ہزار تف۔

بئس المطاعم حين الذل تكسبها   القدر منتصب والقدر مخفوض [3]

(بُری خوراک وہ جسے ذلت کی حالت میں حاصل کرو قسمت بُلند بھی ہے اور قسمت پست بھی۔ (ت)

حدیث ۲۸: اسی لیے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب ما یذکر فی الطاعون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۳، صحیح مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۹، مؤطا الامام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی الطاعون میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۹۹ و ۷۰۰

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۱۱

3

اَجۡمِلُوۡا فی طَلَبِ الدُّنۡیَا فانَّ کُلًّا مُیَسَّر لِّمَا کُتِبَ لَه مِنۡهَا رواہ ابن ماجۃ[1]۔ والحاکم والطبرانی فی الکبیر و البیھقی فی السنن وابو الشیخ فی الثواب عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ باسنادٍ صحیح واللفظ للحاکم۔	دنیا کی طلب میں اچھی روش سے عدول نہ کرو کہ جس کے مقدر میں جتنی لکھی ہے ضرور اس کے سامان مہیا پائے گا۔ (اس کو روایت کیا ابن ماجہ، حاکم) طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے سُنن میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں صحیح اسناد کے ساتھ ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور لفظ حاکم کے ہیں۔ت)

حدیث ۲۹و۳۰: اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یا ایھاالناس اتقوا واجملوا فی الطلب فانّ نفسًا لن تموت حتی تستوفی رزقھا فان ابطأمنھا فاتقوا اللہ و اجملوا فی الطلب خذوا ماحلّ ودَعُوا ماحرم ،رواہ ابن ماجۃ[2] واللفظ لہ والحاکم وقال صحیح علٰی شرطھما وبسندٍاٰخر صحیح علٰی شرط مسلم[3] وابن حبّان فی صحیحہ کلھم عن جابر بن عبداللہ	اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور طلبِ رزق نیک طور پر کرو کہ کوئی جان دنیا سے نہ جائے گی، جب تک اپنا رزق پورا نہ لے لے، تو اگر روزی میں دیر دیکھو تو خدا سے ڈرو اور رَوش محمود پر تلاش کرو، حلال کرلو اور حرام کو چھوڑو۔ (اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا اور لفظ اُسی کے ہیں، اور حاکم نے روایت کرکے کہا کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ایک دوسری سند کے ساتھ کہا زکہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ سب نے

[1] المستدرک للحاکم کتاب البیوع لابأس بالغنی لمن اتقی دارالفکر بیروت ۲/ ۳، سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۵۶، السنن الکبرٰی کتاب البیوع باب الاجمال فی طلب الدنیا دارصادر بیروت ۵/ ۲۶۴، کنزالعمال عن ابی حمید ساعدی حدیث ۹۲۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰، الترغیب والترہیب الترغیب فی الاقتصاد فی طلب الرزق الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۳۴

[2] سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب الاقتصاد فی طلب المعیشہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۵۶، المستدرک للحاکم کتاب البیوع لابأس بالغنی لمن اتقی الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۴

[3] المستدرک للحاکم کتاب البیوع لابأس بالغنی لمن اتقی الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۴

وبمعناہ عندابی یعلی بسند حسن ان شاء اللہ تعالٰی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اس کے ہم معنٰی ابویعلٰی کے نزدیک اِن شاء اللہ تعالٰی سندِ حسن کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ت)

حدیث ۳۱ تا ۳۴: اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان روح القدس نفث فی روعی ان نفسًا لن تموت حتی تستکمل اجلھا وتستوعب رزقھا فاتقوا اللہ واجملوا فی الطلب ولا یحملن احدکم استبطاء الرزق ان یطلبه بمعصیة اللہ، فان اللہ تعالٰی لایُنال ماعندہ الا بطاعته، اخرجه ابونعیم فی الحلیة[1]۔ واللفظ له عن ابی امامة الباھلی، والبغوی فی شرح السُّنة والبیھقی فی الشعب والحاکم فی المستدرك عن ابن مسعود، و البزار عن حذیفة الیمان ونحوہ للطبرانی فی الکبیر عن الحسن بن علی امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین غیر ان الطبرانی لم یذکر جبریل علیه الصلوۃ السلام۔	بے شک رُوح القدس جبریل نے میرے دل میں ڈالا کہ کوئی جان نہ مرے گی جب تک اپنی عمر اور اپنا رزق پورا نہ کر لے، توخدا سے ڈرواور نیک طریقے سے تلاش کرو، اور خبردار رزق کی درنگی تم میں کسی کو اس پر نہ لائے کہ نافرمانی خدا سے اُسے طلب کرے کہ اللہ کا فضل تو اس کی طاعت ہی سے ملتا ہے۔(ابونعیم نے حلیہ میں اس کی تخریج کی اور لفظ اسی کے ہیں، بغوی نے شرح السنہ میں، بیہقی نے شعب میں اور حاکم نے مستدرک میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نیز بزار نے حذیفہ بن الیمان سے اور اسی کی مثل طبرانی کی کبیر میں حسن بن امیر المومنین علی سے مروی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین مگر طبرانی نے جبریل علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر نہیں کیا۔ت)

حدیث ۳۵: اور مروی ہوا، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اُطلبُوا الحوائج بعزّۃ الانفس فانّ الامور تجری بالمقادیر رواہ تمام	حاجتیں عزت نفس کے ساتھ طلب کرو کہ سب کام تقدیر پر چلتے ہیں۔(اس کو تمام نے

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۵۷ احمد بن ابی الحواری دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۲۷، شرح السنۃ باب التوکل علی اللہ حدیث ۴۱۱۱ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴/ ۳۰۴

فی فوائدہ وابن عساکر [1] فی تاریخہ عن عبداللہ بن بُسر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	فوائد میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن بُسر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ان سب حدیثوں میں بھی تلاش وتدبیر کی طرف ہدایت فرمائی مگر حکم دیا کہ شریعت وعزت کا پاس رکھو، تدبیر میں بے ہوش و مدہوش نہ ہوجاؤ، دست درکار و دل بایار، تدبیر میں ہاتھ، دل تقدیر کے ساتھ، ظاہر میں ادھر باطن میں ادھر، اسباب کا نام، مسبّب سے کام، یوں بسر کرنا چاہیے، یہی روش ہُدی ہے، یہی مرضی خدا، یہی سنتِ انبیاء، یہی سیرت اولیاء **علیہم جمیعا الصلوۃ والثناء** (ان سب کے لیے درود اور ثناء ہو۔ت)

بس اس بارے میں یہی قولِ فیصل و صراطِ مستقیم ہے، اس کے سوا تقدیر کو بھولنا یا حق نہ ماننا، یا تدبیر کو اصلاً مہمل جاننا دونوں معاذ اللہ گمراہی ضلالت یا جنون وسفاہت، **والعیاذ باللہ رب العٰلمین**۔

باب تدبیر میں آیات واحادیث اتنی نہیں جنہیں کوئی حصر کرسکے۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ دعوی کرتا ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی اگر محنت کی جائے تو دس ہزار سے زائد آیات واحادیث اس پر ہوسکتی ہیں مگر کیا حاجت کہ۔ ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

(سورج کی دلیل خود سورج ہے۔ت)

جس مسئلہ کے تسلیم پر تمام جہان کے کاروبار کا دار ومدار، اس میں زیادہ تطویل عبث وبیکار، اسی تحریر میں کہ فقیر نے پندرہ آیتیں اور پینتس حدیثیں جملہ پچاس ۵۰ نصوص ذکر کیے اور صدہا بلکہ ہزار ہا کے پتے دیئے، یہ کیا تھوڑے ہیں، انہیں سے ثابت کہ انکارِ تدبیر کس قدر اعلٰی درجہ کی حماقت، اخبث الامراض، اور قرآن وحدیث سے صریح اعراض اور خدا ورسول پر کھلا اعتراض **ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

ولید پر فرض ہے کہ تائب ہو، اور کتاب وسنت سے اپنا عقیدہ درست کرے، ورنہ بدمذہبی کی شامت سخت جانکاہ ہے **والعیاذ باللہ رب العلمین**، باقی رہا اس کا عربی پڑھانے، علم سکھانے کی نسبت وہ شنیع لفظ کہنا، اگر اِس تاویل کا درمیان نہ ہوتا کہ شاید وہ ان لوگوں پر معترض ہے جو

---

[1] کنزالعمال برمز تمام وابن عساکر عن عبداللہ بن بسر حدیث ۱۶۸۰۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵۱۸/۶

دنیا کے لیے علم پڑھاتے ہیں، اور ایسے لوگ بے شک لائقِ اعتراض ہیں، تو صریح کلمہ کفر تھا کہ اس نے علمِ دین کی تحقیر و توہین کی، اور اس سے سخت تر ہے اُس کا خالد کو اس بنا پر کافر کہنا کہ وہ باوجود ایمان تقدیر، تدبیر کو بہتر و مستحسن جانتا ہے، حالانکہ جو اُس کا عقیدہ ہے وہی حق و صحیح ہے، اور ولید کا قول خود باطل و قبیح، مسلمان کو کافر کہنا سہل بات نہیں۔

(حدیث ۳۶ تا ۳۹): صحیح حدیثوں میں فرمایا کہ جو دوسرے کو کافر کہے اگر وہ کافر نہ تھا یہ کافر ہو جائے۔

كما اخرجه الائمة مالك واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن عبدالله بن عمر ، والبخاری عن ابی هريرة واحمد والشيخان عن ابی ذر وابن حبان بسند صحيح عن ابی سعيد الخدری رضی الله تعالٰی عنهم باسانيد عديدة والفاظ متبائنة ومعانی متقاربة۔[1]	جیسا کہ اس کی تخریج کی ہے ائمہ کرام یعنی امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، اور ترمذی نے عبداللہ بن عمر سے اور بخاری نے ابوہریرہ سے اور احمد اور شیخین نے ابوذر سے اور ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ ابوسعید خدری سے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین متعدد سندوں کے ساتھ جن کے الفاظ مختلف مگر معانی قریب قریب ہیں۔ (ت)

اور اگرچہ اہلِ سنت کا مذہب محقق و منقح یہی ہے کہ ہمیں تاہم احتیاط لازم اور اتنی بات پر حکم تکفیر ممنوع و نامِلائم، اور احادیث مذکورہ میں تاویلاتِ عدیدہ کا احتمال قائم۔ مگر پھر بھی صدہا ائمہ مثل امام ابوبکر اعمش و جمہور فقہاء بلخ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم ظاہر احادیث ہی پر عمل کرتے، اور مسلمان کے مکفر کو مطلقًا کافر کہتے ہیں، كما فصّلناه كل ذلك فی رسالتنا النهی الاكيد عن الصلوٰة وراء عدی التقليد (جیسا کہ ہم نے اس تمام کی تفصیل اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید میں کردی ہے۔ ت)

تو ولید پر لازم کہ از سرِ نو کلمہ اسلام پڑھے اور اگر صاحبِ نکاح ہو تو اپنی زوجہ سے تجدید نکاح کرے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کفر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷، مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۱۳

فی الدُّرِّ المختار عن شرح الوھبانیۃ للعلامۃ حَسَنِ الشُّرُنبُلالی مایکون کفرًا اتفاقًا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولادُ زنًا و ما فیہ خِلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح[1]۔	دُرمختار میں علامہ حسن شُرنبلالی کی شرح وہبانیہ سے منقول ہے جو بالاتفاق کفر ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جائیں گے بلا تجدیدِ ایمان و نکاح اس کی اولاد اولادِ زنا ہوگی، اور جس میں اختلاف ہے قائل کو استغفار، توبہ، تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ (ت)

حدیث ۴۰: اور جس طرح یہ کلماتِ شنیعہ علانیہ کہے یونہی توبہ و تجدید ایمان کا بھی اعلان چاہیے۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذاعملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السرّ بالسّرو العلانیۃ بالعلانیۃ رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی المعجم الکبیر[2] عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	جب تو کوئی گناہ کرے تو فورًا از سر نو توبہ کر، پوشیدہ کی پوشیدہ، اور آشکارا کی آشکارا (اس کو امام احمد نے کتاب الزہد میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ت۔)۔

والله تعالٰی اعلم

رسالہ التحبیر بباب التدبیر ختم ہوا۔

مسئلہ ۱۲۳: از قصبہ مؤناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ مدرسہ دارالعلوم مرسلہ عبدالرحیم خان ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روح پاک ہے یا ناپاک؟ اگر پاک ہے تو بعد مُردن عذاب کیوں ہوتا ہے؟ اور اگر ناپاک ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر میں کیوں داخل ہوا؟

[1] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

[2] الزھد لاحمد بن حنبل حدیث ۱۴۱ دارالکتاب العربی بیروت ص ۴۹، المعجم الکبیر حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۱۵۹

الجواب:

روح اصل خلقت میں پاک ہے، پھر اگر بداعتقاد بداعمال اختیار کیے تو ان سے ناپاک ہوجاتی ہے، جس کے سبب مستحق عذاب ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴: از سہاور ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اندریں باب کہ ایک صاحب نے دو مضامین ذیل بحوالہ حدیث بیان فرمائے اور اول کو حدیث قدسی کہا مضمون اول یہ ہے کہ اگر تمام مخلوقات کے قلب مثل قلب حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والطیبات کے ہوجائیں یا مثل شیطان لعین کے ہوجائیں تو اللہ تعالٰی فرماتا ہے، کہ مجھ کو مطلق پروانہیں۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ بروزِ قیامت جنت و دوزخ میں حجت ہوگی۔ دوزخ کہے گی کہ میں محلِ جبابرہ وافاخرہ ہوں اور تو محلِ مساکین وغرباء ہے اس لیے میں افضل ہوں یا مستحق اس کی ہوں کہ تمام بنی آدم میرے حوالے ہوں۔ جنت کچھ جواب نہ دے گی، مکالمہ میں کمزور پڑے گی، پس اللہ تعالٰی فیصلہ فرمائے گا کہ تم دونوں کو استحقاقِ حجت کسی طرح نہیں ہے میں جس کو جہاں چاہوں گا بھیجوں گا۔ پس سوال یہ ہے کہ آیا یہ دونوں مضمون اُن صاحب کے صحیح موافق حدیث کے ہیں یا نہیں؟ اور بر تقدیر اول یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسرا قلب مثل قلب مبارک حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہوجائے، علماء نے تو ایسی احادیث کو جو صاحبِ درمنثور وغیرہ نے حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے درجہ اعتبار سے گرایا ہے، اور نیز دوسرے مضمون میں جبابرہ وافاخرہ کا ہونا دوزخ کے لیے کب موجبِ فضیلت وفوقیت ہوسکتا ہے کہ وہ مشرکین و کفار ہوں گے، امید کہ جواب باصواب عنایت ہو کہ ایک جماعت مسلمین کا شک رفع ہو، بینوا توجروا، (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب:

حدیث اول میں ہر گز نامِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہیں بلکہ یوں ہے کہ:

علی اتقی قلب رجل واحد منکم[1]۔	تم میں کا جو بڑا پرہیزگار شخص ہو اس کے دل پر ہوجائیں۔

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۹

اور فرض کے لیے امکان شرط نہیں۔قال اللہ تعالٰی:

"قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ "[1]۔	تم فرماؤ اگر بفرضِ محال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا(ت)

حدیث تو لفظ لَوْ سے ہے کہ:

لو ان اولکم واٰخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی اتقی[2]۔	اگر تمہارے پہلے، پچھلے انسان،اور جن سب سے بڑے پرہیزگار کے دل پر ہو جائیں۔الخ(ت)

اور آیہ کریمہ میں تو لفظ ان ہے،بیان حدیث دوم میں غلط ہے کہ حجت روزِ قیامت ہوگی اور یہ بھی غلط کہ تمام بنی آدم میرے حوالہ ہوں اور یہ بھی غلط کہ جنت کچھ جواب نہ دے گی یا کمزور پڑے گی،اسی طرح بیان حدیث اول میں متعدد اغلاط تھے۔یہ حدیث یوں ہے:

تحاجت الجنة والنار فقالت النار اوثرت بالمتکبرین والمتجبرین وقالت الجنة فمالی لایدخلنی الا ضعفاء الناس[3]۔الحدیث۔	جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا تو دوزخ نے کہا مجھے متکبروں اور جابروں کے سبب ترجیح دی گئی اور جنت نے کہا مجھے کیا ہے کہ میرے اندر صرف کمزور لوگ داخل ہوتے ہیں،الحدیث (ت)

یہ گزشتہ کی حکایت ہے اُس وقت نار کا علم اُسے محیط ہونا کیا ضرور کہ اس کے لیے کفار و مشرکین ہیں جس طرح جنت کا یہ کہنا بتارہاہے کہ اُسے ان کمزوروں کا فضل و تقرب معلوم نہ تھا جب سے معلوم ہوا خود ان کی مشتاق ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از بلوچستان مرسلہ قادر بخش ۵ ربیع الاخر ۱۳۳۸ھ

اندریں حکایت علمائے کرام چہ می فرمایند کہ قولے معتبر است آیا واعظ ذکر بکند یا حقیقت است در کدام کتاب	اس حکایت کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ کیا یہ کسی معتبر قول سے منقول ہے وعظ کرنے والا اس کو اپنے وعظ میں بیان کرسکتا ہے؟

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۱

[2] صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۹

[3] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ ق قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۱۹،صحیح مسلم کتاب الجنة باب جھنم اعاذنا اللہ منھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۸۱

ایں نقل است، آن حکایت این است۔	اس کی کوئی حقیقت ہے؟ کون سی کتاب میں منقول ہے؟ حکایت یہ ہے۔

(۱) یک حکایت یاد دارم از رسول	باد مقبول ھمہ اہل قبول
(۲) تاکہ معلوم تو گردد ہمتش	تاچہ حد است امتاں را شفقتش
(۳) بعد ازاں آیم بمدح چار یار	اے برادر یک زمان گوش دار
(۴) جملہ شبہا مصطفٰی بیدار بود	اتفاقاً یک شبے خوابش ربود
(۵) بود اندر خواب تا وقتے نماز	ناگہاں آمد خطابش بے نیاز
(۶) آفریدم من ترا از بہر آں	تا شدی پشت پناہے اُمتاں
(۷) اے محمد خواب تو زیبندہ نیست	ہر کہ در خدمت نباشد بندہ نیست
(۸) چوں بہ پروازی بخوابِ نیم شب	کردم اکنوں امتانت را غضب
(۹) دوزخ اندازم ہمہ از عام و خاص	یک تنے زیشان نگردانم خلاص
(۱۰) چوں شنید ایں آیۃ خیر البشر	انت زانجا امتی گویا بدر
(۱۱) رفت زانجا اوندیدہ ہیچ کس	داند او را عالم الاسرار بس
(۱۲) چوں گزشت از دو سہ روز ایں قصہ را	خون دل خوردند یاراں غصہ را
(۱۳) عاقبت روز سوئم بعد از نماز	جملہ پیش عائشہ رفتند باز
(۱۴) چوں بپرسید ند زام مومنین	داد ایشاں را جواب ایں چنیں
(۱۵) گفت او شین شب رسید از حق خطاب	امتاں را آیہ از بہر عذاب
(۱۶) چونکہ ایں آیۃ بگوش او رسید	شد برون از حجرہ او را کس ندید
(۱۷) آنچناں برخاست از یاراں غریو	لرزہ افتادند اندر جن و دیو
(۱۸) ناگہاں دیدند یک چوبان زدور	یافت زاں چوبان دل ایشاں سرور
(۱۹) پیش او رفتند و پرسیدند ازو	گر خبر داری ز پیغمبر بگو
(۲۰) گفت من کے مصطفٰی را دیدہ ام	بلکہ او را از کسے نشنیدہ ام
(۲۱) لیک سہ روز است پیغام خروش	از میان کوہ میآید بگوش
(۲۲) جانور از نالہ او دل خستہ اند	از چراگاہ دہاں رابستہ اند
(۲۳) ہر زماں از دیدہ می راند آب	بستہ اندازہ راہ دیدہ راہِ خواب

(۲۴) چوں شنیدند ایں خبر راآں گروہ — جملہ آوردند روئے سوئے کوہ

(۲۵) شد نمایاں درمیان کوہ غار — دیدور آن غار آں صدر کبار

(۲۶) سر بسجدہ بروہ پیش بے نیاز — باخدائے خویشتن میگفت راز

(۲۷) گریہ میکرد وہمی گفت اے الٰہ — تانہ بخشی امتانم راگناہ

(۲۸) مانہ بردارم سر خود از زمیں — تابروِ حشر عالم ایں چنیں

(۲۹) ایں چنیں می گفت ومی نالہ زار — اشک میبارید چوں ابر بہار

(۳۰) چوں شنیدند ایں خفاش رازور — جملہ راازنالہ اش خون شد جگر

(۳۱) گفت صدیق شفیع المومنین — از کرم بردار سر راازز مین

(۳۲) آنچہ من در عمر طاعت کردہ ام — انچہ دردنیا عبادۃ کردہ ام

(۳۳) آں ثواب از برائے امتاں — دارم اے پیغمبر آخر زماں

الی اخر الحکایت (حکایت کے آخر تک، ت) یہ حکایت رسالہ میلاد غلام شہید میں ہے۔

(ترجمہ حکایت)

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں مجھے ایک حکایت یاد ہے جو تمام نیک لوگوں میں مقبول ہے۔

(۲) تاکہ تجھے آپ کی ہمتِ اقدس کا پتا چلے کہ امت پر آپ کی کس قدر شفقت ہے۔

(۳) اس کے بعد میں چاروں یاروں کی مدح کی طرف آؤں گا، اے بھائی! تھوڑا سا وقت غور سے سُن،

(۴) مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام راتیں بیدار رہتے، ایک رات اتفاقاً آپ پر نیند غالب آ گئی۔

(۵) نماز کے وقت تک آپ نیند میں تھے۔ اچانک آپ کو خدائے بے نیاز کا حکم پہنچا۔

(۶) کہ میں نے آپ کو اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ آپ امت کے پشت پناہ بنیں۔

(۷) اے میرے محبوب (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سونا آپ کو زیب نہیں دیتا، جو خدمت میں مشغول نہ ہو وہ بندہ نہیں ہے۔

(۸) جب آدھی رات کو نیند میں مشغول ہیں تو میں آپ کی اُمت پر غضب نازل کروں گا۔

(۹) ہر خاص وعام کو دوزخ میں ڈالوں گا ان میں سے کسی ایک کو چھٹکارا نہیں دوں گا۔

(۱۰) جب خیر البشر (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے یہ آیت سنی تو فوراً وہاں سے امتی کہتے ہوئے باہر نکل گئے۔

(۱۱) وہاں سے آپ تشریف لے گئے، کسی نے آپ کو نہیں دیکھا، آپ کے بارے میں فقط چھپی باتیں جاننے والے کو علم تھا۔
(۱۲) اس قصّہ کو جب دو تین دن گزر گئے آپ کے دوست یعنی صحابہ کرام غم سے دل کا خون پیتے رہے۔
(۱۳) آخر کار تیسرے دن نماز کے بعد تمام صحابہ کرام سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے۔
(۱۴) جب انہوں نے اُم المومنین سے پوچھا تو آپ نے انہیں یہ جواب دیا۔
(۱۵) آپ نے کہا کہ پچھلی رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کی طرف سے خطاب ہوا، امت کے عذاب سے متعلق آیت نازل ہوئی۔
(۱۶) جب آپ کے کان مبارک تک یہ آیت پہنچی آپ حجرہ سے باہر چلے گئے کسی نے آپ کو نہیں دیکھا۔
(۱۷) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوستوں سے اس قدر شور بُلند ہوا کہ جنوں اور دیوؤں پر لرزہ طاری ہو گیا۔
(۱۸) صحابہ نے اچانک دور سے ایک چرواہے کو دیکھا اس چرواہے کو دیکھنے سے ان کے دلوں کو کچھ چین آیا۔
(۱۹) اس کے پاس پہنچے اور پوچھا اگر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تجھے کوئی خبر ہے تو بتا۔
(۲۰) اس نے کہا میں نے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کب دیکھا ہے بلکہ میں نے ان کے بارے میں کسی سے سُنا بھی نہیں ہے۔
(۲۱) لیکن تین دنوں سے پہاڑ کے درمیان سے شور کی آواز میرے کانوں میں آتی ہے۔
(۲۲) اس کے رونے سے جانوروں کے دل زخمی ہو گئے ہیں، چراگاہ سے انہوں نے اپنے منہ بند کر لیے ہیں۔
(۲۳) ہر وقت آنکھوں سے آنسو بہاتے ہیں، نیند سے انہوں نے آنکھیں باندھ رکھی ہیں۔
(۲۴) جماعتِ صحابہ نے جب یہ خبر سنی تو ان سب نے اپنا رُخ پہاڑ کی طرف کر لیا۔
(۲۵) پہاڑ کے درمیان ایک غار ظاہر ہوئی، اس غار کے اندر انہوں نے بڑوں کے سردار کو دیکھا۔
(۲۶) بے نیاز کی بارگاہ میں سر سجدہ میں رکھے ہوئے تھے، اپنے خدا سے راز داری میں کہہ رہے تھے۔
(۲۷) فریاد کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے اللہ! جب تک تو میری اُمت کے گناہ نہیں بخشے گا،
(۲۸) میں اپنا سر زمین سے نہیں اٹھاؤں گا، روزِ حشر تک میں اسی طرح روتا رہوں گا۔
(۲۹) اس طرح کہہ رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے، موسم بہار کی طرح آنسو بہہ رہے تھے۔
(۳۰) جب غار کے چمگادڑوں اور صحابہ کرام نے گریہ وزاری کا یہ زور سُنا تو سرکار کے رونے سے سب کے جگر خون ہو گئے۔

(۳۱) صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہااے مومنوں کی شفاعت فرمانے والے ! مہربانی فرمائیں، زمین سے سر اٹھائیں۔
(۳۲) میں نے عمر بھر جو طاعت کی ہے، اور دنیا میں جتنی عبادت کی ہے۔
(۳۳) اس کا ثواب آپ کی اُمت کے لیے دیتا ہوں میں اے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

الجواب:

ایں نقل باطل وبے اصل ست ودر ہیچ کتاب معتبر از ونشانے نیست، **واللہ تعالٰی اعلم**
یہ نقل باطل اور بے اصل ہے، کسی معتبر کتاب میں اس کا نام نشان نہیں ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۶: بریلی محلّہ بہاری پور مرسلہ بمعرفت سلطان احمد خاں سائل پیر محمد عبداللہ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

حالت مندرجہ ذیل کب واقع ہوگی، زہرہ برج حوت میں طالع ہو اور قمر برج سرطان میں بنظر تثلیث زہرہ ہو لیکن بتربیع ومقابلہ مریخ ناظر بزحل نہ ہو۔ امید کہ ماہرانِ علمِ ہیئت جواب باصواب دیں۔

الجواب:

یہ سائل کی غلطی ہے کہ مریخ تربیع یا مقابلہ سے ناظر زحل نہ ہو بلکہ یہاں مقصود یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی زہرہ کو نظر دشمنی سے نہ دیکھتا ہو کہ تربیع یا مقابلہ ہے زہرہ سے اگر ساقط ہوں اور باہم نظر عداوت رکھتے ہوں کیا حرج ہے، بالجملہ عرض یہ ہے کہ زہرہ برج شرف میں ہو اور قمر اپنے بیت میں اور زہرہ کو بنظر تمام دوستی دیکھتا ہو اور زہرہ مریخ وزحل کی نظر عداوت تربیع ومقابلہ سے محفوظ ہو یہ صورت نہ اس سال ہے نہ سال آئندہ ہے، ہاں وہ کہ سائل نے بیان کیا۔ ۲۷ مارچ ۱۹۲۰ء کو ہوگی زہرہ حوت کے ۱۱ درجہ میں ہوگی قمر سرطان کے ۱۱ درجہ میں کہ پورے ۱۲۰ درجے (ایک سو بیس درجہ) کا فاصلہ اور کامل نظر تثلیث ہے، مریخ عقرب کے ۸ درجے ۶ دقیقے زحل سنبلہ کے ۶ درجے ۲ دقیقے کہ کامل نظر تسدیس نظر نیم دوستی ہے نہ تربیع ہے نہ مقابلہ لیکن زہرہ وزحل کا فاصلہ ۶ برج سے صرف ۵ درجے زائد ہوگا، زہرہ اگرچہ مقابلہ زحل سے منصرف ہو چکی ہے مگر دونوں کے مطرح شعاع ۷ و ۹ درجے کے مجموع کے نصف یعنی ۸ درجے سے فاصلہ کم ہے تو ہنوز حکم مقابلہ باقی ہے تیسرے دن زائل ہوگا جب تک ماہ سرطان سے بھی نکل جائے گا اور تثلیث سے بھی گزر جائے گا، ہاں مریخ اگرچہ زہرہ سے ساقط نہیں مگر تثلیث میں ہے کہ تمام دوستی ہے نہ تربیع ومقابلہ فقط۔

مسئلہ ۱۲۷: از شہر محلّہ ملوکپور مسئولہ قدرت علی خان ۱۵ شوال ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جملہ انبیاء وملائکہ علیہم السلام معصوم ہیں دوسرا شخص کہتا ہے کہ سوائے پنجتن پاک کے کوئی معصوم نہیں۔اور تیسرا شخص کہتا ہے کہ پنجتن پاک کوئی چیز نہیں ہیں سوائے خلفائے راشدین کے۔

الجواب:

پہلے شخص کا قول حق و عقیدہ اہلسنت ہے،اور دوسرے کا قول صریح گمراہی ورفض وکلمہ کفر ہے،اور تیسرے شخص کا قول بدتراز بول میں بھی ایک کھلا پہلو کفر کا ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸: از نانگل لکڑی ضلع گورگانوہ ڈاکخانہ ڈھنبہ مسئولہ حافظ غلام کبریا صاحب پیش امام مسجد کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ۔

(۱) زید کہتا ہے اولیاء سے مدد مانگنا دور سے،اور ہر وقت حاضر ناظر سمجھنا شرک ہے، کیونکہ یہ خاص اللہ تعالٰی کی صفت ہے دوسرے کی نہیں،قرآن شریف کا ثبوت دیتا،(نواں پارہ) کہہ دو میں نہیں مالک اپنی جان کا نہ نفع کا نہ ضرر کا۔

(۲) اولیاء اللہ کی قبروں کی خاک ہاتھ میں لے کر منہ پر ملنا کیسا ہے؟ طواف قبر اولیاء کا کرنا بعضے کہتے ہیں طواف صرف کعبہ شریف کے واسطے ہے۔

(۳) شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوۃ میں فرمایا ہے پیغمبروں کی سب دُعا مقبول نہیں ہوتی۔

(۴) خانقاہِ اولیاء پر جمع نہ ہونا حدیث کا ثبوت دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے یااللہ ! میری قبر کو عیدگاہ نہ بنائیو۔

(۵) اگر نبی کو غیب داں سمجھے تو کافر ہے کیونکہ ان کو علم عطائیہ ہے وہ غیب نہیں ہوسکتا کیونکہ غیب کے معنی یہ ہیں کہ بے اطلاع کیے معلوم ہو وہ غیب ہے۔

الجواب:

(۱) جس نے کہا کہ دُور سے سننا صرف اُس کی شان ہے اس نے رب عزوجل کی شان گھٹائی وہ پاک ہے اس سے کہ دور سے سُنے،وہ ہر قریب سے قریب تر ہے،دور سے سننا اس کی عطا سے اس کے محبوبوں ہی کی شان ہے،اُسے حاضر و ناظر بھی نہیں کہہ سکتے،وہ شہید وبصیر ہے،حاضر و ناظر اس کی عطا سے اُس کے محبوب علیہ افضل الصلوۃ والسلام ہیں،کمافی رسائل الشیخ عبدالحق محدث الدہلوی قدس سرہ اُس آیۃ کریمہ سے اس کا کیا ثبوت

ہوا، جھوٹا دعوی کرنا اور قرآن مجید پر اس کی تہمت رکھنا مسلمان کا کام نہیں، نفع وضرر کا مالک بالذات اُس واحد حقیقی کے سوا کوئی نہیں، آیت میں اسی کی نفی ہے، ورنہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں تو فرعون کو مالک نفع و ضرر لکھا ہے۔ پھر محبوبانِ بارگاہِ کا کیا کہنا وہ بے شک اس کی تملیک سے ہمارے نفع وضرر کے مالک ہیں، جس کا بیان آیاتِ واحادیث سے کتاب الامن والعلیٰ میں ہے۔

(۲) مزارات کی مٹی منہ پر ملنا جائز ہے، اور طوافِ تعظیمی صرف کعبہ معظّمہ کا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سب دُعائیں مستجاب ہیں، مومنین سے حضرت عزت کا وعدہ ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا، اور اس کا وعدہ خلاف نہیں ہوسکتا، پھر انبیاء تو انبیاء بعض وقت وہ اس اظہار کے لیے کہ یہ امر خلاف مقدر ہے اسے صورت دعا میں ظاہر کرتے ہیں وہ اعلیٰ وجہ پر قبول ہوتی ہیں مگر مطلوب ظاہری واقع نہیں ہوتا نظر ظاہر اسے عدم قبول سے تعبیر کرتی ہے، شرح مشکوۃ میں اسی کا ذکر ہے۔

(۴) مزارات اولیاء پر تشریف لے جانا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین سے ثابت ہے اور اس حدیث میں اس کی کہیں ممانعت نہیں، اس کا یہ مطلب ہے کہ میرے مزار کریمہ کو مسلمان عید نہ بنائیں جو سال میں ایک ہی بار آتی ہے بلکہ بکثرت حاضری دیں کہ ان کے گناہ معاف ہوں اور انہیں برکات ملیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) غیب وہ ہے کہ بے بتائے معلوم نہ ہوسکے، جو کہے کہ انبیاء کو غیب کے علم نہ دیئے گئے وہ کافر ہے کہ نبوت کا منکر ہے، ائمہ دین فرماتے ہیں:

النبی ھو المطلع علی الغیب [1]	نبی وہی ہے جو غیب پر مطلع ہو۔

عطا سے غیب نہ رہنا آیات کثیرہ کی تکذیب ہے جو کارڈ پر نہیں لکھی جاسکتیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳و۱۳۴: از مقام رامہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی مرسلہ تاج الدین امام مسجد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں بچشم خود اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔

---

[1] المواھب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۴۷

(۲) حدیث اور آیت اس طور پر نہیں آئی کہ تم لوگ امام صاحب کے مذہب پر چلیں۔ بَیِّنُوا تُوجروا (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب:

(۱) اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا رؤیت بمعنی احاطہ کا انکار فرماتی ہیں کہ "لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ"[1]۔ سے سند لاتی ہیں اور احادیث صحیحہ میں رؤیت کا اثبات بمعنی احاطہ نہیں کہ اللہ عزوجل کو کوئی شے محیط نہیں ہو سکتی وہی ہر شے کو محیط ہے اور اثبات نفی پر مقدم، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) حدیث اور آیت اس طور پر آئی ہے کہ تمہیں علم نہ ہو تو علماء سے پوچھو۔ امامِ اعظم سردارانِ علماء میں داخل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵و۱۳۶: از لاہور مسجد بیگم شاہی اندرون دروازہ مستی مرسلہ صوفی احمد الدین طالب علم ۲۶ صفر ۱۳۳۸ھ

حضرت ہادی ورہنمائے سالکاں قبلہ دوجہاں دام فیضہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مسائل ذیل میں حضرت کیا فرماتے ہیں۔

(۱) حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر ایک روز خفا ہوئے، اور روافض کہتے ہیں یہی وجہ ہے باغی ہونے کی، پھر ایک کتاب مولانا حاجی صاحب کی تصنیف اعتقاد نامہ ہے جو بچوں کو پڑھایا جاتا ہے اس میں یہ شعر بھی درج ہے: ؎

حق درآنجا بدست حیدر بود جنگ بااو خطا و منکر بود

(حق وہاں حیدر کرار رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ میں تھا ان کے ساتھ جنگ غلط اور ناپسندیدہ تھی)

(۲) امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سپرد کی تھی واسطے دفع جنگ کے۔

الجواب:

(۱) روافض کا قول کذب محض ہے، عقائد نامہ میں خطا و منکر بود نہیں ہے بلکہ خطائے منکر بود۔ اہل سنت کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خطا خطاء اجتہادی تھی، اجتہاد پر طعن جائز نہیں، خطاء اجتہادی دو ۲ قسم ہے، ۱مقرر و ۲منکر، مقرر وہ جس کے صاحب کو اُس پر برقرار

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۳

رکھا جائے گا اور اُس سے تعرض نہ کیا جائے گا، جیسے حنفیّہ کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا، اور منکر وہ جس پر انکار کیا جائے گا جب کہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو جیسے اجلہ اصحاب جمل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ قطعی جنتی ہیں اور ان کی خطاء یقیناً اجتہادی جس میں کسی نام سنیت لینے والے کو محل لب کشائی نہیں، بایںہمہ اس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیا باقی مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مداخلت حرام ہے،
حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا[1]۔	جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو۔

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ستکون لاصحابی بعد زلۃ یغفرھا اللہ لھم لسابقتھم ثم یاتی من بعد ھم قوم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار[2]۔	قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہوگی جسے اللہ بخش دے گا اُس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کردے گا۔

یہ وہ ہیں جو اُن لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے، اللہ عزوجل نے تمام صحابہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن عظیم میں دو قسم کیا:

(۱) مومنین قبل فتح مکہ و مومنین بعد فتح۔ اول کو دوم پر تفضیل دی اور صاف فرمادیا "وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ"[3]۔ سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ اور ساتھ ہی ان کے افعال کی تفتیش کرنے والوں کا منہ بند فرمادیا "وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۠"[4]۔ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو، بایںہمہ وہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا پھر دوسرا کون ہے کہ ان میں سے کسی کی بات پر طعن کرے، واللہ الھادی، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بے شک امام مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد فرمائی۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۶

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۲۴۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۱۴۲ و مجمع الزوائد ۷/ ۲۳۴

[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[4] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

اور اس سے صلح و بندش جنگ مقصود تھی اور یہ صلح و تفویضِ خلافت اللہ و رسول کی پسند سے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امام حسن کو گود میں لے کر فرمایا تھا:

ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین[1]۔	میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اگر خلافت کے اہل نہ ہوتے تو امام مجتبٰی ہرگز انہیں تفویض نہ فرماتے نہ اللہ و رسول اسے جائز رکھتے واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب الحسن والحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۳۰، مشکوۃ المصابیح باب مناقب اھل بیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۶۹

رسالہ

اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفٰی والاٰل والاصحاب ۱۲۹۸ھ

(احباب کا اعتقاد جمیل (اللہ تعالٰی) مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، آپ کی آل اور اصحاب کے بارے میں)

عقیدہ اُولٰی ۱ ____________ ذات و صفات باری تعالٰی

حضرت حق سبحانہ و تبارک و تعالٰی شانہ واحد ہے۔ (اپنی ربوبیت والوہیت میں، کوئی اس کا شریک نہیں، وہ یکتا ہے اپنے افعال میں، مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا۔ وہ اکیلا ہے اپنی ذات میں کوئی اس کا قسیم نہیں۔ بیگانہ ہے اپنی صفات میں۔ کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ ذات و صفات میں یکتا و واحد مگر) عـــہ نہ عدد سے (کہ شمار و گنتی میں آسکے اور کوئی اس کا ہم ثانی و جنس کہلاسکے تو اللہ کے ساتھ، اس کی

عـــہ: **عرضِ مرتّب:** امام اہلسنت امام احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ اعتقادالاحباب کی زیارت و مطالعہ سے یہ فقیر جب پہلی بار حال ہی میں شرفیاب ہوا تو معًا خیال آیا کہ بتوفیقہ تعالٰی اسے نئی ترتیب اور اجمالی تفصیل کے ساتھ عامۃ الناس تک پہنچایا جائے تو ان شاء اللہ تعالٰی اس سے عوام بھی فیض پائیں۔ نصرت الٰہی کے بھروسا پر قدم اٹھایا اور بفیضانِ اساتذہ کرام نہایت (باقی برصفحہ آئندہ)

ذات و صفات میں، شریک کا وجود، محض وہم انسانی کی ایک اختراع وایجاد ہے) خالق ہے۔ (ہر شے کا، ذوات ہوں خواہ افعال، سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں) نہ علت سے (اس کے افعال نہ علت وسبب کے محتاج، نہ اس کے فعل کے لیے کوئی غرض، کہ غرض اس فائدہ کو کہتے ہیں جو فاعل کی طرف رجوع کرے اور نہ اس کے افعال کے لیے غایت، کہ غایت کا حاصل بھی وہی غرض ہے۔ فعال ہے (ہمیشہ جو چاہے کرلینے والا) نہ جوارح (وآلات) سے (جب کہ انسان اپنے ہر کام میں اپنے جوارح یعنی اعضائے بدن کا محتاج ہے۔ مثلاً علم کے لیے دل ودماغ کا۔ دیکھنے اور سننے کے لیے آنکھ، کان کا، لیکن خداوند قدوس کہ ہر پست سے پست آواز کو سنتا اور ہر باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو دیکھتا ہے، مگر کان آنکھ سے اس کا سننا دیکھنا اور زبان سے کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں۔ اور جسم وجسمانیت سے وہ پاک) قریب ہے۔ (اپنے کمالِ قدرت وعلم ورحمت سے) نہ (کہ) مسافت سے (کہ اس کا قرب ماپ و پیائش میں سما سکے) ملک (وسلطان و شہنشاہ زمین وآسمان) ہے مگر بے وزیر (جیسا کہ سلاطین دنیا کے وزیر باتدبیر ہوتے ہیں کہ اس کے امورِ سلطنت میں اس کا بوجھ اٹھاتے اور ہاتھ بٹاتے ہیں۔)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قلیل مدت میں اپنی مصروفیات کے باوجود کامیابی سے سرفراز ہوا۔

میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا، اس کا فیصلہ آپ کریں گے، اور میری کوتاہ فہمی وقصور علمی آپ کے خیال مبارک میں آئے تو اس سے اس ہیچمداں کو مطلع فرمائیں گے۔

اور اس حقیقت کے اظہار میں یہ فقیر فخر محسوس کرتا ہے کہ اس رسالہ مبارکہ میں حاشیے بین السطور اور تشریح مطالب (جو اصل عبارت سے جدا، قوسین میں محدود ہے، اور اصل عبارت خط کشیدہ) جو کچھ پائیں گے وہ اکثر وبیشتر مقامات پر اعلیحضرت قدس سرہ ہی کے کتب ورسائل اور حضرت استاذی واستاذ العلماء صدر الشریعۃ مولٰنا الشاہ امجد علی قادری برکاتی رضوی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ کتاب بہارِ شریعت سے ماخوذ ملتقط ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام اس فقیر کو اپنی دعائے خیر میں یاد فرماتے رہیں گے کہ سفر آخرت درپیش ہے اور یہ فقیر خالی ہاتھ، خالی دامن، بس ایک انہیں کا سہارا ہے اور ان شاء اللہ تعالٰی وہی بگڑی بنائیں گے ورنہ ہم نے تو کمائی سب عیبوں میں گنوائی ہے۔

والسلام،

العبد محمد خلیل خاں قادری البرکاتی المارہروی عفی عنہ۔

والی (ہے۔مالک و حاکم علی الاطلاق ہے۔جو چاہے اور جیسا چاہے کرے مگر) بے مشیر (نہ کوئی اس کو مشورہ دینے والا۔نہ وہ کسی کے مشورہ کا محتاج،نہ کوئی اس کے ارادے سے اسے باز رکھنے والا۔ولایت، ملکیت، مالکیت، حاکمیت، کے سارے اختیارات اسی کو حاصل، کسی کو کسی حیثیت سے بھی اس ذات پاک پر دسترس نہیں، ملک و حکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اس کے تحتِ ملک و حکومت ہیں،اور اس کی مالکیت و سلطنت دائمی ہے جسے زوال نہیں) حیات و کلام و سمع و بصر و ارادہ و قدرت و علم (کہ اس کے صفات ذاتیہ ہیں اور ان کے علاوہ تکوین و تخلیق و رزاقیت یعنی مارنا، جِلانا، صحت دنیا، بیمار کرنا، غنی کرنا، فقیر کرنا، ساری کائنات کی ترتیب فرمانا اور ہر چیز کو بتدریج اس کی فطرت کے مطابق کمالِ مقدار تک پہنچانا،انہیں ان کے مناسبِ احوال روزی رزق مہیا کرنا) وغیرہا (صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور جنہیں صفاتِ اضافیہ اور صفاتِ فعلیہ بھی کہتے ہیں اور جنہیں صفات تخلیق و تکوین کی تفصیل سمجھنا چاہیے،اور صفاتِ سلبیہ یعنی وہ صفات جن سے اللہ تعالٰی کی ذات منزہ اور مبرّا ہے، مثلاً وہ جاہل نہیں عاجز نہیں، بے اختیار و بے بس نہیں، کسی کے ساتھ متحد نہیں جیسا کہ برف پانی میں گھل کر ایک ہوجاتا ہے، غرض وہ اپنی صفاتِ ذاتیہ، صفاتِ اضافیہ اور صفات سلبیہ) تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف (ہے،اور جس طرح اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں،اور ذات و صفات باری تعالٰی کے سوا سب چیزیں حادث و نوپید، یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں، صفات الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ بے دین ہے۔اس کی ذات و صفات) تمام شیون (تمام نقائص تمام کوتاہیوں سے) و شین و عیب (ہر قسم کے نقص و نقصان) سے اوّلاً وآخراً بری (کہ جب وہ مجتمع ہے تمام صفات کمال کا جامع ہے ہر کمال و خوبی کا، تو کسی عیب کسی نقص، کسی کوتاہی کا اس میں ہونا محال، بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو نہ نقصان وہ بھی اس کے لیے محال)

ذات پاک اس کی نِدّ و ضد (نظیر و مقابل) شبیہ و مثل (مشابہ و مماثل) کیف و کم (کیفیت و مقدار) شکل و جسم و جہت و مکان و امد (غایت و انتہا اور) زمان سے منزّہ (جب عقیدہ یہ ہے کہ ذات باری تعالٰی قدیم ازلی ابدی ہے اور اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ان تمام چیزوں سے جو حادث ہیں یا جن میں مکانیت ہے یعنی ایک جگہ سے دوسری طرف نقل و حرکت، یا ان میں کسی قسم کا تغیر پایا جانا، یا اس کے اوصاف کا متغیر ہونا، یا اس کے اوصاف کا مخلوق کے اوصاف کے مانند ہونا، یہ تمام امور اس کے لیے

محال ہیں، یا یوں کہئے کہ ذاتِ باری تعالیٰ ان تمام حوادث وحوائج سے پاک ہے جو خاصہ بشریت ہیں) نہ والد ہے نہ مولود (نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا، کیونکہ کوئی اس کا مجانس وہم جنس نہیں، اور چونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث و مخلوق کی شان) نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی (یعنی کوئی اس کا ہمتا کوئی اس کا عدیل نہیں۔ مثل و نظیر و شبیہ سے پاک ہے اور اپنی ربوبیت والوہیت میں صفاتِ عظمت و کمال کے ساتھ موصوف) اور جس طرح ذات کریم اس کی، مناسبتِ ذوات سے مبّرا اسی طرح صفاتِ کمالیہ اس کی، مشابہت صفات سے معرّا(اس کا ہر کمال عظیم اور ہر صفت عالی، کوئی مخلوق کیسی ہی اشرف واعلیٰ ہو اس کی شریک کسی حیثیت سے، کسی درجہ میں نہیں ہو سکتی) مسلمان پر لا الٰہ الاّ اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو احد، صمد، لاشریك لہ جاننا فرض اول ومدار ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں کہ لا الٰہ الا اللہ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) نہ صفات میں کہ "لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ" [1]۔اس جیسا کوئی نہیں، نہ اسماء میں کہ "ہَلۡ تَعۡلَمُ لَہٗ سَمِیًّا ﴿۶۵﴾" [2]۔کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟ نہ احکام میں کہ "وَّ لَا یُشۡرِکُ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾" [3]۔اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا، نہ افعال میں کہ "ہَلۡ مِنۡ خَالِقٍ غَیۡرُ اللّٰہِ" [4]۔کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے، نہ سلطنت میں کہ "وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ" [5]۔اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں، تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں یونہی اس کی صفات بھی صفاتِ مخلوق کے مماثل نہیں۔

اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے جیسے علیم، حکیم، کریم، سمیع، بصیر اور ان جیسے اور، تو یہ محض لفظی موافقت ہے نہ کہ معنوی شرکت، اس میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت نہیں ولہذا مثلاً) اوروں کے علم وقدرت کو اس کے علم وقدرت سے (محض لفظی یعنی) فقط ع، ل، م، ق، د، ر، ت میں مشابہت ہے۔(نہ کہ شرکت معنوی) اس (صوری و لفظی موافقت) سے آگے (قدم بڑھے تو) اس کی تعالیٰ وتکبر (برتری وکبریائی) کا سراپردہ کسی کو

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۱۱

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۵

[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۶

[4] القرآن الکریم ۳۵/ ۳

[5] القرآن الکریم ۲۵/ ۲

بار نہیں دیتا۔ (اور کوئی اس شاہی بارگاہ کے ارد گرد بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پرندہ وہاں پر نہیں مار سکتا کوئی اس میں دخل انداز نہیں) تمام عزتیں اس کے حضور پست (فرشتے ہوں یا جِن یا انسان یا اور کوئی مخلوق، کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں، سب اس کے فضل کے محتاج ہیں، اور زبانِ حال و قال سے اپنی پستیوں، اپنی احتیاجوں کے معترف اور اس کے حضور سائل، اس کی بارگاہِ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے، اور ساری مخلوقات چاہے، وہ زمینی ہوں یا آسمانی اپنی اپنی حاجتیں اور مرادیں اسی حق تعالٰی سے طلب کرتی ہیں) اور سب ہستیاں اس کے آگے نیست (نہ کوئی ہستی ہستی، نہ کوئی وجود وجود) "كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ"[1]۔ (بقا صرف اس کی وجہ کریم کے لیے ہے باقی سب کے لیے فنا، باقی باقی، باقی فانی) وجود واحد (اسی حیّ و قیوم ازلی ابدی کا) موجود واحد (وہی ایک حی و قیوم ازلی ابدی) باقی سب اعتبارات ہیں (اعتبار کیجئے تو موجود ورنہ محض معدوم) ذراتِ اکوان (یعنی موجودات کے ذرہ ذرہ) کو اس کی ذات سے ایک نسبت مجهولۃ الکیف ہے۔ (نامعلوم الکیفیت) جس کے لحاظ سے من و تو (ماوشماو ایں وآں) کو موجود و کائن کہا جاتا (اور ہست و بود سے تعبیر کیا جاتا) ہے۔ (اگر اس نسبت کا قدم درمیان سے اٹھالیں۔ ہست، نیست اور بود، نابود ہو جائے، کسی ذرہ موجود کا وجود نہ رہے کہ اس پر ہستی کا اطلاق) روا ہو۔) اور اس کے آفتاب وجود کا ایک پرتو (ایک ظل، ایک عکس، ایک شعاع ہے کہ کائنات کا ہر ذرّہ نگاہِ ظاہر میں جلوہ آرائیاں کررہا ہے۔ (اور اس تماشاگاہِ عالم کے ذرہ ذرہ سے اس کی قدرتِ کاملہ کے جلوے ہویدا ہیں) اگر اس نسبت وپرتو سے (کہ ہر ذرہ کون و مکان کو اس آفتاب وجود حقیقی سے حاصل ہے) قطع نظر کی جائے (اور ایک لحظہ کو اس سے نگاہ ہٹالی جائے) تو عالم ایک خوابِ پریشان کا نام رہ جائے، ہو کا میدان عدم بحت کی طرح سنسان (محض معدوم و یکسر ویران، تو مرتبہ وجود میں صرف ایک ذاتِ حق ہے باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود ہیں، مرتبہ کون میں نور ابدی آفتاب ہے، اور تمام عالم اس کے آئینے اس نسبتِ فیضان کا قدم، درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہو جائے کہ اسی نور کے متعدد پرتوں نے بے شمار نام پائے ہیں، ذات باری تعالٰی واحد حقیقی ہے، تغیر واختلاف کو اصلًا اس کے سرا پردہ عزت کے گرد بار نہیں۔ پر مظاہر کے تعدد سے یہ مختلف صورتیں، بے شمار نام، بے حساب آثار پیدا ہیں، نورِ احدیت کی تابش غیر محدود ہے۔ اور چشم جسم و چشم عقل دونوں وہاں نابینا ہیں، اور اس سے زیادہ بیان

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸

سے باہر، عقل سے وراء ہے۔)
موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند (ابعاض واجزاء) سے مل کر مرکب ہوا (اور شے واحد کا نام اس پر روا ٹھہرا) نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے (جیسا کہ انسانِ واحد یا شَے واحد کہ گوشت پوست وخون واستخوان وغیرہا اجزاء وابعاض سے ترکیب پا کر مرکب ہوا اور ایک کہلایا اور اس کی تحلیل و تجزی اور تجزیہ، انہیں اعضاء واجزاء وابعاض کی طرف ہوگا جن سے اس نے ترکیب پائی اور مرکب کہلایا کہ یہی جسم کی شان ہے، اور ذاتِ باری تعالیٰ عزشانہ جسم و جسمانیات سے پاک و منزہ ہے۔) نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیّت (کہ اس کی ذات قدسی صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول کیے ہوئے یا اس میں سمائی ہوئی ہے یا کوئی چیز اسکی ذاتِ احدیت میں حلول کیے ہوئے اور اس میں پیوست ہے اور یوں معاذ اللہ وہ) اوج وحدت (وحدانیت و یکتائی کی رفعتوں) سے حضیض اثنینیت (دوئی اور اشتراک کی پستیوں) میں اتر آئے۔ **ھوولاموجود الا ھو** آیۃ کریمہ "سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۠"[1]۔ (پاکی اور برتری ہے اسے ان شریکوں سے) جس طرح شرک فی الالوہیت کو رَد کرتی ہے۔ (اور بتاتی ہے کہ خداوند قدوس کی خدائی اور اس معبود برحق کی الوہیت وربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ "وَهُوَالَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ"[2]۔ وہی آسمان والوں کا خدا اور وہی زمین والوں کا خدا، تو نفسِ الوہیت وربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا، اس کی صفاتِ کمال میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔ "لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ"[3]۔ اس جیسا کوئی نہیں) یونہی (یہ آیۃ کریمہ) اشتراک فی الوجود کی نفی فرماتی ہے (تو اس کی ذات بھی منزّہ اور اس کی تمام صفات کمال بھی مبرا ان تمام نالائق امور سے جو اہلِ شرک وجاہلیت اس کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ وجود اسی ذات برحق کے لیے ہے، باقی سب ظلال وپرتو۔

غیر تش غیر در جہاں نہ گزاشت لاجرم عین جملہ معنی شد

(اور وحدت الوجود کے جتنے معنی اور جس قدر مفاہیم عقل میں آسکتے ہیں وہ یہی ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد، باقی سب اسی کے مظاہر اور آئینے کہ اپنی حدِ ذات میں اصلاً وجود و ہستی سے بہرہ نہیں

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۴۰
[2] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۴
[3] القرآن الکریم ۴۲/ ۱۱

رکھتے،اور حاش ثم حاش یہ معنی ہر گز نہیں کہ من و تو،ماوشما،این وآں،ہر شَے خدا ہے،یہ اہلِ اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے۔اور پہلی بات مذہب ہے اہلِ توحید کا،کہ اہلِ اسلام وہ صاحبِ ایمان حقیقی ہیں)

عقیدہ ثانیہ [۲] ____________ سب سے اعلیٰ،سب سے اَولیٰ

بایں ہمہ (کہ اُس کی ذاتِ کریم دوسری ذوات کی مناسبت سے معرّا ہے اور اس کی صفاتِ عالیہ اوروں کی صفات کی مشابہت سے مبّرا)اس نے اپنی حکمت کاملہ (و رحمت شاملہ)کے مطابق عالم (یعنی ماسوی اللہ) کو جس طرح وہ (اپنے علم قدیم ازلی سے) جانتا ہے۔ایجاد فرمایا (تمام کائنات کو خلعت وجود بخشا۔اپنے بندوں کو پیدا فرمایا انہیں کان،آنکھ،ہاتھ،پاؤں زبان وغیرہ عطافرمائے اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ الہام فرمایا۔پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔پھر لاکھوں باتیں ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی تھی۔لہٰذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا ذرا سی بات بتادی۔اور کسی کو عذر کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی)اور مکلفین کو (جو تکلیف شرعی کے اہل،امر و نہی کے خطاب کے قابل،بالغ عاقل ہیں)اپنے فضل وعدل سے دو فرقے کردیا "فَرِيۡقٌ فِى الۡجَـنَّةِ" [1]۔(ایک جنتی و ناجی،جس نے حق قبول کیا) "وَفَرِيۡقٌ فِى السَّعِيۡرِ ۝" [2]۔(دوسرا جہنمی وہالک،جس نے قبولِ حق سے جی چرایا۔)اور جس طرح پر تو وجود (موجود حقیقی جل جلالہ) سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ ہست و موجود کہلایا)اسی طرح فریق جنت کو اس کے صفات کمالیہ سے نصیبہ خاص ملا (دنیاوآخرت میں اس کے لیے فوز وفلاح کے دروازے کھلے اور علم و فضل خاص کی دولتوں سے اس کے دامن بھرے) دبستان (مدرسہ) "عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ" [3]۔(اور دارالعلوم "عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ۝" [4] (میں تعلیم فرمایا (کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اُسے سکھایا پھر) "وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا ۝" [5]۔نے اور رنگ آمیزیاں کیں (کہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم اس پر جلوہ گستر رہا، مولائے کریم نے گوناگوں نعمتوں سے اسے نوازا۔بے شمار فضائل و محاسن سے اسے سنوارا۔ قلب و قالب، جسم و جاں،ظاہر و باطن کو رذائل اور خصائل قبیحہ مذمومہ سے پاک صاف اور محامد واخلاق حسنہ سے اسے آراستہ و

---

[1] القرآن الکریم ۴۲ / ۷

[2] القرآن الکریم ۴۲/ ۷

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۳

[4] القرآن الکریم ۹۶/ ۵

[5] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۳

پیراستہ کیا۔اور قُربِ خداوندی کی راہوں پر اُسے ڈال دیا)اور یہ سب تصدق (صدقہ و طفیل)ایک ذات جامع البرکات کا تھا جسے اپنا محبوب خاص فرمایا۔(مرتبہ محبوبیت کُبرٰی سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق حتّٰی کہ نبی و مرسل و ملک مقرب جویائے رضائے الٰہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب)

مرکز دائرہ (کُن) و دائرہ مرکز کاف ونون بنایا،اپنی خلافت کاملہ کا خلعتِ رفیع المنزلت اُس کے قامتِ موزوں پر سجایا کہ تمام افرادِ کائنات اس کے ظل ظلیل (سایہ ممدورافت)اور ذیل جلیل (دامن معمور رحمت) میں آرام کرتے ہیں۔اعاظم مقربین (کہ اُس کی بارگاہِ عالی جاہ میں قربِ خاص سے مشرف ہیں) (ان) کو (بھی) جب تک اس مامن جہاں (پناہ گاہِ کون و مکان) سے توسّل نہ کریں(انہیں اس کی جناب والا میں وسیلہ نہ بنائیں) بادشاہ (حقیقی عزّاسمہ وجل مجدہ)تک پہنچنا ممکن نہیں کنجیاں،خزائنِ علم و قدرت،تدبر و تصرف کی،اس کے ہاتھ میں رکھیں،عظمت والوں کو مہ پارے (چاند کے ٹکڑے،روشن تارے)اور اس کو اس نے آفتاب عالم تاب کیا کہ اس سے اقتباس انوار کریں (عرفان و معرفت کی روشنیوں سے اپنے دامن بھریں)اور اس کے حضور انا زبان پر (اور اپنے فضائل و محاسن،ان کے مقابل،شمار میں) نہ لائیں اس (محبوب اجل واعلٰی)کے سراپردہ عزت واجلال کو وہ عزت ورفعت بخشی کہ عرش عظیم جیسے ہزاراں ہزار اس میں یوں گم ہوجائیں جیسے بیدائے ناپیدا کنار (وسیع و عریض بیابان،جس کا کنارہ نظر نہ آئے اس) میں ایک شلنگ ذرہ کم مقدار (کہ لق ودق صحرا میں اس کی اُڑان کی کیا وقعت اور کیا قدرت و منزلت)

علم وہ وسیع و غزیر (کثیر در کثیر) عطافرمایا کہ علومِ اوّلین وآخرین اس کے بحر علوم کی نہریں یا جوشش فیوض کے چھینٹے قرار پائے (شرق تا غرب،عرش تا فرش انہیں دکھایا،ملکوت السمٰوٰت والارض کا شاہد بنایا) روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کا،سب ماکان ومایکون انہیں بتایا) ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت (غائب و حاضر) پر اطلاع تام (وآگاہی تمام انہیں) حاصل،الا ماشاء اللہ (اور ہنوز ان کے احاطہ علم میں وہ ہزار در ہزار،بے حد و بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت وہ جانیں یا اُن کا عطا کرنے والا اُن کا مالک و مولٰی جل وعلا) بصر (و نظر) وہ محیط (اور اس کا احاطہ اتنا بسیط) کہ شش جہت مقابل (کہ بصارت کو ان پر اطلاع تام حاصل) دنیا اس کے سامنے اٹھالی کہ تمام کائنات تا بروزِ قیامت،آنِ واحد میں پیش نظر (تو وہ دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو،اور ایمانی نگاہوں میں نہ یہ قدرت الٰہی

پر دشوار نہ عزت ووجاہت انبیاء کے مقابل بسیار) سمع والا کے نزدیک پانچ سو برس راہ کی صدا جیسے کان پڑی آواز ہے اور (بعطائے قادرِ مطلق) قدرت (واختیارات) کا تو کیا پوچھنا، کہ قدرت قدیر علی الاطلاق جل جلالہ کی نمونہ وآئینہ ہیں، عالم علوی و سفلی (اقطار واطرافِ زمین وآسمان) میں اس کا حکم جاری۔ فرمانروائی کن کو اس کی زباں کی پاسداری، مردہ کو قم کہیں (کہ بحکم الٰہی کھڑا ہو جاتو وہ) زندہ اور چاند کو اشارہ کریں (تو) فوراً دو پارہ ہو۔ جو (یہ) چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ منشورِ خلافت مطلقہ (تامہ، عامہ، شاملہ، کاملہ) و تفویض تام کا فرمان شاہی) ان کے نام نامی (اسم گرامی) پر پڑھا گیا اور سکہ وخطبہ ان کا ملاءِ ادنی سے عالمِ بالا تک جاری ہوا۔ (تو وہ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں اور تمام ماسوی اللہ تمام عالم ان کے تحت تصرف ان کے زیر اختیار، ان کے سپرد کہ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں اور جس سے جو چاہیں واپس لیں تمام جہان میں کوئی ان کا پھیرنے والا نہیں اور ہاں کوئی کیونکر ان کا حکم پھیر سکے کہ حکم الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔ تمام جہان ان کا محکوم اور تمام آدمیوں کے وہ مالک، جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سنت سے محروم مل۔ ملکوت السموات والارض ان کے زیر فرمان، تمام زمین اُن کی ملک اور تمام جنت ان کی جاگیر) دنیا ودیں میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہِ عرش اشتباہ سے ملتا ہے۔ (جنت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا وآخرت حضور ہی کی عطا کا ایک حصہ ہے۔

فانّ من جودك الدنيا وضرّتها [1]

(بے شک دُنیا وآخرت آپ کے جود وسخا سے ہے)

تو تمام ماسوی اللہ نے جو نعمت، دنیاوی واخروی، جسمانی یا روحانی، چھوٹی یا بڑی پائی انہیں کے دستِ عطا سے پائی۔ انہیں کے کرم، انہیں کے طفیل، انہیں کے اسطے سے ملی۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھوں ملا، ملتا ہے اور ابد الاباد تک ملتا رہے گا جس طرح دین وملت، اسلام وسنت، صلاح وعبادت، زہد وطہارت اور علم ومعرفت ساری دینی نعمتیں ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ یونہی مال ودولت، شفاء وصحت، عزت ورفعت اور فرزند وعشرت یہ سب دنیاوی نعمتیں بھی انہیں کے دستِ اقدس سے ملی ہیں۔

---

[1] مجموع المتون قصیدۃ بردۃ فی مدحہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الشئون الدینیہ دولۃ قطر ص ۱۰

قال الرضا:ے

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط، یہ ہوس بے بصر کی ہے[1]

وقال الفقیرے

بے اُن کے توسُّل کے، مانگے بھی نہیں ملتا بے اُن کے توسط کے، پرسش ہے نہ شنوائی

وہ بالادست حاکم کہ تمام ماسوی اللہ ان کا محکوم اور ان کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں۔(ملکوت السمٰوات والارض میں ان کا حکم جاری ہے، تمام مخلوقِ الٰہی کو ان کے لیے حکمِ اطاعت وفرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں، اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہےے

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا، تیرا[2]

جو سر ہے اُن کی طرف جھکا ہوا، اور جو ہاتھ ہے وہ ان کی طرف پھیلا ہوا۔)

سب اُن کے محتاج اور وہ خدا کے محتاج (وہی بارگاہِ الٰہی کے وارث ہیں اور تمام عالم کو انہیں کی وساطت سے ملتا ہے) قرآن عظیم ان کی مدح وستائش کا دفتر (اور) نام ان کا ہر جگہ نامِ الٰہی کے برابرے

ورفعنالک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر ذکر اونچا ہے ترا، بول ہے بالا تیرا[3]

احکامِ تشریعیہ، شریعت کے فرامین، اوامر ونواہی سب ان کے قبضہ میں، سب ان کے سپرد، جس بات میں جو چاہیں اپنی طرف سے فرمادیں، وہی شریعت ہے، جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں، اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کردیں، اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں وہی شرع ہے، غرض وہ کارخانہ الٰہی کے مختارِ کل ہیں، اور خُسروانِ عالم اس کے دستِ نگر ومحتاج)

[1] حدائقِ بخشش حاضری بارگاہ بہیں جائے حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۹۴

[2] حدائقِ بخشش وصل اول درنعت رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۲

[3] حدائقِ بخشش وصل چہارم، در منافحت اعداء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۹

(وہ کون؟) اعنٰی سیّد المرسلین (رہبر رہبراں)، خاتم النبیین (خاتم پیغمبراں) رحمۃ للعلمین (رحمتِ ہر دو جہاں)، شفیع المذنبین (شافع خطاکاراں،) قائد الغر المحجلین (ہادی نوریاں و روشن جبیناں)، سرّ اللہ المکنون (رب العزت کا راز سربستہ) دُرّ اللہ المخزون (خزانہ الٰہی کا موتی، قیمتی و پوشیدہ) سرور القلب المحزون (ٹوٹے دلوں کا سہارا) عالم ماکان وما سیکون (ماضی و مستقبل کا واقف کار) تاج الاتقیاء (نیکوکاروں کے سر کا تاج) نبی الانبیاء (تمام نبیوں کا سرتاج) محمّد (المصطفٰی) رسول رب العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارك وسلم الٰی یوم الدین۔

بایں ہمہ (فضائل جمیلہ و فواضل جلیلہ و محاسنِ حمیدہ و محامد محمودہ وہ) خدا کے بندہ و محتاج ہیں (اور یسئلہ من فی السمٰوٰت والارض کے مصداق [1]۔ حاش للہ کہ عینیت یا مثلیت کا گمان (تو گمان یہ وہم بھی ان کی ذاتِ کریمہ، ذاتِ الٰہی عزشانہ کی عین یا اس کے مثل و مماثل یا شبیہ و نظیر ہے) کافر کے سوا مسلمان کو ہوسکے۔ خزانہ قدرت میں ممکن۔ (وحادث و مخلوق) کے لیے جو کمالات متصور تھے (تصور و گمان میں آسکتے تھے یا آسکتے ہیں) سب پائے کہ دوسری کو ہم عنانی (و ہمسری اور ان مراتبِ رفیعہ میں برابری) کی مجال نہیں، مگر دائرہِ عبدیت وافتقار (بندگی و احتیاج) سے قدم نہ بڑھا، نہ بڑھا سکے۔ العظمۃ للہ خدائے تعالٰی سے ذات و صفات میں مشابہت (ومماثلت) کیسی۔ (اس سے مشابہ و مماثل ہونے کا شبہ بھی اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل ایمان منزل میں اس کا خطرہ گزرسکے، جب کہ اہل حق کا ایمان ہے کہ حضور اقدس سرور عالم عالم اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ان احساناتِ الٰہی کا جو بارگاہِ الٰہی سے ہر آن، ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر لمحہ ان کی بارگاہِ بیکس پناہ پر مبذول رہتے ہیں، ان انعامات اور ان) نعمائے خداوندی کے لائق جو شکر و ثناء ہے اسی پورا پورا بجانہ لاسکے نہ ممکن کہ بجالائیں کہ جو شکر کریں وہ بھی نعمت آخر موجب شکر دیگر الٰی مالا نہایۃ لہ نعم وافضال خداوندی (ربّانی نعمتیں اور بخششیں خصوصًا آپ پر) غیر متناہی ہیں۔ ان کی کوئی حدو نہایت نہیں، انہیں کوئی گنتی و شمار میں نہیں لاسکتا۔ قال اللہ تعالٰی "وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ﴿۴﴾" [2]۔ (اے نبی بے شک ہر آنے والا لمحہ تمہارے لیے گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہے اور ساعت بساعت آپ کے مراتبِ رفیعہ ترقیوں میں ہیں) مرتبہ قاب قوسین

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۴

او ادنٰی کا پایا[1]۔ (اور یہ وہ منزل ہے کہ نہ کسی نے پائی اور نہ کسی کے لیے ممکن ہے اس تک رسائی وہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ شب اسرٰی مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔)[2]۔ قسم کھانے کو فرق کا نام رہ گیا۔

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے، کدھر گئے تھے[3]

دیدارِ الٰہی بچشم سر دیکھا، کلامِ الٰہی بے واسطہ سُنا، (بدن اقدس کے ساتھ، بیداری میں، اور یہ وہ قرب خاص ہے کہ کسی نبی مرسل وملک مقرب کو بھی نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہو)

محملِ لیلٰی (ادراک سے ماوراء) کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل (دُور) (اور) خرد خردہ میں (عقل نکتہ دان، دقیقہ شناس) دنگ ہے۔ (کوئی جانے تو کیا جانے اور کوئی خبر دے تو کیا خبر دے) نیا سماں ہے نیا رنگ) (ہوش و حواس ان وسعتوں میں گم اور دامانِ نگاہ تنگ) قُرب میں بعد (نزدیکی میں دوری) بعد میں قرب (دوری میں نزدیکی) وصل میں ہجر (فرقت میں وصال) ع عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے[4]۔

عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں، دست و پا بستہ خود گم کردہ حواس ہے، ہوش و خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں وہم و گمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں، ٹھوکر کھائی اور گرے۔

سراغ این ومتٰی کہاں تھا، نشان کیف والٰی کہاں تھا
نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگ منزل، نہ مرحلے تھے[5]

جس راز کو اللہ جل شانہ ظاہر نہ فرمائے بے بتائے کس کی سمجھ میں آئے اور کسی بے وقار کی کیا مجال کہ درون خانہ خاص تک قدم بڑھائے)

گوہر شناور دریا (گویا موتی پانی میں تیر رہا ہے) مگر (یوں کہ) صدف (یعنی سیپی) نے وہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۹

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی و کلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۰

[3] حدائق بخشش معراج نظم نذر گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۰۵

[4] حدائق بخشش معراج نظم نذر گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۱۰

[5] حدائق بخشش معراج نظم نذر گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۱۰

پردہ ڈال رکھا ہے کہ نم سے آشنا نہیں (قطرہ تو قطرہ، نمی سے بھی بہرہ ور نہیں) اے جاہلِ ناداں، علم (وکنہ حقیقت) کو علم والے پر چھوڑ اور اس میدان دشوار جولان سے (جس سے سلامتی سے گزر جانا جوئے شیر لانا ہے اور سخت مشقتوں میں پڑنا) سمندِ بیان (کلام وخطاب کی تیز وطرار سواری) کی عنان (باگ دوڑ) موڑ (اس والا جناب کی رفعتوں، منزلتوں اور قُربتوں کے اظہار کے لیے) زبان بند ہے پر اتنا کہتے ہیں کہ خلق کے آقا ہیں، خالق کے بندے، عبادت (وپرستش) ان کی کفر (اور ناقابلِ معافی جرم) اور بے ان کی تعظیم کے حبط (برباد، ناقابل اعتبار، منہ پر مار دیئے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت و عظمت کا نام (اور فعل تعظیم، بعد ایمان، ہر فرض سے مقدم) اور مسلمان وہ جس کا کام ہے نامِ خدا کے ساتھ، ان کے نام پر تمام والسلام علٰی خیر الانام والاٰل والاصحاب علی الدّوام۔

عقیدہ ثالثہ ۳ ________ صدر نشینانِ بزم عزّوجاہ

اس جناب عرش قباب کے بعد (جن کے قبّہ اطہر اور گنبدِ انور کی رفعتیں عرش سے ملتی ہیں) مرتبہ اور انبیاء و مرسلین کا ہے۔ صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہم اجمعین کہ باہم ان میں تفاضل (اور بعض کو بعض پر فضیلت) مگر ان کا غیر، گو کسی مرتبہ ولایت تک پہنچے، فرشتہ ہو (اگرچہ مقرب خواہ آدمی صحابی ہو خواہ اہلبیت (اگرچہ مکرم تر و معظم ترین) ان کے درجے تک (اس غیر کو) وصول محال، جو قربِ الٰہی انہیں حاصل، کوئی اس تک فائز نہیں، اور جیسے یہ خدا کے محبوب، دوسرا ہرگز نہیں، یہ وہ صدر (وبالا) نشینانِ بزم عزوجاہ ہیں (اور والا مقامانِ محفل عزت ووجاہت اور مقربانِ حضرت عزت) کہ رب العالمین تبارک وتعالٰی خود ان کے مولٰی و سردار (نبی مختار علیہ الصلوۃ والسلام الٰی یوم القرار) کو حکم فرماتا ہے: "اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ"[1]۔ (اللّٰہ اللّٰہ! کوئی کیا اندازہ کرسکتا ہے اس مقدس ذات برگزیدہ صفات کا جسے اس کے رب تبارک وتعالٰی نے محامد جمیلہ، محاسنِ جلیلہ، اخلاقِ حسنہ، خصائل محمودہ سے نوازا، سرِ اقدس پر محبوبیت کبرٰی کا تاج والا ابتہاج رکھا، جسے خلافتِ عظمٰی کا خلعت والا مرتبت پہنایا جس کے طفیل ساری کائنات کو بنایا، جس کے فیوض وبرکات کا دروازہ تمام ماسوی اللّٰہ کو دکھایا۔ انہیں سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۹۰

یہ خطاب فرمایا کہ) یہ وہ ہیں جنہیں خدا نے راہ دکھائی تو تو ان کی پیروی کر۔اور فرماتا ہے: "فَاتَّبِعُوۡا مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا"[1]۔تو پیروی کر شریعتِ ابراہیم کی، جو سب ادیانِ باطلہ سے کنارہ کش ہو کر دینِ حق کی طرف جھک آیا۔

(غرض انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام الیٰ یوم الدین میں سے، ہر نبی، ہر رسول بارگاہِ عزت جل مجدہ میں بڑی عزت و وجاہت والا ہے، اور اس کی شان بہت رفیع، ولہٰذا ہر نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل جملہ فرائض ہے اور) ان کی ادنٰی توہین مثل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کفر قطعی (ان میں سے کسی کی تکذیب و تنقیص، کسی کی اہانت، کسی کی بارگاہ میں ادنٰی گستاخی ایسے ہی قطعًا کفر ہے جیسے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی و دریدہ دہنی، والعیاذ باللہ تعالیٰ) اور کسی کی نسبت، صدیق ہوں خواہ مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان (حضرات قدسی صفات) کی خادمی و غاشیہ برادری (اطاعت و فرمانبرداری کہ یہ ان کے پیش خدمت و اطاعت گزار ہیں، اس) سے بڑھا کر (افضلیت و برتری در کنار) دعوی ہم سری (کہ یہ بھی مراتب رفیعہ اور ان کے درجاتِ علیہ میں ان کے ہمسر و برابر ہیں) محض بے دینی (الحاد و زندیقی ہے) جس نگاہِ اجلال و توقیر (تکریم و تعظیم) سے انہیں دیکھنا فرض (ہے اور دائمی فرض) حاشا کہ اس کے سَو حصے سے ایک حصہ (۱۰۰/ ۱) دوسرے کو دیکھیں آخر نہ دیکھا کہ صدیق و مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس سرکارِ ابد قرار (وسّرِ ہر کاز) کے غلام ہیں، اسی کو حکم ہوتا ہے ان کی راہ پر چل اور ان کی اقتداء سے نہ نکل (تابہ دیگراں چہ رسد)

(اے عقل خبردار! یہاں مجال دم زدن نہیں)

عقیدہ رابعہ ۴ ــــــــــــــ اعلیٰ طبقہ، ملائکہ مقربین

ان (انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام) کے بعد اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین کا ہے مثل ساداتنا و موالینا (مثلًا ہمارے سرداروں اور پیش رو مددگاروں میں سے حضرت) جبرائیل (جن کے ذمہ پیغمبروں کی خدمت میں وحی الٰہی لانا ہے) و (حضرت) میکائیل (جو پانی برسانے والے اور مخلوقِ خدا کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں) و (حضرت) اسرافیل (جو قیامت کو صور پھونکیں گے) و (حضرت) عزرائیل (جنہیں قبضِ ارواح کی خدمت سپرد کی گئی ہے) و حملہ (یعنی حاملان) عرش جلیل، صلوات اللہ وسلامہ علیہم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۹۵

اجمعین، ان کے علوِ شان و رفعت مکان (شوکت و عظمت اور عالی مرتبت) کو بھی کوئی ولی نہیں پہنچتا) (خواہ کتنا ہی مقرب بارگاہِ احدیّت ہو) اور ان کی جناب میں گستاخی کا بھی بعینہٖ وہی حکم (جو انبیاء مرسلین کی رفعت پناہ بارگاہوں میں گستاخی کا ہے کہ کفر قطعی ہے ان ملائکہ مقربین میں بالخصوص) جبرئیل علیہ السلام مِن وَجہٍ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے استاذ عـــہ ہیں قال تعالٰی "عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰیۙ۝"[1]۔ (سکھایا ان کو یعنی سید عالم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو سخت قوتوں والے طاقتور نے، یعنی جبرائیل علیہ السلام نے جو قوت واجلال خداوندی کے مظہرِ اتم، قوت جسمانی و عقل و نظر کے اعتبار سے کامل وحی الٰہی کے بار کے متحمل، چشم زدن میں سدرۃ المنتہٰی تک پہنچ جانے والے جن کی دانشمندی اور فراست ایمانی کا یہ عالم کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہوں میں وحی الٰہی لے کر نزول اجلال فرماتے اور پوری

عـــہ: قال الامام الفخر الرازی وقولہ شدید القوی، فیہ فوائد الاولٰی ان مدح المعلم مدح المتعلم فلو قال علمہ جبرائیل ولم یصفہ ماکان یحصل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ فضیلۃ ظاھرۃ، الثانیۃ ھی ان فیہ ردًّا علیھم حیث قالوا اساطیر الاولین سمعھا وقت سفرہ الی الشام فقال لم یعلمہ احد من الناس بل معلمہ شدید القوی[2]۔ الخ ولھذا قال الامام احمد رضا ماقال وھو حق ثابت، واللہ اعلم۔

العبد محمد خلیل عفی عنہ

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد شدید القوی میں کئی فائدے ہیں، پہلا فائدہ یہ ہے کہ معلم کی مدح متعلّم کی مدح ہوتی ہے، اگر اللہ تعالٰی یوں فرماتا کہ اس کو جبرائیل نے سکھایا ہے، اور وصف شدید القوی سے اس کو متصف نہ فرماتا تو اس سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فضیلت ظاہرہ حاصل نہ ہوتی، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں رد ہے ان لوگوں کا جنہوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے قصے ہیں جن کو انہوں نے شام کی طرف سفر کے دوران سُن لیا ہے، تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ انہیں لوگوں میں سے کسی نے نہیں سکھایا ان کا معلم تو شدید القوٰی ہے الخ، اسی لیے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جو کہا ہے وہ حقِ ثابت ہے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۵

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۵۳/ ۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۸/ ۲۴۵

دیانتداری سے اس امانت کو ادا کرتے رہے) پھر وہ کسی کے شاگرد کیا ہوں گے جسے ان کا استاذ بنایئے۔اسے سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا استاذ الاستاذ ٹھہرایئے یہ وہی ہیں جنہیں حق تبارک وتعالٰی رسول کریم[1]۔ مکین امین۔[2] فرماتا ہے (کہ وہ عزت والے مالک عرش کے حضور بڑی عزت والے ہیں ملاء اعلٰی کے مقتداء کہ تمام ملائکہ ان کے اطاعت گزار وفرماں بردار، وحیِ الٰہی کے امانت دار، کہ انکی امانت میں کسی کو مجال حرف زدن نہیں پیامِ رسانی وحی میں امکانِ نہ سہو کا نہ کسی غلط فہمی وغلطی کا اور نہ کسی سہل پسندی اور غفلت کا، منصب رسالت کے پوری طرح متحمل، اسرار وانوار کے ہر طرح محافظ، فرشتوں میں سب سے اونچا ان کا مرتبہ ومقام اور قُرب قبول پر فائز المرام، وہ صاحبِ عزت واحترام کہ) نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا دوسرے کے خادم نہیں۔ (اور تمام مخلوقات میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور ان کا مخدوم ومطاع نہیں۔ اور جنگِ بدر میں فرشتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ حضور کے لشکر کا ایک سپاہی بن کر شامل ہونا مشہور، زبان زد خاص وعام) اکابر صحابہ واعاظم اولیاء کو (کہ واسطہ نزول برکات ہیں) اگر ان کی خدمت (کی دولت) ملے دوجہاں کی فخر وسعادت جانیں پھر یہ کس کے خدمت گار یا غاشیہ بردار ہوں گے (اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم تو بادشاہِ کون ومکاں، مخدوم ومطاع ہر دوجہاں ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم۔

عقیدہ خامسہ ۵ ____________ اصحاب سیّد المرسلین واہلِ بیت کرام

ان (ملائکہ مرسلین وساداتِ فرشتگان مقربین) کے بعد (بڑی عزت ومنزلت اور قُرب قبول احدیت پر فائز) اصحابِ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور اُنہیں میں حضرت بتول، جگر پارہ رسول، خاتونِ جہاں، بانوے جہاں، سیدۃ النساء فاطمہ زہرا (شامل) اور اس دو جہاں کی آقازادی کے دونوں شہزادے، عرش (اعظم) کی آنکھ کے دونوں تارے، چرخ سیادت (آسمانِ کرامت) کے مہ پارے، باغِ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العین رسول، امامین کریمین (ہادیانِ باکرامت وباصفا)، سعیدین شہیدین (نیک بخت وشہیدانِ جفا) تقیین نقیین (پاک دامن، پاک باطن) نیرین (قمرین، آفتاب رُخ وماہتاب رُو) طاہرین (پاک سیرت، پاکیزہ خو) ابو محمد (حضرت

[1] القرآن الکریم ۸۱/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۰و۲۱

امام) حسن و ابوعبداللہ (حضرت امام) حسین، اور تمام مادرانِ اُمت، بانوانِ رسالت (امہات المومنین) ازواج مطہرات) علی المصطفٰی و علیہم کلہم الصلوۃ والتحیۃ (ان صحابہ کرام کے زمرہ میں) داخل کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالتِ اسلام میں اس چہرہ خدا نما (اور اس ذاتِ حق رسا) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ او راسلام ہی پر دنیا سے گیا۔ (مرد ہو خواہ عورت، بالغ ہو خواہ نابالغ) ان (اعلٰی درجاتِ والا مقامات) کی قدر و منزلت وہی خوب جانتا ہے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ کی عزت و رفعت سے آگاہ ہے۔ (اس کا سینہ انوارِ عرفان سے منور اور آنکھیں جمال حق سے مشرف ہیں، حق پر چلتا، حق پر جیتا اور حق کے لیے مرتا ہے اور قبول حق اس کا وطیرہ ہے) آفتاب نیمروز (دوپہر کے چڑھتے سورج) سے روشن تر کہ محب (سچا چاہنے والا) جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کو صحبتِ بد (برے ہم نشینوں اور بدکار رفیقوں) سے بچاتا ہے۔ (اور مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا مانتا ہے کہ) حق تعالٰی قادر مطلق (اور ہر ممکن اس کے تحت قدرت ہے) اور (یہ کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے محبوب و سید المحبوبین (تمام محبوبانِ بارگاہ کے سردار و سر کے تاج) کیا عقل سلیم (بشرطیکہ وہ سلیم ہو) تجویز کرتی (جائز و گوارہ رکھتی) ہے کہ ایسا قدیر (فعال لمّا یرید جو چاہے اور جیسا چاہے کرے) ایسے عظیم ذی وجاہت، جانِ محبوبی وکانِ عزت (کہ جو ہو گیا، جو ہوگا، اور جو ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پر ہوا۔ انہیں کی مرضی پر ہوگا اور انہیں کی مرضی پر ہو رہا ہے۔ ایسے محبوب ایسے مقبول) کے لیے خیارِ خلق کو) (کہ انبیاء و مرسلین کے بعد تمام خلائق پر فائق ہوں۔ حضور کا صحابی) جلیس و انیس (ہم نشین و غمخوار) و یار و مددگار مقرر نہ فرمائے (نہیں ہر گز نہیں تو جب کہ مولائے قادر و قدیر جل جلالہ نے انہیں، ان کی یاری و مددگاری، رفاقت و صحبت کے لیے منتخب فرمالیا تو اب) جو ان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے جناب باری تعالٰی کے کمال حکمت و تمام قدرت (پر الزام نقص و ناتمامی کا لگاتا ہے) یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی غایت محبوبیت (کمال شانِ محبوبی) و نہایت منزلت (وہ انتہائے عزت وجاہت اور ان مراتب رفیعہ اور مناصب جلیلہ) پر حرف رکھتا ہے۔ (جو انہیں بارگاہِ صمدیت میں حاصل ہیں تو یہ مولائے قدوس تعالٰی شانہ کی بارگاہ میں یا اس کے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخانہ زبان درازی و دریدہ دہنی ہے اور کھلی بغاوت) اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ اللہ فی اصحابی، لاتتخذوھم غرضاً من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ط ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ط ومن اذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللہ ط ومن اذی اللہ فیوشك ان یاخذہ ط۔ خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں انہیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد جو انہیں دوست رکھتا ہے میری

محبت سے انہیں دوست رکھتا ہے، اور جو ان کا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے، جس نے انہیں ایذادی اس نے مجھے ایذادی، اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ کو ایذادی، اور جس نے اللہ کو ایذادی تو قریب ہے کہ اللہ تعالٰی اس کو گرفتار کرلے۔ (یعنی زندہ عذاب و بلا میں ڈال دے) رواہ الترمذی[1] وغیرہ۔

اب اے خارجیو، ناصبیو! (حضرت ختنین و امامین جلیلین سے خصوصًا اپنے سینوں میں بغض و کینہ رکھنے اور انہیں چنین و چناں کہنے والو!) کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (مذکورہ بالا) اس ارشاد عام اور جناب باری تعالٰی نے آیۃ کریمہ "رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ"[2] سے (کہ اللہ تعالٰی ان سے یعنی ان کی اطاعت و اخلاص سے راضی اور وہ اس سے یعنی اس کے کرم و عطا سے راضی) جناب ذوالنورین (امیر المومنین حضرت عثمان غنی) و حضرت اسد اللہ غالب (امیر المومنین علی بن ابی طالب) و حضرات سبطین کریمین (امام حسن و امام حسین) رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین (کو مستثنٰی کردیا اور اس استثناء کو تمہارے کان میں پھونک دیا ہے) یا اے شیعو! اے رافضیو! ان احکام شاملہ سے (کہ سب صحابہ کو شامل ہیں اور جملہ صحابہ کرام ان میں داخل ہیں۔) خدا و رسول (جل و علا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے (امیر المومنین خلیفۃ المسلمین) جناب فاروق اکبر (وامیر المومنین کامل الحیاءِ والایمان) حضرت مجہز جیش العسرۃ (فی رضی الرحمٰن عثمان بن عفّان) و جناب ام المومنین، محبوبہ سیّد العالمین (طیبہ، طاہرہ، عفیفہ) عائشہ صدیقہ بنتِ صدیق و حضرات طلحہ و زبیر و معاویہ (کہ اوّل کے بارے میں ارشاد وارد کہ اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا[3]۔ اور ثانی کے باب میں ارشاد فرمایا یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روزِ قیامت تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمہارے چہرہ سے جہنم کی اُڑتی چنگاریاں دور کردوں گا[4]۔ امام جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں سَنَدُہ صحیح[5]۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور

---

[1] جامع الترمذی کتاب المناقب باب فی من سبّ اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ۳۸۸۸ دارالفکر بیروت ۵/ ۴۶۳، مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مغفل المزنی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۵۴ و ۵۷

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۰

[3] کنزالعمال حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/ ۲۴۶ و ۲۴۷

[4] کنزالعمال حدیث ۳۳۲۹۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۶۸۳

[5] کنزالعمال حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/ ۲۴۷

حضرت امیر معاویہ تواول ملوک اسلام اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں اسی کی طرف توراۃ مقدس میں اشارہ ہے کہ:

مولدہ بمکّۃ ومھاجرہ طیبۃ ومَلکہ بالشام۔

وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔

(تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی) وغیرھم رضوان اللہ تعالٰی علیہم الٰی یوم الدین کو خارج کردیا اور تمہارے کان میں (اللہ کے رسول نے چپ چاپ) کہہ دیا کہ اصحابی سے ہماری مراد اور آیت میں ضمیر ھم کے مصداق ان لوگوں کے سوا (اور دوسرے صحابہ) ہیں جو تم ان کے اے خوارج (اور اے روافض) دشمن ہوگئے۔اور عیاذًا باللہ (انہیں) لعن طعن سے یاد کرنے لگے (اور شومئ بخت سے) نہ یہ جانا کہ یہ دشمنی، درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دشمنی ہے اور ان کی ایذاء حق تبارک وتعالٰی کی ایذاء (اور جہنم کا دائمی عذاب جس کی سزا، مگر اے اللہ! تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنایت اس پاک فرقہ اہل سنت وجماعت پر، جس نے تیرے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب ہم نشینوں اور گلستانِ صحبت کے گل چینوں کو (ہمیشہ ہمیش کسی استثناء کے بغیر) نگاہِ تعظیم واجلال (اور نظرِ تکریم وتوقیر) سے دیکھنا اپنا شعار ودثار (اپنی علامت ونشان) کرلیا اور سب کو چرخ ہدایت کے ستارے اور فلک عزت کے سیّارے جاننا، عقیدہ کرلیا کہ ہر ہر فرد بشر ان کا (بار ونیکوکار) سرور عدول واخیار واتقیاء وابرار کا سردار (اور امت کے تمام عدل گستر، عدل پرور، نیکوکار، پرہیزگار اور صالح بندوں کے سر کا تاج ہے) تابعین سے لے کر تابقیامتِ امت کا کوئی ولی کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے، صاحبِ سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہرگز ہرگز ان میں سے ادنٰی سے ادنٰی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا، اور ان میں ادنٰی کوئی نہیں، رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد صادق کے مطابق اوروں کا کوہِ اُحد کے برابر سونا ان کے نیم صاع (تقریبًا دو کلو) جو کے برابر نہیں [1]۔جو قُربِ خدا انہیں حاصل

---

[1] صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تحریم سب الصحابۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۰، سنن ابن ماجۃ فضل اہل بدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵، سنن ابی داود کتاب السنۃ باب فی النھی عن سب اصحاب رسول اللہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۴

دوسرے کو میسر نہیں۔اور جو درجات عالیہ یہ پائیں گے غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے۔(اہلسنت کے خواص تو خواص، عوام تک) ان سب کو بالاجمال (کہ کوئی فرد ان کا شمول سے نہ رہ جائے، از اوّل تا آخر) پر لے درجے کا بّرو تقی (نیکوکار متقی) جانتے اور تفاصیل احوال (کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا، اس) پر نظر حرام مانتے (ہیں) جو فعل (ان حضرات صحابہ کرام میں سے) کسی کا اگر ایسا منقول بھی ہوا جو نظر قاصر (ونگاہ کوتاہ بیں) میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ٹھہرے (اور کسی کوتاہ نظر کو اس میں حرف زنی کی گنجائش ملے) اسے محمل حسن پر اتارتے ہیں۔(اور اسے ان کے خلوصِ قلب و حسن نیت پر محمول کرتے ہیں) اور اللہ کا سچا قول "رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ"[1]۔سُن کر آئینہ دل میں زنگ تفتیش کو جگہ نہیں دیتے۔(اور تحقیق احوال واقعی کے نام کا میل کچیل، دل کے آئینے پر چڑھنے نہیں دیتے) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حکم فرماچکے۔

اذا ذکر اصحابی فامسکوا[2]۔جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو۔

(سُوءِ عقیدت و بدگمانی کو قریب نہ پھٹکنے دو، تحقیق حال و تفتیش مآل میں نہ پڑو) ناچار اپنے آقا کا فرمان عالی شان، اور یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں (ڈراوے اور دھمکیاں) سُن کر زبان بند کرلی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کرلیا۔(اور بلاچونُ وچرا) جان لیا کہ ان کے رُتبے ہماری عقل سے وراء ہیں پھر ہم اُن کے معاملات میں کیا دخل دیں ان میں جو مشاجرات (صورۃً نزاعات واختلافات) واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش

رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند[3]

(تُو خاک نشین گدا گر ہے اے حافظ! شور مت کر کہ اپنی سلطنت کے بھید بادشاہ جانتے ہیں)

(ع تیرا منہ ہے کہ تُو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں)

حاشا کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو بُرا کہنے لگیں، یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۰

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۶

[3] دیوانِ حافظ ردیف شین معجمہ سب رنگ کتاب گھر دہلی ص ۲۵۸

دنیا طلب ٹھہرائیں بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے (اسلام و مسلمین کی سربُلندی ان کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے، تو) جس کے اجتہاد میں جو بات دینِ الٰہی و شرع رسالت پناہی جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے اصلح وانسب (زیادہ مصلحت آمیز اور احوالِ مسلمین سے مناسب تر) معلوم ہوئی، اختیار کی، گو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی۔ لیکن وہ سب حق پر ہیں (اور سب واجب الاحترام) ان کا حال بعینہٖ ایسا ہے جیسا فروعِ مذہب میں (خود علمائے اہلسنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم) ابو حنیفہ (امام) شافعی (وغیرہما) کے اختلافات نہ ہرگز ان منازعات کے سبب، ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا نہ ان کا دشمن ہوجانا (جس کی تائید مولٰی علی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ: **اخواننا بغوا علینا**[1]۔

یہ سب ہمارے بھائی ہیں کہ ہمارے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ سب حضرات آقائے دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، خدا اور رسول کی بارگاہوں میں معظم و معزز اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں **اصحابی کالنجوم**[2]۔

بالجملہ ارشاداتِ خدا اور رسول عزّ مجدہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے (اس پاک فرقہ اہل سنّت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کرلیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصانِ پروردگار) ہیں۔ اور ان (مشاجرات ونزاعات کی) تفاصیل پر نظر گمراہ کرنے والی ہے، نظیر اس کی عصمتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء ہے کہ اہلِ حق (اہلِ اسلام، اہلسنت وجماعت) شاہراہِ عقیدت پر چل کر (منزل) مقصود کو پہنچے۔ اور ارباب (غوایت واہل) باطل تفصیلوں میں خوض (و ناحق غور) کرکے مغاک (ضلالت اور) بددینی (کی گمراہیوں) میں جاپڑے کہیں دیکھا "**وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى**ﺖ"[3]۔ (کہ اس میں عصیاں اور بظاہر تعمیل حکم ربانی سے روگردانی کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے۔)

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب قتال اھل البغی دار صادر بیروت ۸/ ۱۷۳

[2] کشف الخفاء حرف الھمزۃ مع الصاد حدیث ۳۸۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۱۸

[3] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

کہیں سنا "لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ"[1]۔ (جس سے ذنب یعنی گناہ و غفران ذنب یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جنابِ والا کی جانب گمان ہوتا ہے)

کبھی موسٰی (علیہ السلام) و قبطی (قومِ فرعون) کا قصہ یاد آیا (کہ آپ نے قبطی کو آمادہ ظلم پا کر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی قعر گور میں پہنچا۔[2]

کبھی (حضرت) داؤد (علیہ الصلوۃ والسلام اور اُن کے ایک اُمتّی) اوریّاہ کا فسانہ سُن پایا (حالانکہ یہ الزام تھا یہود کا حضرت داؤد علیہ السلام پر، جسے انہوں نے خوب اُچھالا اور زبان زد عوام الناس ہوگیا۔ حتی کہ بربنائے شہرت، بلا تحقیق و تفتیش احوال بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من و عن بیان فرمادیا، جب کہ امام رازی[3] فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل ولغو ہے۔ غرض بے عقل بے دینوں اور بے دین بدعقلوں نے یہ افسانہ سُن پایا تو لگے چوُن وچرا کرنے تسلیم و گردن نہادوں کے زینہ سے اُترنے پھر ناراضی خدا ورسول کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور (اُلٹا) "خُضۡتُمۡ کَالَّذِیۡ خَاضُوۡا ؕ"[4] (اور تم بے ہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے اور اتباع باطل میں ان کی راہ اختیار کی) نے "وَ لٰکِنۡ حَقَّتۡ کَلِمَۃُ الۡعَذَابِ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۷۱﴾"[5]۔ (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا) کا دن دکھایا "اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ رَبِّیۡ شَیۡـًٔا ؕ"[6]۔ "اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ﴿۱۰۷﴾"[7]۔

(مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقًا اور گناہِ صغیرہ کے عمدًا ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوق خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۲

[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۱۵

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳۸/ ۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۶/ ۱۶۵

[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۹

[5] القرآن الکریم ۳۹/ ۷۱

[6] القرآن الکریم ۶/ ۸۰

[7] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۷

اللّٰھم اثبات علی الھدیٰ انك انت العلی الاعلٰی۔

(اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت پر ثابت قدمی مانگتے ہیں، بے شک تُو ہی بُلند و برتر ہے)

صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہیے کہ۔

(وہ حضرات رضی اللہ تعالٰی عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں، ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔

(۱) "مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ "۔

(۲) "الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا "[1]۔

یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہوئے راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی۔ اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انہوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کرکے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر، بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کردیا۔ یہ حضرات مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین ہیں، ان کے مراتب کا کیا پوچھنا۔

دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہِ مولا میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان اہلِ ایمان نے اس اخلاص کا ثبوت جہاد مالی و قتالی سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اجر اُن کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان سابقون اوّلون والوں کے درجہ کا نہیں۔

اسی لیے قرآن عظیم نے ان پہلوں کو ان پچھلوں پر تفضیل دی۔

اور پھر فرمایا: "**وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى** "[2]۔

ان سب سے اللہ تعالٰی نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محروم کوئی نہ رہے گا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

"اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ" [1]۔
وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں۔
"لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا" [2] وہ جہنم کی بھنک تک نہ سُنیں گے۔
"وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ" [3]۔ وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔
"لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ" [4]۔ قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔
"تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ"۔ فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔
"هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ" [5]۔ یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔
اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں۔
رب عزوجل نے اسی آیت حدید میں اس کا منہ بھی بند کردیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھلائی کا وعدہ کرکے ساتھ ہی ارشاد فرمادیا۔
"وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ" [6]۔ اور اللہ کو خُوب خبر ہے جو تم کروگے۔
بایں ہمہ اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ وہ تم سب سے جنت بے عذاب و کرامات و

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱
[2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۲
[3] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۲
[4] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۳
[5] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۳
[6] القرآن الکریم ۵۷/۱۰

ثواب بے حساب کا وعدہ فرماچکا ہے۔
تواب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے، کیا طعن کرنے والا، اللہ تعالٰی سے جُدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔
علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کُتوں میں سے ایک کُتا ہے[1]۔ (احکامِ شریعت وغیرہ)
تنبیہ ضروری: اہلِ سنت کا یہ عقیدہ کہ ونکف عن ذکر الصحابۃ الابخیر[2]۔
یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے، انہیں صحابہ کرام کے حق میں جو ایمان وسنت واسلام حقیقی پر تادمِ مرگ ثابت قدم رہے اور صحابہ کرام جمہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بدنصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہل حق کے مقابل، قتال پر آمادہ ہوگئے۔ وہ ہر گز اس کا مصداق نہیں اس لیے علماء کرام فرماتے ہیں کہ جنگِ جمل وصفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے، لیکن اہل نہروان جو مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی تکفیر کرکے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجار، طاغی وباغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی وساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور اُمّت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔ (سراج العوارف وغیرہ)

عقیدہ سادسہ ۶ ____________ عشرہ مبشرہ وخلفائے اربعہ

اب ان سب میں افضل واعلٰی واکمل حضرات عشرہ مبشرہ ہیں، وہ دس صحابی جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت وخوشخبری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں سنادی تھی وہ عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ یعنی حضرات خلفائے (اتا۴) اربعہ راشدین، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام،

---

[1] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/ ۴۳۰
[2] شرح عقائد النسفی دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۶

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح۔

؎ دہ یار بہشتی اند قطعی　　بوبکر و عمر، عثمان و علی
سعد ست سعید و بوعبیدہ　　طلحہ ست وزبیر و عبدالرحمٰن

اور ان میں خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور ان چار ارکان قصر ملت (ملّت اسلامیہ کے عالی شان محل کے چار ستونوں) و چار انہار باغ شریعت (اور گلستانِ شریعت کی ان چار نہروں) کے خصائص وفضائل، کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کی فضیلت پر تنہا نظر کیجئے یہی معلوم (و متبادر و مفہوم) ہوتا ہے کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں ان سے بڑھ کر کون ہوگا۔

بہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگرم　　بہار دامن دل می کشد کہ جااینجاست

(ان چار باغوں میں سے جس پھول کو میں دیکھتا ہوں تو بہار میرے دل کے دامن کو کھینچتی ہے کہ اصل جگہ تو یہی ہے۔)

علی الخصوص شمع شبستان ولایت، بہار چمنستانِ معرفت، امام الواصلین، سیّد العارفین (واصلانِ حق کے امام، اہل معرفت کے پیش رو) خاتمِ خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت، مولی المسلمین، امیر المومنین ابوالائمۃ الطاہرین (پاک طینت، پاکیزہ خصلت، اماموں کے جدامجد طاہر مطہر، قاسمِ کوثر، اسد اللہ الغالب، مظہر العجائب والغرائب، مطلوب کل طالب، سیدنا و مولانا علی بن طالب کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم وحشرنا فی زمرتہ فی یوم عقیم کہ اس جناب گردوں قباب (جن کے قبہ کی کلس آسمان برابر ہے ان) کے مناقب جلیلہ (اوصافِ حمیدہ) ومحامد جمیلہ (خصائل حسنہ) جس کثرت و شہرت کے ساتھ (کثیر و مشہور، زبان زد عام وخواص) ہیں دوسرے کے نہیں۔

(پھر) حضرات شیخین، صاحبین صہرین (کہ ان کی صاحبزادیاں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شرفِ زوجیت سے مشرف ہوئیں اور امہات المومنین، مسلمانوں ایمان والوں کی مائیں کہلائیں) وزیرین (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد کہ میرے دو وزیر آسمان پر ہیں جبرائیل و میکائیل اور دو وزیر زمین پر ہیں ابوبکر و عمر[1] رضی اللہ تعالٰی عنہما) امیرین (کہ ہر دو امیر المومنین ہیں) مشیرین (دونوں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مجلس شورٰی کے رکن اعظم (ضجیعین (ہم خواجہ اور دونوں اپنے آقا و مولٰی کے پہلو بہ پہلو آج بھی مصروفِ استراحت) رفیقین (ایک دوسرے کے یار و غمگسار) سیّدنا و مولٰنا عبداللہ العتیق

[1] کنزالعمال حدیث ۳۲۶۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۶۳

ابو بکر صدیق وجناب حق مآب ابو حفص عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شانِ والا سب کی شانوں سے جدا ہے اور ان پر سب سے زیادہ عنایت خدا اور رسولِ خدا جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بعد انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین کے جو مرتبہ ان کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں اور رب تبارک وتعالٰی سے جو قرب ونزدیکی اور بارگاہِ عرش اشتباہ رسالت میں جو عزت وسر بُلندی ان کا حصہ ہے اوروں کا نصیبا نہیں، اور منازل جنت و مواہب۔ بے منت (عہ) میں انہیں کے درجات سب پر عالی فضائل و فواضل (فضیلتوں اور خصوصی بخششوں) و حسنات طیبات (نیکیوں اور پاکیزگیوں) میں انہیں کو تقدم و پیشی (یہی سب پر مقدم۔ یہی پیش پیش ہمارے علماء وائمہ نے اس (باب) میں مستقل تصنیفیں فرما کر سعادتِ کونین وشرافتِ دارین حاصل کی (ان کے خصائل تحریر میں لائے، ان کے محاسن کا ذکر فرمایا، ان کے اولیات و خصوصیات گنائے) ورنہ غیر متناہی (جو ہماری فہم و فراست کی رسائی سے ماورا ہو۔اس) کا شمار کس کے اختیار واللہ العظیم اگر ہزاروں دفتر ان کے شرح فضائل (اور بسط فواضل) میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں۔

وعلٰی تفنن واصفیه بحسنه　　　　یغنی الزمان وفیه مالم یوصف

(اور اس کے حسن کی تعریف کرنے والوں کی عمدہ بیانی کی بنیاد پر زمانہ غنی ہوگیا اور اس میں ایسی خوبیاں ہیں جنہیں بیان نہیں کیا جاسکتا) مگر کثرتِ فضائل و شہرتِ فواضل (کثیر در کثیر فضلیتوں کا موجود اور پاکیزہ، و برتر عزتوں مرحمتوں کا مشہور ہونا) چیزے دیگر (اور بات ہے) اور فضیلت و کرامات (سب سے افضل اور بارگاہِ عزت میں سب سے زیادہ قریب ہونا۔) امرے آخر (ایک اور بات ہے اس سے جدا و ممتاز) فضل اللہ تعالٰی کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

"قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ "[1]۔

اس کی کتاب کریم اور اس کا رسول عظیم علیہ وعلٰی آلہ الصلوۃ والتسلیم علی الاعلان گواہی دے رہے ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے والد ماجد مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں:

عہ: مطبوعہ رسالہ میں وزاب بے منت مطبوع ہے اور حاشیہ پر تحریر کہ اصل میں ایسا ہے، فقیر نے اسے مواہب لکھا جب کہ منازل کا ہم قافیہ ہے مناہل یعنی چشمے اور انسب یہی ہے ۱۲ محمد خلیل۔

---

[1] القرآن الکریم ۳ / ۷۳

کہ وہ فرماتے ہیں: کنت عندالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاقبل ابو بکر وعمر فقال یا علی ھٰذان سیّدا کھول اھل الجنۃ وشبابھا بعد النبیین والمرسلین[1]۔ (رواہ الترمذی، وابن ماجہ وعبداللہ بن الامام احمد)
میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ ابوبکر وعمر سامنے آئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی! یہ دونوں سردار ہیں اہل جنت کے سب بوڑھوں اور جوانوں کے، بعد انبیاء و مرسلین کے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی، حضور کا ارشاد ہے:
ابو بکر وعمر خیر الاولین والاخرین وخیر اھل السمٰوٰت وخیر اھل الارضین الا النبیین والمرسلین[2]۔ (رواہ الحاکم فی الکنٰی وابن عدی وخطیب)
ابوبکر وعمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں کے، اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے اور بہتر ہیں سب زمین والوں سے، سوا انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کے۔
خود حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے بار بار اپنی کرسی مملکت و سطوت (ودبدبہ) خلافت میں افضیلت مطلقہ شیخین کی تصریح فرمائی (اور صاف صاف واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا کہ یہ دونوں حضرات علی الاطلاق بلا قیدِ جہت وحیثیت تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں) اور یہ ارشادان سے بتواتر ثابت ہوا کہ اسی سے زیادہ صحابہ وتابعین نے اسے روایت کیا۔ اور فی الواقع اس مسئلہ (افضیلت شیخ کریمین) کو جیسا حق مآب مرتضوی نے صاف صاف واشگاف بہ کرات و مرات (بار بار موقع بہ موقع اپنی) جَلوات وخلوات (عمومی محفلوں، خصوصی نشستوں) ومشاہد عامہ ومساجد جامعہ (عامۃ الناس کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۰، جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق حدیث ۳۶۸۵ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۷۶، سُنن ابن ماجہ فضل ابی بکر الصدیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰
[2] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنٰی حدیث ۳۲۶۴۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۶۰، الصواعق المحرقہ بحوالہ الحاکم وابن عدی و الخطیب الباب الثالث الفصل الثالث دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۱۹

مجلسوں اور جامع مسجدوں) میں ارشاد فرمایا دوسروں سے واقع نہیں ہوا۔
(ازاں جملہ وہ ارشاد گرامی کہ) امام بخاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، حضرت محمد بن حنفیّہ صاحبزادہ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:
قال قلت لابی ایّ الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم؟ قال ابو بکر قال قلت ثم من؟ قال عمر [1]۔
یعنی میں نے اپنے والد ماجد امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: ابوبکر میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا عمر۔
ابوعمر بن عبداللہ، حکم بن حجل سے اور دارقطنی اپنی سنن میں راوی، جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تعالٰی فرماتے ہیں:
لااجد احدًا فضلنی علٰی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد المفتری [2]۔
جسے میں پاؤں گا کہ شیخین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے مجھے افضل بتاتا (اور مجھے ان میں سے کسی پر فضیلت دیتا) ہے اسے مُفتری (افتراء و بہتان لگانے والے) کی حد ماروں گا کہ اسی ۸۰ کوڑے ہیں۔
ابوالقاسم طلحی کتاب السنّۃ میں جناب علقمہ سے راوی: بلغ علیًّا ان اقوامًا یفضّلونہ علٰی ابی بکر و عمر فصعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایھا الناس! انہ بلغنی ان اقوامًا یفضّلو نی علٰی ابی بکر و عمر ولو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا فھو مفتر، علیہ حد المفتری، ثم قال ان خیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخیر بعدہ قال وفی المجلس الحسن بن علی فقال واللہ لوسمی الثالث لسمّٰی عثمٰن [3]۔ یعنی جناب مولٰی علی کو خبر پہنچی کہ لوگ انہیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تفضیل دیتے (اور حضرت مولٰی کو ان سے افضل بتاتے) ہیں۔ پس منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالٰی کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل بتاتے ہیں اور اگر میں نے پہلے سے

---

[1] صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸

[2] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث دارالکتب العلمیۃ بیروت ص۹۱

[3] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بحوالہ ابی القاسم مسند علی بن ابی طالب سہیل اکیڈمی ۱/ ۶۸

سُنا ہوتا تو اس میں سزا دیتا یعنی پہلی بار تفہیم (وتنبیہ) پر قناعت فرماتا ہوں پس اس دن کے بعد جسے ایسا کہتے سنوں گا تو وہ مفتری (بہتان باندھنے والا) ہے اس پر مفتری کی حد لازم ہے، پھر فرمایا بے شک بہتر اس امت کے بعد ان نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ابوبکر ہیں پھر عمر، پھر خدا، خوب جانتا ہے بہتر کو ان کے بعد، اور مجلس میں امام حسن (رضی اللہ عنہ) بھی جلوہ فرما تھے انہوں نے ارشاد کیا خدا کی قسم اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے۔

بالجملہ احادیثِ مرفوعہ واقوالِ حضرت مرتضوی واہلبیت نبوت اس بارے میں لا تعداد ولا تحصی (بے شمار ولا انتہا) ہیں کہ بعض کی تفسیر فقیر نے اپنے رسالہ تفضیل [عہ] میں کی۔ اب اہل سنت (کے علمائے ذوی الاحترام) نے ان احادیث وآثار میں جو نگاہ غور کو کام فرمایا تو تفضیل شیخین کی صدہا تصریحیں (سیکڑوں صراحتیں) علی الاطلاق پائیں کہیں جہت وحیثیت کی قید نہ دیکھی کہ یہ صرف فلاں حیثیت سے افضل ہیں اور دوسری حیثیت سے دوسروں کو افضیلت (حاصل ہے) لہٰذا انہوں نے عقیدہ کرلیا کہ گو فضائل خاصہ وخصائص فاضلہ (مخصوص فضیلتیں اور فضیلت میں خصوصیتیں) حضرت مولٰی (علی مشکل کُشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ) اور ان کے غیر کو بھی ایسے حاصل (اور بعطائے الٰہی وہ ان خصوصیات کے تنہا حامل) جو حضرات شیخین (کریمین جلیلین) نے نہ پائے جیسے کہ اس کا عکس بھی صادق ہے (کہ امیرین وزیرین کو وہ خصائصِ غالیہ اور فضائل عالیہ، بارگاہ الٰہی سے مرحمت ہوئے کہ ان کے غیر نے اس سے کوئی حصہ نہ پایا) مگر فضل مطلق کُلّی (کسی جہت وحیثیت کا لحاظ کیے بغیر فضیلت مطلقہ کُلّیہ) جو کثرتِ ثواب وزیادتِ قُربِ ربّ الارباب سے عبارت ہے وہ انہیں کو عطا ہوا (اوروں کے نصیب میں نہ آیا)

(یعنی اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت ومنزلت جسے کثرتِ ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں وہ صرف حضرات شیخین نے پائی۔ اس سے مراد اجر وانعام کی کثرت وزیادت نہیں کہ بارہا مفضول کے لیے ہوتی ہے۔

حدیث میں ہمراہیانِ سیدّنا امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت آیا کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے پچاس کا اجر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ان میں کے پچاس کا یا ہم میں کے؟ فرمایا بلکہ تم میں کے تو اجر

عہ: اعلیحضرت قدس سرہ العزیز نے مسئلہ تفضیل شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر نوے ۹۰ جز کے قریب ایک کتاب مسمّٰی بہ منتہی التفصیل لمبحث التفضیل لکھی پھر مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین میں اس کی تلخیص کی، غالبًا اس ارشاد گرامی میں اشارہ اسی کی طرف ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ محمد خلیل القادری عفی عنہ)

ان کا زائد ہوا۔انعام و معاوضہ محنت انہیں زیادہ ملا مگر افضلیت میں وہ صحابہ کے ہمسر بھی نہیں ہو سکتے،زیادت در کنار، کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صحابیت،اس کی نظیر بلا تشبیہ یوں سمجھئے کہ سلطان نے کسی مہم پر وزیر اور بعض دیگر افسروں کو بھیجا،اس کی فتح پر ہر افسر کو لاکھ لاکھ روپے انعام دیئے اور وزیر کو خالی پروانہ خوشنودی مزاج دیا تو انعام انہیں افسروں کو زیادہ ملا اور اجر و معاوضہ انہوں نے زیادہ پایا مگر کہاں وہ اور کہاں وزیر اعظم کا اعزاز (بہار شریعت)

اور (یہ اہل سنت و جماعت کا وہ عقیدہ ثابتہ محکمہ ہے کہ) اس عقیدہ کا خلاف اوّل تو کسی حدیث صحیح میں ہے ہی نہیں اور اگر بالفرض کہیں بوئے خلاف پائے بھی تو سمجھ لے کہ یہ ہماری فہم کا قصور ہے (اور ہماری کوتاہ فہمی) ورنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خود حضرت مولٰی (علی) و اہلبیت کرام (صاحب البیت ادرٰی بما فیہ کے مصداق،اسرار خانہ سے مقابلۃً واقف تر) کیوں بلا تقیید (کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر) انہیں افضل و خیر امت و سردار اوّلین و آخرین بتاتے،کیا آیہ کریمہ فقل "فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ ﴿۶۱﴾" [1] ۔(تو ان سے فرمادو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہارے عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں) و حدیث صحیح **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** [2] ۔(جس کا میں مولا ہوں تو علی بھی اس کا مولا ہے) اور خبر **شدید الضعف وقوی الجرح** (نہایت درجہ ضعیف و قابل شدید جرح و تعدیل) **لحمك لحمی ودمك دمی۔** [3] (تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۶۱

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب علی رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۳،مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۴ و ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۵۲،سنن ابن ماجہ فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲،المستدرك للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۱۰،المعجم الکبیر حدیث ۳۰۴۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۸۹،کنز العمال حدیث ۳۲۹۰۴ و ۳۲۹۴۶ و ۳۲۹۵۰ و ۳۲۹۵۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۰۲ و ۶۰۹ و ۶۱۰

[3] کنز العمال حدیث ۳۲۹۳۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۰۷

برتقدیر ثبوت (بشرطیکہ ثابت و صحیح مان لی جائے) وغیر ذٰلک (احادیث و اخبار) سے انہیں آگاہی نہ تھی۔ (ہوش و حواس، علم و شعور اور فہم و فراست میں یگانہ روزگار ہوتے ہوئے ان اسرارِ درون خانہ سے بیگانہ رہے اور اسی بیگانگی میں عمریں گزار دیں) یا (انہیں آگاہی اور ان اسرار پر اطلاع) تھی تو وہ (ان واضح الدلالۃ الفاظ) کا مطلب نہ سمجھے (اور غیرت و شرم کے باعث اور کسی سے پوچھ نہ سکے۔) یا سمجھے۔ (حقیقت حال سے آگاہ ہوئے) اور اس میں تفضیل شیخین کا خلاف پایا (مگر خاموش رہے اور جمہور صحابہ کرام کے برخلاف عقیدہ رکھا زبان پر اس کا خلاف نہ آنے دیا اور حالانکہ یہ ان کی پاک جنابوں میں گستاخی اور ان پر تقیہ ملعونہ کی تہمت تراشی ہے) تو (اب ہم) کیونکر خلاف سمجھ لیں (کسے کہہ دیں کہ ان کے دل میں خلاف تھا زبان سے اقرار) اور تصریحات بیّنہ و قاطع الدلالۃ) (روشن صراحتوں قطعی دلالتوں) وغیر محتملۃ الخلاف کو (جن میں کسی خلاف کا احتمال نہیں کوئی ہیر پھیر نہیں) کیسے پس پشت ڈال دیں الحمد للہ رب العلمین کہ حق تبارک و تعالٰی نے فقیر حقیر کو یہ ایسا جواب شافی تعلیم فرمایا کہ منصف (انصاف پسند ذی ہوش) کے لیے اس میں کفایت (اور یہ جواب اس کی صحیح رہنمائی و ہدایت کے لیے کافی) اور متعصب کو (کہ آتش غلو میں سُلگتا اور ضد و نفسانیت کی راہ چلتا ہے) اس میں غیظ بے نہایت ("قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ" [1]۔ انہیں آتشِ غضب میں جلنا مبارک) (ہم مسلمانانِ اہلسنت کے نزدیک، حضرت مولٰی کی ماننا) یہی محبتِ علی مرتضٰی ہے اور اس کا بھی (یہی تقاضا) یہی مقتضٰی ہے کہ محبوب کی اطاعت کیجئے اور اس کے غضب اور اسی کروڑوں کے استحقاق سے بچئے (والعیاذ باللہ)

اللہ! اللہ وہ امام الصدیقین، اکمل اولیاء العارفین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و محبت کو حفظ جان پر مقدم رکھا حالانکہ جان کا رکھنا سب سے زیادہ اہم فرض ہے۔ اگر بوجہ ظلم عدو مکابر وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو تو اس وقت ترک نماز کی اجازت ہو گی۔

یہی تعظیم و محبت و جاں نثاری و پروانہ وارِی شمع رسالت علیہ الصلوۃ والتحیۃ ہے جس نے صدیق اکبر کو بعد انبیاء و مرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تمام جہان پر تفوق بخشا اور ان کے بعد تمام عالم، تمام خلق، تمام اولیاء تمام عرفاء سے افضل و اکرم و اکمل و اعظم کر دیا۔

وہ صدیق جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ ابوبکر کو کثرتِ صوم و صلوۃ کی وجہ سے تم پر فضیلت نہ ہوئی

---

[1] القرآن الکریم ۳/۱۱۹

بلکہ اس سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متمکن ہے[1]۔

وہ صدیق جس کی نسبت ارشاد ہوا اگر ابو بکر کا ایمان میری تمام اُمت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابو بکر کا ایمان غالب آئے[2]۔

وہ صدیق کہ خود اُن کے مولائے اکرم و آقائے اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کسی کا ہمارے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں ہے جس کا ہم نے عوض نہ کر دیا ہو سوا ابو بکر کے، کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسن سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالٰی انہیں روز قیامت دے گا[3]۔

وہ صدیق جس کی افضلیت مطلقہ پر قرآنِ کریم کی شہادت ناطقہ ہے کہ فرمایا: "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ"[4]۔ تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقی ہے۔

اور دوسری آیۃ کریمہ میں صاف فرمادیا۔ "وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾"[5]۔ قریب ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ اتقٰی۔

بشہادت آیت اُولی ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل و اکرم امتِ مرحومہ ہے، اور وہ نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر، اور تفضیلیہ وروافض کے نزدیک یہاں امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مگر اللہ عزوجل کے لیے حمد کہ اس نے کسی کی تلبیس وتدلیس اور حق و باطل میں آمیزس و آویزش کو جگہ نہ چھوڑی، آیۃ کریمہ نے ایسے وصفِ خاص سے اتقٰی کی تعیین فرمادی جو حضرت صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آہی نہیں سکتا۔

فرماتا ہے: "وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی ﴿۱۹﴾"[6]۔ اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

---

[1] کشف الخفا حدیث ۲۲۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۷۰

[2] تاریخ الخلفاء فصل فیما ورد من کلام الصحابۃ الخ دار صادر بیروت ص ۸۷، شعب الایمان حدیث ۳۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۹

[3] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۷

[4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[5] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۷

[6] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۹

اور دنیا جانتی مانتی ہے کہ وہ صرف صدیقِ اکبر ہی ہیں جن کی طرف سے ہمیشہ بندگی وغلامی وخدمت و نیاز مندی اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے براہِ بندہ نوازی قبول و پذیرائی کا برتاؤ رہا یہاں تک کہ خود ارشاد فرمایا کہ: بے شک تمام آدمیوں میں اپنی جان ومال سے کسی نے ایسا سلوک نہیں کیا جیسا ابو بکر نے کیا[1]۔

جب کہ مولیٰ علی نے مولائے کل، سیّد الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش سنبھالا، اور جو کچھ پایا بظاہر حالات یہیں سے پایا، تو آیۃ کریمہ "وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ "[2]۔

(اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) سے مولا علی قطعًا مراد نہیں ہو سکتے بلکہ بالیقین صدیقِ اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماعِ مفسرین موجود۔

وہ صدیق جنہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرضیتِ حج کے بعد پہلے ہی سال میں امیر الحجاج مقرر فرمایا اور انہیں کو اپنے سامنے اپنے مرض المرت شریف میں اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔

حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ارشاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ نماز تو اسلام کا رُکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے اس لیے ہم نے امورِ خلافت کی انجام دہی کے لیے بھی اس پر رضا مندی ظاہر کردی، جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا، اور اسی لیے ہم نے ابو بکر کی بیعت کرلی[3]۔

اور فاروق اعظم تو فاروق اعظم ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ فاروق جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ:

اللّٰھمّ اعزّ الاسلام بعمر بن خطّاب خاصّۃ[4]۔ الٰہی! اسلام کی خاص عمر بن خطاب کے اسلام سے عزتیں بڑھا۔

اس دعائے کریم کے باعث عمر فاروق اعظم کے ذریعہ سے جو جو عزتیں اسلام کو ملیں، جو جو بلائیں اسلام و مسلمین سے دفع ہوئیں مخالف موافق سب پر روشن و مبینّ، ولہٰذا سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۷

[2] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۹

[3] الصواعق المحرقۃ الباب الاول الفصل الرابع دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۳

[4] سنن ابن ماجہ فضل عمر رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱، المستدرك للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۸۳

فرماتے ہیں کہ:

ما زلنا اعزۃ منذ اسلم[1]۔ (بخاری) ہم ہمیشہ معزز رہے جب سے عمر اسلام لائے۔

وہ فاروق جن کے حق میں خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا[2]۔ (رضی اللہ عنہ)

یعنی آپ کی فطرت اتنی کاملہ تھی کہ اگر دروازہ نبوت بند نہ ہوتا تو محض فضلِ الٰہی سے وہ نبی ہو سکتے تھے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے نبوت کا کوئی مستحق نہیں)

وہ فاروق جن کے بارے میں ارشادِ محبوب رب العالمین موجود کہ: عمر کہیں ہو حق اس کی رفاقت میں رہے گا[3]۔

وہ فاروق جن کے لیے صحابہ کرام کا اجماع کہ عمر علم کے نو حصے لے گئے[4]۔ جب کہ ابوبکر صدیق صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

وہ فاروق کہ جس راہ سے وہ گزر جائیں شیاطین کے دل دہل جائیں[5]۔

وہ فاروق کہ جب وہ اسلام لائے ملاءِ اعلٰی کے فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں تہنیت و مبارکبادیوں کی ڈالیاں نذرانے میں پیش کیں[6]۔

وہ فاروق کہ ان کے روزِ اسلام سے اسلام ہمیشہ عزتیں اور سربلندیاں ہی پاتا گیا۔ ان کا اسلام فتح تھا ان کی ہجرت نصرت اور ان کی خلافت رحمت (رضی اللہ تعالٰی عنہ)

اور جب ثابت ہوگیا کہ قربِ الٰہی (معرفت و کثرت ثواب میں) شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو مزیت و

---

[1] صحیح البخاری کتاب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۰

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۹، المستدرك للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۸۳

[3] کنز العمال حدیث ۳۲۷۱۵ و ۳۲۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۳ و ۵۷۷

[4] تاریخ الخلفاء ذکر عمر بن الخطاب فصل فی اقوال الصحابۃ فیہ دار ابن حزم بیروت ص ۹۸

[5] صحیح البخاری مناقب عمر فاروق رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۰

[6] کنز العمال حدیث ۳۲۷۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۷

تفوّق (زیادت وفوقیت) ہے تو ولایت (خاصہ جو کہ ایک قُربِ خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل وکرم سے عطافرماتا ہے یہ) بھی انہیں کی اعلیٰ ہوئی (اور ولایت شیخین، جملہ اکابر اولیاء کی ولایت سے بالا)

(ہاں) مگر ایک درجہ قُرب الٰہی جل جلالہ ورزقنا اللہ کا (ضروری اللحاظ اور خصوصا حضرات علماء وفضلاء اُمّت کی توجہ کا مستحق ہے اور وہ یہ ہے کہ مرتبہ تکمیل پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جانب کمالات نبوت حضرات شیخین کو قائم فرمایا، اور جانبِ کمالاتِ ولایت حضرت مولا علی مشکل کشا کو تو جملہ اولیائے مابعد نے مولیٰ علی ہی کے گھر سے نعمت پائی، انہیں کے دستِ نگر تھے، انہیں کے دستِ نگر ہیں اور انہیں کے دستِ نگر رہیں گے)

پر ظاہر ہے کہ سیر الی اللہ میں تو سب اولیاء برابر ہوتے ہیں اور وہاں "لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ"[1]۔ (ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے) کی طرح لانفرق بین احدٍ من اولیاءہ (ہم اس کے دوستوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے) کہا جاتا ہے (یعنی تمام اولیاء اللہ اصل طریقِ ولایت یعنی سیر الی اللہ میں برابر ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر سبقت وفضیلت کا قول باعتبار سیر فی اللہ کیا جاتا ہے کہ جب سالک عالمِ لاہوت پر پہنچا۔ سیر وسلوک تمام ہوا، یعنی سیر الی اللہ سے فراغت کے بعد سیر فی اللہ ہوتی ہے اور اس کی نہایت وحد نہیں) جب (عالم لاہوت پر پہنچ کر) ماسوائے الٰہی آنکھوں سے گر گیا اور مرتبہ فناتک پہنچ کر آگے قدم بڑھا تو وہ سیر فی اللہ ہے اس کے لیے انتہا نہیں اور یہیں تفاوت قُرب (بارگاہِ الٰہی میں عزت ومنزلت اور کثرتِ ثواب میں فرق) جلوہ گر ہوتا ہے جس کی سیر فی اللہ زائد وہی خدا سے زیادہ نزدیک، پھر بعضے بڑھتے چلے جاتے ہیں (اور جذبِ الٰہی انہیں اپنی جانب کھینچتا رہتا ہے ان کی یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی) اور بعض کو دعوتِ خلق (ورہنمائیِ مخلوق الٰہی) کے لیے منزل ناسوتی عطافرماتے ہیں (جسے عالم شہادت وعالم خلق وعالم جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ اور اس منزل میں تعلق مع اللہ کے ساتھ ان میں خلائق سے علاقہ پیدا کردیا جاتا ہے اور وہ خلق خدا کی ہدایت کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں) ان سے طریقہ خرقہ وبیعت کا رواج پاتا ہے اور سلسلہ طریقت جنبش میں آتا ہے مگر یہ معنی اسے مستلزم نہیں (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا) ان کی سیر فی اللہ اگلوں سے بڑھ جائے۔ (اور یہ دعوت خلق ورہنمائی مخلوق کے باعث

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

بارگاہِ الٰہی میں ان سے سوا عزت و منزلت اور ثواب میں کثرت پاجائیں)

ہاں یہ ایک فضل جداگانہ ہے کہ انہیں ملا اور دوسروں کو عطانہ ہوا تو یہ کیا؟ (اوراسی کی تخصیص کیسی؟) اس کے سوا صدہا خصائص حضرت مولیٰ کو ایسے ملے کہ شیخین کو نہ ملے۔ مگر (بارگاہِ الٰہی میں) قرب و رفعتِ درجات میں اُنہیں کو افزونی رہی (انہیں کو مزیّت ملی اور انہیں کے قدم پیش پیش رہے) ورنہ کیا وجہ ہے کہ ارشاداتِ مذکورہ بالا میں انہیں ان سے افضل و بہتر کہا جاتا ہے (اور وہ بھی علی الاطلاق کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر) اور ان (یعنی حضرت مولیٰ علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الاسنٰی) کی افضلیت (اور ان کی ان حضرات پر تفضیل) کا بہ تاکید اکید (مؤکد در مؤکد) انکار کیا جاتا ہے حالانکہ ادنٰی ولی، اعلیٰ ولی سے افضل نہیں ہوسکتا ہے، آخر دیکھئے حضرت امیر (مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم) کے خلفائے کرام میں حضرت سبط اصغر (سیدّنا امام حسین) و جناب خواجہ حسن بصری کو تنزل ناسوتی ملا اور حضرت سبط اکبر (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کوئی سلسلہ جاری نہ ہوا حالانکہ قربِ ولایت امام مجتبٰی (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ولایت و قرب خواجہ (حسن بصری) سے بالیقین اتم واعلیٰ (برتر و بالا) اور ظاہر احادیث سے سبط اصغر شہزادہ گلگوں قبا (شہیدِ کرب و بلا) پر بھی ان کا فضل ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

عقیدہ سابعہ ______ مشاجرات صحابہ کرام

حضرت مرتضوی (امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنہوں نے مشاجرات و منازعات کیے۔ (اور اس حق مآب صائب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے، اور ان اختلافات کے باعث ان میں جو واقعات رُونما ہوئے کہ ایک دوسرے کے مدِ مقابل آئے مثلاً جنگ جمل میں حضرت طلحہ وزبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگِ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولیٰ علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

ہم اہلسنت ان میں حق، جانب جناب مولیٰ علی (مانتے) اور ان سب کو مورد لغزش، بر غلط و خطا اور حضرت اسد اللّٰہی کو بدرجہا ان سے اکمل واعلیٰ جانتے ہیں مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ (کہ ان حضرات کے مناقب و فضائل میں مروی ہیں) زبان طعن و تشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انہیں ان کے مراتب پر جو ان کے لیے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے۔ اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں، اور ان کے اختلافات

کو ابو حنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔ تو ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنٰی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ اُمّ المومنین صدیقہ (عائشہ طیبہ طاہرہ) رضی اللہ تعالٰی عنہا کی جناب رفیع اور بارگاہِ وقیع) میں طعن کریں، حاش! یہ اللہ و رسول کی جناب میں گستاخی ہے۔ اللہ تعالٰی ان کی تطہیر و بریت (پاکدامنی و عفت اور منافقین کی بہتان تراشی سے براء ت) میں آیات نازل فرمائے اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں "عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ" کی سنائے[1]۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہیں اپنی سب ازواج مطہرات میں زیادہ چاہیں، جہاں منہ رکھ کر عائشہ صدیقہ پانی پئیں حضور اُسی جگہ اپنا لبِ اقدس رکھ کر وہیں سے پانی پئیں، یوں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب ازواج (مطہرات، طیبّات طاہرات) دنیا و آخرت میں حضور ہی کی بیبیاں ہیں مگر عائشہ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ یہ حضور کی بی بی ہیں دنیا و آخرت میں حضرت خیر النساء یعنی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کو حکم ہوا ہے کہ فاطمہ! تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو عائشہ سے بھی محبت رکھ کہ میں اسے چاہتا ہوں۔ (چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ سے فرمایا)

اَیۡ بنیۃ! الست تحبّین ما احب؟ فقالت بلٰی قال فاحبّی ھٰذہ[2]۔

پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ عرض کیا: بالکل یہی درست ہے (جسے آپ چاہیں میں ضرور اسے چاہوں گی) فرمایا تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر)

سوال ہوا سب آدمیوں میں حضور کو کون محبوب ہیں؟ جواب عطا ہوا: عائشہ[3]۔

نوٹ: بریلی شریف سے شائع ہونے والے رسالہ میں مذکور کہ یہاں اصل میں بہت بیاض ہے، درمیان میں کچھ ناتمام سطریں ہیں مناسبت مقام سے جو کچھ فہم قاصر میں آیا بنا دیا ۱۲۔ اس فقیر نے ان اضافوں کو اصل عبارت سے ملا کر قوسین میں محدود کردیا ہے تاکہ اصل و اضافہ میں امتیاز رہے اور ناظرین کو اس کا مطالعہ سہل ہو۔ اس میں غلطی ہو تو فقیر کی جانب منسوب کیا جائے۔ (محمد خلیل عفی عنہ)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا قدیمی کتب خانہ ۲/ ۲۸۵

[3] صحیح البخاری ابواب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ ۱/ ۵۱۷، صحیح مسلم باب فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ ۲/ ۲۷۳، مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۰۳

(وہ عائشہ صدیقہ بنت الصدیق، اُمّ المومنین، جن کا محبوبہ رب العالمین ہونا آفتاب نیم روز سے روشن تر، وہ صدیقہ جن کی تصویر بہشتی حریر میں رُوح القدس خدمتِ اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر لائیں۔ وہ ام المومنین کہ جبرئیل امین باآں فضل مبین انہیں سلام کریں اور ان کے کاشانہ عزت و طہارت میں بے اذن لیے حاضر نہ ہو سکیں، وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں۔ وہ ام المومنین کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر سفر میں بے ان کے تشریف لے جائیں ان کی یاد میں واعروساہ[1]۔ فرمائیں۔

وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوۃ والسلام کی براءت و پاکدامنی کی شہادت اہلِ زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے بتول مریم کی تطہیر و عفت مآبی، روح اللہ کلمتہ اللہ فرمائیں، مگر ان کی براءت، پاک طینتی، پاک دامنی و طہارت کی گواہی میں قرآن کریم کی آیاتِ کریمہ نزول فرمائیں۔ وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لب ہائے مبارک وخدا پسند وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وعلیٰ ابیہا وبارك وسلم۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر بہتان اٹھائے یا اسے بُرا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اُتر آئے گا، اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر طعن کریں تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور زبیر و طلحہ ان سے بھی افضل کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ وہ (یعنی زبیر بن العوام) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حواری (جاں باز، معاون ومددگار) اور یہ (یعنی طلحہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرے انور کے لیے سپر، وقت جاں نثاری (جیسے ایک جاں نثار نڈر سپاہی و سرفروش محافظ)

رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اُن کا درجہ ان سب کے بعد ہے۔

اور حضرت مولیٰ علی (مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی) کے مقام رفیع (مراتب بُلند و بالا) و شانِ منیع (عظمت ومنزلتِ محکم واعلا) تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن ہزاروں ہزار رہوار برق کردار (ایسے کشادہ فراخ قدم گھوڑے جیسے بجلی کا کوندا) صبا رفتار (ہوا سے بات کرنے والے، تیز رو،

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۲۴۸

تیزگام) تھک رہیں اور قطع (مسافت) نہ کرسکیں۔
مگر فضلِ صحبت (وشرفِ صحابیت وفضل) وشرف سعادت خدائی دین ہے۔ (جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کرسکتے تو ان پر لعن طعن یاان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولٰی علی کے مقابلے میں انہوں نے جو کچھ کیا بربنائے نفسانیت تھا۔ صاحب ایمان مسلمان کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔
ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگتی کہتے ہیں کہ) ہم تو بحمداللہ سرکار اہلبیت (کرام) کے غلامانِ خان زاد ہیں (اور موروثی خدمت گار، خدمت گزار) ہمیں (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے کیا رشتہ خدانخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری (اور امرِ حق مین ان کی حمایت وپاسداری) اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا (خصوصًا) الزام بدگویاں (اور دریدہ دہنوں، بدزبانوں کی تہمتوں سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادہ اکبر حضرت سبط (اکبر، حسن) مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حسبِ بشارت اپنے جدِّ امجد سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد اختتامِ مدت (خلافت راشدہ کہ منہاج نبوت پر تیس سال رہی اور سیدنا امام حسن مجتبی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چھ ماہ مدتِ خلافت پر ختم ہوئی) عین معرکہ جنگ میں ایک فوج جرار کی ہمراہی کے باوجود) ہتھیار رکھ دیے (بالقصد والاختیار) اور ملک (اور امور مسلمین کا انتظام وانصرام) امیر معاویہ کو سپرد کردیا (اور ان کے ہاتھ پر بیعت اطاعت فرمالی) اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ العیاذ باللہ کافر یا فاسق تھے یا ظالم جائر تھے یا غاصب جابر تھے۔ (ظلم وجور پر کمربستہ) تو الزام امام حسن پر آتا ہے کہ انہوں نے کاروبار مسلمین وانتظام شرع ودین باختیارِ خود (بلاجبر واکراہ بلاضرورت شرعیہ، باوجود مقدرت) ایسے شخص کو تفویض فرمادیا (اور اس کی تحویل میں دے دیا) اور خیر خواہی اسلام کو معاذ اللہ کام نہ فرمایا (اس سے ہاتھ اٹھالیا) اگر مدت خلافت ختم ہوچکی تھی اور آپ (خود) بادشاہت منظور نہیں فرماتے تھے) تو صحابہ حجاز میں کوئی اور قابلیت نظم ونسق دین نہ رکھتا تھا جو انہیں کو اختیار کیا۔ اور انہیں کے ہاتھ پر بیعتِ اطاعت کرلی) حاش للہ بلکہ یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی پیش گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے) صادق ومصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت فرمایا۔ ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین[1]۔

[1] صحیح البخاری کتاب الصلح باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للحسن الخ ومناقب الحسن والحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۳ و ۵۳۰

(میرا یہ بیٹا سید ہے، سیادت کا علمبردار) میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرادے۔
آیہ کریمہ کاارشاد ہے: "وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ"[1]۔
اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے۔
جو دنیا میں ان کے درمیان تھے اور طبیعتوں میں جو کدورت وکشید گی تھی اسے رفق والفت سے بدل دیا اور ان میں آپس میں نہ باقی رہی مگر مودت ومحبت۔
اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ آپ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالٰی میں اور عثمان اور طلحہ وزبیر ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالٰی نے یہ ارشاد فرمایا کہ نزعنا الایۃ۔
حضرت مولٰی علی کے اس ارشاد کے بعد بھی ان پر الزام دینا عقل وخرد سے جنگ ہے، مولٰی علی سے جنگ ہے، اور خدا ورسول سے جنگ ہے۔والعیاذ باللہ۔
جب کہ تاریخ کے اوراق شاہد عادل ہیں کہ حضرت زبیر کو جونہی اپنی غلطی کا احساس ہوا انہوں نے فورًا جنگ سے کنارہ کشی کرلی۔
اور حضرت طلحہ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولٰی علی سے بیعت اطاعت کرلی تھی۔
اور تاریخ سے ان واقعات کو کون چھپا سکتا ہے کہ جنگ جمل ختم ہونے کے بعد حضرت مولٰی علی مرتضی نے حضرت عائشہ کے برادر معظم محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ کو خدانخواستہ کوئی زخم وغیرہ تو نہیں پہنچا۔بلکہ بعجلت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا۔آپ کامزاج کیسا ہے؟
انہوں نے جواب دیا الحمدللہ اچھی ہوں۔
مولٰی علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالٰی آپ کی بخشش فرمائے۔
حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا اور تمہاری بھی۔
پھر مقتولین کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہو کر حضرت مولٰی علی نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی واپسی کا انتظام کیا اور پورے اعزاز واکرام کے ساتھ محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں ان کو

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۴۳

جانب حجاز رخصت کیا۔ خود حضرت علی نے دور تک مشایعت کی، ہمراہ رہے، امام حسن میلوں تک ساتھ گئے۔ چلتے وقت حضرت صدیقہ نے مجمع میں اقرار فرمایا کہ مجھ کو علی سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ ہاں ساس، داماد (یا دیور، بھاوج) میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں۔

حضرت علی نے یہ سن کر ارشاد فرمایا لوگو! حضرت عائشہ سچ کہہ رہی ہیں خدا کی قسم مجھ میں اور ان میں اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے، بہرحال خواہ کچھ ہو یہ دنیا وآخرت میں تمہارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زوجہ ہیں (اور ام المومنین)۔

اللہ اللہ! ان یارانِ پیکر صدق و صفا میں باہمی یہ رفق و مودت اور عزت و اکرام اور ایک دوسرے کے ساتھ یہ معاملہ تعظیم و احترام، اور ان عقل سے بیگانوں اور نادان دوستوں کی حمایت علی کا یہ عالم کہ ان پر لعن طعن کو اپنا مذہب اور اپنا شعار بنائیں اور ان سے کدورت ودشمنی کو مولٰی علی سے محبت و عقیدت ٹھہرائیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانانِ اہلسنت اپنا ایمان تازہ کرلیں اور سن رکھیں کہ اگر صحابہ کرام کے دلوں میں کھوٹ، نیتوں میں فتور اور معاملات میں فتنہ و فساد ہو تو رضی اللہ عنہم کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔

صحابہ کرام کے عنداللہ مرضی وپسندیدہ ہونے کے معنی یہی تو ہیں کہ وہ مولائے کریم ان کے ظاہر و باطن سے راضی، ان کی نیتوں اور مافی الضمیر سے خوش ہے، اور ان کے اخلاق واعمال بارگاہِ عزت میں پسندیدہ ہیں۔ اسی لیے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ"[1] الایۃ۔ یعنی اللہ تعالٰی نے تمہیں ایمان پیارا کردیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا ہے اور کفر اور حکم عدولی اوار نافرمانی تمھیں ناگوار کردیئے اب جو کوئی اس کے خلاف کہے اپنا ایمان خراب کرے اور اپنی عاقبت برباد۔ والعیاذ باللہ۔

عقیدۂ ثامنہ ۸ ____________ امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابتِ مطلقہ کو امامتِ کُبرٰی اور اس منصبِ عظیم پر فائز

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۷

ہونے والے کو امام کہتے ہیں۔

امام المسلمین حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیوی میں حسب شرع تصرف عام کا اختیار رکھتا ہے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے۔

اس امام کے لیے مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہونا شرط ہے، ہاشمی علوی اور معصوم ہونا اس کی شرط نہیں، ان کا شرط کرنا روافض کا مذہب ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ برحق امرائے مومنین، خلفائے ثلٰثہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خلافتِ رسول سے جدا کردیں۔ حالانکہ ان کی خلافتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے۔ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم و حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ان کی خلافتیں تسلیم کیں۔ اور علویت کی شرط نے تو مولٰی علی کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کردیا۔ مولا علی کیسے علوی ہوسکتے ہیں۔ رہی عصمت تو یہ انبیاء وملائکہ کا خاصہ ہے امام کا معصوم ہونا روافض کا مذہب ہے۔ (بہارِ شریعت)

ہم مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد (خلافت وامامتِ صدیق اکبر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) بالقطع التحقیق (قطعًا، یقینًا، تحقیقًا) حقّہ راشدہ ہے (ثابت ودرست، رُشد وہدایت پر مبنی) نہ غاصبہ جائرہ (کہ غصب یا جور و جبر سے حاصل کی گئی) رحمت و رافت (مہربانی و شفقت) حسنِ سیادت (بہتر ولائق تر امارت) ولحاظِ مصلحت (تمام مصلحتوں سے ملحوظ) وحمایتِ ملّت (شریعت کی حمایتوں سے معمور) و پناہ اُمت سے مزین (آراستہ و پیراستہ) اور عدل و داد (انصاف و برابری) و صدق و سداد (راستی و درستی) ورشد و ارشاد (راست روی و حق نمائی) و قطع فساد و قمع اہل ارتداد (مرتدین کی بیخ کنی) سے محلّی (سنواری ہوئی) اوّل تلویحات و تصریحات روشن و صریح ارشادات) سیّد الکائنات علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوات والتحیات اس بارے میں بہ کثرت وارد۔

دوسرے خلافت اس جناب تقوٰی مآب کی باجماعِ صحابہ واقع ہوئی، (اور آپ کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تختِ خلافت پر جلوس فرمانا فرامین واحکام جاری کرنا، ممالک اسلامیہ کا نظم و نسق سنبھالنا، اور تمام امور مملکت و رزم و بزم کی باگیں اپنے دستِ حق پرست میں لینا وہ تاریخی واقعہ مشہور و متواتر اظہر من الشّمس ہے، جس سے دنیا میں موافق مخالف حتّٰی کہ نصارٰی و یہود و مجوس و ہنود کسی کو انکار نہیں۔ اور ان محبانِ خدا و نوابانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابدًا ابدًا سے شیعانِ علی

کو زیادہ عداوت کا منشیٰ یہی ہے کہ ان کے زعم باطل میں استحقاقِ خلافت حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ میں منحصر تھا۔ جب بحکم الٰہی خلافتِ راشدہ، اوّل ان تین سرداران مومنین کو پہنچی روافض نے انہیں معاذ اللہ مولیٰ علی کا حق چھیننے والا اور ان کی خلافت وامامت کو غاصبہ جائرہ ٹھہرایا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ تقیہ شقیہ کی تہمت کی بدولت حضرت اسد اللہ غالب کو عیاذًا باللہ سخت نامرد وبُزدل وتارک حق ومطیع باطل ٹھہرایا۔ع

دوستی بے خِرداں دشمنی ست
(بے عقلوں کی دوستی دشمنی ہوتی ہے)

(الغرض آپ کی امامت وخلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے) اور باطل پر اجماع امّت (خصوصًا اصحابِ حضرت رسالت علیہ وعلیہم الصلوۃ والتحیۃ کا) ممکن نہیں۔ (اور مان لیا جائے تو غصب وظلم پر اتفاق سے عیاذًا باللہ سب فساق ہوئے، اور یہی لوگ حاملانِ قرآن مبین وراویانِ دین متین ہیں، جو انہیں فاسق بتائے اپنے لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک دوسرا سلسلہ پیدا کرے یا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے، اسی طرح ان کے بعد خلافتِ فاروق، پھر امامتِ ذی النورین، پھر جلوہ فرمائی ابوالحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

عقیدہ تاسعہ ۹ ______ ضروریاتِ دین

نصوصِ قرآنیہ (اپنی مراد پر واضح آیاتِ فرقانیہ) واحادیثِ مشہورہ متواترہ (شہرت اور تواتر سے مؤیّد) واجماعِ امت مرحومہ مبارکہ (کہ یہ قصرِ شریعت کے اساسی ستون ہیں اور شبہات وتاویلات سے پاک، ان میں سے ہر دلیل قطعی، یقینی واجب الاذعان والثبوت، ان) سے جو کچھ دربارہ الوہیت (ذات وصفاتِ باری تعالیٰ) ورسالت (ونبوت انبیاء ومرسلین وحی رب العلمین) وکتب سماوی، وملائکہ وجن وبعث وحشر ونشر وقیامِ قیامت، قضاء وقدر) وماکان ومایکون (جملہ ضروریاتِ دین) ثابت (اور ان دلائل قطعیہ سے مدلل ان براہین واضحہ سے مبرہن) سب حق ہیں اور ہم سب پر ایمان لائے جنت اور اسکے جانفزا احوال (کہ **لاعین رأت ولا اُذن سمعت ولا خطر ببال احدٍ**[1]۔ وہ عظیم نعمتیں

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر تحت آیۃ ۳۲/ ۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۴، جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ السجدۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۵۱، سُنن ابن ماجہ ابواب الزھد باب صفۃ الجنۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۱

وہ نعیم عظمتیں اور جان و دل کو مرغوب و مطلوب وہ لذتیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا، اور نہ کسی کے دل پر اُن کا خطرہ گزرا) دوزخ اور اس کے جاں گزا حالات (کہ وہ ہر تکلیف و اذیت جو ادراک کی جائے اور تصور میں لائی جائے، ایک ادنی حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا، والعیاذ باللہ) قبر کے نعیم و عذاب (کہ وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا) منکر نکیر سے سوال و جواب روزِ قیامت حساب و کتاب و وزنِ اعمال (جس کی حقیقت اللہ جانے اور اس کا رسول) و کوثر (کہ میدانِ حشر کا ایک حوض ہے اور جنت کا طویل و عریض چشمہ) و صراط (بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز، پشتِ جہنم پر ایک پُل) و شفاعۃ عصاۃ اہلِ کبائر (یعنی گناہگاران اُمت مرحومہ کہ کبیرہ گناہوں میں ملوث رہے ان کے لیے سوالِ بخشش) اور اس کے سبب اہل کبائر کی نجات الٰی غیر ذالک من الواردات سب حق (ہے اور سب ضروری القبول) جبر و قدر باطل (اپنے آپ کو مجبورِ محض یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی)۔

ولٰکن امر بین امرین (اختیارِ مطلق اور جبرِ محض کے بین بین راہِ سلامتی اور اس میں زیادہ غور و فکر سبب ہلاکت، صدیق و فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ ماوشما کس گنتی میں) جو بات ہماری عقل میں نہیں آتی (اس میں خواہ مخواہ نہیں الجھتے اور اپنی اندھی اوندھی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتے بلکہ) اس کو موکول بخدا کرتے (اللہ عزوجل کو سونپتے کہ واللہ اعلم بالصواب) اور اپنا نصیبہ "اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ"[1]۔ بناتے ہیں (کہ سب کچھ حق کی جانب سے ہے سب حق ہے اور سب پر ہمارا ایمان)۔

مصطفٰی اندر میاں آنگہ کہ می گوید بعقل   آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ می جوید سہا[2]

مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اپنی عقل سے کون بات کرتا ہے سورج دنیا میں جلوہ گر ہو تو چھوٹے سے ستارے کو کون ڈھونڈتا ہے۔ ت)

(قال الرضا)

عرش پہ جا کہ مرغِ عقل تھک کے گرا، غش آگیا   اور ابھی منزلوں پرے، پہلا ہی آستان ہے[3]

یاد رکھنا چاہیے کہ وحی الٰہی کا نزول، کتبِ آسمانی کی تنزیل، جن و ملائکہ، قیامت و بعث، حشر و نشر

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2]

[3] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ کراچی حصہ اول ص ۷۹

حساب وکتاب، ثواب وعذاب اور جنت ودوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن پر صدر اسلام سے اب تک چودہ سو ۱۴۰۰ سال کے کافہ مسلمین ومومنین دوسرے ضروریاتِ دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آرہے ہیں مسلمانوں میں مشہور ہیں۔ جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے اوران لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے نئے معنٰی گھڑے مثلاً یوں کہے کہ جنت ودوزخ وحشر ونشر وثواب وعذاب سے ایسے معنی مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے۔ یعنی ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا۔ اور عذاب، اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں۔ یا یہ کہ وہ روحانی لذتیں اور باطنی معنی ہیں وہ کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں۔

یونہی یہ کہنا بھی یقیناً کفر ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی اُمتوں کے سامنے جو کلام، کلامِ الٰہی بتاکر پیش کیا وہ ہر گز کلامِ الٰہی نہ تھا بلکہ وہ سب انہیں پیغمبروں کے دلوں کے خیالات تھے جو فوارے کے پانی کی طرح انہیں کے قلوب سے جوش مار کر نکلے اور پھر انہیں کے دِلوں پر نازل ہوگئے۔

یونہی یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ، بچھو اور زنجیریں ہیں اور نہ وہ عذاب جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے، نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالٰی کی نافرمانی سے جو کلفت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلٰی درجہ پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہے، یہ سب کفر قطعی ہے۔

یونہی یہ سمجھنا کہ جنت میں میوے ہیں نہ باغ، نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں، نہ حوریں ہیں، نہ غلمان ہیں، نہ جنت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالٰی کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانیت کا اعلٰی درجہ پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے، یہ بھی قطعًا یقینا کفر ہے۔

یونہی یہ کہنا کہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے نہ ان کا کوئی اصل وجود ہے نہ ان کا موجود ہونا ممکن ہے، بلکہ اللہ تعالٰی نے اپنی ہر ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، نباتات کی فنرونی بس انہیں قوتوں کا نام فرشتہ ہے، یہ بھی بالقطع والیقین کفر ہے۔

یونہی جن وشیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں۔

فائدہ جلیلہ

مانی ہوئی باتیں چار ۴ قسم ہوتی ہیں۔

(۱) **ضروریاتِ دین**: ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہی جن میں نہ شبہے کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(۲) **ضروریاتِ مذہبِ اہلسنت و جماعت**: ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوعِ شبہہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی لیی ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ، بدمذہب، بددین کہلاتا ہے۔

(۳) **ثابتات محکمہ**: ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل اور التفاتِ خاص کے ناقابل بنادے۔ اس کے ثبوت کے لیے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سوادِ اعظم و جمہور علماء کا سندِ وافی، فانّ ید اللہ علی الجماعۃ (اللہ تعالٰی کا دستِ قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ ت)

ان کا منکر وضوح امر کے بعد خاطی و آثم خطاکار و گناہگار قرار پاتا ہے، نہ بددین و گمراہ نہ کافر و خارج از اسلام

(۴) **ظنّیات محتملہ**: ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنّی بھی کافی، جس نے جانبِ خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو، ان کے منکر کو صرف مخطی و قصوروار کہا جائے گا نہ گنہگار، چہ جائیکہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔

ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرقِ مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلٰی درجے کی دلیل مانگے وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکّار فیلسوف ع

ہر سخن وقتے ہر نکتہ مقامے دارد

(ہر بات کا کوئی وقت اور ہر نکتے کا کوئی خاص مقام ہوتا ہے۔ ت)

اور ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(اگر تُو مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو زندیق ہے۔ ت)

اور بالخصوص قرآنِ عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتّٰی کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریاتِ دین میں بھی۔

بہت باتیں ضروریاتِ دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات و احادیث میں نہیں، مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا۔

قرآن عظیم میں اللہ عزوجل کے علم و احاطہ کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امتناع و امکان کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، عالم الغیب والشہادۃ ہے، کوئی ذرّہ اس کے علم سے چھپا نہیں۔

مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس کے امکان کا سلبِ صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاش للہ ! ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر، تو جب ضروریاتِ دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح صریح، قرآن و حدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اُتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مرچڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے، نری جہالت ہے یا صریح ضلالت، مگر جنون و تعصب کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

تو خوب کان کھول کر سُن لو اور لوحِ دل پر نقش رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیے۔ جان لو کہ یہ گمراہ ہے، اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین، دینِ خدا کا بدخواہ ہے۔

مسلمانو ! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سُنو۔ اور جب تمہیں قرآن میں شبہہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو۔ اگر حدیث میں ایں وآں نکالیں تم ائمہ دین کا دامن پکڑو۔ اس درجے پر آکر حق و باطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا، سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا اور اس وقت یہ ضال، مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے۔

"كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ "[1]۔ (گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں) (الصارم الربانی ملخصًا)

عقیدہ عاشرہ ۱۰ ____________ شریعت و طریقت

شریعت و طریقت، دو راہیں متبائن نہیں (کہ ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے کے خلاف ہوں) بلکہ بے اتباع شریعت، خدا تک وصول محال، شریعت تمام احکامِ جسم و جان و روح قلب

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/ ۵۰و۵۱

و جملہ علومِ الٰہیہ و معارفِ نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے و لہٰذا باجماعِ قطعی جملہ اولیائے کرام کے تمام حقائق کو شریعتِ مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و قبول ہیں ورنہ مردود و مخذول (مطرود و نامقبول)

(تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط و مدار ہے شریعت ہی محک و معیار ہے اور حق و باطل کے پرکھنے کی کسوٹی)

شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ۔ اور یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکامِ جسمانی سے خاص۔

یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت، ہر نماز ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر صبر واستقامت کی دُعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ"[1]۔ (ہم کو سیدھا راستہ چلا) ہم کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ پر چلا، ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

یونہی طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو، تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے، اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک جنت تک نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔

لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے۔ اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے، جو اسے شریعت سے جدا مانتا ہے اسے راہِ خدا سے توڑ کر راہِ ابلیس مانتا ہے مگر حاشا، طریقیت حقّہ راہِ ابلیس نہیں قطعاً راہِ خدا ہے) نہ بندہ کسی وقت کیسی ہی ریاضات و مجاہدات بجالائے۔ (کیسی ہی ریاضتوں، مجاہدوں اور چِلّہ کشیوں میں وقت گزارا جائے۔ اس رُتبہ تک پہنچے کہ تکالیف شرع (شریعت و مطہرہ کے فرامین واحکامِ امر و نہی) اس سے ساقط ہوجائیں اور اسے اسپ بے لگام و شُتر بے زمام کرکے چھوڑ دیا جائے۔

قرآن عظیم میں فرمایا: "اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾"[2]۔ بے شک اسی سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱/ ۵

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۵۶

اور فرمایا: "وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ" الاٰیۃ[1]۔

شروع رکوع سے احکامِ شریعت بیان کرکے فرماتا ہے۔ اور اے محبوب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ لگ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کردیں گے۔ دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے اور جس سے وصول الی اللہ ہے، اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا،

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباعِ شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو دیئے جاتے ہیں، پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں، اسی نارِ جحیم وعذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔ (مقال العرفاء)

صوفی وہ ہے کہ اپنے ہوا (اپنی خواہشوں، اپنی مرادوں) کو تابع شرع کرے (بے اتباع شرع کسی خواہش پر نہ لگے) نہ وہ کہ ہوا (وہوس اور نفسانی خواہشوں) کی خاطر شرع سے دستبردار ہو (اور اتباع شریعت سے آزاد) شریعت غذا ہے اور طریقت قوت، جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی، شریعت آنکھ ہے اور طریقت نظر (اور) آنکھ پھوٹ کر نظر (کا باقی رہنا) غیر متصور (عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو شریعتِ مطہرہ میں کب مقبول ومعتبر) بعد از وصولِ (منزل) اگر اتباعِ شریعت سے بے پروائی ہوتی (اور احکامِ شرع کا اتباع لازم وضرور نہ رہتا یا بندہ اس میں مختار ہوتا) تو سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور امام الواصلین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اس کے ساتھ احق ہوتے (اور ترک بندگی واتباع شرع کے باب میں سب سے مقدم وپیش رفت) نہیں (یہ بات نہیں اور ہرگز نہیں) بلکہ جس قدر قربِ (حق) زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور زیادہ سخت ہوتی جاتی ہیں (کہ) حسنات الابرار سیئات المقربین[2]۔ (ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے لیے عیب ہوتی ہیں)

ع نزدیکاں رابیش بود حیرانی

(قریب والوں کو حیرت زیادہ ہوتی ہے)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۳

[2] کشف الخفاء حدیث ۱۱۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۱۸

اور ع

جن کے رُتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے

آخر نہ دیکھا کہ سیّد المعصومین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات، رات بھر عبادات و نوافل میں مشغول اور کارِ امّت کے لیے گریاں و ملول رہتے، نماز پنجگانہ تو حضور پر فرض تھی ہی نمازِ تہجد کا ادا کرنا بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر لازم بلکہ فرض قرار دیا گیا جب کہ اُمّت کے لیے وہی سنت کی سنت ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ احکامِ شریعت تو وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہو گئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت۔ فرمایا وہ سچ کہتے ہیں، واصل ضرور ہوئے مگر کہاں تک؟ جہنم تک۔

چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و واجبات تو بڑی چیز ہیں، جو نوافل و مستحبات مقرر کر دیئے ہیں بے عذرِ شرعی ان میں کچھ کم نہ کروں۔

تو خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نشانِ قدم کی پیروی کرے۔

خلافِ پیغمبر کسے راہ گزید ۔۔۔ کہ ہر گز بہ منزل نہ خواہد رسید[1]

(جس کسی نے پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا ہر گز منزل مقصود پر نہ پہنچے گا)

توہینِ شریعت کفر (اور علمائے دین کو سب و شتم، آخرت میں فضیحت و رسوائی کا موجب)

اور اس کے دائرہ سے خروج فسق (و نافرمانی) صوفی (تقوی شعار) صادق (العمل) عالم سنی صحیح العقیدہ پر خدا اور رسول کے فرمان (واجب الاذعان کے مطابق) ہمیشہ یہ عقیدت رکھتا ہے کہ (یہاں اصل میں بیاض ہے) (علمائے شرع مبین و ارثانِ خاتم النبیین ہیں اور علومِ شریعت کے نگہبان و علمبردار، تو ان کی تعظیم و تکریم صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ہے اور اس پر دین کا مدار) اور عالمِ متدین خدا طلب (خدا پرست، خدا ترس، خدا آگاہ) ہمیشہ صوفی سے (یہاں اصل میں بیاض ہے) (بتواضع و انکسار پیش آئے گا کہ وہ حق آگاہ اور حق کی پناہ میں ہے) اور اسے اپنے سے افضل و اکمل جانے گا (کہ وہ دنیاوی آلائشوں سے پاک ہے) جو اعمال اس (صوفی صاف حق پرست و حق آگاہ) کے اس کی نظر میں قانونِ تقوی سے باہر نظر آئیں گے (ان سے صرف نظر کر کے معاملہ عالم الغیب

---

[1] بوستان سعدی دیباچہ کتاب مکتبہ شرکتِ علمیہ ملتان ص ۸

والشّادۃ پر چھوڑے گا بمصداق۔

ایکہ حمّالِ عیب خویشتنید　　طعنہ بر عیبِ دیگراں مکنید

(اے اپنے عیبوں کو اٹھانے والو! دوسروں کے عیب پر طعنہ زنی مت کرو)

اے اللہ! سب کو ہدایت اور اس پر ثبات و استقامت (ثابت قدمی) اور اپنے محبوبوں اور سچے پکے عقیدوں پر جہانِ گزران سے اٹھا، آمین یا ارحم الراحمین۔

اللّٰھم لك الحمد والیك المشتکٰی وانت المستعان ط ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی الحبیب المصطفٰی وعلٰی اٰلہ الطیبین وصحبہ الطاہرین اجمعین

رسالہ **اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفٰی والاٰل والاصحاب** ختم ہوا۔

مسئلہ ۱۳۷: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام خواہش امتی بودن سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چرا کرد حالانکہ از مرتبہ نبوت دیگر مرتبہ نیست فوق آں، و مرتبہ امت اسفل ازاں دیگر اینکہ ایں طور حدیث را بر عقائد چکار زیرا کہ انبیاء علیہم السلام درعلوئیں تمام عالم احتیاج ایشاں اند ایشاں احتیاج کسے نیستند، بینوا توجروا	حضرت موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کی خواہش کیوں کی حالانکہ مرتبہ نبوت سے کوئی اور مرتبہ بُلند نہیں ہے اور امت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے نیچے ہے، پھر اس طرح کی حدیث عقائد میں کیسے کار آمد ہوسکتی ہے اس لیے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بُلندی کے اس مقام پر فائز ہیں کہ تمام جہان ان کا محتاج ہے وہ کسی کے محتاج نہیں، بیان فرماؤ اجر دیئے جاؤ گے۔ (ت)

الجواب:

افضل غنی از فضل نیست سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را مرتبہ از محبوبیت کبرٰی و جملہ فضائل عالیہ چناں بخشیدند کہ مرکب کسے بغبار اونرسد تیرہ دروناں بر فضل دیگراں حسد برند واہل کمال چوں بینند کہ مارا بآں دسترس نیست انتسابِ بآں محبوب خواہند	افضل فضیلت سے مستغنی نہیں ہوتا۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو محبوبیت کبرٰی کا بُلند مرتبہ اور تمام فضائل عالیہ اس طور پر حاصل ہوئے کہ کسی کا مرکب ان کے غبار تک نہیں پہنچ سکتا۔ تاریک دل والے دوسروں کی فضیلت پر حسد کرتے ہیں اور اہلِ کمال جب دیکھتے ہیں کہ ہمیں اس عظیم

مقام تک رسائی حاصل نہیں تو وہ اس عظیم محبوب کی طرف اپنی نسبت کرنے کی پسند کرتے ہیں تاکہ بطورِ خاص اس کی نظرِ عنایت میں ہوجائیں، یہ بات مسلم ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام دوسروں کے محتاج نہیں لیکن سید انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب کو محتاجی ہے، جیسا کہ انبیاء سے اخذِ میثاق والی آیت کریمہ اور صحیح مسلم کی یہ حدیث اس پر شاہد عادل ہے کہ تمام مخلوق میری طرف راغب ہے حتی کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام بھی۔اس قسم کی حدیثیں کسی عقیدہ کے مخالف نہیں۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)	کہ در زیر عنایتش بروجہے خاص باشند انبیاء را بدیگراں احتیاج نبودن مسلم فامابہ سیدا نبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمہ رانیاز ست چنانکہ کریمہ اخذ میثاق از انبیاء وحدیث صحیح مسلم یرغب الیّ الخلق کلھم حتی خلیل اللہ ابراھیم[1]۔راں شاہد عدل ست ایں چنیں احادیث راباہیچ عقیدہ خلاف نیست، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸: از گونڈل مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ ربیع الاخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عوام مومنین سے عوام ملائکہ کا مرتبہ زیادہ ہے یا نہیں عوام مومنین کی تشریح فرمائیں۔

الجواب:

حدیث میں ہے رب العزۃ جل وعلا فرماتا ہے: **عبدی المؤمن احب الیّ من بعض ملٰئکتی**[2]۔ میرا مسلمان بندہ مجھے میرے بعض فرشتوں سے زیادہ پیارا ہے۔

ہمارے رسول ملائکہ کے رسولوں سے افضل ہیں،اور ملائکہ کے رسول ہمارے اولیاء سے افضل ہیں،اور ہمارے اولیاء عوام ملائکہ یعنی غیر رسل سے افضل ہیں اور یہاں عوام مومنین سے یہی مراد ہے۔نہ فسّاق و فجار کہ ملائکہ سے کسی طرح افضل نہیں ہوسکتے۔انسان صفت ملکوتی و بہیمی وسبعی وشیطانی سب کا جامع ہے جو صفت اس پر غلبہ کرے گی اس کے منسوب الیہ سے زائد ہوجائے گا کہ اگر ملکوتی صفت غالب ہوئی کروڑوں ملائکہ سے افضل ہوگا۔اور بہیمی غالب ہوئی تو بہائم سے بدتر اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ

[1] صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب بیان القرآن انزل علی سبعۃ احرف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۳

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الصوم دار الفکر بیروت ۴/ ۱۹۳

اَضَلُّ ؕ"[1] (جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔ت) یونہی سبعی و شیطانی وہابیہ کو دیکھو، شیطان کہ ان سے سبق لیتا ہے، ابلیس کو ہزاروں برس کی عمر میں نہ سوجھی تھیں جو انہیں سوجھتی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹: از دارالطلبہ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد مرسلہ مولوی ابراہیم صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) زید کہتا ہے کہ تقلید شخصی واجب نہیں کہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اگر واجب ہوتی تو احادیث میں کہیں نہ کہیں ذکر ہوتا۔ عمرو کہتا ہے واجب ہے بالخصوص امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی، زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟

(۲) زید کہتا ہے قراءت خلف الامام کرنی چاہیے نہ کی جائے گی تو نماز صحیح نہ ہوگی، اور اس کے ثبوت میں احادیث پیش کرتا ہے، عمرو کہتا ہے نہ کرنا چاہیے، زید احادیث و تفاسیر کے علاوہ اور کسی دلیل کو نہیں مانتا، کہتا ہے کہ فقہ قیاسی ہے احادیث و تفاسیر کے مقابل قابل عمل نہیں۔

(۳) زید کہتا ہے آمین بالجہر کرنا چاہیے کہ احادیث سے ثابت ہے۔ عمرو مانع ہے، کس کا قول ٹھیک ہے؟

الجواب:

(۱) تقلید فرض قطعی ہے، قال اللہ تعالٰی:

"فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَۙ۴۳"[2]۔	تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے۔(ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الاسئلوا ان لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال[3]۔	اگر وہ نہیں جانتے تو پوچھتے کیوں نہیں کیونکہ جہالت کی شفاء سوال کرنا ہے۔(ت)

اگر ایک مذہب کی پابندی نہ کی جائے تو یا وقت واحد میں شیئ واحد کو حرام بھی جانے گا اور حلال بھی جیسے قراءت مقتدی شافعیہ کے یہاں واجب اور حنفیّہ کے یہاں حرام اور وقت واحد میں شے کا

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۹

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳

[3] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب المجدور یتیمم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۴۹

حرام وحلال دونوں ہونا محال، یا یہ کرے گا کہ ایک وقت حلال سمجھے گا دوسرے وقت حرام، تو یہ اس آیت میں داخل ہونا ہوگا کہ "یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا" [1]۔ (ایک سال اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور ایک سال اسے حرام ٹھہراتے ہیں۔ت) لاجرم پابندیِ مذہب لازم، اور اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) فقہ کا نہ ماننے والا شیطان ہے، ائمہ کا دامن جو نہ تھامے وہ قیامت تک کوئی اختلافی مسئلہ حدیث سے ثابت نہیں کرسکتا، جسے دعوٰی ہو سامنے آئے اور زیادہ نہیں اسی کا ثبوت دے کہ کتا کھانا حلال ہے یا حرام؟ آیت نے تو کھانے کی حرام چیزوں کو صرف چار ۴ میں حصر فرمایا ہے۔ مردار اور رگوں کا خون، اور خنزیر کا گوشت اور وہ جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے تو کتا درکنار سوئر کی چربی اور گردے اور اوجڑی کہاں سے حرام ہوگی کسی حدیث میں ان کی تحریم نہیں اور آیت میں لحم فرمایا ہے جو ان کو شامل نہیں، غرض یہ لوگ شیاطین ہیں، ان کی بات سننا جائز نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) عمرو کا قول ٹھیک ہے، آمین دعا ہے اور دعا کے اخفاء کا قرآن عظیم میں حکم ہے اور حدیث مرفوع بھی اسی کا افادہ فرماتی ہے کہ:

واذاقال ولا الضالین قولوا امین فان الامام یقولها [2]۔	جب امام ولا الضالین کہے تم آمین کہو کہ امام بھی کہے گا۔

معلوم ہوا کہ آہستہ کہے گا، اصل یہ ہے کہ امام کے فعل کے ساتھ اس کا فعل ہو اگر وہ آمین بالجہر کہتا مقتدیوں کو معلوم ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ جب وہ آمین کہے تم بھی کہو۔ یہاں یہ نہ فرمایا بلکہ اس کا فعل بتایا کہ جب وہ **ولا الضالین** کہے تم امین کہو اور اس کی موافقت کہ خفی تھی ظاہر فرمادی کہ وہ بھی کہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲: از شہر محلّہ سوداگراں مسئولہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ قیام میلاد شریف اگر مطلقاً ذکر خیر کی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۷

[2] سنن النسائی کتاب الافتتاح باب جهر الامام آمین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۴۷، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنه المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۷۰

وجہ سے کیا جاتا ہے تو اول وقت سے کیوں نہیں کیا جاتا اس لیے کہ اول سے ذکرِ خیر ہی ہوتا ہے، اور اگر اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں تو کیا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول وقت سے رونق افروز نہیں ہوتے اگر ہوتے تو ابتداءً مجلس مبارک قیام ہی سے کیوں نہیں ہوتا اور اگر نہیں تو کیا **فظھر فولد** (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہی کے وقت جلوہ افروز ہوتے اور تا قیام تشریف فرمارہتے اور فوراً لوگوں کے بیٹھتے ہی تشریف لے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضور کا آنا لوگوں کے قیام و نیز میلاد خواں کے **فظھر فولد** کہنے پر موقوف ہے، کیا یہ زید کا کہنا لغو ہے یا نہیں اور اس کا کافی جواب کیا ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر دیئے جاؤگے۔ت)

الجواب:

زید کی یہ سب حماقتیں جہالتیں سفاہتیں ہیں مہمل ولایعنی شقوق اپنی طرف سے ایجاد کیے اور جو وجہ حقیقی ہے اس کی طرف اسے ہدایت نہ ہوئی، تعظیم ذکر اقدس مثل تعظیم ذاتِ انور ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تعظیم ذات باختلافِ حالات مختلف ہوتی ہے، معظم کے قدوم کے وقت قیام کیا جاتا ہے اور اس کے حضور کے وقت بادب اس کے سامنے بیٹھنا تعظیم ہے۔ ذکر شریف میں بھی ذکر قدوم کی تعظیم قیام سے ہے اور باقی وقت کی تعظیم بادب قعود سے۔ **ولکن الوھابیۃ قوم لایعقلون** (لیکن وہابی بے عقل قوم ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۳: مسئولہ مولٰنا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب پر دیسی جی برہمچاری از شہر محلہ باسمنڈی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اب کی دس جنوری کی اشاعت میں راما سنگھم نے قرآن عظیم کی تین آیات کا حوالہ دے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گنہگار قرار دیا ہے ان میں سے پہلی دو میں رسول مقبول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو یوں مخاطب کیا ہے۔ تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔ تیسری آیت کا مطلب یہ ہے فی الواقعی ہم نے تیرے واسطے بلا شبہہ کامیابی حاصل کی ہے کہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہے مسٹر حسن ہم کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ان آیات میں تو سے مراد تو ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا اشارہ اسلام کے نبی کے پیروؤں کے گناہوں اور غلطیوں کی طرف ہے یہ بات مشکل ہے کہ اس مباحثہ کو قابل یقین سمجھا جائے کیونکہ اگر عربی زبان ایسی ہی پیچیدہ ہے کہ ہر ایک پڑھنے والا اپنی خواہش کے مطابق مطلب لے سکتا ہے تب قرآن عظیم سے جو چاہیں مطلب لے سکتے ہیں، تاہم مسٹر حسن کا یہ بیان ہے کہ وہ آیاتِ زیر مباحثہ کے ان معنوں پر اعتقاد

رکھتے اور قرآن عظیم کے مفسرین کی صنعت کو مانتے ہیں مجھ کو خوف ہے کہ مسٹر حسن نے تفسیروں کو غور سے نہیں پڑھا ہے۔ کیونکہ میں ذیل میں یہ دکھاؤں گا کہ قرآن عظیم کے مسلم مفسرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار ہونے کو (معاذ اللہ) صاف طور سے مانتے ہیں اور بعض موقعوں پر ان خاص گناہوں کو بتاتے ہیں جن کی بابت رسول مقبول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے معافی مانگنے کو کہا گیا ہم وہ تین آیات لیتے ہیں جو راما سنگھم نے نقل کی ہیں، اول سورہ محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی انتیسویں آیت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں اور اپنے معتقدین کی خواہ مرد ہوں خواہ عورت، یہاں پر کسی حالت میں بھی تو کے معنی پیروؤں کے نہیں ہوسکتے چونکہ ان لوگوں کا ذکر خود بھی آچکا ہے۔ اور حرف عطف سب پیچیدگیوں کو صاف کردیتا ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے اپنی اور بعد کو اپنے پیروؤں کی معافی مانگنے کو کہا گیا ہے۔ دوسری سورہ مومن کی پچیسیویں آیت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ اس بات کو یقین کرنا دشوار ہے کہ آپ کے مسٹر حسن نے درحقیقت مفسرین سے دریافت کیا ہوگا اگر وہ دریافت کرلیتے تو کبھی نہ کہتے کہ وے لوگ اس بات کو راما سنگھم پر صاف عیاں کردیں گے کہ مسلمانوں کے پیغمبر (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہر گناہ سے معصوم ہیں اس سے کہیں دور وہ صاف طور سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی گنہگاری کو مانتے ہیں، ابن عباس بڑے بھاری مفسرین میں سے ہیں اور اپنی تفسیر میں اس طرح سے کہتے ہیں: **واستغفر** [عه] **لذنبك لتقصیر والشکر علی ما انعم الله علیك وعلی اصحابك** اس کے معنی یہ ہیں کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تو نے خدا کی اس مہربانی کے شکر گزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے پیروؤں پر کی۔

زمخشری ایک بڑے بھاری مفسر اپنی تفسیر الکشاف میں یوں لکھتے ہیں: **لکن یغفر الله لك ما تقدم من ذنبك قبل الوحی وما تاخر وما یکون بعد الوحی الی الموت** اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تیرے گناہ جو کہ وحی آنے کے قبل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں یعنی مرتے وقت تک معاف کردے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اس سوال میں آریہ نے افتراء وجہالت و نافہمی و بے ایمانی سے کام لیا۔

عــــه: ھکذا بخطه۔ ۱۲ منه

عبارت کہ کشاف کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے، کشاف میں اُس کا پتہ نہیں،

(۲) بالفرض اگر کشاف میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بدمذہب بے ادب کی تصنیف ہے اس کا کیا اعتبار۔

(۳) یہ تفسیر کہ منسوب بسید نا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے نہ اُن کی کتاب ہے نہ اُن سے ثابت یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے تفسیر اتقان شریف میں ہے:

واوھی طرقه طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذلك روایة محمد بن مروان اسدی الصغیر فھی سلسلة الکذب[1]۔	اس کے طُرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابوصالح سے اور اس کا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرنا اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔(ت)

(۴) اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے: لتقصیر الشکر علی ما انعم اللہ علیك وعلٰی اصحابک۔

یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے اس لیے استغفار فرمایئے۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الٰہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقۃً غیر متناہی بالفعل ہیں کما حققه المفتی ابوالسعود فی ارشاد العقل السلیم (جیسا کہ مفتی ابوالسعود نے ارشاد العقل السلیم میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) قال اللہ عزوجل "وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا"[2]۔ اگر اللہ کی نعمتیں گنا چاہو تو نہ گن سکو گے، جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کرسکتا ہے۔

از دست وزباں کہ برآید کز عہدہ شکرش بدرآید

(کس کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہوسکے۔ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع التاسع والسبعون فی غرائب التفسیر مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸۹

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۳۴

شکر میں ایسی کمی ہر گز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لمحہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصًا خاصوں پر خصوصًا اُن پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہر گز حقیقۃً ذنب بمعنی گناہ نہیں۔

ماتقدم سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر کے، اور گناہ کسے کہتے ہیں، مخالفتِ فرمان کو، اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا، وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا جب فرمان نہ تھا مخالفتِ فرمان کے کیا معنی، اور جب مخالفتِ فرمان نہیں تو گناہ کیا۔

(۶) جس طرح **ماتقدم** میں ثابت ہولیا کہ حقیقۃً ذنب نہیں۔ یوں ہی **ماتاخر** میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائز ہوئے کہ بعد کو فرمان ان کے منع پر اترا اور انہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ یونہی بعد نزول وحی و ظہور رسالت بھی جو افعال جائز فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اُتری اسی طریقے سے ان کو **ماتاخر** فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب، مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔ ایسا ہی ہے تو وہ لغویات و ہزلیات و فحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انہیں بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ویدوں میں اہلی گہلی پھر رہی ہیں اور خود بندگانِ وید نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے ان سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی مثلاً یجروید میں ایشور کی بیماری کا حال لکھا کہ بستر بیماری پر پڑے پکار رہے ہیں کہ او سیکڑوں کی طرح کی عقل و علم رکھنے والو! تمہاری سیکڑوں ہزاروں طرح کی بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریر کو نروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر نیز یہ بھی فرمارہے ہیں کہ اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا! میں فرزند تجھ کو بہت نصیحت کرتا ہوں ماماجی کہتی اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے گائیں، زمین، کپڑے، جان کی حفاظت و پرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کرو اسی یجروید کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ایشور کے متعلق ہے اس کے ہزار سر ہیں ہزار آنکھیں ہیں ہزار پاؤں ہیں زمین پر وہ سب جگہ ہے الٹا سیدھا تب بھی دس انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے۔ نیز ویدوں میں اس کا نام سروبیاپک ہے یعنی وہ ہر جگہ سمایا ہوا، ہر چیز میں رما ہوا، ہر خلا میں گھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد ہر مادہ کی فرج ہر پاخانہ کی ڈھیری میں ایشور

ہی ایشور ہے۔ دیانند نے محض زبردستی اُن کی کایا پلٹ کی اور انہیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کردو خواہ حکمت سے تو وہ کلام کیا ہوا بھان متی کا گورکھ دھندا ہوا اور اس کے کس حرف پر اعتماد ہو سکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالا جپی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآمد ہو سکتا ہے۔

نباشد بہ آئین تحقیق دال کچوری و پوری و بھجیا و دال

شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال[1]۔	جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ (ت)

سورہ مومن و سورہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے۔ کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے، مومن میں تو اتنا ہے۔: "وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ"[2]۔ اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں، قرآن عظیم تمام جہان کی ہدایت کے لیے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے، "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ"[3]۔ نماز برپا رکھو۔ یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیامِ قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ اسی قرآن عظیم میں ہے:

"لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ"[4]۔	تاکہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے (ت)

کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بداں اسعدك اللہ تعالٰی (تُو جان لے اللہ تعالٰی

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۵۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۴۳

[4] القرآن الکریم ۶/ ۱۹

تجھے سعادت مند بنائے۔ت) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔خود قرآن عظیم میں فرمایا:

"اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰىۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰىؕ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤىۙ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰىؕ "[1]۔	(ابوجہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہااس پر یہ آیتِ کریمہ اتریں) کہ کیا تُو نے دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھو تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے۔

یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف،بلکہ فرماتا ہے:

"فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِؕ "[2]۔	(ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روزِ قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔

یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ وہنود سے،یونہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۹) بلکہ آیت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں،اس کی ابتداء یوں ہے:

"فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِؕ "۔[3]	جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ۔

تو یہ خطاب اُس سے ہے جو ابھی لا الٰہ الا اللہ نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے،تو معنی یہ ہوئے کہ اے سُننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ، تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرمادیا کہ:

"وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ۠ "[4]۔	اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو،اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔

اگر فاعلم میں تاویل کرے تو ذنبک میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر ذنبك میں تاویل نہیں

[1] القرآن الکریم ۹۶/ ۹تا۱۲
[2] القرآن الکریم ۹۵/ ۷
[3] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹
[4] القرآن الکریم ۴۷ / ۱۹

کرتا تو فاعلم میں تاویل کیسے کر سکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(۱۰) دونوں آیۃ کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشا ہے اور انشا وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا اکرم ضیفك اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

(۱۱) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں، **قال اللہ تعالٰی** "**وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى**ﳚ"[1]۔ آدم نے اپنے رب کی معصیت کی، حالانکہ خود فرماتا ہے: "**فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا**۠"[2]۔ آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا، لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ، خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی:

"رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا"[3]۔	اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

(۱۲) جتنا قُرب زائد اُسی قدر احکام کی شدت زیادہ ع

جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سُن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہر گز شہریوں سے پسند نہ کرے گا، شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا۔

حسنات الابرار سیّئات المقربین[4]۔ نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترک اولٰی کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولی ہرگز گناہ نہیں۔

(۱۳) آریہ بے چارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سُنا، اگر نہ جانے تو ہر ادنٰی

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۱۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[4] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۷ ۴/ ۱۹ مصطفی البابی مصر ۶/ ۱۸۰، ارشاد العقل السلیم تحت آیۃ ۷ ۴/ ۱۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۹۷

طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لیے ادنٰی ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف، یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کَے جریب ہوا، یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت، اور اضافت موجود یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی، باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ذنبک سے مراد اہلبیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد وللمؤمنین وللمؤمنٰت تعیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمایئے اپنے اہلبیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لیے۔اب آریہ کے اس جنون کا بھی علاج ہوگیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے۔ تعیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے:

"رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ"[1]۔	اے میرے رب ! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

(۱۴) اسی وجہ پر آیۃ کریم سورہ فتح میں لام لک تعلیل کا ہے اور ماتقدم من ذنبک تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیّدنا عبداللہ و سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام و امہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم و شیث ونوح و خلیل و اسمٰعیل علیہم الصلوۃ والسلام، اور ماتاخر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہلبیت و امتِ مرحومہ تو حاصل آیۃ کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ والحمدللہ رب العالمین۔

(۱۵) ماتقدم و ماتأخر سے قبل و بعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارتِ تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعًا محتمل، اور ہم ثابت کرچکے کہ اب حقیقت ذنب خود مندفع وللہ الحمد و صلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین و بارك وسلم الٰی یوم الدین وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] القرآن الکریم ۷۱/ ۲۸

مسئلہ ۱۴۴: از شہر مسئولہ مولوی غلام قطب الدین صاحب ۴ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

راما سنگھم اب آریہ نہیں نصرانی ہے، رُوئے جواب جانبِ نصارٰی ہونا چاہیے۔

الجواب:

بحمد اللہ وہ جواب کافی ووافی ہے صدر کلام اور ۴ و ۸ میں آریہ کی جگہ نصرانی لکھ لیجئے اور ۸ کا شعر کاٹ دیجئے اور ۱۳ میں آریہ کی جگہ کرسچن، ہاں ۷ بالکل تبدیل ہوگا اسے یوں لکھئے۔

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب، نصرانی کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا، عربی زبان تو لسان مبین ہے، نہ ہر محل قابل تاویل، نہ ہر تاویل لائقِ تحویل کہ ہر شخص جہاں چاہے اپنی خواہش کے مطابق مطلب بنالے، اور محل محتمل میں تاویل صحیح کا باب بے شک واسع اور ہر زبان اور ہر قوم میں شائع و ذائع اس کا انکار نہ کرے گا مگر مکابر مفتون، اور اس کا اقرار نہ کرے گا مگر دیوانہ مجنون، ہاں بائبل کی زبان ایسی پیچیدہ ہے کہ اور تو اور خود مصنف محرف کی سمجھ میں نہیں آتی۔ تواریخ کی دوسری کتاب باب ۲۱ درس ۲۰ اور باب ۲۲ درس ۱ و ۲ میں لکھا وہ بتیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا ۸ برس بادشاہت کی اور جاتا رہا داؤد کے شہر میں گاڑا گیا یروشلم کے باشندوں نے اس کے چھوٹے بیٹے اخزیاہ کو اس کی جگہ بادشاہ کیا اخزیاہ ۴۲ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ یعنی باپ ۴۰ برس کی عمر میں مرا اس وقت بیٹا ۴۲ برس کا تھا۔ باپ سے دو برس پہلے پیدا ہولیا تھا۔ متی کی انجیل میں مسیح و داؤد علیہما الصلوۃ والسلام کے بیچ میں ۲۶ پشتیں ہیں اور اس میں عدد بھی گنادیا ہے کہ مسیح تا داؤد ۲۸ شخص ہیں۔ لیکن لوقا کی انجیل میں مسیح سے داؤد تک ۴۳ آدمی ہیں، ۱۵ پشتیں زائد اور اسماء بھی بالکل نامطابق، ایضًا انجیل متی باب ۵ درس ۱۷: یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابیں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پوری کرنے آیا ہوں۔ درس ۱۸ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان وزمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹے گا۔ یہاں تو نسخ کا اس شدت سے انکار ہے اور جا بجا انجیل ہی میں نسخ احکام توریت کا اظہار ہے۔ اسی انجیل کے اسی باب درس ۳۲،۳۱ میں ہے یہ بھی لکھا گیا کہ جو کوئی اپنی جورو کو چھوڑ دے اسے طلاق نامہ لکھ دے پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو زنا کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دیوے اس سے زنا کرواتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے ایضًا درس ۳۳ و ۳۴ تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ اپنی قسمیں خداوند کے لیے پوری کر، پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ہرگز قسم نے کھانا ایضًا درس ۳۸ و ۳۹ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے

دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے ایضًا باب ۱۹ درس ۸ و ۹ موسٰی نے جوروؤں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی پر میں تم سے کہتا ہوں جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے۔ یہی مضمون انجیل مرقس باب: ۱۰ درس ۲ تا ۱۲ میں ہے ان کے سوا بہت نظائر تناقض و نافہی کے ہیں تو ثابت ہوا کہ عبری زبان ہی ایسی پیچیدہ ہے کہ اس میں کتاب تصنیف کرنے والا خود اپنی نہیں سمجھتا، اور (۱۵) کے بعد یہ نمبر اور اضافہ کیجئے۔

(۱۶) ہر صغیرہ سے صغیرہ کو گناہ کہہ سکتے ہیں اگرچہ قبل ظہور رسالت ہو اور توسعًا خلاف اولٰی کو بھی جو ہرگز منافی نبوت نہیں لیکن نیک ہونا تو نبی کے لیے لازم ہے نہ وہ کہ جو خدا کا بیٹا ٹھہرے مگر یہ انجیلیں کہتی ہیں کہ مسیح ہرگز نیک نہیں، دیکھو متی باب ۱۹ درس ۱۶ و ۱۷ ایک نے اس سے کہا اے نیک استاد، اس نے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے، نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا، یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۰ درس ۱۷ و ۱۸ و انجیل لوقا باب ۱۸ درس ۱۸ اور ۱۹ میں ہے۔ وہاں اگر بعض مفسرین نے معاذ اللہ گناہگار ہونا مانا تھا تو یہاں تو خود انجیلیں مسیح کو معاذ اللہ صاف طور سے بد بتا رہی ہیں۔

(۱۷) گناہ نہیں مگر شریعت کی مخالفت لیکن بائیبل تو شریعت کو راسًا باطل کر رہی ہے گلیتوں کو پولس کا خط باب ۳ درس وے سب جو شریعت ہی کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں سو لعنت کے تحت ہیں درس ۱۱: کوئی خدا کے نزدیک شریعت سے راستباز نہیں ٹھہرتا۔ درس ۱۲: شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں اور مسیح علیہ الصلوۃ والسلام پکے راستباز و کامل الایمان ہیں تو ضرور شریعت سے جدا ہیں تو گناہگار ہیں کتاب یرمیاہ باب ۹ درس ۱۲ و ۱۳ میں ہے۔ سرزمین کس لیے ویران ہوئی اور بیابان کے مانند جل گئی خداوند کہتا ہے اسی لیے کہ انہوں نے میری شریعت کو ترک کر دیا اور اس کے موافق نہ چلے۔

(۱۸) بلکہ ترک اولٰے یا کسی صغیرہ کا صدور یا بد ہونا بھی درکنار بائیبل تو مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کو معاذ اللہ صاف ملعون بتاتی ہے، خط مذکور باب ۳ درس ۱۳ مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا ہو سو لعنتی ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی**، ایسے پوچ ولچر مذہب کے پابند کیوں دین حق اسلام کے خدام سے الجھتے ہیں اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور اپنی پگڑی کہ کبھی نہ سنبھلے گی سنبھالیں۔ **واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم** (اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۵: از موضع پارہ پرگنہ مورانواں ضلع اناؤ مسئولہ محمد عبدالرؤف صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقیدہ ہے کہ چونکہ عالم الغیب صفت مختصہ باری تعالٰی ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت لفظ عالم الغیب بالواسطہ یا بالعطایا کہنا بھی جائز نہیں اور نہ حضور پر نور کو کل علم غیب یعنی از روزِ ازل تاابد شبِ معراج میں عطافرمایا گیا تھا۔ البتہ بعض بعض علوم غیبیہ کا قائل ہے اور اپنے عقیدہ کی دلیل میں چند واقعات بطور اثبات نوشتہ علمائے دیوبند پیش کرتا ہے، مثلاً سورہ کہف کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بجواب اس سوال کے کہ اصحابِ کہف کس مدت تک سوئے تھے، فرمایا کل بتلاؤں گا، اور لفظ ان شاء اللہ تعالٰی نہ کہنے کی وجہ سے اٹھارہ روز تک وحی کا نزول نہ ہوا، اگر علمِ غیب ہوتا تو توقف نہ فرماتے۔

دوئم [۲] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حادثہ کہ کفار مکہ نے آپ کو متہم کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طلاق دینے پر آمادہ ہوگئے۔ اور اگر آپ کو علم ہوتا تو تذبذب کیوں ہوتا، وحی کے نزول پر آپ مطمئن ہوئے اور کہتا ہے کہ اگر کل علمِ غیب عطافرمایا جاتا تو پھر وحی آنے کی کیا ضرورت تھی؟

(عقیدہ عمرو) برعکس اس کے عمرو کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پرنور سید یوم النشور حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر شب معراج میں اللہ رب العزت نے جملہ اولین وآخرین مانند آفتابِ درخشاں روشن کردیئے تھے اور تمام علم ماکان ومایکون سے صدرِ مبارک حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جلوہ افروز کردیا تھا اور جن باتوں سے آپ نے جواب نہیں دیا بلکہ سکوت اختیار فرمایا ان کو خدا اور حبیبِ خدا کے درمیانی اسرار مخفی کی جانب مبذول کرتا ہے، اور روز اول سے لے کر یوم الحشر کے تمامی علوم کو حضور سرور کائنات ومفخر موجودات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم کے سمندر کی ایک لہر کی برابر تصور کرتا ہے۔

الجواب:

اس مسئلہ میں بفضلہٖ تعالٰی یہاں سے متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ پر اکابر علمائے مکہ معظّمہ ومدینہ طیبہ وغیرہا بلادِ اسلامیہ نے مہریں کیں، گرانقدر تقریظیں لکھیں خالص الاعتقاد دس سال سے شائع ہوا انباء المصطفٰی بیس سال سے ہزار کی تعداد میں بمبئی وبریلی ومرادآباد میں چھپ کر تمام ملک میں شائع ہوا اور بحمدہ تعالٰی سب کتابیں آج تک لاجواب ہیں، مگر وہابیہ اپنی بے حیائی سے باز نہیں آتے۔ علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ یعلم الغیب وارد ہے کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح

لملا علی القاری (جیسا کہ ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں ہے۔ت) بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے:

کان رجلا یعلم علم الغیب[1]۔	وہ مرد کامل ہیں جو علمِ غیب جانتے ہیں۔ت)

مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عزجلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اُس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔کشاف میں ہے:

المراد به الخفی الذی لاینفذ فیه ابتداء الا علم اللطیف الخبیر ولهذا لایجوزان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب[2]۔	اس سے مراد پوشیدہ شے ہے جس تک ابتداءً (بالذات) سوائے باریکی جاننے والے یا خبیر (اللہ تعالٰی) کے کسی کے علم کی رسائی نہیں۔یہی وجہ ہے کہ علی الاطلاق یوں کہنا کہ فلاں غیب جانتا ہے جائز نہیں (ت)

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب وماکان مایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قطعاً عزت جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز وجلیل ہے نہ ہوسکتا ہے مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل و محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔غرض صدق وصورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی۔امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں:

کم من معتقد لایطلق القول به خشیة ایهام غیره مما لا یجوز اعتقاده فلا ربط بین الاعتقاد والاطلاق[3]۔	بہت سے معتقدات ہیں کہ جن کے ساتھ قول کا اطلاق اس ڈر سے نہیں کیا جاتا کہ ان میں ایسے غیر کا ایہام ہوتا ہے جس کا اعتقاد جائز نہیں، لہٰذا اعتقاد اور اطلاق کے درمیان کوئی لزوم نہیں۔(ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کردی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں:

وانما لم یجز الاطلاق فی غیره	علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لیے ناجائز ہے

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت آیة وعلمنٰه من لدنا علما دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۳۲۳

[2] الکشاف تحت آیة ۲/ ۳ انتشارات آفتاب تہران ۱/ ۱۲۱

[3] الانتصاف

تعالٰی لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداء فیکون تناقضا واما اذا قید وقیل اعلمہ اللہ تعالٰی الغیب او اطلعہ علیہ فلا محذور فیہ[1]۔	کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگادی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو غیب کا علم عطافرمادیا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمادیا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔(ت)

زید کا قول کذب صریح وجہل قبیح ہے، کذب تو ظاہر کہ بے ممانعت شرعی اپنی طرف سے عدم جواز کا حکم لگا کر شریعت وشارع علیہ الصلوۃ والسلام اور رب العزۃ جل وعلا پر افتراء کررہا ہے۔

قال اللہ تعالٰی "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾"[2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور انکے لیے دردناک عذاب ہے۔ت)

اور جہل فاضح یہ کہ عالم الغیب صفت مختصہ باری تعالٰی ہونے پر بالواسطہ و بالعطا کہنے کے عدمِ جواز کو متفرع کررہا ہے شاید اس کے نزدیک علم غیب بالواسطہ، و بالعطا خاصہ باری تعالٰی ہے یعنی دوسرے کے دیئے سے علم غیب خاص اللہ تعالٰی کو ہوتا ہے اس کے غیر کو علم غیب بالذات بلاواسطہ ہے ایسا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کفرِ اشد کیا ہے۔ گنگوہی صاحب نے تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم غیب بالذات بے عطائے الٰہی ملنے کے اعتقاد کو کفر نہ مانا تھا صرف اندیشہ کفر کہا تھا ان کے فتاوٰی حصہ اول صفحہ ۸۳ میں ہے:

جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود آپ کو علم تھا بدون اطلاق حق تعالٰی کے تو اندیشہ کفر کا ہے

---

[1] حاشیہ سید الشریف علی الکشاف تحت آیۃ ۲/ ۱۳ انتشارات آفتاب تہران ۱/ ۲۸

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷

لہٰذا امام نہ بنانا چاہیے اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان کو روکے[1]۔
حالانکہ گنگوہی صاحب کا یہ قول خود ہی صریح کفر ہے بلاشبہہ جو غیر خدا کو بے عطائے الٰہی خود بخود علم مانے قطعًا کافر ہے اور جو اس کے کفر میں تردد کرے وہ بھی کافر۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب نے دوسری شق لی تھی کہ اللہ عزوجل کے علم غیب کو حادث و اختیاری مانا۔
تقویت الایمان میں ہے: غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے[2]۔
یہ بھی صریح کلمہ کفر ہے مگر دونوں شقیں جمع کرنا کہ اللہ تعالٰی کا علم عطائی اور دوسرے کا ذاتی یہ اسی نتیجہ قول زید کا خاصہ ہے۔
دو واقعے کہ زید نے پیش کیے اگرچہ ان پر ابحاث اور بھی ہیں مگر کیا انباء المصطفٰی میں صاف نہ کہہ دیا گیا تھا کہ بحمد اللہ تعالٰی نص قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ماکان ومایکون (جو ہو چکا اور جو ہوگا۔ت) کا علم دیا اور جب یہ علم قرآن عظیم کے تبیانًا لکل شیئ ہونے نے دیا اور پر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآن عظیم سے پہلے اگر بعض کی نسبت ارشاد ہو لم نقصص علیک (ہم نے آپ پر بیان نہیں کیا۔ت) ہرگز احاطہ علم مصطفوی کا کا نافی نہیں، مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انہیں اقسام کے ہیں۔ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی گنگوہی جنگلی کوہی سب کو دعوت عام ہے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادۃ لائیں جس سے صریح ثابت ہو کہ تمام نزولِ قرآن کے بعد بھی ماکان ومایکون سے فلاں امر حضور پر مخفی رہا اگر ایسا نص نہ لاسکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہر گز نہ لاسکوگے تو جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغا بازوں کے مکر کو اھ ملخص[3]۔
اس کے بعد بھی ایسے وقائع پیش کرنا کیسی شدید بے حیائی ہے، بلاشبہہ عمرو کا قول صحیح ہے جمیع ماکان ومایکون جملہ مندرجات لوح محفوظ کا علم محیط حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم کریم کے سمندروں سے ایک لہر ہے جیسا کہ علامہ قاری کی زبدہ شرح بردہ میں مصرح ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] فتاوٰی رشیدیہ
[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴
[3] انباء المصطفٰی رضا اکیڈمی بمبئی ص ۷ تا ۱۰

مسئلہ ۱۴۶: از سیتاپور محلّہ نرائن پور مکان مولوی الٰہی بخش صاحب مسئولہ علی حسین خان ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ غیب کا حال سوائے خدا تعالٰی کے کوئی نہیں جانتا ہے حتی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی نہیں معلوم تھا بہ ثبوت اس روایت کے کہ ایک بار ابوجہل نے کنواں راستے میں کھود کر خس پوش کردیا تھا اور خود بیماری کا حیلہ کرکے پڑرہا تھا جس وقت حضور عیادت کو گئے تو چاہ مذکور عین رہگزر میں تھا اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے بذریعہ وحی معلوم کیا لہٰذا اولیاء اللہ بھی نہیں جان سکتے بجز کشف والہام کے۔ بینوا توجروا (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب:

یہ حق ہے کہ غیب کا حال سوا رب عزوجل کے کوئی نہیں جانتا یعنی اپنی ذات سے بے اس کے بتائے اور یہ باطل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی نہیں معلوم تھا قرآن کریم واحادیثِ صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ ماکان ومایکون الی اٰخر الایام (جو ہوچکا اور قیامت تک ہوگا۔ ت) کے تمام غیب حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام پر منکشف فرمادیئے گئے اور حضور کے بتائے سے حضور کے غلام اولیائے کرام جانتے ہیں کشف والہام دونوں ان کے جاننے کے ذریعہ ہیں اور ان پر کوئی حد بندی نہیں۔ ان تمام مضامین کی تفصیل ہماری کتاب انباء المصطفٰی وخالص الاعتقاد وغیرہما میں ہے اور وہ ابوجہل کے کنویں والی حکایت محض ساختہ وبے اصل ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷: از ڈاکخانہ مولوی گنج ضلع گیا، مسئولہ عبدالمجید ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غیب کی باتیں معلوم تھیں یا نہیں، مائۃ مسائل کے چوبیسویں سوال کے جواب میں روایت فقہی ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر ہے جاننا چاہیے کہ کوئی بات غیب کی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نہیں جانتے تھے مگر جس قدر کہ اللہ تعالٰی اُن کو کسی وقت کوئی چیز معلوم کرادیتا تھا تو جانتے تھے جو کوئی اس بات کا اعتقاد کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیب کی باتیں معلوم کرلیتے تھے حنفیّہ نے اس شخص پر صریح تکفیر کا حکم دیا ہے۔ لمعارضۃ قولہ تعالٰی " قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ "[1]۔ (اللہ تعالٰی کے اس فرمان کے معارضہ کی وجہ سے، تم فرماؤ

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۶۵

غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ت) **بینوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب:

زید عمرو کچھ کہیں مگر قرآن مجید واحادیث صحیحہ کاارشاد یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام کو روزِ ازل سے روزِ آخر تک کے تمام غیوب کا علم عطا فرمایا گیا یہ بے شک حق ہے کہ انبیاء غیب اُسی قدر جانتے ہیں جتنا اُن کو ان کے رب نے بتایا بلاشبہہ بے اس کے بتائے کوئی نہیں جان سکتا اور یہ بھی حق ہے کہ احیانًا بتایا گیا کہ وحی حینًا بعد حین ہی اُترتی نہ کہ وقتِ بعثت سے وقتِ وفات تک ہر آن علی الاتصال، مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ گنتی کی چیزیں معلوم ہوئیں اور ان کے علم کو قلیل و ذلیل قرار دینا مسلمان کا کام نہیں، اسی احیانًا تعلیم میں شرق و غرب و عرش و فرش کے ذرّہ ذرّہ کا حال روزِ ازل سے روزِ آخر تک تمام منکشف کردیا، آیہ کریمہ میں علم ذاتی کی نفی ہے کہ کوئی شخص بے خدا کے بتائے غیب نہیں جانتا، یہ بے شک حق ہے اور اسی کے معارضہ کو حنفیّہ نے کفر کہا ہے ورنہ یہ کہ خدا کے بتائے سے بھی کوئی نہیں جانتا اس کا انکار صریح کفر اور بکثرت آیات کی تکذیب ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل انباء المصطفٰی و خالص الاعتقاد میں دیکھا چاہیے کہ ایمان درست ہو، وھو تعالٰی اعلم۔

رسالہ
رماح القہار علی کفر الکفار ۱۳۲۸ھ

(قہار کا نیزہ مارنا کافروں کے کفر پر)

(تمہید "خالص الاعتقاد")

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ ھادی القلوب وافضل الصلوۃ والسلام علی النبی المطلع علی الغیوب المنّزہ من جمیع النقائص والعیوب وعلٰی اٰلہ و صحبہ المطھرین من الذنوب القاھرین علٰی کل شقی مفتر کذوب صلوۃ وسلاماً یتجدان بکل طلوع وغروب۔	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے جو دلوں کو ہدایت دینے والا ہے، اور افضل درود و سلام اس نبی کریم پر جو تمام غیبوں پر آگاہ اور تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور آپ کی آل پر اور صحابہ پر جو گناہوں سے محفوظ اور ہر بدبخت افتراء پرداز (جھوٹے) پر غالب ہیں ایسا درود و سلام جو ہر طلوع و غروب کے ساتھ متجدد ہوتا رہتا ہے۔) (ت)

اللہ عزوجل جن قلوب کو ہدایت فرماتا ہے اُن کا قدم ثبات جادہ حق سے لغزش نہیں کرتا اگر ذریت شیطان اپنے وسوسے شوشے کچھ ڈالتی بھی ہے تو ہرگز اس پر اعتماد نہیں کرتے کہ ان کے

رب نے فرمادیا ہے:

"اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا"[1]۔	اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو فورًا تحقیق کرلو بے تحقیق اعتبار نہ کر بیٹھو۔

پھر جب امر حق اپنی جھلک اُنہیں دکھاتا ہے فورًا ان کا وہ حال ہوتا ہے جو ان کے رب نے فرمایا:

"اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓىٕفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ"[2]۔	بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے، ہوشیار ہوجاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔(ت)

معًا ہوشیار ہوجاتے اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ابلیس لعین کی ذریت نے جو پردہ ڈالنا چاہا تھا دھواں بن کر اڑجاتا اور آفتابِ حق اپنی نورانی کرنوں سے شعاعیں ڈالتا چمک آتا ہے۔وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی نے جب اللہ واحد قہار اور اس کے حبیب سید ابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین و تکذیب اُس حد تک پہنچائی کہ ابلیس لعین کی ہزارہا سال کی کمائی پر فوق لے گئے ادھر اللہ تبارک و تعالٰی نے اپنے بندہ عالم اہلسنت مجدد دین وملت دام ظلہم الاقدس کو اُن خبثا کی سرکوبی پر مقرار فرمایا،الحمدللہ سرکوبی بھی وہ فرمائی جس سے عرب وعجم گونج اٹھے،اکابر علمائے کرام حرمین شریفین نے ان شیاطین کے اقوال تکذیب وتوہین پر ان کو کافر مرتد زندیق ملحد لکھا اور صاف فرمادیا کہ "من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر"[3]۔جو ایسوں کے ان اقوال پر مطلع ہوکر ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی انہیں طرح کافر ہے کہ اس نے اللہ عزوجل کی عزت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت کو ہلکا جانا اُن کے بدگویوں کو کافر نہ مانا،الحمدللہ یہ مبارک فتوٰی مسمّٰی بہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ) ایسا بے نظیر مرتب ہوا جس نے وہابیت کے دلوں میں رعب، قلعوں میں زلزلے ڈال دئے۔پھر نفیس وبے مثال تمہید ایمان بآیات قرآن (۱۳۲۶ھ) اس محمدی خنجر پر اور الٰہی صیقل ہوئی جس نے خدا و رسول کے دشنام دہندوں کے سب حیلے مٹادیئے اور صاف صاف صرف قرآن عظیم کی آیتوں نے اُن پر حکم کفر لگادیئے۔کافروں کے پاس اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶

[2] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۱

[3] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ص ۹۴

جواب کیا ہوتے اور بے توفیق الٰہی توبہ کیونکر کرتے ناچار مکرو فریب، جھوٹ، کذب، تہمت افترا، بہتان گالیوں، ہذیانوں پر اُترے جو عاجزوں کی پچھلی تدبیر ہے خادمان سنت نے گالیوں سے اعراض اور اپنی ذات سے متعلق تہمتوں افتراؤں سے بھی اغماض ہی کیا، باقی دھوکے بازیوں کے جواب ظفر الدین الجید و کین کش پنجہ پیچ و بارش سنگی و پیکانِ جانگداز و ضروری نوٹس و نیا زمانہ و کشف راز وغیرہا رسائل واعلانات سے دیتے رہے ان رسالوں اشتہاروں کے جواب سے کفر پارٹی نے پھر ایک کان گونگا ایک بہرا رکھا اصلاً کسی بات کا جواب نہ دیا اور اپنی ٹائیں ٹائیں سے باز بھی نہ آئی جب دیکھا کہ یوں کام نہیں چلتا بالآخر مرتا کیا نہ کرتا پارٹی نے دو تدبیریں وہ بے مثال سوچیں کہ ابلیس العین بھی عش عش کر گیا کان ٹیک دیئے ان کے حسن پر غش کر گیا۔

تدبیر اوّل: معاوضہ بالمثل یعنی علمائے اسلام نے کفر پارٹی کے کفر پر حرمین طیبین کا فتوٰی شائع فرمایا تمام اسلامی دنیا میں کفر پارٹی ملعونہ پر تُھو تُھو ہو رہی ہے، پارٹی کے رنگ فق ہوئے، جگر شق ہوئے، دَم اُلٹ گئے، کلیجے پھٹ گئے مگر قہر قہار کا کیا جواب۔ اچھا اس کا جواب نہیں ہو سکتا تو لاؤ جاہلوں کے پھسلانے احمقوں کے بہکانے کو انوکھے افتراء کے پاپڑ بیلیں، معارضہ بالمثل کا جل کھیلیں یعنی پارٹی نے تو ضروریاتِ دین کا انکار کیا ہے اللہ عزوجل کو جھوٹا کہا ہے، ختم نبوت کا بکھیڑا اکھیڑا ہے، نئی نبوتوں کا راگ چھیڑا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم سے کہیں اپنے بزرگ ابلیس لعین کے علم کو بڑھایا ہے، کہیں پاگلوں چوپایوں کے علم کو علم اقدس کے مثل بنایا ہے۔ شیطان لعین کو خدا کی صفت میں شریک ٹھہرایا ہے، ان باتوں پر علمائے اسلام سے کفر و ارتداد کا حکم پایا ہے، دیکھو کسی نزعی اختلافی مسئلے میں عرب کے کسی مفتی کو ان علمائے کرام سے خلاف ہو تو اس کے متعلق کچھ لکھوائیں۔ اور اس میں گھناؤنی تہمتیں گندے افتراء اپنی طرف سے ملائیں، اور بایں ہمہ حکم من مانتا نہ ملے تو حکم بھی جی سے نکال لیں افتراء کی مشین تو گھر میں چل رہی ہے خانگی سانچے میں ڈھال لیں۔ بس نام کو کہیں بوئے خلاف ملنی چاہیے، پھر کیا ہے ابلیس دے اور ذریت لے، سوچتے سوچتے ایک مسئلہ علم خمس کا ملا جس میں مدینہ طیبہ کے شافعی المذہب مفتی برزنجی صاحب کو شُبہ تھا اور ایک انہیں کو کیا یہ مسئلہ پہلے سے علمائے امت میں مختلف رہا ہے اکثر ظاہرین جانب انکار رہے اور اولیائے عظام اور ان کے غلام علمائے کرام جانب اثبات واقرار رہے، ایسے مسئلے میں کسی طرف تکفیر چہ معنی تضلیل کیسی تفسیق بھی نہیں ہو سکتی۔ **مسلمانو!** مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک ضروریات دین اُن کا منکر بلکہ اُن میں ادنٰی شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے ایسا کہ

جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دوم ضروریات عقائد اہلسنت، ان کا منکر بدمذہب گمراہ ہوتا ہے۔

سوم وہ مسائل کہ علمائے اہلسنت میں مختلف فیہ ہوں اُن میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں۔

یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنے خیال میں کسی قول کو راجح جانے خواہ تحقیقاً یعنی دلیل سے اسے وہی مرجح نظر آیا خواہ تقلید کہ اسے اپنے نزدیک اکثر علماء یا اپنے معتمد علیہم کا قول پایا۔ کبھی ایک ہی مسئلہ کی صورتوں میں یہ تینوں قسمیں موجود ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اللہ عزوجل کے لیے ید وعین کا مسئلہ: **قال اللہ تعالٰی** "یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ"[1]۔ (اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ت) **وقال تعالٰی**: "وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ"[2]۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس لیے کہ تو میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔ت) **ید** ہاتھ کو کہتے ہیں، **عین** آنکھ کو۔ اب جو یہ کہے کہ جیسے ہمارے ہاتھ آنکھ ہیں ایسے ہی جسم کے ٹکڑے اللہ عزوجل کے لیے ہیں وہ قطعاً کافر ہے اللہ عزوجل کا ایسے ید وعین سے پاک ہونا ضروریات دین سے ہے، اور جو کہے کہ اس کے ید وعین بھی ہیں تو جسم ہی مگر نہ مثل اجسام، بلکہ مشابہت اجسام سے پاک ومنزہ ہیں وہ گمراہ بددین کہ اللہ عزوجل کا جسم وجسمانیات سے مطلقاً پاک ومنزہ ہونا ضروریات عقائد اہلسنت وجماعت سے ہے، اور جو کہے کہ اللہ عزوجل کے لیے ید وعین ہیں کہ مطلقاً جسمیت سے بری ومبرا ہیں وہ اس کی صفات قدیمہ ہیں جن کی حقیقت ہم نہیں جانتے نہ اُن میں تاویل کریں وہ قطعاً مسلم سُنّی صحیح العقیدہ ہے اگرچہ یہ عدم تاویل کا مسئلہ اہلسنت کا خلافیہ ہے متاخرین نے تاویل اختیار کی پھر اس سے نہ یہ گمراہ ہوئے کہ وہ کہ اجرا علٰی الظاہر بمعنی مذکور کرتے ہیں جس کا حاصل صرف اتنا کہ "اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا"[3]۔ (ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ت)

بعینہٖ یہی حالت مسئلہ علم غیب کی ہے۔ اس میں بھی تینوں قسم کے مسائل موجود ہیں۔

(۱) اللہ عزوجل ہی عالم بالذات ہے اُس کے بتائے ایک حرف کوئی نہیں جان سکتا۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے ابلیس کا علم معاذ اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۳۹

[3] القرآن الکریم ۳/ ۷

علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں۔

(۴) جو علم اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے جس میں اُس کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شریک کرنا بھی شرک ہو وہ ہرگز ابلیس کے لیے نہیں ہوسکتا جو ایسا مانے قطعاً مشرک کافر ملعون بندہ ابلیس ہے۔

(۵) زید وعمرو ہر بچے پاگل، چوپائے کو علمِ غیب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مماثل کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح توہین اور کھلا کفر ہے، یہ سب مسائل ضروریاتِ دین سے ہیں اور اُن کا منکر ان میں ادنٰی شک لانے والا قطعاً کافر، یہ **قسمِ اول** ہوئی۔

(۶) اولیاء کرام نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتھم فی الدارین کو بھی کچھ علومِ غیب ملتے ہیں مگر بوساطت رسل علیہم الصلٰوۃ والسلام۔ معتزلہ خذلھم اللہ تعالٰی کہ صرف رسولوں کے لیے **اطلاع غیب** مانتے اور اولیاء کرم رضی اللہ تعالٰی عنھم کا علومِ غیب کا اصلاً حصہ نہیں مانتے گمراہ ومبتدع ہیں۔

(۷) اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کو غیوب خمسہ سے بہت جزئیات کا علم بخشا جو یہ کہے کہ خمس میں سے کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا ہزارہا احادیث متواترۃ المعنٰی کا منکر اور بدمذہب خاسر ہے، یہ **قسم دوم** ہوئی۔

(۸) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تعیینِ وقتِ قیامت کا بھی علم ملا۔

(۹) حضور کو بلا استثناء جمیع جزئیات خمس کا علم ہے۔

(۱۰) جملہ مکنونات قلم ومکتوبات لوح بالجملہ روزِ اول سے روزِ آخر تک تمام ماکان ومایکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بہت زائد کا عالم ہے جس میں ماورائے قیامت تو جملہ افراد خمس داخل اور دربارہ قیامت اگر ثابت ہو کہ اس کی تعیین وقت بھی درج لوح ہے تو اسے بھی شامل، ورنہ دونوں احتمال حاصل۔

(۱۱) حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حقیقتِ روح کا بھی علم ہے۔

(۱۲) جملہ متشابہات قرآنیہ کا بھی علم ہے، یہ پانچوں مسائل **قسم سوم** سے ہیں کہ ان میں خود علماء وآئمہ اہل سنت مختلف رہے ہیں جس کا بیان بعونہ تعالٰی عنقریب واضح ہوگا ان میں مثبت ونافی کسی پر معاذ اللہ کفر کیا معنی ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہوسکتا جب کہ پہلے سات مسئلوں پر ایمان

رکھتا ہو اور ان پانچ کا انکار اُس مرض قلب کی بنا پر نہ ہو جو وہابیہ قاتلہم اللہ تعالٰی کے نجس دلوں کو ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل سے جلتے اور جہاں تک بنے تنقیص و کمی کی راہ چلتے ہیں، **فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولاھل السنۃ من اللہ احمد رضا امین**۔ (ان کے دلوں میں بیماری ہے ان کی بیماری اور بڑھ گئی اور اہل سنت کے لیے اللہ عزوجل کی طرف سے بہترین رضا ہو، آمین! ت)

وہابیہ کی مکّاریاں

اب وہابیہ کی مکاریاں دیکھیے۔

اولاً: انہیں معلوم ہوا کہ سرکار اعظم مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ کو باتباع اہل ظاہر بعض مسائل قسم سوم میں خلاف ہے، خبثاء کا اپنا خلاف تو مسائل قسم اول میں تھا انکار ضروریاتِ دیں و توہین حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرکے خود انہیں مفتی شافعیہ و جملہ مفتیانِ کرام ہر دو حرم محترم کے روشن فتووں سے کافر مرتد مستحقِ لعنتِ ابد ٹھہر چکے تھے، جھٹ سب سے ہلکی قسم سوم میں خلاف لا ڈالا۔ دو فائدے سوچ کر ایک یہ کہ جب مسئلہ خود اہلسنت کا خلافیہ ہے تو ادھر بھی عباراتِ علماء مل جائیں گی۔ ناواقفوں کے سامنے غُل مچانے کی گنجائش تو ہوگی، دوسرے سب سے بڑا جل یہ کہ مفتی صاحب سے کوئی تحریر ہاتھ آسکے گی جسے بزورِ زبان و زورِ بہتان حسام الحرمین کا معاوضہ ٹھہرا سکیں اور گلے پھاڑ کر چیختنا شروع کیا کہ علمِ غیب میں مناظرہ کرلو۔ ہیے کی پھوٹوں سے کہیے کہ مسائل قسم اول تو اصل الاصول مسائل علم غیب ہیں۔ خبیثو! تم ان کے منکر ہو کر باجماع علمائے حرمین شریفین کافر ٹھہر چکے ہو۔ انہیں چھوڑ کر سب سے ہلکے مسائل قسم سوم کی طرف کہاں رہے جاتے ہو جو خود ہم اہلسنت کے خلافیہ ہیں۔ پہلے مسلمان تو ہو لو پھر کسی فرعی مسئلہ کو چھیڑو۔ اس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی ملعون معاذاللہ اللہ عزوجل کے لیے ہمارے ہی سے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، گوشت، پوست، استخواں سے مرکب مانے، اور جب اہل اسلام اس کی تکفیر کریں تو ید و عین میں مسئلہ خلافیہ تاویل و تفویض میں بحث کی آڑ لے، اس سے یہی کہا جائے گا کہ ابلیس کے مسخرے تو توصراحۃً اُس قدوس متعالی عزجلالہ کو اپنا سا جسم مان کر کافر ہو چکا ہے تجھ سے اور اس مسئلہ خلافیہ اہلسنت سے کیا علاقہ۔ دجّال کے گدھے پہلے آدمی تو بن مسلمان تو ہو۔ پھر تفویض و تاویل پوچھیو، مسلمانو! ان خبثاء کے علمِ غیب رٹنے کا یہ حاصل ہے۔ **تعسالھم واضل**

اعمالھم (ان پر تباہی پڑے اور اللہ انکے اعمال برباد کرے۔ت)

ثانیًا: پیش خویش یہ منصوبے گانٹھ کر ایک مقہور مخصوم آثم ماثوم عـــہ زنگی کافور موسوم کو (کہ مکہ معظّمہ میں بعون اللہ تعالٰی خائب و خاسر و ذلیل و مخصوم ہوچکا تھا یہاں تک کہ علمائے کرام حرم شریف نے اس کا نام ہی بدل کر مخصوم رکھ دیا تھا۔) متعین کیا کہ مکہ معظّمہ میں تو چھل پیچ نہ چلا مجدد دین و ملت کے انوار علم نے حرم شریف کے کُوچے کو جگمگادیا ہے یہاں کے علمائے کرام بعون الملک العلام فریب میں نہ آئیں گے سرکار اعظم مدینہ طیبہ میں ہنوز "الدولة المکیة بالمادة الغیبیة (۱۳۲۳ھ)" کا آفتاب طالع نہیں ہوا اور مفتی شافعیہ کو خمس میں اشتباہ ہے ہی وہاں جل کھیلیں، مخصوم ماثوم ہے، ذی ہوش سمجھا کہ اس قدر سے اپنی جگری چہیتوں کفر و ارتداد کی مصیبت بیتوں کے اندرونی گہرے زخم جانکاہ کا کیا مرہم ہوگا کہ مسئلہ خود اہلسنت کا خلافیہ ہے بڑھ سے بڑھ اتنا ہوگا کہ مفتی صاحب اپنا قول مختار لکھ دیں اور دوسرے قول کو خلافِ تحقیق بتائیں، یہ تو آئمہ و علماء میں صحابہ کرام کے وقت سے آج تک برابر ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا اس سے کیا کام چلے گا، لہٰذا اس میں یہ نمک مرچ ملائے گئے کہ اعلٰیحضرت مجدد دین وملت نے اپنے رسالہ میں علم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سوا علومِ ذات و صفات الٰہی کے جملہ معلوماتِ الٰہیہ غیر متناہیہ بالفعل کو بتفصیل تام محیط ٹھہرایا اور اس احاطہ میں علمِ الٰہی و علم نبوی میں صرف قدمِ و حدوث کا فرق بتایا ہے۔

مفتریوں پر کمالِ قہرِ الٰہی کا ثمر یہ کہ یہ من گھڑت باتیں رسالہ اعلٰیحضرت کی طرف نسبت کیں جس میں صراحۃً ان اباطیل کا روشن رَد ہے جس کا ذکر بعونہ تعالٰی عنقریب آتا ہے رسالے میں اگر ان باتوں کی نسبت ہاں ونہ، کچھ نہ ہوتا تو ان کا اس کی طرف منسوب کرنا سخت خبیث افتراء تھا نہ کہ رسالے میں بتصریح تام روشن و واضح طور پر جن باتوں کا رد ہوا انہیں کو اس کی طرف نسبت کریا جائے اس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی معلون کہے قرآن عظیم میں عیسٰی مسیح کو خدا لکھا ہے "اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ" [1]۔ (بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے۔ت) اس سے یہی کہا جائے گا کہ او ملعون مجنون ابلیس کے مفتون سوجھ کر قرآن عظیم میں ایسا فرمایا ہے یا اس کا رَد ارشاد ہوا ہے کہ:

عـــہ: ماثوم مجرم سزا یافتہ کہ خدائے کیفر کردارش بکنارش نہاد ۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۵ /۱۷

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ" [1]۔	بے شک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو خدا کہتے ہیں تم فرمادو کہ کسی کو اللہ پر کچھ اختیار ہے اگر وہ مسیح ابن مریم اور انکی ماں اور تمام اہل زمین کو فنا کردینا چاہے۔

اعلیحضرت نے یہ مبارک رسالہ مکہ معظّمہ میں تصنیف فرمایا اکابر علمائے مکہ نے خواہش کرکے اس کی نقلیں لیں اس رسالہ کی قسم اول جناب مفتی برزنجی صاحب نے پڑھوا کر سنی حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ زنہار معقول و مقبول نہیں کہ معاذ اللہ خود حضرت ممدوح ایسے اخبث انجس افترائے ملعون تراشیں یا اُن کا تراشنا روا رکھیں بلکہ ضرور ضرور ان دل کے اندھوں نے اس مقدس مفتی کی ظاہری نابینائی سے فائدہ اٹھایا اور کوئی نہ کوئی کارروائی دھوکے فریب یا تحریف تصحیف کی عمل میں لائی گئی۔

"اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ" [2]۔ (افتراء وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ت) اپنے پرانوں "الْمُرْجِفُوْنَ فِى الْمَدِيْنَةِ" [3]۔ (مدینہ میں جھوٹ اڑانے والوں۔ت) کا ترکہ پایا "وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ" [4]۔ (اوراب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

ثالثًا: خبثاء نے کھایا بھی اور کال بھی نہ کٹا: مفتی صاحب نے ان افترائی اقوال پر بھی اتنا ہی حکم دیا کہ غلط اور تفسیر قرآن پر بے دلیل جرأت ہے اشقیاء کے طائفہ بھر کی چھاتیاں پھٹ گئیں کہ ہائے ہائے رسول کے شہر میں خدا کا قہر سر پر اوڑھا اور کچھ کام نہ چلا۔ اب رامپور، بریلی، دیوبند، تھانہ بھون، انبیٹھ گنگوہ، دہلی، پنجاب وغیرہا کے سب پنج غیب جڑجڑا کر کمیٹیاں ہوئیں اور رائے پاس ہولی کہ ابلیسی مسخرو! تم اور غم کرو۔ ارے افترا کی مشین تو تمہارے گھر چل رہی ہے۔ مجددِ ملت پر افترا جوڑے تھے حضرت مفی صاحب پر جوڑتے ہوئے کیوں مرے جاتے ہو، بنا برآں پہلے افتراء میں وہ جو علوم ذات و صفاتِ الٰہی کا استثناء رکھا تھا اپنے ہی چھپے ہوئے رسالے غایۃ المامول سے اسے بھی اڑادیا جناب منور علی رامپوری اینڈ کو جو اس رسالہ غایۃ المامول کے لانے والے چھاپنے والے ہیں مسلمان سب سے پہلے انہیں کی دن دہاڑے چوری اور سرزوری ملاحظہ فرمائیں۔ رسالے کے صفحہ ۳ پر مفتی صاحب

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۷

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۶۰

[4] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

کی طرف منسوب عبارت تو یہ چھاپی:

ذہب فیہا ای صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علمہ محیط بکل شیئ حتی المغیبات الخمس وانہ لا یستثنٰی من ذلك الا العلم المتعلق بذات اللہ تعالٰی وصفاتہ۔	اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم ہر شے کو محیط ہے حتی کہ مغیبات خمسہ کو بھی، اور وہ اللہ تعالٰی کی ذات و صفات سے متعلق علم کے سوا کسی علم کو اس سے مستثنٰی نہیں کرتا۔ (ت)

جس میں علم متعلق بذاتِ الٰہی و صفاتِ الٰہی کا صریح استثناء موجود ہے اور اس عبارت کے منگھڑت خلاصہ کا ترجمہ آخر کتاب میں یوں چھاپا کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم بھی ایسا ہی محیط ہے جیسے اللہ تعالٰی کا اور آپ کے علم اور اللہ تعالٰی کے علم میں کوئی فرق نہیں سوائے حدوث و قدم کے"۔

ملاحظہ ہو کہ وہ علم ذات و صفات کا استثناء یک لخت اڑ گیا۔ اور بلا استثناء جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علم نبوی محیط ماننے کا بہتان جڑ گیا۔ بیچا بددین لوگ اکثر افتراء گانٹھا کرتے ہیں اس کا کچھ گلہ نہیں مگر۔ ع

چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد

(چور کتنا دلیر ہے کہ ہاتھ میں چراغ رکھتا ہے۔ ت)

کا سماں اور ہی مزہ رکھتا ہے، جس کتاب میں تحریف کریں اسی کے ساتھ اسی کی پشت پر چھاپ دیں اور پھر سرِ بازار مسلمانوں کو آنکھیں دکھائیں۔ تف تف تف سے کیا ہوتا ہے جب خدا کی لعنت ہی کا خوف نہیں پھرا، پھر اس چالبازی کی کیا شکایت کہ مفتی صاحب کی طرف عبارت تو یہ منسوب کی "العلنی علی رسالۃ ذہب فیہا"، جس کا صاف مفاد یہ کہ یہ مضمون اس رسالہ کا ہے، حالانکہ رسالہ میں اس کا صاف رَد لکھا ہے، اور باطنی طائفہ نجدیت کے امام [عہ] معصوم سفلی آسمان کذب و افتراء کے بدر منور اس کا ترجمہ یوں گانٹھتے ہیں "اپنے دوسرے رسالہ علم غیب کی مجھ کو خبر دی اور اس کا یہ مدعا بیان کیا۔" یعنی یہ مدعا زبانی بیان میں تھا نہ کہ رسالہ میں۔

تاکہ کوئی رسالہ کا تپانچہ دے کر جھوٹ بکنے والا لوٹ دے کر مفتری رسالہ میں یہ قول لکھا ہے یا اس کا رَد کیا ہے۔ پھر اس ننھی سی کتر بیونت کا کیا گلہ کہ مفتی صاحب کی طرف عبارت تو یہ منسوب کی "فلم ال جہدا فی بیان ان الآیۃ المذکورۃ لا تدل علی مدعاہ دلالۃ قطعیۃ"

عــــہ: اسمٰعیل دہلوی کی صراط مستقیم میں۔

جس کا صاف ترجمہ یہ ہے کہ میں نے اپنے چلتی اس بیان میں کمی نہ کی کہ آیت ان کے دعوی پر ایسی دلالت نہیں کرتی جو یقینی قطعی ہو۔اب قصرِ وہابیت کے منور محل کا چمکتا ترجمہ سنئے۔آیت مذکورہ تمہارے دعوی کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ کہاں نفی تیقن کہ یقینی طور پر اثبات نہیں اور کہاں استحالہ کی دلیل ہو ہی نہیں سکتی دو سطر کے ترجمہ میں یہ ڈھٹائیاں اور واں گھائیاں یہ دلربائیاں اور پھر دین و دیانت کا دعوی پر قرار۔ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز (بی بی تمیز کے محکم مضبوط وضو کی طرح۔ت)

پھر یہ شر میلی جھانولی تو خاص انعام دینے کے قابل کہ اسی صفحہ ۳ عبارت مفتی صاحب میں قادیانی، پھر طائفہ امیریہ امیر حسن سہسوانی، پھر طائفہ نذیریہ نذیر حسین دہلوی، پھر طائفہ قاسمیہ قاسم نانوتوی، پھر رشید احمد گنگوہی، پھر اشرف علی تھانوی، یہ سارے کے سارے نام بنام مذکور تھے اور ان سب پر جب کہ وہ اقوال ان کے ہوں احکام کفر و ضلال مسطور تھے، تنِ وہابیت کی منور جان جو سرمائی نظروں سے اس کے ترجمہ پر آئیں تو یوں جھلک دے کر الوپ ہو جائیں کہ ہندوستان میں کچھ لوگ گمراہ اور اہلِ کفر ہیں جو ایسا ایسا کہتے ہیں منجملہ ان کے غلام احمد قادیانی وغیرہ وغیرہ ملاحظہ ہو اپنے پانچوں کو کیا وغیرہ وغیرہ کے پردے میں بٹھایا، وغیرہ کی خاک ڈال کر بلی کی طرح چھپایا ہے غرض ؎

عیّار ہو مکّار ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوفِ خدا نہیں رکھتے

ارے بیباک! کیا کہنا ہے تیری اس وغیرہ کا
یہی پردہ ہے سارے ایر غیر انتھُو خیرا کا

بریلی کے وہابیہ بھی انہیں حضرت کی چال پر پھول کر اپنی بتیاں والی تحریر سربازار تشہیر کرا بیٹھے۔مسلمانوں نے پانسو روپے انعام کا اشتہار دیا اگر ایک ہفتہ میں اپنے افتراؤں کا ثبوت دے دیں۔معیاد گزری اور اس سے دو چند زمانہ گزرا، اور پھر سہ چند تک نوبت پہنچی مگر کسی مفتری کذب کے لب نہ کھلے "فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ۲۵۸"[1]۔تو ہوش اڑ گئے کافر کے، اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔ت) بیس ۲۰ روز بعد بعض بے حیا پردہ نشینوں نے کسی اپنے سعید کی فرضی آڑ سے دیوبندی کمیٹیوں کا نتیجہ چھاپا۔پہلے دو اندھیر تھے تو اس میں افترا بر افترا، افترا بر افترا کے ڈھیر تھے اور واقعی کوئی

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۵۸

ملعون طائفہ اپنے لعنتی افتراؤں کا ثبوت کہاں سے لائے سوا اس کے کہ لعنتوں پر لعنت، غضبوں پر غضب اوڑھے، اس پر مسلمانوں نے العذاب البئیس علی انجس حلائل ابلیس ان پر نازل کیا اور تین ہزار روپے کا اعلان دیا اور ان کی مہلت تین ہفتے کر دی اور برسم شہادت ان کے الفاظ کی ٹوکری در بھنگی وغیرہ سب کے ظاہر پیر تھانوی صاحب کے سر دھر دی، اگرچہ برسوں کا تجربہ شاہد ہے کہ وہ تین توڑے دیکھ کر بھی لب نہ عہ کھولیں گے۔ اُن کی مہر دہن جب ٹوٹے کہ کچھ گنجائش سوجھے، خیر ایک تدبیر تو کفر پارٹی کی یہ تھی۔ دوسری تدبیر لعنتِ تخمیر اشد ملعونی کی بولتی تصویر فلک شیطنت کی بدر منیر ابلیس لعین کی بڑی ہمشیر اللہ و رسول پر حملہ کے لیے کفر پارٹی کی ننگی شمشیر، یعنی رسالہ ملعون و شقی ظلمًا مسمّٰی سیف النقی۔ اس خبیثہ ملعونہ رسالہ نے وہ طرز اختیار کی کہ وہابیہ خذلھم اللہ تعالٰی پر سے ۳۵ برس کا قرضہ ایک دم میں اُتروادے،

آستانہ علویہ رضویہ سے پینتس سال کامل ہوئے کہ وہابیہ کا رد اشاعت پارہا ہے اور آج تک بفضل وھاب جل وعلا لاجواب رہا ہے۔ کسی گنگوہی، نانوتوی، انبٹھی، تھانوی، دیوبندی، دہلوی، امرتسری کو تاب نہ ہوئی کہ ایک حرف کا جواب لکھیں اور جب مطالبہ جواب کتب کا نام آیا ہے، متکلمین طائفہ نے جو مناظرہ رٹ رہے ہیں وہ وہ چک پھیریاں لیں، وہ وہ اڑان گھاٹیاں دکھائیں جن کا بیان رسالہ الاستمتاع بذوات القناع سے ظاہر شریفہ ظریفہ رشیدہ رسیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کے ادبار پر وضیق کو ایسی فراخی حوصلہ کی لَے سکھائی ہے کہ چاہیں تو ایک ایک منٹ میں اپنے خصموں کی ایک ایک کتاب کا جواب لکھ دیں۔ اور وہ بھی بے مثل و لاجواب لکھ دیں یعنی خصم کا جو قول چاہیں نقل کریں اور اس کے مخالف جتنی عبارات چاہیں خصم کے آباء واجداد و مشائخ کی طرف سے گھڑلیں اور ان کی تصانیف کے نام بھی تراش لیں، ان کے مطبع بھی اپنے افترائی سانچے میں ڈھال لیں اور سر بازار بکمال حیا آنکھیں دکھانے کو ہو جائیں کہ تم تو کہتے ہو اور تمہارے والد ماجد اس کے خلاف فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں، تمہارے جدامجد کا فلاں کتاب میں یہ ارشاد ہے۔ فلاں مشائخ کرام فلاں فلاں کتاب میں یوں فرماگئے ہیں ان کتابوں کے یہ یہ نام ہیں، فلاں فلاں مطبع میں چھپی، ان کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ عبارات ہیں، کہیے اس سے بڑھ کر پکا اور کامل ثبوت اور کیا ہوگا۔ اور بعنایتِ الٰہی حقیقت دیکھئے تو ان کتابوں کا اصلًا کہیں روئے زمین پر نام و نشان نہیں، نری من گھڑت خیالی تراشیدہ خوابہائے پریشان جن کی تعبیر فقط اتنی کہ "لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی

عــــہ: یہی واقع ہوا دس ۱۰ برس سے زیادہ گزرے تھانوی صاحب خاموش باختہ ہوش۔

الْكٰذِبِيْنَ ۝ "[1]۔ (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت، ت)

مثلاً (۱) صفحہ ۳ پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلٰیحضرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑی اور بکمال بے حیائی کہہ دیا کہ مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۱۵۔

(۲) صفحہ ۱۱ پر ایک کتاب بنام ہدایۃ الاسلام اعلٰیحضرت اعلٰیحضرت کے جدِّ امجد حضور پُر نور سیدنا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام سے تراشی اور بکمال ملعونی کہہ دیا کہ مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۳۰۔

(۳) صفحہ ۱۱ اور صفحہ ۲۰ پر ہدایۃ البریہ مطبوعہ صبح صادق کے علاوہ ایک ہدایۃ البریہ مطبوعہ لاہور اعلٰیحضرت کے والد روح اللہ روحہ کے نام سے گھڑی اور اپنی تراشیدہ عبارتیں اس کی طرف منسوب کردیں کہ صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں، صفحہ ۴۱ میں فرماتے ہیں اور سب محض بناوٹ۔

(۴) صفحہ ۱۱ پر ایک کتاب بنام خزینۃ الاولیاء حضور اقدس انور حضرت سیدنا شاہ حمزہ مارہروی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام اقدس سے گھڑی اور بکمالِ شقاوت کہہ دیا کہ مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵۔

(۵) صفحہ ۲۰ پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلٰیحضرت کے جدّ امجد نور اللہ تعالٰی مرقدہ کے نام سے گھڑی اور بکمال شیطنت کہہ دیا مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۲۔

(۶) صفحہ ۲۱ پر حضرت اقدس حضور سیدنا شاہ حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ملفوظات دل سے گھڑے اور بکمال اہلبیت کہہ دیا کہ مطبوعہ مصطفائی صفحہ ۱۷ اور خبیثہ شقیہ نے جو عبارت جی سے گھڑی وہ ہوتی تو مکتوب ہوتی نہ کہ ملفوظ اور اس کے اخیر میں دستخط بھی گھڑ لیے کتبہ شاہ حمزہ مارہروی عفی عنہ اللہ کی مہر کا اثر کہ اندھی خبیثہ کو ملفوظ و مکتوب کا فرق تک معلوم نہیں اور دل سے گھڑنت کو آندھی۔ ع

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

ع قدم فسق پیشتر بہتر

(۷) خبیثہ ملعونہ نے صفحہ ۱۴ پر ایک کتاب بنام مراۃ الحقیقۃ حضور انور واکرم غوث دوعالم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۶۱

سید نا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اسم مہر انور سے گھڑی اور بکمال بے ایمانی کہہ دیا کہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۔

(۸) صفحہ ۲۰ پر اعلیحضرت کے والد ماجد عطر اللہ مرقدہ، کی مہر مبارک بھی دل سے گھڑلی، اور اس کی یہ صورت بنائی۔

نقی علی حنفی سُنّی ۱۳۰۱

حالانکہ حضرت والا کی مہرِ اقدس یہ تھی جو بکثرت کتب پر طبع ہوئی ہے۔

(۹) حضرت اعلٰی قدس سرہ، کی وفات شریف ۱۲۹۷ھ میں واقع ہوئی خبیثہ نے مہر کا سَن ۱۳۰۱ لکھا یعنی وصال شریف کے چار برس بعد مہر کندہ ہوئی۔ سچ ہے جب لعنتِ الٰہی کا استحقاق آتا ہے، آنکھ، کان، دل سب پٹ ہو جاتے ہیں۔

(۱۰) تقویت الایمان پر سے اعتراصات بزورِ زبان اٹھانے کو صفحہ ۲۸ پر ایک تقویت الایمان مطبوعہ مصطفائی گڑھی، اور اس سے وہ عبارتیں نقل کردی جس کا دنیا بھر کی کسی تقویت الایمان میں نشان نہیں۔

جب حالت یہ ہے تو اپنی طرف کی فرضی خیالی تصانیف گھڑ دینے کی کیا شکایت۔ محمد نقی اجمیری جو کوئی شخص اس کا مصنّف ٹھہرایا ہے، غالبًا یہ بھی خیالی گھڑا یا کم از کم اسی فرضی ہے۔ ایک بزرگوار نے پہلے ایک اسی رنگ کا رسالہ حمایتِ اعلیحضرت میں لکھ کر یہاں چھاپنے کو بھیجا تھا جس میں مخالفانِ حضرت والا کے کلام ایسے ہی فرضی نقل کیے تھے۔ **الحمد للہ** اہل سنت ایسی ملعون باتیں کب پسند کریں یہاں سے دھتکار دیا تو مخالف ہو کر دامن وہابیوں کا پکڑا اور ان کو یہ رسالہ سیف النقی بھیجا، جھوٹے معبود کے پجاری تو ایسوں کے بھوکے ہی تھے۔ "**باسم المعبود الکذاب اللئیم**" کہہ کر قبول کرلیا اور اعلان چھاپا کہ بندہ کی معرفت یہ رسالہ اشرف علی وغیرہ بزرگان کی جملہ تصانیف مل سکتی ہیں۔ راقم اصغر حسین مدرسہ دیوبند۔

مسلمان اپنی ہی عادت پر قیاس کرتا ہے، گمان تھا کہ وہ حضرات بیحیا سے بے حیا ہوں،

پھر بھی ایسی ہی سخت سے سخت ناپاک ترخبیث گندی گھناؤنی ابلیسی ملعون تحریر کا نام لیتے کچھ تو شرمائیں گے جس کی کمال بے حیائیوں ڈھٹائیوں کی نظیر جہان بھر میں کہیں نہ پائیں گے۔ مگر واضح ہوا کہ وہاں بعضبِ الٰہی ایک حمام میں سب ننگے ہیں، مدرسہ دیوبند سے اس کی اشاعت تو دیکھ ہی چکے، اب در بھنگی صاحب کی حیاء ملاحظہ ہو، ۱۴ ربیع الآخر شریف کو جناب تھانوی صاحب سے رجسٹری شدہ نوٹس میں استفسار فرمایا تھا کہ کیا آپ مناظرہ کو آمادہ ہوئے ہیں۔ کیا آپ نے در بھنگی صاحب کو اپنا وکیل مطلق کیا ہے۔ آج سوا مہینہ گزرا تھانوی صاحب کو تو حسب عادت جو سونگھ جاتا تھا سونگھ گیا یا دماغ شریف سونٹھ کی ناس سے اونگھتا ہی رہتا ہے اور بھی اونگھ گیا۔ مگر ۳۰ ربیع الآخر شریف کو در بھنگی جی اچھلے، اور اپنی ہی خصلت و نسبت کے موافق بہت کچھ کلمات ناپاک اور غلیظ اپنے دہن شریف سے اگلے اور ایک دو ورقہ اپنے نصیبوں کی طرح سیاہ فرمایا جس کا حاصل صرف اس قدر کہ ہاں ہم تھانوی صاحب کے وکیل ہیں، کیا ہم نہیں کہتے کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں ہم نے معززوں کے سامنے کہہ دیا ہے کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ ہاں ہاں اے لو، خدا کی قسم ہم تھانوی کے وکیل ہیں تھانوی جی سے کیوں پوچھو کہ تم نے وکیل کیا یا نہیں، ہم جو کہہ رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ اچھا تھانوی جی نہیں بولتے کہ ہم ان کے وکیل ہیں تو ان کے نہ بولنے سے کیا یہ مِٹ جائے گا کہ ہم تھانوی کے بول ہیں، ہم خود تو بول رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں تو گنگوہی کی آنکھوں کی قسم ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ مسلمانو! خدارا انصاف یہ صورتیں مناظرہ کرنے کی ہیں۔ اللہ و رسول (جل وعلا، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی جیسی عزت ان کی نگاہوں مین ہے طشت از بام ہے اسی پر تو عرب و عجم میں حل و حرم میں ان پر لعنتوں کا لام ہے۔ ہاں بعض دنیاوی عزتوں کا بھاری بوجھ پڑا کہ دفع الوقتی کو در بھنگی صاحب مغالطہ دہی کے لیے اپنے منہ آپ جناب تھانوی صاحب کے وکیل بن بیٹھے۔ اوّل روز سے تھانوی صاحب پر تمام رسائل و اعلانات میں یہی تقاضا سوار تھا کہ خود مناظرہ میں آتے ہول کھاتے ہو، کھاؤ اپنے مہر و دستخط سے کسی کو وکیل بناؤ، بارے اب خدا خدا کرکے وکالت کی بِھنک سُنی تو اس کی تحقیقات حرام ہے۔ خود ساختہ وکیل صاحب کا جبروتی حکم ہے کہ جناب تھانوی صاحب کی مہر کیسی، دستخط کہاں کے۔ ان سے پوچھنا ہی بے ضابطہ ہے۔ ہم خود ہی جو کہہ رہے ہیں کہ ہم تھانوی کے وکیل ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہے۔ تھانوی کو رجسڑی شدہ نوٹس پہنچا جس میں وکیل کرنے نہ کرنے کو ان سے پوچھا وہ نہ بولے، لاکھ نہ بولیں، ان کے نہ بولنے سے کیا ہوا، بس اتنا ہی، نہ کہ یہ سمجھا گیا کہ انہوں نے ہم در بھنگی صاحب کو وکیل ہر گز نہ کیا۔ پھر اس سے کیا ہوتا ہے ہم خود جو فرمارہے ہیں کہ ہاں ہم کو تھانوی جی نے وکیل کیا ہے۔ اس میں ہماری

ہاں کے آگے تھانوی جی کے نائے نوئے یاہائے ہوئے یا ٹال مٹول یا اول فول یا قول فعل کسی حرکت کا اصلاً اعتبار ہی کیا ہے، آپ نے نہیں سُنا کہ ع

گھر سے آیا ہے معتبر نائی

مسلمانو! نہ فقط مسلمانوں، جہان بھر کے ذرا سی بھی عقل و تمیز رکھنے والو! کبھی اس مزہ کی وکالت کہیں سنی ہے، گویا اس پیرانہ سالہ میں دیوبندیوں نے گھیر گھار کر دو گز اٹیا کیا سر پر لپیٹ دی۔ گورنمنٹ گنگوہیت نے در بھنگی صاحب کے بیر سڑی کا بلّا لگا دیا کہ موکل کے انکار اقرار کی کچھ حاجت نہیں فقط ان کا فرمانا کافی ہے، یا وہ تمام دیوبندیوں خواہ خواص تھانوی صاحب کے گھر کی عام مختاری کا ڈپلومہ ان کے پرو دینا تھا جس کے بعد تو وکیل کی نسبت دریافت کرنا ہی بے ضابطگی ہے۔

مسلمانو! کیا وکالت یونہی ثابت ہوتی ہے، کیا اس سے در بھنگی صاحب کی محض جھوٹی وکالت کا ہوائی ببولا نہ پھوٹ گیا۔ جناب تھانوی صاحب نے دبی زبان بھی اتنی ہانک نہ دی کہ میں نے وکیل تو کیا ہے، کیا ایسے ہی منہ مناظرہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ اللہ اللہ جناب تھانوی صاحب کی یہ گریز، یہ فرار، یہ ہول، یہ خوف، یہ صموت اور اس پر اذناب کی یہ حالتیں، اور پھر مناظرہ کا نام بدنام، ارے نامردی تو خدا نے دی ہے، مار مار توکیے جاؤ ازلی نصیبوا نہیں حالتوں پر عظمائے اسلام کو لکھتے ہو کہ خدا نے جو ذلت اور رسوائی آخری عمر میں آپ کی گردن کا طوق بنادیا ہے کیا ان ناپاک چالوں اور بے شرمی کے حیلوں سے ٹال سکتے ہیں۔

"ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ" (ان پر مقرر کردی گئی خواری اور ناداری۔ ت) کے مصداق ہو کر عزت کی طلب فضول اور عبث ہے۔

ارے منافقو! تمہارے اگلے تو اس سے بھی بڑھ کر کہہ گئے تھے کہ:

"لَئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ لَيُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ"[1]۔	اگر ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اُسے جو نہایت ذلت والا ہے۔ (ت)

اس پر قرآن عظیم نے کیا جواب دیا:

"وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلٰكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ"[2]۔	عزت تو اللہ ورسول اور مسلمانوں کے لیے ہے مگر منافقین کو خبر نہیں۔

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[2] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

وہ ملاعنہ ہمیشہ الٰہی عزت کو ذلت ہی تعبیر کرتے یا اندھے ابلیس کی اندھی نسلوں کو عزت کی ذلت نہیں سوجھتی، اسی پر تو قرآن عظیم نے فرمایا:

"قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ "[1]۔	خدا انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

یہی ترکہ اگر آپ نے پایا کیا جائے شکایت ہے، واقعی جن کو اللہ تعالٰی اوندھا کیے ان کی اوندھی اوندھی مَت میں اس سے بڑھ کر ناپاک چال اور بے شرمی کا حیلہ کیا ہے کہ زید سے پوچھا جائے عمرو جو اپنے آپ کو تیرا وکیل بتاتا ہے کیا تو نے اسے وکیل کیا ہے اور کمال پاک چال اور بڑی شرمیلی حیلہ گری کیا ہے یہ کہ ۳۵ سال ضربیں کھا کر بعض دنیاوی رئیسوں کے دباؤ سے جب دم پر بنے تو ایک بے معنی خود وکیل بنے، جب فرضی موکل صاحب سے تصدیق طلب ہو کہ کیا آپ نے اسے وکیل کیا تو پھر یا مظہر العجائب جواب مع مجیب غائب، بس اور تو کیا کہوں اور اس سے بہتر کہہ بھی کیا سکوں جو قرآن عظیم فرما چکا کہ:

"قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ "[2]۔	خدا انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

خیر یہ تو مناظرہ دہلی کا خاتمہ تھا جو تھانوی صاحب کی کمال دہشت خواری بے تکان فراری یا در بھنگی بولوں میں اُن کی آخری عمر کی سخت ذلت وخواری پر ہوا۔ اور ہونا ہی چاہیے تھا کہ قرآن پاک فرما چکا تھا:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۶﴾ "[3]۔	بے شک اللہ تعالٰی فاسقوں کو راہ نہیں دیتا (ت)

اور صاف ارشاد فرمایا

"قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ "[4]۔	خدا انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

یہاں کہنا یہ ہے کہ رسالہ ملعونہ خبیثہ مذکورہ کے کوتک آپ ملاحظہ فرما چکے اور حاشا وہ اس کے چہارم کوتک بھی نہیں۔ خیال تھا کہ دیوبندی مدرسہ سے اگرچہ اس کی اشاعت کا اعلان ہے مگر کوئی دیوبندی مُلانا ایسی ناپاک ملعونہ کو اپنی کہتے کچھ تو لے جائے گا۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ اب یہی در بھنگی صاحب، نہیں نہیں بلکہ کچھ دنوں کے لیے ان کے منہ یہی تھانوی صاحب، ہاں ہاں یہی سارے کے سارے دیوبندیوں کے مشکل کشا، مناظر، بیرسٹر، پلیڈر، حاویٔ جملہ اصول و نظائر اپنے اُسی خواری نامہ ۳۰ ربیع الآخر میں فرماتے ہیں، تحریر میں بھی اب آپ کی حقیقت دیکھنی ہے، سیف النقی اور

---

[1] القرآن الکریم ۹ /۳۰

[2] القرآن الکریم ۹ /۳۰

[3] القرآن الکریم ۶۳ /۶

[4] القرآن الکریم ۹ /۳۰

دین کا ڈنکا تو طبع ہو چکا ہے۔ ملاحظہ سے گزرا ہوگا، الشہاب الثاقب اور رجوم بھی طبع ہونے والا ہے، وہ دیکھئے کس فخر کے ساتھ اس ملعونہ کا نام لیا ہے۔ اللہ اللہ مسلمانوں، نہ صرف مسلمانوں، دنیا بھر کے عاقلوں سے پوچھ دیکھو کہ کبھی کسی بیجیا سے بیجیا ناپاک، گھناؤنی سے گھناؤنی، بے باک سے بے باک، پاجی، کمینی، گندی قوم نے اپنے خصم کے مقابل بے دھڑک ایسی حرکات کیں۔ آنکھیں میچ کر گندا منہ پھاڑ کر ان پر فخر کیے۔ انہیں سرِ بازار شائع کیا اور ان پر افتخار ہی نہیں۔ بلکہ سُنتے ہیں کہ ان میں کوئی نئ نویلی، حیادار، شرمیلی، بانکی، نکیلی، میٹھی، رسیلی، اچپل، البیلی، چنچل، انیلی، اجودھیا باشی آنکھ یہ تان لیتی اُبچی ہے۔ ع

ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہاں کی گھونگھٹ

اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ تراشا اور اس کا نام شہابِ ثاقب رکھا ہے کہ خود اسی کے شیطانی بے حیائی پر شہاب ثاقب ہے اس میں وہ حیاپریدہ گیسو بریدہ افتخار سے استناد، استناد سے اعتماد تک بڑھی ہے، کہیں تو اسی ملعونہ بظلم مسمّات سیف النقی کا آنچل پکڑ کے سند لائی اور اس کا بھی سہارا چھوڑ خود اپنی طرف سے وہی بے سُری گائی وہ تازہ غمزہ پاروں تک پہنچا تو اِن شاء اللہ العزیز اس کی جدا خبر لی جائے گی۔

مسلمانو! بلکہ ہر مذہب کے عاقلو، کیا ایسوں سے کسی مخاطبہ کا محل رہ گیا کیا اُن کا عجز لاکھوں آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا۔ بدنصیبوں میں کچھ بھی سکت ہوتی تو ایسی ناپاک حرکت جس کی نظیر آریوں، پادریوں ہندوؤں، بت پرستوں کسی میں نہ ملے ہرگز اختیار نہ کی جاتی۔

ارے دم ہے کسی تھانوی، دربھنگی، سرہنگی، سربھنگی، انبٹھی، دیوبندی، نانوتوی، گنگوہی، امرتسری، دہلوی، جنگلی کوہی میں کہ اُن من گھڑت کتابوں، اُن کے صفحہ، اُن کی عبارتوں کا ثبوت دے اور نہ دے سکے تو کسی علمی بحث یا انسانی بات میں کسی عاقل کے لگنے کے قابل اپنا منہ بنا سکے۔

اسی کو تک پہ یہ لپکا کہ کوئی منہ لگے تیرے

جو تجھ سے بڑھ کے گندا ہو وہ پاجی منہ لگے تیرے

بھلا یہ تو اصغر حسین جی دیوبندی و مرتضٰی حسن جی دربھنگی و حسین احمد جی اجودھیا باشی کے تانگے تھے خود پرانے جہان دیدہ گرم وسرد چشیدہ عالیجناب تھانوی صاحب کا چرچہ ملاحظہ ہو۔

ارے بے دم ہے کسی وہابی بے دم میں

اسی ذی العقدہ ۲۸ھ کی ۲۰ تاریخ کو اعلٰیحضرت مجددِ دین وملت نے "تھانوی صاحب کا چرخہ" کے نام ایک مفاوضہ عالیہ مسمّٰی بنام تاریخی ابحاث اخیرہ (۱۳۲۸ھ) امضا فرمایا جس کے تذکارات نمبر ۹ میں ارشاد ہو! "یہ مانا کہ جب جواب بن ہی نہ پڑے تو کیا کیجئے کس گھر سے دیجئے مگر والا جنابا! ایسی ایسی صورتوں

میں انصاف یہ تھا کہ اپنے اتباع کا منہ بند کرتے معاملہ دین میں ایسی ناگفتنی حرکات پر انہیں لجاتے شرماتے، اگر جناب کی سے ترغیب نہ تھی تو کم از کم آپ کے سکوت نے انہیں شہ دی یہاں تک کہ انہوں نے سیف النقی جیسی تحریر شائع کی جس کی نظیر آج تک کسی آریہ یا پادری سے بھی بن نہ پڑی"۔

پھر استفسارات میں فرمایا:

(۷) آخر آپ بھی اللہ واحد قہار جل وعلا کا نام تو لیتے ہیں اسی واحد قہار جبار کی شہادت سے بتایئے کہ یہ حرکات جو آپ کے یہاں کے علمائے مناظرین کررہے ہیں صاف صریح اُن کے عجز کامل اور نہایت گندے جملہ بزدل کی دلیل روشن ہیں یا نہیں۔

(۸) جو حصرات ایسی حرکات اور اتنی بے تکلفی اختیار کریں، چھپوائیں، بیچیں، بانٹیں، شائع وآشکار کریں، پیش کریں، حوالہ دیں، افتخار کریں، امورِ مذکورہ کو رواہ رکھیں، ترک انسداد وانکار کریں کسی غافل کے نزدیک لائق خطاب ٹھہراسکتے ہیں یا صاف ظاہر ہوگیا کہ مناظرہ آخر ہوگیا۔

(۹) اُسی واحد قہار جل جلالہ کی شہادت سے یہ بھی بتادیجئے کہ وہ رسالہ ملعونہ جو خاص جناب کے مدرسہ دیوبند سے اشاعت ہورہا ہے اس اشاعت کی آپ کو اطلاع توظاہر مگر اس میں آپ کے مشورے آپ کی شرکت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کی رضا ورغبت ہے یا نہیں، نہیں تو آپ کو سکوت اور اس سکوت کا محصل اجازت ہے یا نہیں۔ الخ۔

تھانوی صاحب حسبِ عادت خاموش وخود فراموش، غرض بات وہی ہے کہ ایک حمام میں سب ننگے۔ ع

بے حیا باش آنچہ خواہی کُن

(بے حیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

خیر ایسوں کے منہ کہاں تک لگیں اصل بات جس پر اس تمہید کا آغاز تھا عرض کریں کہ اللہ عزوجل جن قلوب کو ہدایت فرماتا ہے ان کا قدم ثبات جادہ حق سے لغزش نہیں کرتا اگر ذریتِ شیطان وسوسے ڈالے تو اس پر اعتماد نہیں کرتے پھر جب امرِ حق جھلک دکھاتا ہے معًا ہوشیار ہوجاتے اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اس کی تصدیق والا حضرت بالا درجت معلّٰی برکت حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب قبلہ حسینی زیدی واسطی مارہری دامت برکاتہم کا واقعہ نفیسہ ہے حضرت والا اجلہ سادات عظام و صاحبزادگان سرکار مارہرہ مطہرہ وتلامذہ اعلیحضرت تاج الفحول محب الرسول مولٰینا مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبدالقادر صاحب قادری عثمانی بدایونی قدس سرہ الشریف سے ہیں لکھنؤ اپنے بعض اعزہ کے

معالجہ کو تشریف لائے تھے، شیاطین غراب خوارِ دیوبندیہ کی غرابیں تو ہندوستان میں برساتی حشرات الارض کی طرح پھیلی ہیں حضرت جھوائی ٹولہ میں فروکش تھے دروازہ کے قریب ایک شب کچھ دیوبندی غرابوں کا آپس میں یہ ذکر کرتے سنا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے قائل ہوگئے ہیں اور یہ عقیدہ کفر کا ہے، اور حسبِ عادت افتراء و تہمت بک رہے تھے حضرت کو بہت ناگوار گزرا۔ مگر اللہ اکبر ادھر رب عزوجل کا ارشاد کہ:

"اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا"[1]۔	جب کوئی فاسق تمہارے پاس کچھ خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلو۔

ادھر حضرت میں دینِ متین کی حرارت، صبح ہی اعلیٰحضرت مجدد المائۃ الحاضرہ کے نام والا نامہ تحریر فرمایا جس کے ہاشمی تیور یہاں تک تھے کہ بہر نوع مجھ کو اپنی تسکین کی ضرورت ہے اگر آپ سے ممکن ہو تو فرمادیجئے۔ حتی کہ ارشاد فرمایا تھا۔ اگر اس میرے عریضہ کا جواب شافی آپ نہ دیں گے تو یہ عقیدہ علم غیب کا مجھ کو اپنا تبدیل کرنا پڑے گا۔

اعلیٰحضرت مجدد دین وملت نے فوراً یہ خط جو اس وقت بنام **خالص الاعتقاد** آپ کے پیش نظر ہے حضرتِ والا کو رجسٹری بھیجا اور اس سے کے ساتھ انباء المصطفی وحسام الحرمین وتمہید ایمان وبطش غیب وظفر الدین الطیب وغیرہا بھی ارسال کیے۔

الحمدللہ کہ اسی آیۃ کریمہ کا ظہور ہوا کہ "تَذَکَّرُوۡا فَاِذَا ہُمۡ مُّبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۰۱﴾ۚ"[2]۔

تقوٰی والوں پر شیطان کچھ وسوسہ ڈالے تو وہ معًا ہوشیار ہوجاتے اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اس خط ورسائل کو تمام وکمال تین ہفتہ میں ملاحظہ فرماکر حضرت والا نے یہ دو گرامی نامے اعلیٰحضرت کو ارسال فرمائے۔

نامہ اوّل:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط وبہ نستعین ونصلی ونسلم علٰی نبیہ الکریم ط

حضرت مولٰینا وبالفضل اولٰنا دام ظلہم وبرکاتہم وعمرہم۔

از حقر سید حسین حیدر بعد تسلیم نیاز عرض خدمت عالی اینکہ نوازش نامہ عالی عرض دار لایا۔

عـــہ: مراد آباد کی طبع دوم کا بہت ناقص چھپا تھا کہ پڑھنے میں دقت تھی ۱۲۔

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶

[2] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۱

معزز فرمایا اوتعالیٰ ذاتِ والا کو بایں تجدید وتاسیس دین متین سلامت رکھے اس صدی کے مجدد اللہ تعالیٰ نے ہمارے سب کے واسطے ذاتِ عالی کو بھیجاہے رسائل عنایت فرمودہ جناب میں نے حرف بحرف پڑھے اور تمام دن انہیں کے مطالعہ میں گزرتا ہے اگرچہ اس مسئلہ میں جو کچھ میں نے وقتاً فوقتاً آپ کی زبان سے سنا تھا اسی حبلِ متین کو مضبوط پکڑے ہوئے تھا اب اس تقریر والا نے تو میرے اس عقیدہ کو ایسا فولاد کردیا ہے کہ جس کا بیان نہیں، فتوی انباء المصطفٰی نے بوجہ اپنی طبع عـــہ کے مجھ کو کوئی فائدہ نہیں دیا اور نہ اس تحریر کے بعد مجھ کو حاجت رہی، نسخہ "تمہید ایمان" کو دیکھ کر میں اپنی مسرت کا حال کیا عرض کروں علمائے حرمین شریفین نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ مشتے نمونہ خروار ہے اور میرا یہی عقیدہ ہے اخوت اسلامی ورشتہ خاندانی سے قطع نظر کرکے ابتداء سے میرا یہی عقیدہ ہے کہ اب ہندوستان وعرب میں آپ کا مثل نہیں ہے اور یہ امر بلا مبالغہ میرے دل میں راسخ ہوگیا ہے وہ لوگ جن سے اس بات میں مجھ سے گفتگو ہوئی تھی ابھی تک مجھ کو نہیں ملے ہیں اب وہ ملیں تو رسالہ حرمین طیبین دکھاؤں اور جواب لُوں میں ے دیوانِ نعمت برادرم حسن رضا خان صاحب مرحوم کو لکھا مرحوم مجھ سے وعدہ فرماگئے تھے کہ بعد طبع تجھ کو ضرور بھیجوں گا اللہ تعالیٰ ان کو اپنی آغوش رحمت میں رکھے مورخہ ۷ ربیع الثانی یوم دوشنبہ رسائل مطبوعہ جدید مجھ کو ضرور مع دیوان بھیج دیں آج کل انہیں سے دل بہلتا ہے مکرر وہی مطالعہ میں رہتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ وسلامت رکھے زیادہ نیاز فقط، احقر سید حسین حیدر از لکھنؤ جھوائی ٹولہ، مکان حکیم حسن رضا مرحوم۔

اس مدت میں رسائل کین کش پنجہ پیچ وبارش سنگی وپیکان جانگداز بھی بفضلہ تعالیٰ تیار ہوگئے کہ حسب الحاکم مع دیوان نعت شریف مصنف حضرت مولٰنا مولوی حاجی حسن رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روانہ خدمت حضرت والا کیے گئے ادھر اس مدت میں حضرت والا کو وہ مخالفین بھی مل گئے جن کو یہ الٰہی تلواریں دکھا کر حضرت نے پسپا کیا، اور یہ دوسرا نامہ نامی احضا فرمایا:

نامہ دوم

حضرت مولٰنا وبالفضل والمجد اولٰنا مد ظلہم وبرکاتہم علیٰ سائر المسلمین، بعد تسلیم نیاز آنکہ پولندہ دیوان نعت شریف مع رسائل عطیہ حضور پہنچے اللہ آپکو زندہ رکھے جن لوگوں سے میری گفتگو ہوئی تھی وہ انہیں مرضی حسن دربھنگی کے اتباع میں ہیں بارش سنگی واشتہارات میں نے سب سنائے۔

عـــہ: مرادآباد کی طبع دوم کا بہت ناقص چھپا تھا کہ پڑھنے میں دقت تھی ۱۲

اس پر بڑا تعجب ظاہر کیا، میں نے کہا کہ مولٰنا صاحب نے مناظرہ سے انکار نہ فرمایا، بلکہ ان شرائط پر مباحثہ و مناظرہ تمام طائفہ سے فرمایا، اشتہارات وغیرہ دیکھ کر کہا کہ یہ اُن تک پہنچے نہیں ورنہ وہ ایسے نہ تھے کہ رسالہ کا جواب فوری نہ دیتے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو پرانا منجھا ہوا سچ ہے کہ ڈاک لُٹ گئی۔ اُس پر کہا کہ اب ہم تحریر کرتے ہیں رسائل کا نام وغیرہ جو جواب آئے گا۔ آپ عـــہ کو مطلع کریں گے۔ پھر کہا کہ مولوی صاحب کو لازم نہ تھا کہ علمائے دین کی تکفیر کرتے قلم ان کا بہت تیز ہے۔ میں نے کہا کہ یہ قوم اعداء اللہ پر جہاد کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ اب تلوار نہیں رہی تو خدائے تعالٰی نے وہی کاٹ چھانٹ ان کے قلم کو عطا فرمادی ہے۔ اثنائے ذکر میں یہ بھی کہا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ایک شاگرد کے مقابلہ میں مولوی صاحب کا سارا عرب دشمن ہوگیا اگر وہاں سے چلے نہ آتے تو بڑی مشکل پڑتی۔ میں نے کہا یہ ہی ایک فقرہ آپ نے سچ فرمایا ہے آپ کے مضمون کی شہادت جو علماءِ حرمین نے دی ہے وہ میرے پاس ہے اسے دیکھ لیجئے کیسا بڑا لکھا مگر اس طرح کا کوئی فقرہ آپ نکال لائیں تو میں مانوں، عبارات میں نے پڑھنا شروع کیں۔ اور اُن حیاداروں کا رنگ متغیر ہونا شروع ہوا میں لاحول پڑھ کر اٹھ کھڑا ہوا فقط ۲۹۔ ۴۔ ا

مسلمانو! حضرات کی عیاریاں مکاریاں حیاداریاں ملاحظہ کیں حضرت والا سید صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی طرح جس بندہ کو خدا عقل وایمان وانصاف دے گا وہ ان مکاروں ابلیس شعاروں پر لاحول ہی پڑھ کر اٹھے گا۔

اب بعونہ تعالٰی خالص الاعتقاد مطالعہ کیجئے اور اپنے ایمان و یقین و محبت و غلامی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تازگی دیجئے۔

والحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلوۃ واکمل السلام علٰی سیدنا و مولٰنا والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین امین

سید عبدالرحمٰن غفرلہ

عـــہ: اب تک ان صاحبوں نے بھی کروٹ نہ لی تو وہ سب کو ایک ہی مرض الموت لاحق ہے ۱۲۔

رسالہ
خالص الاعتقاد ۱۳۲۸ھ
(اعتقادِ خالص)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلّ علٰی رسولہ الکریم ط

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت والا درجیت، بالا منزلت، عظیم البرکتہ حضرت مولٰنا مولوی سید حسین حیدر میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العلمیہ، بعد تسلیم وآداب خادمانہ عارض۔

(۱) حضرت والا کو معلوم ہوگا کہ وہابیۂ گنگوہ دیوبند و نانوتہ و تھانہ بھون و دہلی و سہسوان خذلہم اللہ تعالٰی نے اللہ عزوعلا و حضور پر نور سیّد الانبیاء وعلیہم افضل الصلٰوۃ والثناء کی شان میں کیا کیا کلماتِ ملعونہ

نوٹ: یہ کتاب حضرت گرامی مرتبت سید حسین حیدر میاں صاحب مارہروی علیہ الرحمہ کے ان خطوط کے جواب میں بطور مراسلہ لکھی گئی جو موصوف نے بعض دیانبہ کی الزام تراشیوں سے پیدا شدہ صورتِ حال پر پریشان ہو کر تحقیق کے لیے مصنف علیہ الرحمۃ کو تحریر فرمائے تھے اور وہ خطوط چند صفحات قبل رسالہ کی تمہید میں مذکور ہیں۔

بکے، لکھے اور چھاپے، جن پر عامہ علماء عرب و ہند نے ان کی تکفیر کی، کتاب حسام الحرمین مع تمہید ایمان و خلاصہ فوائد فتاوٰی حاضرِ خدمت ہیں۔ زیادہ نہ ہو تو صرف دو رسالے اولین تمہیدِ ایمان وخلاصہ فوائد کو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرمالیں کہ حق آفتاب سے زیادہ واضح ہے۔

(۲) اس کتابِ مستطاب کی اشاعت پر خدا اور رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے بدگویوں کی جو حالتِ اضطراب و پیچ و تاب ہے، بیان سے باہر ہے۔ دو سال سے اسی کتاب کی طبع کے بعد چیختے چلاتے اور طرح طرح کے غل مچاتے، پرچوں، اخباروں میں گالیوں کے انبار لگاتے، سَوسَو پہلو بدلتے، اِدھر اُدھر پلٹے کھاتے ہیں مگر اصل مبحث کا جواب دینا درکنار، اس کا نا لیے ہول کھاتے ہیں، بدگویوں میں مرتضی حسن چاند پوری دیوبندی اور ان کے یار غار ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد صرف اسی لیے علم چانے، بحثیں بدلنے، گالیاں چھاپنے کے لیے منتخب کیے گئے ہیں جن کے غل پر پانچ پانچ رسالے میرے احباب کے ان کو پہنچے ہوئے ہیں ان سب کو بھی جواب غائب اور چیخ بدستور، یہ تمام حال حضرت والا کو ملاحظہ رسالہ ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب و اشتہار ضروری نوٹس واشتہار نیازمانہ کے ملاحظہ سے واضح ہوگا۔ سب مرسل خدمت ہیں، اور زیادہ تفصیل احباب فقیر کے رسالہ کین کش پنجہ پیچ ورسالہ بارش سنگی ورسالہ پیکان جانگداز کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگی۔ یہ سب زیر طبع ہیں، بعد طبع بعونہ تعالٰی ان سے کہہ دوں گا کہ ارسالِ خدمت اقدس کریں۔

(۳) اب چند امور ضروری مختصراً عرض کروں کہ بعونہ تعالٰی اظہارِ حق و ابطالِ باطل کو بس ہوں۔

امر اوّل

وہابیہ کی افتراپردازیاں

ان چالوں کے علاوہ خدا ورسول جل وعلا وصلی الہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگویوں نے ادھر یہ مکر گانٹھا کہ کسی طرح معارضہ بالقلب کیجئے یعنی ادھر بھی کوئی بات ایسی نسبت کریں جس پر معاذاللہ حکم کفر یا ضلال لگاسکیں۔

اس کے لیے مسئلہ غیب میں افترا چھانٹنے شروع کیے۔

(۱) کبھی یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم، ذاتی، بے اعطائے الٰہی مانتا ہے۔

(۲) کبھی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم، علمِ الٰہی سے مساوی جانتا ہے صرف قدم و

حدوث کا فرق کرتا ہے۔

(۳) کبھی یہ کہ باستثناء ذات و صفاتِ الٰہی باقی تمام معلوماتِ الٰہیہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم محیط بتاتا ہے۔

(۴) کبھی یہ کہ امورِ غیر متناہیہ بالفعل کو حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم بتفصیل تمام حاوی ٹھہراتا ہے۔

حالانکہ واحد قہار یہ دیکھ رہا ہے کہ یہ سب ان اشقیاء کا افترا ہے۔

سچے ہیں تو بتائیں کہ ان میں سے کون سا جملہ فقیر کے کس رسالے، کس فتوے، کس تحریر میں ہے؟

"قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ "[1]	تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔ (ت)
"فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ "[2]	تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ (ت)
" اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ "[3]۔	جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (ت)

یہی بیانات لوگوں کے سامنے بیان کرکے ان کو پریشان کرتے ہیں ان کا پریشان ہونا حق بجانب ہے اس پر اگر کوئی عالم مخالفت کرے تو ضرور اسے لائق و مناسب ہے۔ مفتریانِ کذّاب اگر ان کلمات کا خود مجھ سے استفتاء کرتے تو سب سے پہلے ان باطل باتوں کا رَدّ و ابطال میں کرتا۔

فقیر نے مکہ معظّمہ میں جو رسالہ الدولة المکیة بالمادة الغیبیة اس باب میں تصنیف کیا جس کی متعدد نقول علماء کرام مکہ نے لیں اس میں ان تمام خرافات کا رَد صریح موجود ہے۔ ان اباطیل کل یا بعض پر جو عالم مخالفت کرے یا رَد لکھے وہ رَد و خلافت حقیقۃً انہیں ملعون افتراؤں پر عائد ہوگا۔ نہ اس پر جو ان اکاذیب سے بحمد اللہ ایسا بری ہے جیسے وہ مفتریانِ کذاب دین و حیا سے۔

"وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ "[4]۔	اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۳

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[4] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

حضرت والا کو حق سبحانہ، وتعالٰی شفائے کامل و عاجل عطافرمائے۔اگر براہِ کرم قدیم ولطفِ عمیم یہاں تشریف فرماہو کر خادم نوازی کریں تو اصل رسالہ جس پر مولانا تاج الدین الیاس و مولانا عثمان بن عبدالسلام مفتیانِ مدینہ منورہ کی اصل تقریظات اُن کی مُہری دستخطی موجود ہیں، نظرِ انور سے گزاروں گا۔

فی الحال اُس کی دو چار عبارات عرض کرتا ہوں جن سے روشن ہوجائے گا کہ مفتریوں کے افتراء کس درجہ باطل و پادر ہوا ہیں، جس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی ید باطن کہے اہلسنت کا مذہب صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر تبرا اور صدیقہ طاہرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) پر بہتان اٹھانا ہے۔والعیاذ باللہ رب العالمین، میرے رسالہ کی نظر اول میں ہے۔

(۱) العلم ذاتی مختص بالمولٰی سبحٰنه وتعالٰی لایمکن لغیرہ ومن اثبت شیئامنه ولوادنٰی من اَدنٰی من ادنٰی من ذرۃ لاحد من العٰلمین فقد کفر واشرك [1]۔	علمِ ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے غیر کے لیے محال ہے، جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرّہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہے۔

(۲) اُسی میں ہے:

اللاتناھی الکمی مخصوص بعلوم اللہ تعالٰی [2]۔	غیر متناہی بالفعل کو شامل ہونا صرف علمِ الٰہی کے لیے ہے۔

(۳) اُسی میں ہے:

احاطة احد من الخلق بمعلومات اللہ تعالٰی علی جهة التفصیل التام محال شرعا وعقلا بل لو جمع علوم جمیعا العٰلمین اولاً واٰخراً لما کانت له نسبة ما اصلا الی علوم اللہ سبحٰنه وتعالٰی حتی کنسبة حصة من الف الف حصص قطرۃ الی الف الف بحر [3]۔	کسی مخلوق کا معلوماتِ الٰہیہ کو بتفصیل تام محیط ہوجانا شرع سے بھی محال ہے، اور عقل سے بھی، بلکہ اگر تمام اہلِ عالم اگلے پچھلوں سب کے جملہ علوم جمع کیے جائیں تو اُن کو علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بُوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندروں سے۔

[1] الدولۃ المکیۃ النظر الاول مطبع اہلسنت بریلی ص ۶
[2] الدولۃ المکیۃ النظر الاول مطبع اہلسنت بریلی ص ۶
[3] الدولۃ المکیۃ النظر الاول مطبع اہلسنت بریلی ص ۶

(۴) اُسی کی نظر ثانی میں ہے:

زھر وبھر ممّا تقرر ان شبھة مساواة علوم المخلوقین طرا اجمعین بعلم ربنا الله العٰلمین ما کانت لتخطر ببال المسلمین [1]۔	ہماری تقریر سے روشن و تاباں ہوگیا کہ تمام مخلوق کے جملہ علوم مل کر بھی علمِ الٰہی سے مساوی ہونے کا شبہہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ گزرے۔

(۵) اسی میں ہے:

قد اقمنا الدلائل القاھرة علی ان احاطة علم المخلوق بجمیع المعلومات الالٰیھة محال قطعًا، عقلًا وسمعًا [2]۔	ہم قاہر دلیلیں قائم کرچکے کہ علم مخلوق کا جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہونا ہونا عقل وشرع دونوں کی رو سے یقینًا محال ہے۔

(۶) اسی کی نظر ثالث میں ہے:

العلم الذاتی والمطلق والمحیط التفصیلی مختص باللہ تعالٰی وماللعباد الامطلق العلم العطائی [3]۔	علم ذاتی اور بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں بندوں کے لیے صرف ایک گُونہ علم بعطائے الٰہی ہے۔

(۷) اسی کی نظر خامس میں ہے:

لانقول بمساواة علم اللہ تعالٰی ولا بحصوله بالاستقلال ولا نثبت بعطاء اللہ تعالٰی ایضًا الا البعض [4]۔	ہم نے علمِ الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں، اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔

میرا مختصر فتوٰی ابناء المصطفٰی بمبئی مرادآباد میں تین بار ۱۳۱۸ھ سے ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر شائع ہوا، ایک نسخہ اسی کا کہ رسالہ **الکلمة العلیا** ف کے ساتھ مطبوع ہوا مرسل خدمت ہے، اس سے بڑھ کر جس امر کا اعتقاد میری طرف کوئی نسبت کرے مفتری کذاب ہے اور اللہ کے یہاں اس کا حساب۔

---

[1] الدولة المکیہ النظر الثانی مطبعہ اہلِ سنت بریلی ص ۱۵

[2] الدولة المکیہ النظر الثانی مطبعہ اہلِ سنت بریلی ص ۱۶

[3] الدولة المکیہ النظر الثالث مطبعہ اہلِ سنت بریلی ص ۱۹

[4] الدولة المکیہ النظر الخامس مطبعہ اہلِ سنت بریلی ص ۲۸

ف: الکلمة العلیا مصنفہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ

امر دوم
بندوں کو علم غیب عطا ہونے کی سندیں اور آیاتِ نفی کی مراد

انہیں عبارات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ علمِ غیب کا خاصہ حضرتِ عزت ہونا بے شک حق ہے، اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

"قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ" [1]۔	تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔

اور اس سے مراد وہی علم ذاتی و علم محیط ہے کہ وہی باری عزوجل کے لیے ثابت اور اس سے مخصوص ہیں۔ علم عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو۔ علم غیر محیط کہ بعض اشیاء سے مطلع بعض سے ناواقف ہو، اللہ عزوجل کے لیے ہو ہی نہیں سکتا، اس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے، اور اللہ عزوجل کی عطا سے علوم غیب غیر محیط کا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو ملنا بھی قطعًا حق ہے، اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے۔

(۱) "وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ" [2]۔	اللہ اس لیے نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کرے ہاں اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چُن لیتا ہے۔

(۲) اور فرماتا ہے:

"عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ" [3]۔	اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۳) اور فرماتا ہے:

"وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ﴿۲۴﴾" [4]۔	یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

(۴) اور فرماتا ہے:

"ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ" [5]۔	اے نبی! یہ غیب کی باتیں ہم تم کو مخفی طور پر بتاتے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۶۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹

[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶و۲۷

[4] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۴

[5] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۲

(۵) حتی کہ مسلمانوں کو فرماتا ہے:

"یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" [1]۔	غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شیئ کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن، لاجرم تفسیر کبیر میں ہے۔

(۶) لایمتنع ان تقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل [2]۔	یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لیے دلیل ہے۔

(۷) نسیم الریاض میں ہے:

لم یکلفنا اللہ الایمان بالغیب الّا وقد فتح لنا باب غیبہ [3]۔	ہمیں اللہ تعالٰی نے ایمان بالغیب کا جبھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا ہے۔

فقیر نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے کہا تھا یہ ائمہ، علماء جو اپنے لیے مان رہے ہیں معلوم نہیں کہ مخالفین ان پر کون سا حکم جڑیں۔

(۸و۹) امام شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر میں حضرت شیخ اکبر سے نقل فرماتے ہیں:

للمجتہدین القدم الراسخ فی علوم الغیب [4]۔	علم غیب میں ائمہ مجتہدین کے لیے مضبوط قدم ہے۔

(۱۰و۱۱) مولٰنا علی قاری (کہ مخالفین براہِ نافہمی اس مسئلہ میں ان سے سند لاتے ہیں) مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں کتاب عقائد تالیف حضرت شیخ ابو عبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں:

نعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب [5]۔	ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقیِ مقامات پا کر صفتِ روحانی تک پہنچتا ہے اس وقت اسے علمِ غیب حاصل ہوتا ہے۔

(۱۲) یہی علی قاری مرقاۃ میں اُسی کتاب سے ناقل:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲/ ۳ المطبعۃ البہیۃ المصریہ مصر ۲/ ۲۸

[3] نسیم الریاض فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۱۵۱

[4] الیواقیت والجواہر البحث التاسع والاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۸۰

[5] مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۲۸

يطلع العبدعلٰى حقائق الاشياء ويتجلّٰى له الغيب و غيب الغيب [1]۔	نورِ ایمان کی قوت بڑھ کر بندہ حقائق اشیاء پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر غیب نہ صرف غیب بلکہ غیب کا غیب روشن ہو جاتا ہے۔

(۱۳) یہی علی قاری اسی مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

الناس ينقسم الى فطن يدرك الغائب كالمشاهد وهم الانبياء والى من الغالب عليهم متابعة الحس و متابعة الوهم فقط وهم اكثر الخلائق فلا بدّلهم من معلم يكشف لهم المغيبات وماهو الاالنبى المبعوث لهذا الامر [2]۔	آدمی دو قسم کے ہوتی ہیں، ایک وہ زیرک کہ غیب کہ مشاہد کی طرح جانتے ہیں اور یہ انبیاء ہیں، دوسرے وہ جن پر صرف حس و وہم کی پیروی غالب ہے اکثر مخلوق اسی قسم کی ہے۔ تو ان کو ایک بتانے والے کی ضرورت ہے جو ان پر غیبوں کو کھول دے اور وہ بتانے والا نہیں مگر نبی کہ خود اس کام کے لیے بھیجا جاتا ہے۔

(۱۴و۱۵) یہی علی قاری شرح فقہ اکبر میں حضرت ابو سلیمان دارانی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ناقل:

الفراسة مكاشفة النفس ومعاينة الغيب وهى من مقامات الايمان [3]۔	فراستِ مومن (جس کا ذکر حدیث میں ارشاد ہوا ہے) وہ رُوح کا کشف اور غیب کا معائنہ ہے۔ اور یہ ایمان کے مقاموں میں سے ایک مقام ہے۔

(۱۶و۱۷) امام ابن حجر مکّی کتاب الاعلام، پھر علامہ شامی سل الحسام میں فرماتے ہیں:

الخواص يجوزان ان يعلموا الغيب فى قضية او قضايا كما وقع لكثير منهم واشتهر [4]۔	جائز ہے کہ اولیاء کو کسی واقعے یا وقائع میں علم غیب ملے جیسا کہ ان میں بہت کے لیے واقع ہو کر مشتہر ہوا۔

(۱۸و۱۹) تفسیر معالم و تفسیر خازن میں زیر قولہ تعالٰی: "وَمَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ﴿۲۴﴾" [5]۔ ہے۔

يقول انه صلى الله تعالٰى عليه وسلم	یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے نبی صلی اللہ تعالٰی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۱۹

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۲۰

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر خوارق العادات الخ مصطفٰی البابی مصر ص ۸۰

[4] الاعلام بقواطع الاسلام مکتبۃ الحقیقۃ بشارع دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۵۹، سل الحسام رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲/ ۳۱۱

[5] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۴

یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلّمکم [1]۔	علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں۔

(۲۰) تفسیر بیضاوی زیر قولہ تعالٰی: "وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾" [2] ہے۔

ای مما یختص بنا ولا یعلم الابتوفیقنا وھو علم الغیوب [3]۔	یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے ہوئے معلوم نہیں ہوتا وہ علمِ غیب ہم نے خضر کو عطا فرمایا ہے۔

(۲۱) تفسیر ابن جریر میں حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے۔

قال انّك لن تستطیع معی صبرا،وکان رجلا یعلم علم الغیب قد علم ذٰلك [4]۔	حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے موسٰی علیہ السلام سے کہا: آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ خضر علمِ غیب جانتے تھے انہیں علم غیب دیا گیا تھا۔

(۲۲) اُسی میں ہے عبداللہ ابن عباس نے فرمایا: خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے کہا:

لم تحط من علم الغیب بما اعلم [5]۔	جو علم غیب میں جانتا ہوں آپ کا علم اُسے محیط نہیں۔

(۲۳) امام قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

النبوۃ التی ھی الاطلاع علی الغیب [6]۔	نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب جاننا۔

(۲۴) اُسی میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم مبارک نبی کے بیان میں فرمایا:

النبوأۃ ماخوذۃ من النباء وھو الخبر ای ان اللہ تعالٰی اطلعه علٰی غیبه [7]۔	حضور کو نبی اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو اپنے غیب کا علم دیا۔

---

[1] معالم التنزیل تحت آیۃ ۸۱/ ۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۲۲، لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) ۴/ ۳۹۹

[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۶۵

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آیۃ ۱۸/ ۶۵ دار الفکر بیروت ۳/ ۵۱۰

[4] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت آیۃ ۱۸/ ۶۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۳۲۳

[5] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت آیۃ ۱۸/ ۶۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۳۲۳

[6] المواھب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷

[7] المواھب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۵و۴۶

(۲۵) اُسی میں ہے:

قد اشتھر وانتشر امرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین اصحابہ بالاطلاع علی الغیوب [1]۔	بے شک صحابہ کرام میں مشہور و معروف تھا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غیبوں کا علم ہے۔

(۲۶) اُسی کی شرح زرقانی میں ہے:

اصحابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جازمون باطلاعہ علی الغیب [2]۔	صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔

(۲۷) علی قاری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

علمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاو لفنون العلم (الی ان قال) ومنھا علمہ بالامور الغیبیۃ [3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم اقسام علم کو حاوی ہے غیبوں کا علم بھی علمِ حضور کی شاخوں سے ایک شاخ ہے۔

(۲۸) تفسیر امام طبری اور تفسیر درمنثور میں بروایت ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم وغیرہا ائمہ محدثین سیدنا امام مجاہد تلمیذ خاص حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے:

انہ قال فی قولہ تعالٰی ولئن سألتھم لیقولن انما کنّا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وکذا وما یدریہ بالغیب [4]۔	انہوں نے فرمایا اللہ کے قول ولئن سألتھم الخ کی تفسیر میں کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں وادی میں ہے بھلا وہ غیب کی باتیں کیا جانیں۔ (ت)

یعنی کسی کا ناقہ گم ہوگیا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فلاں جنگل میں ہے ایک منافق

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۳ / ۵۵۴

[2] شرح الزرقانی علی المواھب الدنیۃ الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت ۷ / ۲۰۰

[3] الزبدۃ العمدۃ شرح البردۃ تحت شعر و واقفون لدیہ عند حدّھم جمعیۃ علماء سکندریہ خیر پور سندھ ص ۵۷

[4] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت آیۃ ۹ / ۶۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰ / ۱۹۶، الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ وغیرہ تحت آیۃ ۹ / ۶۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴ / ۲۱۰

بولا محمد غیب کیا جانیں اسی پر اللہ عزوجل نے یہ آیتِ کریمہ اتاری کہ ان سے فرمادیجئے کہ اللہ اور اس کے رسول اور اس کی آیتوں سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤتم کافر ہوچکے ایمان کے بعد۔

حضرت ملاحظہ فرمائیں کہ یہ آیت مخالفین پر کیسی آفت ہے۔

وہابیہ پر غضبوں کی ترقیاں

[۱]**پہلا غضب:** ان پر ائمہ کے اقوال تھے کہ دریا سے قطرہ عرض کیے ان پر تو یہیں تک تھا کہ یہ سب ائمہ دین ان مخالفینِ دین کے مذہب پر معاذاللہ کافر ومشرک ٹھہرتے ہیں۔

[۲]**دوسرا غضب:** اس سے زیادہ آفت اُس حدیث ابن عباس میں تھی کہ معاذاللہ عبداللہ ابن عباس حضر علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے علمِ غیب بتا کر کافر قرار پاتے ہیں۔

[۳]**تیسرا غضب:** اُس سے عظیم تراشد آفت مواہب شریف اور زرقانی کی عبارات میں تھی کہ نہ صرف عبداللہ ابن عباس بلکہ عام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمِ غیب پر ایمان لا کر وہابیہ کے دھرم میں کافر ہوئے جاتے ہیں۔

[۴]**چوتھا غضب:** اس سے سخت تر ہولناک آفت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی دوسری حدیث میں تھی کہ سیدنا حضر علیہ الصلوۃ والسلام نبی ہیں خود اپنے لیے علمِ غیب بتا کر معاذاللہ (حاکم بدہن وہابیہ) کافر ٹھہرتے ہیں۔

[۵]**پانچواں غضب:** اُس سے بھی انتہا درجہ کی حد سے گزری ہوئی آفت کہ سیدنا موسٰی کلیم اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کہ اجماعًا قطعًا، یقینا، ایمانًا اللہ کے رسول و نبی اور اولوالعزم من الرسل سے ہیں وہابیہ کی تکفیر سے کہاں بچتے ہیں۔

حضر علیہ الصلوۃ والسلام نے خود ان سے کہا کہ مجھے علمِ غیب ہے جو آپ کو نہیں، اور موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس پر کچھ انکار نہ فرمایا۔ کیا اس پر ایک وہابی نہ کہے گا کہ افسوس ایک ناؤ کا تختہ توڑ دینے یا گرتی دیوار بے اُجرت سیدھی کر دینے پر وہ اعتراض کہ باوصفِ وعدہ صبر نہ ہو سکا اور وہابی شریعت کی رُو سے منہ بھر کلمہ کفر سُنا اور شربت کا گھونٹ پی کر چپ رہے۔

خیر، ان سب آفتوں کا وہابیہ کے پاس تین کہاوتوں سے علاج تھا۔

موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت حضر کے لیے علم غیب تسلیم کیا تو وہابیہ کہہ سکتے تھے کہ موسٰی بدین خود مایاں بدین خود، حضرت حضر علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے لیے علم غیب بتایا تو وہ اس شیطانی مثل کی آڑ لے سکتے تھے

کہ ناؤ کس نے ڈبوئی، خواجہ خصر نے۔

ابن عباس وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب جانا تو کسی دہن دریدہ وہابی کو کہتے کیا لگتا کہ:

پیراں نمی پرند مریداں مے پرانند

(پیر نہیں اُڑتے بلکہ مرید انہیں اڑاتے ہیں۔ت)

لعنۃ اللہ علی الظلمین (ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، ت)

مگر چھٹا غضب: دُھر کی قیامت تو خود اللہ واحد قہار نے ڈھادی، پورا قہر اس آیۃ کریمہ اور اس کی شانِ نزول نے توڑا۔ یہاں اللہ عزوجل یہ حکم لگارہاہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے، وہ اللہ ورسول سے ٹھٹھا کرتا ہے، وہ کلمہ گوئی کرکے مرتد ہوتا ہے، افسوس کہ یہاں اس چوتھی مثل کے سوا کچھ گنجائش نہیں کہ ؎

ما زیاران چشم یاری داشتیم   خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

(ہم نے دوستوں سے دوستی کی امید رکھی تھی جو کچھ ہم نے گمان کیا وہ خود غلط تھا۔ت)

بھلا جس خدا کی توحید بنی رکھنے کے لیے نبی سے بگاڑی، رسولوں سے بگاڑی، سب کے علم پر دولتی جھاڑی، غضب ہے وہی خدا وہابیہ کو چھوڑ کر رسول کا ہو جائے، الٹا وہابیہ پر حکم کفر لگائے، سچ ہے اب کسی سے دوستی کا دھرم نہ رہا، معلوم نہیں کہ اب مخالفین اپنے سرگروہوں کا فتوٰی مانتے ہیں یا اللہ واحد قہار کا، ولا حول ولاقوۃ الا باللہ (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بُلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے، ت)

امر سوم

ذاتی وعطائی کی جانب علم کا انقسام اور علماء کی تصریحات

مخالفین کو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کریمہ کی دشمنی نے اندھا بہرا کردیا، انہیں حق نہیں سوجھتا مگر تھوڑی سی عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ یہاں کچھ بھی دشواری نہیں۔

علم یقیناً اُن صفات میں سے ہے کہ غیر خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے، تو ذاتی وعطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یونہی محیط وغیر محیط کی تقسیم بدیہی، ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے

قابل صرف ہر تقسیم کی قسم اول ہے یعنی علم ذاتی و علم محیط حقیقی۔

توآیاتِ واحادیث واقوال علماء جن میں دوسرے کے لیے اثباتِ علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعًا یہی قسمیں مراد ہیں۔ فقہاکہ حکمِ تکفیر کرتے ہیں انہیں قسموں پر حکم لگاتے ہیں کہ آخر مبنائے تکفیر یہی تو ہے کہ خدا کی صفتِ خاصہ دُوسرے کے لیے ثابت کی۔ اب یہ دیکھ لیجئے کہ خدا کے لیے علم ذاتی خاص ہے یا عطائی، حاشا للہ علم عطائی خدا کے ساتھ ہونا درکنار خدا کے لیے محال قطعی ہے کہ دوسرے کے دیئے سے اسے علم حاصل ہو پھر خدا کے لیے علم محیط حقیقی خاص ہے یا غیر محیط، حاشاللہ علم محیط خدا کے لیے محال قطعی ہے جس میں بعض معلومات مجہول رہیں، تو علمِ عطائی غیر محیط حقیقی غیر خدا کے لیے ثابت کرنا خدا کی صفتِ خاصہ ثابت کرنا کیونکر ہوا۔ تکفیر فقہاء اگر اس طرف ناظر ہو تو معنی یہ ٹھہریں گے کہ دیکھو تم غیر خدا کے لیے وہ صفت ثابت کرتے ہو جو زنہار خدا کی صفت نہیں ہو سکتی لہٰذا کافر ہو یعنی وہ صفت غیر کے لیے ثابت کرنی چاہیے تھی جو خاص خدا کی صفت ہے، کیا کوئی احمق ایسا اخبث جنون گوارا کرسکتا ہے۔ ولٰکن النجدیة قوم لایعقلون (لیکن نجدی بے عقل قوم ہے۔ت)

(۲۹و۳۰) امام ابن حجر مکی فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

وما ذکرناہ فی الاٰیة صرح به النووی رحمة اللہ تعالٰی فی فتاواہ فقال معناھا لایعلم ذٰلك استقلالًا وعلم احاطة بکل المعلومات الّا اللہ تعالٰی [1]۔	یعنی ہم نے جو آیاتِ کی تفسیر کی امام نووی رحمۃ اللہ تعالٰی نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تصریح کی، فرماتے ہیں آیت کے معنٰی یہ ہیں کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے جو بذاتِ خود ہو اور جمیع معلومات کو محیط ہو۔

(۳۱) نیز شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

انه تعالٰی اختص به لکن من حیث الاحاطة فلا ینافی ذٰلك اطلاع اللہ تعالٰی لبعض خواصه علٰی کثیر من المغیبات حتی من الخمس التی قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فیھن خمس لایعلمھن الا اللہ [2]۔	غیب اللہ کے لیے خاص ہے مگر بمعنی احاطہ تو اس کے منافی نہیں کہ اللہ تعالٰی نے اپنے بعض خاصوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

[1] فتاوٰی حدیثیہ مطلب فی حکم ما اذا قال فلان یعلم الغیب مصطفٰی البابی مصر ص ۲۲۸

[2] افضل القراء القراء ام القرٰی تحت شعر لك ذات العلوم الخ مجمع الثقافی ابوظبی ۴۴-۱۴۳

(۳۲) تفسیر کبیر میں ہے:

قولہ ولا اعلم الغیب یدل علی اعترافہ بانہ غیر عالم بکل المعلومات[1]۔	یعنی آیت میں جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ کو ارشاد ہوا تم فرمادو میں غیب نہیں جانتا، اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں۔

(۳۳و۳۴) امام قاضی عیاض شفا شریف اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔

(ھذہ المعجزۃ) فی اطلاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الغیب (المعلومۃ علی القطع) بحیث لایمکن انکارھا اوالتردد فیھا لا حدٍ من العقلاء (لکثرۃ رواتھا واتفاق معانیھا علی الاطلاع علی الغیب) و ھذا لاینافی الاٰیات الدالۃ علی انہ لایعلم الغیب الا اللہ و قولہ ولوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر فان المنفی علمہ من غیرواسطۃ وامّا اطلاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیہ باعلام اللہ تعالٰی لہ فامر متحقق بقولہ تعالٰی فلایظھر علٰی غیبہ احدًا الّا من ارتضٰی من رسول[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقینًا ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردّد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لیے بہت خیر جمع کرلیتا، اس لیے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ تعالٰی کے بتائے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے، کہ اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔

(۳۵) تفسیر نیشاپوری میں ہے:

لا اعلم الغیب فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الّا اللہ[3]۔	آیت کے یہ معنی ہیں کہ علم غیب جو بذاتِ خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

[1] مفاتیح الغیب

[2] نسیم الریاض شرح الشفا للقاضی عیاض و من ذٰلك ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت برکات رضا ۳/ ۱۵۰

[3] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت آیۃ ۶/ ۵۰ مصطفی البابی مصر ۶/ ۱۱۰

(۳۶) تفسیر انموذج جلیل میں ہے:

معناہ لایعلم الغیب بلا دلیل الا اللہ او بلا تعلیم الا اللہ او جمیع الغیب الا اللہ [1]۔	آیت کے یہ معنی ہیں کہ غیب کو بلا دلیل و بلا تعلیم جاننا یا جمیع غیب کو محیط ہونا یہ اللہ تعالٰی کے ساتھ خاص ہے۔

(۳۷) جامع الفصولین میں ہے:

یجاب بانہ یمکن التوفیق بان المنفی ھو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام اوالمنفی ھو المجزوم بہ لا المظنون ویؤیدہ قولہ تعالٰی اتجعل فیھا من یفسد فیھا الاٰیۃ لانّہ غیب اخبر بہ الملٰئکۃ ظنا منھم اوبا علام الحق فینبغی ان یکفر لوادعاہ مستقلا لا لو اخبربہ باعلام فی نومہ اویقظتہ بنوع من الکشف اذلامنافاۃ بینہ وبین الاٰیۃ لما مرّمن التوفیق [2]۔	(یعنی فقہانے دعوی علم غیب پر حکمِ کفر کیا اور حدیثوں اور آئمہ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہوسکتا) اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لیے بذاتِ خود علم غیب مانا جائے، خداکے بتائے سے علمِ غیب کی نفی نہ کی، یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی، اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے، فرشتوں نے عرض کیا تُو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خونریزی کریں گے۔ ملائکہ غیب کی خبر بولے مگر ظنًا یا خداکے بتائے سے، تو تکفیر اس پر چاہیے کہ کوئی بے خداکے بتائے سے، تو تکفیر اس پر چاہیے کہ کوئی بے خداکے بتائے علمِ غیب ملنے کا دعوی کرے نہ یوں کہ براہِ کشف جاگتے یا سوتے میں خداکے بتائے سے، ایسا علمِ غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

(۳۸و۳۹) ردالمحتار میں امام صاحبِ ہدایہ کی مختارات النوازل سے ہے:

لوادعٰی علم الغیب بنفسہ	اگر بذاتِ خود علم غیب حاصل کرلینے کا دعوی

[1]

[2] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲ /۳۰۲

يكفر [1]۔	کرے تو کافر ہے۔

(۴۰تا۴۴) اسی میں ہے:

قال فی التتارخانية وفی الحجة ذكر فی الملتقط انه لا يكفر لان الاشياء تعرض علٰى روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان الرسل يعرفون بعض الغيب قال اللہ تعالٰى عالم الغيب فلا يظهر علٰى غيبه احدا الا من ارتضٰى من رسول اھ قلت بل ذكروا فی كتب العقائد ان من جملة كرامات الاولياء الاطلاع علی بعض المغيبات وردوا علی المعتزلة المستدلين بهذه الاٰية علٰى نفيها [2]۔	تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاوی حجہ میں ہے، ملتقط میں فرمایا: کہ جس نے اللہ ورسول کو گواہ کرکے نکاح کیا کافر نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اشیاء نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں اور بے شک رسولوں کو بعض علم غیب ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہلسنت نے کتبِ عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رَد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(۴۵) تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان میں ہے:

لم ينف الا الدراية من قبل نفسه وما نفی الدراية من جهة الوحی [3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

(۴۶و۴۷) تفسیر جمل شرح جلالین وتفسیر خازن میں ہے:

المعنٰی لا اعلم الغيب الا ان	آیت میں جو ارشاد ہوا کہ میں غیب نہیں جانتا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۷

[2] ردالمحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۶

[3] غرائب القرآن (تفسیر النیساپوری) تحت آیۃ ۴۶/ ۹ مصطفی البابی مصر ۲۶/۸

يطلعني الله تعالٰى عليه [1]۔	اس کے معنٰی یہ ہیں کہ میں بے خدا کے بتائے نہیں جانتا۔

(۴۸) تفسیر البیضاوی میں ہے:

لااعلم الغيب مالم يوح الى ولم ينصب عليه دليل [2]۔	آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک کوئی وحی یا کوئی دلیل قائم نہ ہو مجھے بذاتِ خود غیب کا علم نہیں ہوتا۔

(۴۹) تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

وعنده مفاتيح الغيب وجه اختصاصها به تعالٰى انه لا يعلمها كما هي ابتداءً الا هو [3]۔	یہ جو آیت میں فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اُس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا اس خصوصیت کے یہ معنی ہیں کہ ابتداءً بغیر بتائے ان کی حقیقت دوسرے پر نہیں کھلتی۔

(۵۰) تفسیر علامہ نیشاپوری میں ہے:

(قل لا اقول لكم) لم يقل ليس عندى خزائن الله ليعلم ان خزائن الله وهي العلم بحقائق الاشياء وماهياتها عنده صلى الله تعالٰى عليه وسلم باستجابة دعاءه صلى الله تعالٰى عليه وسلم فى قوله ارنا الاشياء كما هي ولكنه يكلم الناس على قدر عقولهم (ولا اعلم الغيب) اى لا اقول لكم هذا مع انه قال صلى الله تعالٰى عليه	یعنی ارشاد ہوا کہ اے نبی! فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالٰی کے خزانے ہیں، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں، تاکہ معلوم ہوجائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہیں مگر حضور لوگوں سے انکی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں، اور وہ خزانے کیا ہیں، تمام اشیاء کی حقیقت وماہیت کا علم حضور نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ عزوجل نے قبول فرمائی پھر فرمایا:

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۷/ ۱۸۸، ۲/ ۲۸۰ والفتوحات (تفسیر الجمل) ۳/ ۱۵۸

[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آیۃ ۶/ ۵۰ دارالفکر بیروت ۲/ ۴۱۰

[3] عنایۃ القاضی علٰی تفسیر البیضاوی تحت آیتہ ۶/ ۵۸ دار صادر بیروت ۴/ ۷۳

وسلم علمت ماکان وما سیکون اھ مختصرًا [1]۔	میں نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے، ورنہ حضور تو خود فرماتے ہیں مجھے ماکان و مایکون کا علم ملا یعنی جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے انتہی۔

الحمدللہ اس آیہ کریمہ کی فرمادو میں غیب نہیں جانتا ایک تفسیر وہ تھی جو تفسیر کبیر سے گزری کہ احاطہ جمیع غیوب کی نفی ہے، نہ کہ غیب کا علم ہی نہیں۔

دوسری وہ تھی جو بہت کتب سے گزری کہ بے خدا کے بتائے جاننے کی نفی ہے نہ یہ کہ بتائے سے بھی مجھے علم غیب نہیں۔

اب بحمد اللہ تعالٰی سب سے لطیف تر یہ تیسری تفسیر ہے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے علم غیب ہے، اس لیے کہ اے کافرو! تم ان باتوں کے اہل نہیں ہو ورنہ واقع میں مجھے ماکان ومایکون کا علم ملا ہے۔ والحمدللہ رب العلمین۔

امر چہارم
علمِ غیب سے متعلق اجماعی مسائل

یہاں تک جو کچھ معروض ہوا جمہور ائمہ دین کا متفق علیہ ہے۔

(۱) بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے اور منکر کافر۔

(۲) بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا، مساوی درکنار تمام اولین وآخرین وانبیاء و مرسلین و ملائکہ و مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ بخلاف علوم الٰہیہ کو غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں۔ اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش وفرش شرق و غرب و جملہ کائنات از روزِ اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو [2] حدیں

---

[1] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت آلایۃ ۶ /۵۰ مصطفی البابی مصر ۷ /۱۱۲

ہیں۔ روزِ اول و روزِ آخر دو۲ حدیں ہیں۔ اور جو کچھ دو۲ حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔
بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونیہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات۔

(۳) یوں ہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

(۴) اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حصہ تمام انبیاء و تمام جہان سے اتم و اعظم ہے، اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے، مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا مگر وہابیہ کو محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی عظمت کس دل سے گوارا ہو۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ۔

(۱) حضور کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں[1]۔

(۲) وہ اور تو اور اپنے خاتمے کا بھی نہ جانتے تھے[2]۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ:

(۳) خدا کے بتائے سے بھی اگر بعض مغیبات کا علم ان کے لیے مانے جب بھی شرک ہے[3]۔

(۴) اس پر قہر یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ مانیں اور ابلیس لعین کے لیے تمام زمین کا
علم محیط حاصل جانیں[4]۔

(۵) اس پر عذر کہ ابلیس کی وسعتِ علم نص سے ثابت ہے، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے[5]۔

(۶) پھر ستم، قہر یہ کہ جو کچھ ابلیس کے لیے خود ثابت مانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] البراھین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاساواقع ڈھور ص۵۱

[2] البراھین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاساواقع ڈھور ص۵۱

[3] البراھین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاساواقع ڈھور ص۵۱

[4] البراھین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاساواقع ڈھور ص۵۱

[5] البراھین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاساواقع ڈھور ص۵۱

کے لیے اس کے ماننے پر جھٹ حکمِ شرک جڑ دیا یعنی خاص صفت ابلیس کے لیے تو ثابت ہے وہ تو خدا کا شریک ہے، مگر حضور کے لیے ثابت کرو تو مشرک ہو۔

(۷) اس پر بعض غالی اور بڑھے اور صاف کہہ دیا کہ جیسا علم غیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہے[1]۔ **انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون** (بے شک ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا ہے۔ت)

اصل بحث ان کلماتِ ملعونہ کی ہے، خبثاء کا واکاٹ کہ (پینترا بدل کر) اس سے بچتے اور علم کے خاص و غیر خاص ہونے کی بحث بے علاقہ لے دوڑتے ہیں کہ علمِ غیب کو آیات واحادیث نے خاص بخدا بتایا۔ فقہاء نے دوسرے کے لیے اس کے اثبات کو کفر کہا ہے، اس کا جواب تو اوپر معروض ہو چکا کہ خدا کے ساتھ خاص وہی علم ذاتی و محیط حقیقی ہے غیر کے لیے اسی کے اثبات کو فقہاء کفر کہتے ہیں۔

علمِ عطائی غیر محیط حقیقی خدا کے لیے ہو ہی نہیں سکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کی صفت خاصہ ہو یہ علم ہم نے نہ غیر خدا کے لیے مانا، نہ وہ نصوص و اقوال ہم پر وارد۔ مگر ان حضرات سے پوچھیے کہ آیات واحادیث حصر و اقوال فقہاء علم عطائی غیر محیط حقیقی کو بھی شامل ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو تمہارا کتنا جنون ہے کہ انہیں ہم پر پیش کرتے ہو ان کو ہمارے دعوے سے کیا منافات ہوئی اور اگر اسے بھی شامل ہیں تو اب بتائیے کہ گنگوہی صاحب آپ ابلیس کے لیے جو علمِ محیط زمین اور تھانوی صاحب آپ ہر پاگل ہر چوپائے کے لیے جو علمِ غیب کے قائل ہیں آیا ان کے لیے علم ذاتی حقیقی مانتے ہیں یا اس کا غیر، بر تقدیر اول قطعًا کافر ہو، بر تقدیر ثانی بھی خود تمہارے ہی منہ سے وہ آیات وہ احادیث و اقوالِ فقہاء تم پر وارد۔ اور تم اپنے ہی پیش کردہ دلائل سے خود کافر و مرتد۔

اب کہیے، مفر کدھر؟

ہاں مفر وہی ہے کہ ابلیس اور پاگل اور چوپائے سب تو علم غیب رکھتے ہیں، آیاتِ واحادیث و اقوالِ فقہاء ان کے لیے نہیں، وہ تو صرف محمد رسول کی نفیِ علم کے لیے ہیں۔ **الا لعنۃ اللّٰہ علی الظّٰلمین** (خبردار! ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔ت)

---

[1] تغییر العنوان مع حفظ الایمان دریبہ کلاں دہلی بھارت، ص ۱۷

امر پنجم
علمِ غیب کی اختلافی حدود اور مسلک عرفاء

فضلِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے منکروں کو جہنم جانے دیجئے۔ تتمہ کلام استماع فرمائیے، ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علوم غیب جو مولٰی عزوجل نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا فرمائے آیا وہ روزِ اوّل سے یومِ آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عموم آیات واحادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔ بہت اہلِ ظاہر جناب خصوص گئے ہیں، کسی نے کہا متشابہات کا، کسی نے کہا خمس کا، کسی نے کہا ساعت کا، اور عام علماء باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علماء ظاہر نے آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا ماکان ومایکون بمعنی مذکور میں از انجا کہ غایت میں دخول وخروج دونوں محتمل ہیں، ساعت داخل ہو یا نہیں بہر حال یہ مجموعہ بھی علومِ الٰہیہ سے ایک بعض خفیف بلکہ انباء المصطفٰی حاضر ہے۔

میں نے قصیدہ بردہ شریف اور اس کی شرح ملا علی قاری سے ثابت کیا ہے کہ علم الٰہی تو علم الٰہی جو غیر متناہی در غیر متناہی ہے، یہ مجموعہ ماکان کا علم علوم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سمندر سے ایک لہر ہے، پھر علم الٰہی غیر متناہی کے آگے اس کی کیا گنتی، اللہ کی قدر نہ جاننے والے اسی کو معاذ اللہ علمِ الٰہی سے مساوات ٹھہراتے ہیں، "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ"[1]۔ (اللہ کی ویسی قدر نہ کی جیسی قدر کرنے کا حق ہے۔ت) اور واقعی جب ان کے امام الطائفہ کے نزدیک ایک پیڑ کے پتے گن دینے پر خدائی آگئی تو ماکان ومایکون تو بڑی چیز ہے۔ خیر انہیں جانے دیجئے یہ خاص مسئلہ جس طرح ہمارے علماء اہلسنت میں دائر ہے مسائل خلافیہ اشاعرہ وماتریدیہ کے مثل ہے کہ اصلاً محلِ لوم نہیں۔

ہاں ہمارا مختار قولِ اخیر ہے جو عام عرفائے کرام وبکثرت اعلام کا مسلک ہے، اس بارے میں بعض آیات واحادیث واقوالِ ائمہ حضرات کو فقیر کے رسالہ انباء المصطفٰی میں ملیں گے۔ اور اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر وماکان ومایکون وغیرہ رسائل فقیر میں بحمد اللہ تعالٰی کثیر ووافر ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۹۱

اور اقوال اولیائے کرام و علمائے عظام کی کثرت تو اس درجہ ہے کہ ان کے شمار کو ایک دفتر عظیم درکار، یہاں بطورِ نمونہ صرف بعض اشاراتِ ائمہ پر اقتصار، **وماتوفیقی الا باللہ العزیز الغفار**، حدیث صحیح جامع ترمذی جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

تجلّٰی کل شیئ وعرفتُ[1]۔	ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

اور فرمایا:

علمت مافی السمٰوٰتِ ومافی الارض[2]۔	میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔

(۵۱) شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمینہا بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی و کُلی واحاطہ آں[3]۔	"میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا اس حدیث میں تمام علوم جزی و کلی کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کا بیان ہے۔ (ت)

(۵۲) امام محمد بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں عرض کرتے ہیں۔

فان من جودك الدنیا وضرتها **ومن علومك علم اللوح والقلم**[4]۔	یارسول اللہ! دنیا وآخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح و قلم کا علم (جس میں تمام ماکان و مایکون ہے) حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔

(۵۳) علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

کون علمهما من علومه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان علومه تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق و	لوح و قلم کا علم علومِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک ٹکڑا اس لیے ہے کہ حضور کے علم متعدد انواع ہیں کلیات، جزئیات، حقائق

[1] جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص حدیث ۳۲۴۶ دارالفکر بیروت ۵ /۱۶۰

[2] جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص حدیث ۳۲۴۴ دارالفکر بیروت ۵ /۱۵۹

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوۃ باب المساجد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱ /۳۳۳

[4] مجموع المتون متن قصیدۃ البردۃ الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۰

دقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات و علمهما یکون سطرامن سطور علمه ونهرًا من بحور علمه ثم مع هذا هو من برکة وجوده صلی الله تعالٰی علیه وسلم [1]۔	دقائق، عوارف اور معارف کہ ذاتِ و صفاتِ الٰہی سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کا علم تو حضور کے مکتوبِ علم سے ایک سطر اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت وجود سے تو ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۵۴) ام القرٰی شریف میں ہے:

وسع العٰلمین علمًا و حلمًا [2]۔	حضور کا علم و حلم تمام جہان کو محیط ہے۔

(۵۵) امام ابن حجر مکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لان الله تعالٰی اطلعه علی العالم فعلم علم الاولین والاخرین ماکان ومایکون [3]۔	اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو تمام عالم پر اطلاع دی، تو سب اولین وآخرین کا علم حضور کو ملا جو ہو گزرا اور جو ہونے والا ہے سب جان لیا۔

(۵۶و۵۷) نسیم الریاض میں ہے:

ذکر العراقی فی شرح المهذب انه صلی الله تعالٰی علیه و سلم عرضت علیه الخلائق من لدن اٰدم علیه الصلوة والسلام الی قیام الساعة فعرفهم کلّهم کما علم اٰدم الاسماء [4]۔	امام عراقی شرح مہذب میں فرماتی ہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ و السلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات الٰہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر عرض کی گئیں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔

(۵۸) اسی لیے امام بوصیری مدحیہ ہمزیہ میں عرض کرتے ہیں:ع

---

[1] الزبدة العمدة فی شرح البردة ناشر جمعیة علماء سکندریہ خیر پور سندھ ص ۱۱۷

[2] مجموع المتون متن قصیدة الهمزیه فی مدح خیر البریة الشؤن الدینیة دولته قطر ص ۱۸

[3] افضل القرا القراء ام القرٰی

[4] نسیم الریاض الباب الثالث فصل فیما وردمن ذکر مکانته مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات الہند ۲/ ۲۰۸

لک ذات العلوم من عالم الغیب ومنھا لاٰدم الاسماء [1]

عالم غیب سے حضور کے لیے علوم کی ذات ہے اور آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے نام۔

(۵۹ و ۶۰) امام ابن حاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

قد قال علماؤنا رحمھم اللہ تعالٰی ان الزائر یشعر نفسہ بانہ واقف بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ھو فی حیاتہ اذلافرق بین موتہ وحیاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعنی فی مشاھدتہ لامتہ و معرفتہ باحوالھم ونیّاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذٰلک عندہ جلی لاخفاء فیہ [2]۔	بے شک ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ زائر اپنے نفس کو آگاہ کردے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے جیسا کہ حضور کی حیاتِ ظاہر میں، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کے خطروں کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب حضور پر روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

(۶۱) نیز مواہب شریف میں ہے:

لاشک ان اللہ تعالٰی قد اطلعہ علٰی ازید من ذٰلک والقی علیہ علوم الاولین والاخرین [3]۔	کچھ شک نہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالٰی نے اس سے بھی زائد حضور کو علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا فرمایا۔

(۶۲ تا ۶۴) امام قاضی پھر علامہ قاری پھر علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی ہیں لکھتے ہیں:

النفوس القدسیۃ اذاتجردت	پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا

[1] مجموع المتون متن قصیدۃ الھمزیہ الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۱

[2] المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۲، المواھب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۸۰

[3] المواھب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۶۰

عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلٰی ولم یبق لھا حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاھد[1]۔	ہوتی ہیں، ملاء اعلٰی سے مل جاتی ہیں اور ان کے لیے کچھ پردہ نہیں رہتا تو سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے یہاں موجود ہیں۔

(۶۵) ملا علی قاری شریف شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

ان روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام[2]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح کریم تمام جہان میں ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

(۶۶) مدارج النبوۃ شریف میں ہے:

ہر چہ در دنیا است از زمانِ آدم تا اوان نفخہ اولٰی بروے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم کرد و یارانِ خود را نیز از بعضے ازاں احوال خبر داد[3]۔	جو کچھ دنیا میں ہے آدمی علیہ السلام کے زمانے سے نفخہ اُولٰی تک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر منکشف کردیا ہے یہاں تک کہ تمام احوال آپ کو اول سے آخر تک معلوم ہوگئے ان میں سے کچھ اپنے دوستوں کو بھی بتادیئے۔

(۶۷) نیز فرماتے ہیں قدس سرہ:

وھو بالکل شیئ علیم و وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دانا ست بر ہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار بجمیع علوم ظاہر و باطن اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ، علیہ من الصلوات افضلھا و من التحیات اتمّھا و اکملھا[4]۔	وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام چیزوں کو جانتے ہیں، اللہ کی شانوں اور اس کے احکام اور صفات کے احکام اور اسماء و افعال و آثار ہیں، اور تمام علوم ظاہر و باطن، اول و آخر کا احاطہ کرلیا اور فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہوگئے، ان پر اللہ کی بہترین رحمتیں ہوں اور اتم و اکمل تحیات ہوں۔

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث حیثما کنتم فصلوا علی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۰۲

[2] شرح الشفاء للملاّ علی قاری فصل فی المواطن التی تستحب فیھا الصلوۃ والسلام دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۱۸

[3] مدارج النبوۃ باب پنجم، وصل خصائص آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۴۴

[4] مدارج النبوۃ مقدمۃ الکتاب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲و۳

(۶۸) شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

افاض علیّ من جنابه المقدس صلی الله تعالٰی علیه وسلم کیفیة ترقی العبد من حیّزه الی حیّز القدس فیتجلّی له حینئذٍ کل شیئ کما اخبر عن هذا المشهد فی قصة المعراج المنامی [1]۔	مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ سے فائض ہوا کہ بندہ کیونکر اپنی جگہ سے مقامِ مقدس تک ترقی کرتا ہے کہ ہر شے اس پر روشن ہوجاتی ہے جیسا کہ قصّہ معراج کے واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس مقام سے خبر دی۔

(۶۹) نیز اسی میں ہے:

العارف ینجذب الی حیزّ الحق فیصی عبدالله فتجلّٰی له کل شیئ [2]۔	عارف مقامِ حق تک کھنچ کر بارگاہِ قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہوجاتی ہے۔

(۷۰) اُسی میں ولی فرد کے خصائص سے لکھا ہے کہ وہ تمام نشأۃ عنصری جسمانی پر مستولی ہوتا ہے، پھر لکھا کہ یہ استیلاء انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں تو ظاہر ہے۔

واما فی غیر هم فمناصب وراثة الانبیاء کالمجددیة و القطبیعة وظهور اٰثارها واحکامها والبلوغ الی حقیقة کل علم وحال [3]۔	رہے غیر انبیاء، ان میں وراثت کے منصب ہیں جیسے مجدد و قطب ہونا۔ ان کے آثار و احکام کا ظاہر ہونا اور علم و حال کی حقیقت کو پہنچ جانا۔

(۷۱) اسی میں تقریر مذکور و تفصیل دقائق فرد کے بعد ہے:

بعد ذٰلك كله جبلت نفسه نفسًا قدسیة لایشغلها شان عن شان ولایاتی علیه حال من الاحوال الی التجرد الی النطقة الکلیة الا وهو خبیر	اور اس سب کے بعد بات یہ ہے کہ مرد کا نفس اصل خلقت میں نفس قدسی بنایا جاتا ہے اسے ایک بات دوسری سے مشغول نہیں کرتی (یعنی یہ نہیں ہوتا کہ ایک دھیان میں اور طرف کا خیال نہ رہے بلکہ ہر جانب اس کی نگاہ ایک سی رہتی ہے)

[1] فیوض الحرمین مشہد اللہ تعالٰی مخلوق کی طرف کتاب نازل کرنے کے وقت کہا کرتا ہے، محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۱۶۹

[2] فیوض الحرمین مشهد قدَم صدقِ عندربهم کی تفسیر محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۱۷۵

[3] فیوض الحرمین مشهد مشهد آخر یعنی دقائق اور ان کے اثرات محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۲۸۰ و ۲۸۱

بھا الاٰن وانما الاٰتی تفصیل لاجمال[1]۔	اور اب سے لے کر اس وقت تک کہ وہ سب سے جدا ہو کر مرکز عالم سے جا ملے یعنی وقتِ وفات تک جو کچھ حال اس پر آنے والا ہے اس سب کی اس وقت اسے خبر ہے، وہ جو آئے گا اجمال کی تفصیل ہی ہوگا۔

(۷۲) امام قاضی عیاض شفاشریف میں فرماتے ہیں:

ھذا مع انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایکتب ولکنہ اوتی علم کل شیئ حتی قدوردت اٰثار بمعرفتہ حروف الخط وحسن تصویرھا کقولہ لاتمدوا بسم اللہ الرحمن الرحیم رواہ ابن شعبان من طریق ابن عباس وقولہ الحدیث الاخر الذی روی عن معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ کان یکتب بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لہ الق الدواۃ و حرّف القلم واقم الباء وفرق السین ولاتعور المیم وحسن اللہ و مدّ الرحمن وجود الرحیم[2]۔	یعنی حالانکہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھتے نہ تھے مگر حضور کو ہر چیز کا علم عطا ہوا تھا یہاں تک کہ بے شک حدیثیں آتی ہیں کہ حضور کتابت کے حروف پہچانتے تھے اور یہ کہ کس طرح لکھے جائیں تو خوبصورت ہوں گے، جیسے ایک حدیث ابن شعبان نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بسم اللہ کشش سے نہ لکھو (سین میں دندانے ہوں نری کشش نہ ہو) دوسری حدیث (مسند الفردوس) میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوئی کہ یہ حضور کے سامنے لکھ رہے تھے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دوات میں صوف ڈالو اور قلم پر ترچھا قط دو اور بسم اللہ کی ب کھڑی لکھو اور اس کے دندانے جدا رکھو اور میم اندھا نہ کردو (اس کے چشمہ کی سفیدی کھلی رہے) اور لفظ اللہ خوبصورت لکھو اور لفظ رحمٰن میں کشش ہو (رحمن یا رحمن یا رحمن یا رحمن) اور لفظ رحیم اچھا لکھو۔

(۷۳ و ۷۴) امام شعرانی قدس سرہ کتاب الجواہر والدرر نیز کتاب درۃ الغواص میں سید علی خواص

[1] فیوض الحرمین مشھد آخر ایعنی دقائق اوران کے اثرات محمد سعید اینڈ سنز کراچی ۸۶۔ ۲۸۵

[2] الشفاء بحقوق المصطفٰی فصل ومن معجزاتہ الباہرۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۲۹۸و۲۹۹

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ناقل:

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو الاول والاخر و الظاھر والباطن و قدولج حین اسرٰی بہ عالم الاسماء الذی اولھا مرکز الارض واخرھا السماء الدنیا بجمیع احکامھا و تعلقاتھا ثم ولج البرزخ الی انتھائہ وھو السماء السابعۃ ثم ولج علم العرش الی مالا نھایۃ الیہ، وانفتح فی برزخیتہ تصور العوالم الالٰھیۃ والکونیۃ اھ ملتقطًا۔[1]	محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی اول وآخر وظاہر و باطن ہیں وہ شب معراج مرکز زمین سے آسمان تک تشریف لے گئے اور اس عالم کے جملہ احکام اور تعلقات جان لیے پھر آسمان سے عرش اور عرش سے لاانتہا تک اور حضور کے برزخ میں تمام عالم علوی و سفلی کی صورتیں منکشف ہوگئیں۔

(۷۵) تفسیر کبیر میں زیر آیہ کریمہ: "وَ كَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ"[2]۔(اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ت) فرمایا:

الاطلاع علی اثار حکمۃ اللہ تعالٰی فی کل واحد من مخلوقات ھذا العالم بحسب اجناسھا وانواعھا و اصنافھا واشخاصھا و احوالھا ممالا یحصل الاللا کابر من الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام ولھذا المعنی کان رسولنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فی دعاء اللھم ارنا الاشیاء کماھی[3]۔	اس عالم کی تمام جنسوں اور نوعوں اور صنفوں اور شخصوں اور جرموں ہر ہر مخلوق میں حکمت الٰہیہ کے آثار پر انہیں اکابر کو اطلاع ہوتی ہے جو انبیاء ہیں علیہم الصلوۃ والسلام اسی لیے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی! ہم کو تمام چیزیں جیسی وہ ہیں دکھادے اھ۔

اقول: یہاں مقصود اس قدر ہے کہ ان امام اہلسنت کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اس عالم کی تمام مخلوقات کے ایک ایک ذرہ کی جنس، نوع، صنف، شخص۔ جسم اور ان سب میں اللہ کی حکمتیں بالتفصیل

[1] الجواہر والدرر علی ھامش الابریز مصطفٰی البابی مصر ص ۲۱۱ تا ۲۱۳

[2] القرآن الکریم ۶/ ۷۵

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۶/ ۷۵ المطبعۃ البھیتہ المصریۃ مصر ۱۳/ ۴۵

جانتے ہیں، وہابیہ کے نزدیک کافر و مشرک ہونے کو یہی بہت ہے، بلکہ ان کے نزدیک امام ممدوح کو کافر و مشرک سے بہت بڑھ کر کہنا چاہیے۔

گنگوہی صاحب نے صرف اتنی بات کو کہ دنیا میں جہاں کہیں مجلس میلاد ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہو جائے، زمین کا علم محیط مانا اور صاف حکم شرک جڑ دیا کہ شرک نہیں تو کون ساحصّہ ایمان کا ہے[1]۔

تو امام کہ صرف زمین درکنار، زمین وآسمان وفرش وعرش و تمام عالم کے جملہ اجناس وانواع واصناف واشخاص واجرام کو نہ صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا بھی علم محیط مانتے ہیں گنگوہی دھرم میں ان کو تو کئی لاکھ درجے ڈبل کافر ہونا چاہیے والعیاذ باللہ تعالیٰ ورنہ اصل بات یہ ہے کہ اصالۃً علوم غیب اور ان کے عطاو نیابت سے ان کے خدام اکابر اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی ایک ایک ذرہ عالم کا تفصیلی علم عطا ہونا ہرگز ممنوع نہیں بلکہ بتصریح اولیاء واقع ہے، جیسا کہ عنقریب آتا ہے وللہ الحمد۔

(۷۶) یہی مضمون شریف تفسیر نیشاپوری میں بایں عبارت ہے:

الاطلاع علٰی تفاصیل اٰثار حکمۃ اللہ تعالٰی فی کل احد من مخلوقات ھذہ العوالم بحسب اجناسھا وانواعھا واصنافھا واشخاصھا واعوارضھا ولواحقھا کما ھی لا تحصل الا لاکابر الانبیاء ولھذا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ ارنی الاشیاء کما ھی[2]۔	ان عالموں کی مخلوقات میں سے ہر ایک کے تمام آثار حکمت الٰہیہ پر انکی جنسوں، نوعوں، قسموں اور فردوں، نیز عوارض و لواحق حقیقیہ پر مطلع ہونا اکابر انبیاء کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا میں عرض کیا کہ مجھے اشیاء کی حقیقتیں دکھا۔ (ت)

اس میں اٰثار حکمۃ اللہ کے ساتھ تفاصیل زائد ہے۔ ھذا العالم کی جگہ ھٰذہ العوالم ہے کہ نظر تفصیلی پر زیادہ دلالت کرتا ہے اور اجناس وانواع واصناف واشخاص کے ساتھ عوارض ولواحق بھی مذکور ہے کہ احاطہ جملہ جواہر واعراض میں تصریح تر ہو، اگرچہ اجناس عالم

---

[1] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع بلاساواقع ڈھور ص ۵۱

[2] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) آیۃ ۶ /۷۵ مصطفی البابی مصر ۷ /۱۴۱

میں عوارض بھی داخل تھے پھر ان کے ساتھ کما ھی کا لفظ اور زیادہ ہے کہ صحت علم غیر مشوب بالخطاء والوھم (غلطی اور وہم کی آلائش سے پاک۔ت) کی تاکید ہو۔فجزاھم اللہ تعالٰی خیر جزا آمین۔

(۷۷) نیشاپوری میں زیر آیۂ کریمہ "وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيۡدًا" [1] (اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔ت) فرمایا:

لانّ روحه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم شاھد علٰی جمیع الارواح والقلوب و النفوس لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اول ما خلق اللہ روحی [2]۔	یہ جو رب عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا کہ ہم تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح انور تمام جہان میں ہر ایک کی روح، ہر ایک کے دل، ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ فرماتی ہے۔(کوئی روح، کوئی دل، کوئی نفس ان کی نظر کرم سے اوجھل نہیں جب تو سب پر گواہ بنا کر لائے جائیں گے کہ شاہد کو مشاہدہ ضرور ہے) اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میری روح کریم کو پیدا کیا (تو عالم میں جو کچھ ہوا حضور کے سامنے ہی ہوا)

(۷۸) حافظ الحدیث سیدی احمد سلجماسی قدس سرہ، اپنے شیخ کریم حضرت سیدی عبدالعزیز بن مسعود دباغ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کتاب مستطاب ابریز میں روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے آیہ کریمہ "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا" [3]۔(اور اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ت) کے متعلق فرمایا:

المراد بالاسماء الاسماء العالیة لا الاسماء النازلة فان کل مخلوق له اسم عال واسم نازل، فالاسم النازل ھو الذی یشعر بالمسمّٰی فی الجملة والاسم العالی ھو الذی	اس کلام نورانی واعلام ربانی ایمان افروز، کفران سوز کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے دو نام ہیں علوی و سفلی، سفلی نام تو صرف مسمّٰی سے ایک گونہ آگاہی دیتا ہے۔اور علوی نام سنتے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۱

[2] غرائب القرآن

[3] القرآن الکریم ۲/ ۳۱

يشعر باصل المسمّٰی ومن ایّ شیئ ھو و بفائدۃ المسمّٰی ولای شیئ یصلح الفاس من سائر ما یستعمل فیه وکیفیة صنعة الحداد له فیعلم من مجرد سماع لفظه وھذہ العلوم والمعارف المتعلقة بالفاس وھکذا کل مخلوق، والمراد بقوله تعالٰی الاسماء کلھا الاسماء التی یطیقھا اٰدم ویحتاج الیھا سائر البشر او لھم بھا تعلق وھی من کل مخلوق تحت العرش الٰی ماتحت الارض فیدخل فی ذلك الجنة والنار والسمٰوٰت السبع وما فیھن وما بینھن وما بین السماء والارض وما فی الارض من البراری والقفار والا ودیة والبحار و الاشجار فکل مخلوق فی ذلك ناطق اوجامد الّا و آدم یعرف من اسمه تلك الامور الثلٰثة اصله وفائدته و کیفیة ترتیبه ووضع شکله فیعلم من اسم الجنة من این خلقت ولایّ شیئ خلقت و ترتیب مراتبھا وجمیع ما فیھا من الحور وعدد من یسکنھا بعد البعث ویعلم من لفظ النار مثل ذلك ویعلم من لفظ السماء مثل ذلك ولایّ شیئ کانت الاولٰی فی محلھا و الثانية وھکذا فی کل سماء ویعلم من لفظ الملئکة من ای شیئ خلقوا ولایّ شیئ خلقوا وکیفیة خلقھم وترتیب مراتبھم وبایّ شیئ استحق	کہ مسمّٰی کی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوا اور کاہے سے بنا اور کس لیے بنا، آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام اشیاء کے یہ علوی نام تعلیم فرمائے گئے جس سے انہوں نے حسبِ طاقت و حاجتِ بشری تمام اشیاء جان لیں اور یہ زیرِ عرش سے زیرِ فرش تک کی تمام چیزیں ہیں جس میں جنت و دوزخ و ہفت آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور جنگل اور صحرا اور نالے اور دریا اور درخت وغیرہ جو کچھ زمین میں ہے غرض یہ تمام مخلوقات ناطق و غیر ناطق ان کے صرف نام سننے سے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو معلوم ہوگیا کہ عرش سے فرش تک ہر شے کی حقیقت یہ ہے اور فائدہ یہ ہے اور اس ترتیب سے اس شکل پر ہے۔ جنت کا نام سنتے ہی انہوں نے جان لیا کہ کہاں سے بنی اور کس لیے بنی اور اس کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور جس قدر اس میں حوریں ہیں اور قیامت کے بعد اتنے لوگ اس میں آجائیں گے اسی طرح نار (دوزخ) یوں ہی آسمان، اور یہ کہ پہلا آسمان وہاں کیوں ہوا اور دوسرا دوسری جگہ کیوں ہوا، اسی طرح ملائکہ کا لفظ سننے سے انہوں نے جان لیا کہ کاہے سے بنے اور کیونکر بنے اور ان کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور کس لیے یہ فرشتہ اس مقام کا مستحق ہوا اور دسرا دوسرے کا۔ اسی طرح عرش سے زیرِ زمین تک ہر فرشتے کا حال، اور یہ

هذا الملك هذا المقام واستحق غيره مقامًا اخر وهكذا فی كل ملك فی العرش الی ماتحت العرض فهٰذه علوم ادم واولاده من الانبياء عليهم الصلوة و السلام والاولياء الكمل رضی الله تعالٰی عنهم اجمعين، و انما خص اٰدم بالذكر لانه اوّل من علم هٰذه العلوم و من علمها من اولاده فانما علمها بعده وليس المراد انه لايعلمها الا اٰدم وانما خصصناها بمايحتاج اليه وذريته وبمايحتاج اليه وذريته و بما يطيقونه لئلا يلزم من عدم التخصيص الاحاطة بمعلومات الله تعالٰی وانما قال تنزلت اشارة الی الفرق بين علم النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم بهذه العلوم و بين علم اٰدم وغيره من الانبياء عليهم الصلوة بها فانهم اذا توجهوا اليها يحصل لهم شبه مقام عن مشاهدة الحق سبحانه وتعالٰی واذا توجهوا نحو مشاهدة الحق سبحانه وتعالٰی حصل لهم شبه النوم عن هذه العلوم ،ونبينا صلی الله تعالٰی عليه وسلم لقوته لا يشغله هذا عن هذا فهواذا توجه نحوالحق سبحانه و تعالٰی حصلت له المشاهدة التامة وحصل له مع ذلك مشاهدة هذه العلوم وغيرهما مما لايطلق واذا توجه نحوهذه العلوم حصلت له مع حصول هذه المشاهدة فی الحق

تمام علوم صرف آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو نہیں بلکہ ہر نبی اور ہر ولی کامل کو عطا ہوئے ہیں، علیہم الصلوۃ والسلام، آدم کا نام خاص اس لیے لیا کہ انکو یہ علوم پہلے ملے، پھر فرمایا کہ ہم نے بقدر طاقت وحاجت کی قید لگا کر صرف عرش تا فرش کی تمام اشیاء کا احاطہ اس لیے رکھا کہ جملہ معلوماتِ الٰہیہ کا احاطہ نہ لازم آئے اور ان علوم میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں یہ فرق ہے کہ اور جب ان علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو مشاہدہ حضرت عزت جلالہ، سے ایک گونہ غفلت سی ہو جاتی ہے اور جب مشاہدہ حق کی طرف توجہ فرمائیں تو ان علوم کی طرف سے ایک نیند سی آجاتی ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کی کمال قوت کے سبب ایک علم دوسرے علم سے مشغول نہیں کرتا، وہ عین مشاہدہ حق کے وقت ان تمام علوم اور ان کے سوا اور علموں کو جانتے ہیں جن کی طاقت کسی میں نہیں اور ان علوم کی طرف عین توجہ میں مشاہدہ حق فرماتے ہیں اور ان کو نہ مشاہدہ حق، مشاہدہ خلق سے پردہ ہو نہ مشاہدہ خلق مشاہدہ حق سے، پاکی وبُلندی اسے جس نے ان کو یہ علوم اور یہ قوتیں بخشیں صلی اللہ

سبحٰنہ وتعالٰی فلا تحجبہ مشاھدۃ الحق عن مشاھدۃ الخلق ولا مشاھدۃ الخلق عن مشاھدۃ الحق سبحٰنہ وتعالٰی[1]۔	تعالٰی علیہ وسلم۔

کیوں وہابیو! ہے کچھ دم؟ ہاں ہاں تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ کی شرک دانی لے کر دوڑیو، مشرک مشرک کی تسبیح بھانیو، کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، کافر، مرتد خاسر کون تھا، "سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾"[2]۔ (بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا اترونا۔ت)

اشر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) اشر قولی کہ زبان سے بک بک کرے۔

(۲) اشر فعلی کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز آئے۔

وہابیہ اشر قولی واشر فعلی دونوں ہیں۔ "قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾"[3]۔ (اللہ انہیں مارے کیا اوندھے جاتے ہیں)

حضرت سیّدی شاہ عبدالعزیز قدسنا اللہ بسرہ العزیز، اجلّہ اکابر اولیاء عظام و اعاظم سادات کرام سے ہیں، بدلگام وہابیہ سے کچھ تعجب نہیں کہ ان کی شان کریم میں حسب عادت لئیم گستاخی و زبان درازی کریں، لہٰذا مناسب کہ اس پاک، مبارک، لاڈلے بیٹے کی تائید میں اس کے مہربان باپ، مسلمانوں کے مولٰی، اللہ واحد قہار کے غالب شیر، سیدنا امیر المومنین مولٰی علی مشکل کشا حاجت روا، کافر کُش، مومن پناہ کرم کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے بعض ارشادات ذکر کروں کہ سگانِ زرد کے برادر شغال اس اسدِ ذوالجلال کی بو سونگھ کر بھاگیں، اور شرک شرک بکنے والے منہ میں قہر کے پتھر ہوں، اور پتھروں سے آگیں۔

(۷۹) ابن النجار ابوالمعتمر مسلم بن اوس وجاریہ بن قدامہ سعدی سے راوی کہ امیر المومنین ابوالائمۃ الطاہرین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

سلونی قبل ان تفقدونی فانّی لا اُسأل عن شیئ دون العرش الّا	مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا جائے میں

[1] الابریز الباب السابع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۲ و ۳۸۳

[2] القرآن الکریم ۵۴/ ۲۶

[3] القرآن الکریم ۹/ ۳۰

اخبرت عنه[1]۔	بتادوں گا۔

عرش کے نیچے کُرسی، ہفت آسمان، ہفت زمین اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے تحت الثّریٰ تک سب داخل ہے، مولیٰ علی فرماتے ہیں کہ اس سب کو میرا علم محیط ہے ان میں جو شَے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۸۰) امام ابن الانباری کتاب المصاحف میں اور امام ابو عمر بن عبدالبر کتاب العلم میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال شهدت علی بن ابی طالب یخطب فقال فی خطبته سلونی فوالله لاتسألونی عن شیئ الی یوم القیمٰة الاّ حدثتکم به[2]۔	میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔

امیر المومنین فرماتے ہیں: کہ میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے، یہ دونوں حدیثیں امامِ جلیل، جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر فرمائیں۔

(۸۱ تا ۸۴) ابن قتیبہ پھر ابن خلکان پھر امام دمیری پھر علامہ زرقانی شرح مواہب اللدنیا میں فرماتے ہیں:

الجفر جلد کتبه جعفر الصادق کتب فیه لاهل البیت کل مایحتاجون الی علمه وکل مایکون الی یوم القیمة[3]۔	جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لیے جس چیز کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادے۔

(۸۵) علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الجفر والجامعة کتابان لعلی رضی الله تعالٰی	یعنی جفر و جامعہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

---

[1]

[2] جامع بیان العلم وفضله باب فی ابتداء العالم جلساء بالفائدۃ و قوله سلونی دار الفکر بیروت ۱/ ۱۳۸

[3] حیوۃ الحیوان الکبرٰی تحت لفظ الجفرۃ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۲۷۹، وفیات الاعیان ترجمہ عبدالمومن صاحب المغرب ۴۰۸ دار الثقافت بیروت ۳/ ۲۴۰

عنه قد ذکر فیهما علی طریقة علم الحروف الحوادث التی تحدث الی انقراض العالم وکانت الائمة المعروفون من اولاده یعرفونهما ویحکمون بهما وفی کتاب قبول العهد الذی کتبه علی بن موسٰی رضی الله تعالٰی عنهما الی المامون انك قد عرفت من حقوقنا ما لم یعرفه اباؤك فقلبت منك عهدك الا ان الجفر والجامعة یدلان علی انه لایتم ولمشائخ المغاربة نصیب من علم الحروف ینتسبون فیه الی اهل البیت ورأیت انا بالشام نظما اشیر فیه بالرموز الی احوال ملوك مصر وسمعت انه مستخرج من ذینك الکتابین اھ[1]۔	کی دو کتابیں ہیں بے شک امیر المومنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرمادیئے ہیں اور ان کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ تعالٰی عنہم اُن کتابوں کے رموز پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے۔اور مامون رشید نے جب حضرت امام علی رضا ابن امام موسٰی کاظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اپنے بعد ولیعہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہنچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے اس لیے میں تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں۔مگر جفر وجامعہ بتارہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا۔(چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی) اور مشائخِ مغرب اس علم سے حصہ اور اس میں اہل بیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں،اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہانِ مصر کے احوال کی طرف رمزوں میں اشارہ کیا ہے میں نے سنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں۔انتھٰی

اس علم علوی شریف مبارک کی بحث اور اس کے حکم شرعی کی جلیل تحقیق بحمد للہ تعالٰی فقیر کے رسالہ **مجتلی العروس ومراد النفوس** ۱۳۲۸ھ میں ہے جو اس کے غیر میں نہ ملے گی۔

(۸۶) حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

وعزة ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح	عزت الٰہی کی قسم بے شک سب سعید و شقی میرے سامنے پیش کیے جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفوظ

[1] شرح مواقف النوع الثانی المقصد الثانی منشورات شریف الرضی قم ایران ۶/ ۲۲

المحفوظ [1]۔	میں ہے۔

(۸۷) اور فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

لولا لجام الشریعۃ علی لسانی لاخبرتکم بما تاکلون و ماتدخرون فی بیوتکم انتم بین یدی کالقواریر یرٰی مافی بواطنکم وظواھرکم [2]۔	اگر میری زبان پر شریعت کی روک نہ ہوتی تو میں تمہیں خبر دیتا جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے گھروں میں اندوختہ کرکے رکھتے ہو تم میرے سامنے شیشہ کی مانند ہو، میں تمہارا ظاہر و باطن سب دیکھ رہا ہوں۔

(۸۸) اور فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قلبی مطلع علی اسرار الخلیفۃ ناظرا لی وجوہ القلوب قد صفاہ الحق عن دنس رویۃ سواہ حتی صار لوحًا ینقل الیہ مافی اللوح المحفوظ وسلم علیہ ازمۃ امور اھل زمانہ وصرفہ فی عطائھم ومنعھم [3]۔	میرا دل اسرارِ مخلوقات پر مطلع ہے سب دلوں کو دیکھ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے رویت ماسوا کے میل سے صاف کردیا کہ ایک لوح ہوگیا جس کی طرف وہ منتقل ہوتا ہے، جو لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے) تمام اہل زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرمائیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہیں عطا کریں، جسے چاہیں منع فرمادیں۔

(۸۹ و ۹۰ و ۹۱) **والحمدللہ رب العٰلمین** یہ اور ان کے مثل اور کلمات قدسیہ اجلہ اکابر ائمہ مثل امام اوحد سیّدی نور الحق والدین ابوالحسن علی شطنوفی صاحب کتاب بہجۃ الاسرار وامام اجل سیدی عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحبِ خلاصۃ المفاخر وغیرہما نے حضور سے بہ اسانیدِ صحیحہ روایت فرمائے، اور علی قاری وغیرہ علماء نے نزہۃ الخاطر وغیرہا کتب مناقب شریفہ میں ذکر کیے۔

(۹۲) عارف کبیر احد الاقطاب الاربعہ سیدنا حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترقیات کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:

[1] بھجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبر بھا عن نفسہ محدثا بنعمۃ ربہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۵۰

[2] بھجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبر بھا عن نفسہ محدثا بنعمۃ ربہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۵۵

[3] بھجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبر بھا عن نفسہ محدثا بنعمۃ ربہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۵۰

اطلعه علٰی غیبه حتی لا تنبت شجرة ولا تخضر ورقة الابنظره[1]۔	اللہ تعالٰی اسے اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اُگتا اور کوئی پتہ نہیں ہر یاتا مگر اس کی نظر کے سامنے۔

(۹۳) عارف باللہ حضرت سیدی رسلان دمشقی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

العارف من جعل اللہ تعالٰی فی قلبه لوحًا منقوشًا باسرار الموجودات و بامداده بانوار حق الیقین یدرك حقائق تلك السطور علی اختلاف اطوار ھا و یدرك اسرار الافعال فلا تتحرك حرکة ظاھرةً ولا باطنة فی الملك والملکوت الا ویکشف اللہ تعالٰی عن بصیرة ایمانه وعین عیانه فیشھدھا علمًا وکشفًا[2]۔	عارف وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالٰی نے ایک لوح رکھی ہے کہ جملہ اسرار موجودات اس میں منقوش ہیں اور حق الیقین کے نوروں سے اسے مدد دی کہ وہ ان لکھی ہوئی چیزوں کی حقیقتیں خوب جانتا ہے باآنکہ انکے طور کس قدر مختلف ہیں اور افعال کے راز جانتا ہے تو ظاہری یا باطنی کوئی جنبش ملک یا ملکوت میں واقع نہیں ہوتی، مگر یہ کہ اللہ تعالٰی اس کے ایمان کی نگاہ اور اس کے معاینہ کی آنکھ کھول دیتا ہے تو عارف اسے دیکھتا ہے اور اپنے علم و کشف سے جانتا ہے۔

(۹۴) (مذکورہ بالا) یہ دونوں کلام کریم سیّدی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے طبقاتِ کبرٰی میں نقل کیے۔

(۹۵) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت عزیزان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے:

زمین در نظر ایں طائفہ چو سفرہ ایست[3]۔	اس گروہ کی نظر میں زمین دستر خوان کی طرح ہے۔ (ت)

(۹۶) حضرت خواجہ بہاؤالحق والدین نقشبندی رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ کلامِ پاک نقل کرکے فرماتے:

ومامی گوئیم چوں روئے ناخنے ست ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست[4]۔	ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی سطح کی طرح ہے، کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

[1] قول سیّد احمد رفاعی

[2] الطبقات الکبرٰی ترجمہ ۲۷۴ رسلان الدمشقی دار الفکر بیروت ص ۲۱۴

[3] نفحات الانس ترجمہ خواجہ بہاءُ الحق والدّین النقشبندی انتشارات کتاب فروشی ص ۳۸۷

[4] نفحات الانس ترجمہ خواجہ بہاءُ الحق والدّین النقشبندی انتشارات کتاب فروشی ص ۸۸۔۳۸۷

گنگوہی صاحب! اب اپنے شیطانی شرک براہین کی خبر لیجئے۔

(۹۷) یہ دونوں ارشاد مبارک حضرت مولٰینا جامی قدس سرہ السامی نے نفحات الانس میں ذکر کیے۔

(۹۸) امامِ اجل سیّدی علی وفا رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لیس الرجل من یقیدہ العرش وما حواہ من الافلاک والجنّة والنّار، وانما الرجل من نفذ بصرہ الٰی خارج ھذا الوجود کلہ وھناک یعرف قدر عظمۃ موجوہ سبحٰنہ وتعالٰی[1]۔	مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے آسمان وجنت ونار یہی چیزیں محدود مقید کرلیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے وہاں اسے موجدِ عالم سبحٰنہ وتعالٰی کی عظمت کی قدر کھلے گی۔

(۹۹) یہ پاکیزہ کلام کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں نقل فرمایا۔

(۱۰۰) ابریز شریف میں ہے:

سمعتہ رضی اللہ تعالٰی عنہ احیانا یقول ما السمٰوٰت السبع والارضون السبع فی نظر العبد المؤمن الا کحلقۃ ملقاۃ فی فلاۃ من الارض[2]۔	یعنی میں نے حضرت سید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بارہا سنا کہ فرماتے ساتویں آسمان اور ساتویں زمینیں مومن کامل کی وسعتِ نگاہ میں ایسے ہیں جیسے ایک میدانِ لق ودق میں ایک چھلا پڑا ہوا۔

(۱۰۱) امام شعرانی کتاب الجواہر میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

الکامل قلبہ مراٰۃ للوجود العلوی و السفلی کلہ علی التفصیل[3]۔	کامل کا دل تمام عالم علوی و سفلی کا بروجہ تفصیل آئینہ ہے۔

(۱۰۲) امام رازی تفسیر کبیر میں رَدِ معتزلہ کے لیے حقیقتِ کرامات اولیاء پر دلائل قائم کرنے میں فرماتے ہیں:

الحجۃ السادسۃ لا شك انّ المتولی للافعال ھو الروح لا البدن ولھذا نری ان کل من کان اکثر علمًا باحوال عالم الغیب	یعنی اہل سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہہ افعال کی متولی تو روح ہے نہ کہ بدن، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوال عالم غیب کا علم زیادہ ہے اس کا

[1] الیواقیت والجواھر البحث الرابع والثلاثون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۷۰

[2] الابریز الباب السادس مصطفی البابی مصر ص ۲۴۲

[3] الجواھر والدرر علی ھامش الابریز الباب السادس مصطفی البابی مصر ص ۲۲۳

دل زیادہ زبردست ہوتا ہے، ولہٰذا مولٰی علی نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ اکھیڑا بلکہ ربانی طاقت سے، اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عزوجل فرماتا ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہوں تو جب اجلالِ الٰہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے بندہ نزدیک، دور سب سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے بندہ نزدیک و دور، سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے بندہ سہل و دشوار و نزدیک و دور میں تصرفات کرتا ہے۔	کان اقوٰی قلبًا ولھذا قال علی کرم اللہ تعالٰی وجھه واللہ ماقلعت باب خیبر بقوۃ جسدانیة ولٰکن بقوۃ ربانیة وکذٰلك العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ تعالٰی کنت له سمعًا وبصرًا فاذا صار نور اجلال اللہ تعالٰی سمعًا له سمع القریب والبعید واذا صار ذٰلك النور بصرًا له رأی القریب والبعید واذا صار ذٰلك النور یدا له قدر علی التصرف فی الصعب والسھل والبعید والقریب[1]۔

(۱۰۳) حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العلوی دفتر ثالث مثنوی شریف میں موزہ و عقاب کی حدیث مستطاب میں فرماتے ہیں حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود   دل دراں لحظہ بخود مشغول بود[2]

(اگرچہ ہر غیب خدا نے ہم کو دکھایا ہے لیکن دل اس وقت اپنی ذات میں مشغول تھا۔ت)

(۱۰۴) مولانا بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ، شرح میں فرماتے ہیں:

یعنی محمد رضا کہتا ہے دل کو بدن کی فکر نہ تھی اور استغراق کی وجہ سے بعض غیوب انبیاء سے چھپ جاتے ہیں انتہی، شعر کے معنی یہ ہیں کہ دل ذات دل کا مشاہدہ کررہا تھا اور ذات احدیث تمام اسماء کے ساتھ دل میں ہے، پس اس	محمد رضا گفتہ اے فکر تن نداشت و از جہت استغراق بعضی مغیبات برانبیاء مستور شوند انتہی، معنی بیت ایں چنیں ست کہ دل بخود مشغول بود کہ دل نفس دل را مشاہدہ می کرد وذات باحدیث جمیع اسماء در دل ست پس بسبب

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیة ۱۸/ ۹ دار الکتب العلمیه بیروت ۲۱/ ۷۷

[2] مثنوی معنوی ربودن عقب موزہ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور دفتر سوم ص ۸۱

استغراق دریں مشاہدات توجہ بسوئے اکوان نبود پس بعض اکوان مغفول عنہ ماند وایں وجہ وجیہ است[1]۔	مشاہدہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے توجہ عالم کی طرف نہ تھی اس لیے بعض حالات پوشیدہ رہے یہ بہترین توجیہ ہے۔(ت)

(۱۰۵و۱۰۶و۱۰۷و۱۰۸) امام قرطبی شارح صحیح مسلم، پھر امام عینی بدر محمود، پھر امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری، پھر علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ حدیث **خمس لایعلمھن الا اللہ** کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فمن ادعٰی علم شیئ منھا غیر مسند الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان کاذبًا دعواہ[2]۔	یعنی جو کوئی قیامت وغیرہ خمس سے کسی شے کے علم کا اِدعا کرے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت نہ کرے کہ حضور کے بتائے سے مجھے یہ علم آیا، وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان پانچوں غیبوں کو جانتے ہیں اور اس میں سے جو چاہیں اپنے جس غلام کو چاہیں بتا سکتے ہیں، اور جو حضور کی تعلیم سے ان کے علم کا دعوی کرے اس کی تکذیب نہ ہوگی۔

(۱۰۹) روض النضیر شرح جامع صغیر امام کبیر جلال الملۃ والدین سیوطی سے اس حدیث کے متعلق ہے۔

اما قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ھو ففسر بانہ لا یعلمھا احد بذاتہ و من ذاتہ الا ھو لکن قد تعلم باعلام اللہ تعالٰی فان ثمہ من یعلمھا وقد وجدنا ذٰلك لغیر واحد کما راینا جماعتہ	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ ان پانچوں غیبوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس کے یہ معنی ہیں کہ بذاتِ خود اپنی ذات سے انہیں اللہ ہی جانتا ہے مگر خدا کے بتائے سے کبھی ان کو بھی ان کا علم ملتا ہے بے شک یہاں ایسے موجود ہیں جو ان غیبوں کو جانتے ہیں اور ہم نے متعدد اشخاص

[1]

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ادرۃ طباعۃ المنیریۃ بیروت ۱/ ۲۹۰، ارشاد الساری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۴۱

علمو امتی یموتون و علموا مافی الارحام حال حمل المرأۃوقبلہ[1]۔	ان کے جاننے والے پائے ایک جماعت کو ہم نے دیکھا کہ ان کو معلوم تھا کب مریں گے اور انہوں نے عورت کے حمل کے زمانے میں بلکہ حمل سے بھی پہلے جان لیا کہ پیٹ میں کیا ہے۔

(۱۱۰) شیخ محقق قدس سرہ، لمعات شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

المراد لاتعلم بدون تعلیم اللہ تعالٰی منہ[2]۔	مراد یہ ہے کہ قیامت وغیرہ غیب بے خدا کے بتائے معلوم نہیں ہوتے۔

(۱۱۱) علامہ بیجوری شرح بُردہ شریف میں فرماتے ہیں:

لم یخرج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الدنیا الابعد ان اعلمہ اللہ تعالٰی بھذہٖ الامور ای الخمسہ[3]۔	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو ان پانچ غیبوں کا علم دے دیا۔

(۱۱۲) علامہ شنوانی نے جمع النہایۃ میں اسے بطور حدیث بیان کیا کہ:

قدورد ان اللہ تعالٰی لم یخرج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی اطلعہ علٰی کل شیئ[4]۔	بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالٰی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ حضور کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرمایا۔

(۱۱۳) حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریف عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یخفی علیہ شیئ من الخمس المذکورۃ فی الایۃ لشریفۃ وکیف یخفی علیہ ذٰلك والاقطاب السبعۃ من امتہ	یعنی قیامت کب آئے گی، مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا، مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا، فلاں کہاں مرے گا، یہ پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ

[1] روض النضیر شرح الجامع الصغیر
[2] لمعات التنقیح شرح مشکٰوۃ المصابیح تحت حدیث ۳ مکتبۃ المعارف العلمیۃ لاهور ۱/ ۷۳
[3] حاشیۃ الباجوری علی البردۃ تحت البیت فان من جودك الدنیا الخ مصطفی البابی مصر ص ۹۲
4

الشریفة یعلمونها وهم دون الغوث فکیف بسید الاولین والآخرین الذی هو سبب کل شیئ و منه کل شیئ [1]۔	تعالٰی علیہ وسلم پر مخفی نہیں، اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ ہیں، حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے، غوث کا کیا کہنا پھر ان کا کیا پوچھنا۔ جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر شے انہیں سے ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۱۱۴) نیز ابریز عزیز میں فرمایا:

قلت للشیخ رضی الله تعالٰی عنه فان علماء الظاهر من المحدیثین وغیرهم اختلفوا فی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم هل کان یعلم الخمس فقال رضی الله تعالٰی عنه کیف یخفی امر الخمس علیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم والواحد من اهل التصرف من امته الشریفة لایمکنه التصرف الا بمعرفة هذه الخمس [2]۔	یعنی میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی کہ علماء ظاہر محدثین مسئلہ خمس میں باہم اختلاف رکھتے ہیں، علماء کا ایک گروہ کہتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کا علم تھا، دوسرا انکار کرتا ہے، اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا (جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں وہ حق پر ہیں) حضور سے یہ غیب کیونکر چھپے رہیں گے حالانکہ حضور کی امت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہلِ تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں) وہ جب تک ان پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں وہ حق پر ہیں) حضور سے یہ غیب کیونکر چھپے رہیں گے حالانکہ حضور کی امت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہلِ تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں) وہ جب تک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کرسکتے۔

(۱۱۵) تفسیر کبیر میں زیرآیہ کریمہ "عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ" [3] فرمایا:

ای وقت وقوع القیٰمة من غیب	یعنی قیامت کے واقع ہونے کا وقت اس غیب

[1]

[2] الابریز الباب الثانی مصطفی البابی مصر ص ۱۶۷ و ۱۶۸

[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶

الذی لایظھرہ اللہ لا حد فان قیل فاذا حملتم ذلک علی القیٰمۃ فکیف قال الا من ارتضٰی من رسول مع انہ لا یظھر ھذا الغیب لا حد قلنا بل یظھرہ عند قرب القیٰمۃ"[1] (ملخصًا)	میں سے ہے جس کو اللہ تعالٰی کسی پر ظاہر نہیں کرتا اگر کہا جائے کہ جب تم نے آیت کو علمِ قیامت پر محمول کیا تو کیسے اللہ نے فرمایا: الاّمن ارتضٰی من رسول باوجود یہ کہ یہ غیب اللہ کسی پر ظاہر نہیں کرے گا، ہم جواب دیں گے کہ قیامت کے قریب ظاہر کرے گا۔ (ت)

اس نفیس تفسیر نے صاف معنی آیت یہ ٹھہرائے کہ اللہ عالم الغیب ہے، وہ وقتِ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۱۱۶) علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرقہ باطلہ معتزلہ **خذلھم اللہ تعالٰی** کے کرامات اولیاء سے انکار اور ان کے شبہات فاسدہ کے ذکر وابطال میں فرماتے ہیں:

الخامس وھو فی الاخبار عن المغیبات قولہ تعالٰی عالم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدًا الا من ارتضٰی من رسول خص الرسل من بین المرتضین بالا طلاع علی الغیب فلا یطلع غیر ھم وان کانوا اولیاء مرتضین، الجواب ان الغیب ھٰھنا لیس للعموم بل مطلق اومعین ھو وقت وقوع القیٰمۃ بقرینۃ السباق ولا یبعدان یطلع	یعنی معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علم غیب کے بارے میں ہے وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہوسکتا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو، جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں۔ ائمہ اہلسنت عــہ نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنے ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقًا اولیاء کے علومِ غیب کی نفی

عــہ: **فائدہ:** اس نفیس عبارت کتاب العقائد اہلسنت سے ثابت ہوا کہ وہابیہ معتزلہ سے بھی بہت خبیث تر ہیں، معتزلہ کو صرف اولیائے کرام کے علومِ غیب میں کلام تھا انبیاء کے لیے مانتے تھے، یہ خبیث خود انبیاء سے منکر ہوگئے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اہلسنت انبیاء و اولیاء سب کے لیے مانتے ہیں وللہ الحمد ۱۲منہ۔

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۷۲/ ۲۶ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۳۰/ ۱۶۸

علیه بعض الرسل من الملئکة او البشر فیصح الاستثناء [1]۔	ہوسکے، بلکہ یہ تو مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا خاص وقت وقوعِ قیامت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوااوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیب قیامت ہی کا ذکر ہے۔ (تو آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقت قیامت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے، اس پر اگر شبہہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا استثناء فرمارہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے اب اگر اس سے تعیین وقت قیامت لیجئے تو رسولوں کا بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو اُن کو بھی نہیں بتایا جاتا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ) ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقت قیامت کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو استثناء کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔

(۱۱۷) امام قسطلانی شرح بخاری تفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں:

لایعلم متی تقوم الساعة الا الله الا من ارتضٰی من رسول فانه یطلعه من یشاء من غیبه والولی التابع له یاخذ عنه [2]۔	کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوااس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے۔ (یعنی وقتِ قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں۔) رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

یہاں اس خاص غیب کے علم میں بھی اولیاء کے لیے راہ رکھی، مگر یوں کہ اصالۃً انبیاء کو ہے اور ان کو ان سے ملتا ہے، اور حق یہی ہے کہ آیہ کریمہ غیر رسل سے علم غیوب میں اصالت کی نفی فرماتی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔

(۱۱۸و۱۱۹) علامہ حسن بن علی مدابغی حاشیہ فتح المبین امام ابن حجر مکی اور فاضل ابن عطیہ فتوحات وہبیہ شرح اربعین امام نووی میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علم قیامت عطا ہونے کے باب میں فرماتے ہیں:

الحق کما قال جمع انّ الله سبحٰنه	یعنی حق مذہب وہ ہے جو ایک جماعت علماء نے

[1] شرح المقاصد المبحث الثامن اولی ہو العارف باللہ تعالٰی دار المعارف النعمانیۃ لاہور ۲ /۲۰۴و۲۰۵

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الرعد دار الکتاب العربی بیروت ۷ /۱۸۶

وتعالٰی لم یقبض نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی اطلعه علی کل ما ابھمه عنه الا انه امر بکتم بعض و الاعلام ببعض [1]۔	فرمایا کہ اللہ عزوجل ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا اس سب کا علم حضور کو عطا فرمادیا، ہاں بعض علوم کی بنسبت حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتائے اور بعض کے بتانے کا حکم کیا۔

(۱۲۰) علامہ عشماوی کتاب مستطاب عجب العجاب شرح صلاۃ سیّدی احمد بدوی کبیر صلی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

قیل انه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوتی علمھا (ای الخمس) فی اٰخر الامر لکنه امر فیھا بالکتمان وھٰذا القیل ھو الصحیح [2]۔	یعنی کہا گیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہوگیا مگر ان کے چھپانے کا حکم تھا، اور یہی قول صحیح ہے۔

تنبیہ جلیل

الحمدللہ یہ بطورِ نمونہ ایک سوبیس ۱۲۰ عبارات قاہرہ میں جن سے وہابیت کی پوچ ذلیل عمارت نہ صرف منہدم ہوئی بلکہ قارون اور اس کے گھر کی طرح بفضلہٖ تعالٰی تحت الثرٰی پہنچتی ہے، اور بحمدہٖ تعالٰی یہ کل سے جز ہیں، ایسے ہی صدہا نصوص جلیلہ و عظیمہ دیکھنا ہوں تو فقیر کی کتاب مالیئ الجیب بعلوم الغیب ۱۳۱۸ھ و رسالہ اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون ۱۳۱۸ھ "ملاحظہ ہوں کہ نصوص کے دریا ہیں چھلکتے، اور حُبِّ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چاند چمکتے اور تعظیم حضور کے سورج دمکتے، اور نور آیمان کے تارے جھلکتے، اور حق کے باغ مہکتے اور ہدایت کے پھول چہکتے اور نجدیت کے کوے سسکتے اور وہابیت کے بوم بلکتے، اور بدبوح گستاخ پھڑکتے۔ والحمدللہ رب العلمین۔

وہابیہ خذلھم اللہ تعالٰی ان نصوص قاہرہ کے مقابل ادھر ادھر سے کچھ عبارات دربارہ تخصیص

عــــہ: صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1]

[2] عجب العجاب شرح صلٰوۃ سید احمد کبیر بدوی

غیوب نقل کرلاتے اور بغلیں بجاتے ہیں حالانکہ یہ محض جہالت، کج فہمی بلکہ صریح مکاری اور ہٹ دھرمی ہے انصافاً وہ ہمارے ہی بیان کا دوسرا پہلو دکھاتے ہیں۔

فقیر گزارش کرچکا کہ مسئلہ عموم و خصوص اُن اجماعات بعد کہ امر چہارم میں معروض ہوئے علمائے اہلسنت کا خلافیہ (اختلافی) ہے۔ عامہ اولیاء کرام و بکثرت علمائے عظام جانب تعمیم ہیں اور یہی ظاہر نصوص قرآن عظیم و مفادات احادیث حضور پرنور علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ہے۔

اور بہت اہل رسوم جانب خصوص گئے، ان میں بھی شاید نرے متقشفوں کا یہ خیال ہو ورنہ ان کے لیے اس پر ایک باعث ہے جس کا بیان مع چند نظائرِ نفسیہ فقیر کے رسالے انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شیئ (۱۳۲۰ھ) میں مشرح ہے تو ایسی عبارات سے ہمیں کیا ضرر، ہم نے کیا دعوی اجماع کیا تھا کہ خلاف دکھاؤ۔

وہاں تم اپنی جہالت سے مدعی اجماع تھے یہاں تک کہ مخالف کی تکفیر کر بیٹھے۔ تو ہر طرح تم پر قہر کی مار ہے ایجابِ جزئی سے موجبہ کلیہ کا ثبوت چاہنا مجنون کا شعار ہے۔

تم دس عبارتیں خصوص میں لاؤ ہم سو نصوص عموم میں دکھائیں گے پھر ظواہر قرآن و حدیث و عامہ اولیائے قدیم و حدیث ہمارے ساتھ ہیں، اور اسی میں ہمارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فضیلت کی ترقی اور خود اسی بارے میں ان کا رب فرما چکا کہ "وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾"[1] سکھادیا تمہیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔ جسے اللہ بڑا کہے اسے گھٹائے کیونکر بنے، معہذا اگر بفرض باطل خدا کا فضل عظیم چھوٹا اور مختصر ہی ہو۔ مگر ہم نے ظواہر قرآن و حدیث وتصریحات صدہا ائمہ ظاہر و باطن کے اتباع سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیادہ رفعت شان چاہ کر اسے بڑا مانا تو بحمد اللہ تعالٰی اللہ کے فضل اور اس کے حبیب کی تعظیم ہی کی۔

اور اگر واقع میں وہ فضلِ الٰہی ویسا ہی بڑا ہے اور تم نے برخلاف ظواہر نصوص قرآن و حدیث اسے ہلکا اور چھوٹا جانا تو تمہارا معاملا معکوس ہوا۔ "فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ"[2]۔ خیال کرلو کہ کون سا فریق زیادہ مستحق امن ہے۔

غرض یہاں چند پریشان عبارات خصوص کا سنانا محض جہل ہے یا سخت مکر، کلام تو اس میں ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۳

[2] القرآن الکریم ۶/ ۸۱

کہ تم اقوال عموم بمعنی مرقوم بلکہ اس سے بھی لاکھوں درجے ہلکے پر حکمِ شرک و کفر جڑرہے ہو۔گنگوہی جی کی قاطعہ براہین دیکھو۔ صرف اتنی بات کہ جہاں مجلس میلاد مبارک ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اطلاع ہو جائے، علمِ محیط زمین ٹھہرادیا۔ پھر اسے خدا کا خاصہ اور ساتھ ہی اپنے معبود وابلیس کی صفت بتاکر صاف حکمِ شرک پھٹادیا اور شرک بھی کیسا جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں پھر عرش تا فرش کا علم تو زمین کے علم محیط سے کروڑہا کروڑ درجے بڑا ہے پھر ماکان ومایکون کا تو کیا ہی کہنا ہے۔

اسی طرح اور تعمیمات کہ کلامِ ائمہ دین وعلمائے معتمدین میں گزریں۔اس کا ماننے والا اگر معاذ اللہ ایک حصہ کافر تھا تو ان کا ماننے والا تو پدموں سنکھوں کافروں کے برابر ایک کافر ہوگا۔

یونہی تمہارا امام علیہ ماعلیہ تقویۃ الایمان میں بعطائے الٰہی بھی غیب کی بات کا علم ماننے کو شرک کہہ چکا پھر گنگوہی جی کا شرک تو میلاد مبارک کی اطلاع پر اُچھلا تھا۔ان امام جی نے ایک پیڑ کے پتے ہی جاننے پر شرک اُگل دیا۔

تمام علماء، اولیاء، صحابہ، انبیاء وہابیوں کی تکفیر کا نشانہ

اب دیکھئے کہ گنگوہی واسمٰعیل ووہابیہ نے معاذ اللہ کن کن آئمہ، علماء ومحدثین وفقہاء ومفسرین ومتکلمین واولیاء وصحابہ وانبیاء علیہم الصلوۃ والثنا کو کافر بنادیا۔

انہیں کو گنئے جن کے اقوال وارشادات اس مختصر میں گزرے۔

(۱) شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی	(۲) مولٰنا ملک العلماء بحر العلوم
(۳) علامہ شامی صاحبِ ردالمحتار	(۴) آئمہ اہلسنت ومصنفانِ عقائد
(۵) شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی	(۶) علامہ شہاب الدین خفاجی
(۷) امام فخر الدین رازی	(۸) علامہ سید شریف جرجانی
(۹) علامہ سعد الدین تفتازانی	(۱۰) علی قاری مکی
(۱۱) امام ابنِ حجر مکی	(۱۲) علامہ محمد زرقانی
(۱۳) علامہ عبدالرؤف مناوی	(۱۴) علامہ احمد قسطلانی
(۱۵) امام قرطبّی	(۱۶) امام بدر الدین عینی
(۱۷) امام بغوی (صاحبِ تفسیر معالم)	(۱۸) شیخ علاءُ الدین علی بغدادی (صاحبِ تفسیر خازن)
(۱۹) علامہ بیضاوی	(۲۰) علامہ نظام الدین نیشاپوری (صاحبِ تفسیر غرائب القرآن)

(۲۱)علامہ جمل (شارح جلالین) (۲۲)امام ابوبکر رازی (صاحبِ تفسیر انموذج جلیل)
(۲۳)امام قاضی عیاض (۲۴)امام زین الدین عراقی (استاد امام ابن حجر عسقلانی)
(۲۵)حافظ الحدیث احمد سلجماسی (۲۶)ابن قتیبہ
(۲۷)ابن خلکان (۲۸)امام کمال الدین دمیری
(۲۹)علامہ ابراہیم بیجوری (۲۰)علامہ شنوانی
(۳۱)علامہ مدابغی (۳۲)علامہ ابن عطیہ
(۳۳)علامہ عشماوی (۳۴)امام ناصر الدین سمرقندی (صاحب ملتقط)
(۳۵)علامہ بدرالدین محمود بن اسرائیل (صاحب جامع الفصولین) (۳۶) شیخ عالم بن صاحبِ تاتارخانیہ
(۳۷)امام فقیہہ صاحبِ فتاوٰی حجہ (۳۸)امام عبدالوہاب شعرانی
(۳۹)امام یافعی (۴۰)امام اوحد ابوالحسن شطنوفی
(۴۱)امام ابن حجر مکی (۴۲)امام محمد صاحب مدحیہ بردہ شریف
(۴۳)حضرت مولانا جامی (۴۴)حضرت مولوی معنوی
(۴۵)حضرت سید عبدالعزیز دباغ (۴۶)حضرت سیدی علی خواص
(۴۷)حضرت خواجہ بہاؤالحق والدین (۴۸)حضرت خواجہ عزیزان رامتینی
(۴۹)حضرت شیخ اکبر (۵۰)حضرت سیدی علی وفا
(۵۱)حضرت سیّدی رسلان دمشقی (۵۲)حضرت سیدی ابو عبداللہ شیرازی
(۵۳)حضرت سیدی ابوسلیمان درانی (۵۴)حضرت قطبِ کبیر سید احمد رفاعی
(۵۵)حضور قطب الاقطاب سیدنا غوث اعظم (۵۶)حضرت امام علی رضا
(۵۷)حضرت امام جعفر صادق (۵۸)حضرت عالیہ دیگر آئمہ اطہار
(۵۹)امام مجاہد (۶۰)حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس
(۶۱)حضور سیدنا امیر المومنین علی مرتضٰی (۶۲)عامہ صحابہ کرام
(۶۳)حضرت خضر بلکہ (۶۴)حضرت موسٰی بلکہ
(۶۵)(خاک بدہن دشمنان) خود حضور سید الانبیاء (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) بلکہ
(۶۶)(لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین) خود اللہ رب العالمین

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم "وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ" [1]۔	نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بُلندی و عظمت والے خدا کی طرف سے۔ عنقریب ظالم جانیں گے کس لوٹنے کی جگہ لوٹتے ہیں۔ (ت)

یہ گنتی میں تو چھیاسٹھ ہیں اور ان میں آئمہ اہلسنت، مصنفانِ عقائد جن کا حوالہ علامہ شامی نے دیا، اور آئمہ اطہار جن کا حوالہ علامہ سید شریف نے اور تمام صحابہ کرام جن کا حوالہ امام قسطلانی وعلامہ زرقانی نے دیا سب خود جماعتیں ہیں۔

اور رہے یہ کہ جب اللہ ورسول تک نوبت ہے تو اگلے پچھلے جن وانس ومالک تمام مومنین سب ہی وہابیہ کی تکفیر میں آگئے۔

ان بے دینوں کا تماشا دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے بدگویوں کی تکفیر ہوئی اس پر کیا کیا روئے ہیں کہ ہائے سارے جہان کو کافر کہہ دیا۔ (گویا جہان انہیں ڈھائی نفروں سے عبارت ہے) ہائے اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا (گویا اسلام ان بے دینوں کے قافیہ کا نام ہے ان کا قافیہ تنگ ہوا تو اسلام ہی کا دائرہ تنگ ہوگیا۔

اور خود یہ حالت کہ اشقیاء نہ علماء کو چھوڑیں، نہ اولیاء کو نہ صحابہ کو نہ مصطفٰی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کو نہ جناب کبریا (عزوجلالہ) کو سب پر حکم کفر لگائیں اور خود ہٹے کٹے مسلمانوں کے بچے بنے رہیں "اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ" [2] (خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ت) ہاں ہاں وہابیو! گنگوہیو! دیوبندیو! تھانویو دہلویو! امرتسریو! بات کے پکے اور قول کے سچے ہو تو آنکھیں بند کرکے منہ کھول کر صاف کہہ ڈالو کہ ہاں ہاں شاہ ولی اللہ سے لے کر فقہاء محدثین مفسرین، متکلمین اکابر علماء، اکابر علماء، سے لے کر اولیاء اولیاء سے لے کر آئمہ اطہار، آئمہ اطہار سے لے کر انبیاء عظام، انبیاء عظام سے لے کر سید الانبیاء، سید الانبیاء (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) سے لے کر واحد قہار تک تمہارے دھرم میں سب کافر ہیں، اس کی بحث ہے اس میں کلام ہے۔ دوچار، دس بیس عبارات تخصیص دکھانے، کروٹیں بدلنے، کہنے، مکرنے، اڑے اڑے پھرنے سے کام نہیں چلتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ /۲۲۷

[2] القران الکریم ۱۱/ ۱۸

یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کا قائل ہوگیا اور یہ عقیدہ کفر کا ہے، مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان کن کن پاک دامنوں سے وابستہ ہے، احمد رضا کا سلسلہ اعتقاد علماء، اولیاء آئمہ صحابہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین ع

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ

(اگرچہ ہم چھوٹے ہیں مگر نسبت بُلند ہے۔ ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ، پر اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں، کیا خوب فرمایا ہے:

رومی سخن کفر نگفتست ونگوید، منکر مشوید ش

کافر شود آنکس کہ بانکار برآمد مردود جہاں شد

(رومی نے کفر کی بات نہیں کہی ہے اور نہ کہے گا۔ اس کے منکر مت ہو۔ کافر وہ شخص ہوتا ہے جس نے انکار ظاہر کیا مردود جہاں ہوگیا۔ ت)

اب اپنا ہی حال سوجھو کہ تمہاری آگ کا لوکا کہاں تک پہنچا جس نے علماء، اولیاء وائمہ وصحابہ وانبیاء ومصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) وحضرت کبریا (جل وعلا) سب پر معاذ اللہ وہی معلون حکم لگادیا اور کافر شود مردود جہاں شد کا تمغہ لیا۔

پھر کیا تمہاری یہ آگ اللہ ورسول (جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ضرر پہنچائے گی؟ حاش للہ بلکہ تمہیں کو جلائے گی، اور بے توبہ مرے تو اِن شاء اللہ القہار ابد الاباد تک "ذق انّك انت الاشرف الرشید" (اس کا مزہ چکھ بے شک تو اشرف رشید ہے۔ ت) کا مزہ چکھائے گی۔

پھر بھی ہم کہیں گے انصاف ہی کی۔ تمام آئمہ واولیاء ومحبوبانِ خدا کو تم کافر کہو تو جائے شکایت نہیں، انہوں نے قصور ہی ایسا کیا ہے، ابلیس کی وسعتِ علم مانی تمہارے کلیجے کا سکھ آنکھوں کی ٹھنڈک ہوئی، براہینِ قاطعہ میں جس کا گیت گایا ہے، انہوں نے یہ تو کہا نہیں، لے کر چلے وسعتِ علم تمہارے دشمن محمد رسول اللہ اور ان کے غلاموں کی، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہ وسلم پھر ان پر کیوں نہ یہ حکم جڑو کہ کون سا ایمان کا حصہ ہے۔

یہاں تک تو تم پر آسانی تھی مگر ذرا خدا کی تکفیر ٹیڑھی کھیر ہوگی، کاذب تو کہہ دیا کافر کہتے کچھ تو آنکھ جھپکے گی، اور سب سے بڑھ کر پتھر کے تلے دامن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا معاملہ ہے جسے وہابیہ کے لیے سانپ کے منہ کی چھچھوندر کہیے تو بجا ہے، نہ اگلتی بنتی ہے نہ نگلتے، وہ کہہ کر چل بسے کہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ان کے غلاموں عارفوں پر ہر چیز روشن ہوتی ہے، وہ ہر علم ہر حال کی حقیقت کو پہنچے ہوتے ہیں، وفات تک جو کچھ آنے والا ہے ہر حال کی اس وقت خبر رکھتے ہیں کہاں تو وہ مجالس میلاد پر اطلاع ماننے سے گنگوہی بہادر کا نکھنڈ شرک بلکہ اوندھی سمجھ میں ایک ہی نکاح کی خبر ماننے سے وہ فتاوٰی حنفیہ کی تکفیریں اور کہاں یہ ولی الٰہی بڑے بول جو کھال لگی رکھیں نہ ڈھول۔ اب انہیں کافر نہیں کہے تو غریب سنیوں کی تکفیر کیسے بن پڑے اور وہابیت کی مٹی پلید ہو وہ الگ، اور اگر دل کڑا کرکے ان پر بھی کفر کی جڑ دی تو وہابیت بیچاری کا کٹھم ناٹھ ہوگیا۔ ان کے کافر ہوتے ہی اسمٰعیل جی کہ انہیں کے گیت گائیں، انہیں کو امام و مقتدو پیر و پیشوا و حکیم اُمت و صاحب وحی و عصمت مانیں، کافر در کافر، کافروں کے بچے، کافروں کے چیلے ہوئے اور تم سب کہ اسمٰعیل جی کے شاہ صاحب کے معتقد و مداح بنتے تھے۔ تو ساتھ لگے گیہوں کے گھن تم سب کے سب کافرانِ کہن اللہ اللہ کفر کو بھی تم سے کیا محبت ہے کہ کسی پہلو چلو، کوئی روپ بدلو وہ ہر پھر کر تمہارے ہی گلے کا ہار ہوتا ہے۔

مگسِ کفر بود خالِ رخ وہابی گر براند نرود ور برود باز آید

(اگر بھگائے تو نہیں جاتی اور اگر جائے تو لوٹ آتی ہی کفر کی مکھی وہابی کے چہرے کا تل ہے۔ ت)

"كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۟" [1] وصلی اللہ تعالٰی علیہ سیّدنا و مولٰینا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، والحمد للہ رب العلمین۔	مار ایسی ہوتی ہے اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی ہے، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی ہمارے آقا و مولٰی محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے تمام اصحاب پر، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو پروردگار ہے سب جہانوں کا۔ (ت)

فقیر احمد رضا خان قادری عفی عنہ از بریلی ۱۴ ربیع الاول شریف روز شنبہ ۱۳۲۸ھ

رسالہ خالص الاعتقاد ختم ہوا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۸ /۳۳

رسالہ

اِنبآءُ المصطفٰی بحالِ سِرّ واخفٰی ۱۳۱۸ھ

(مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خبر دینا پوشیدہ کی اور پوشیدہ ترین کی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۱۴۸: از دہلی چاندنی چوک موتی بازار، مرسلہ بعض علماء اہلسنت ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۸ھ

حضرت علمائے کرام اہلسنت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید عـــہ دعوی کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو حق تعالٰی نے علم غیب عطا فرمایا ہے، دنیا میں جو کچھ ہوا اور ہوگا حتی کہ بدء الخلق سے لے کر دوزخ وجنت میں داخل ہونے تک کا تمام حال اور اپنی امت کا خیر و شر تفصیل سے جانتے ہیں۔ اور جمیع اولین وآخرین کو اس طرح ملاحظہ فرماتے ہیں جس طرح اپنے کفِ دست مبارک کو، اور اس دعوے کے ثبوت میں آیات واحادیث واقوالِ علماء پیش کرتا ہے۔
بکر اس عقیدے کو کفر وشرک کہتا ہے اور بکمال درشتی دعوی کرتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کچھ نہیں جانتے، حتی کہ آپ کو اپنے خاتمے کا حال بھی معلوم نہ تھا، اور اپنے اس دعوے کے

عـــہ: زید سے مراد جناب مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی مرحوم ہیں۔

اثبات میں کتاب تقویۃ الایمان کی عبارتیں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت یہ عقیدہ کہ آپ کو علمِ ذاتی تھا خواہ یہ کہ خدا نے عطافرمادیا تھا۔ دونوں طرح شرک ہے۔

اب علمائے ربانی کی جناب میں التماس ہے کہ ان دونوں سے کون برسرِ حق موافق عقیدہ سلف صالح ہے اور کون بدمذہب جہنمی ہے، نیز عمرو کا دعوی ہے کہ شیطان کا علم معاذ اللہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ اس کا گنگوہی مرشد اپنی کتاب براھین قاطعہ کے صفحہ ۷۴ پر یوں لکھتا ہے کہ شیطان کو وسعتِ علم نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نصف قطعی ہے[1]۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اللھم لك الحمد سرمدًا صل وسلم وبارك علٰی من علمته الغیب و نزھته من کل عیب وعلٰی اٰلہ وصحبہ ابدًا رب انی اعوذبك من ھمزات الشیاطین واعوذبك رب ان یحضرون۔	اے اللہ تمام تعریفیں ہمیشہ ہمیشہ تیرے لیے ہیں، درود و سلام اور برکت نازل فرما اس پر جس کو تو نے غیب کا علم عطا فرمایا ہے اور اس کو ہر عیب سے پاک بنایا ہے اور اس کی آل و اصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ اے میرے پرورگار! تیری پناہ شاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے پروردگار! تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ (ت)

زید کا قول حق و صحیح اور بکر کا زعم مردود و قبیح ہے۔ بے شک حضرت عزت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطافرمایا۔ شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انہیں دکھایا۔ ملکوت السموت والارض کا شاہد بنایا، روزِ اول سے روزِ آخر تک سب ماکان ومایکون انہیں بتایا، اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا۔ نہ صرف اجمالًا بلکہ صغیر وکبیر، ہر رطب و یابس، جو پتّہ گرتا ہے، زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلًا جان لیا، للہ الحمد کثیرًا۔ بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہر گز ہر گز محمد رسول اللہ کا پورا علم نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین وکرّم، بلکہ علم حضور سے ایک چھوٹا حصہ ہے، ہنوز احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار دوہزار بے حد وکنار سمندر

---

[1] البراہین القاطعہ بحث علمِ غیب مطبع لے بلاساواقع ڈھور ص ۵۱

لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک و مولٰی جل وعلا الحمد للہ العلی الاعلٰی۔

کُتب حدیث و تصانیف علمائے قدیم و حدیث میں اس کے دلائل کا بسط شافی اور بیان وافی ہے اور اگر کچھ نہ ہو تو بحمد اللہ قرآن عظیم خود شاہد عدل و حکم فصل ہے۔

آیاتِ قُرآنی: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ "[1]۔	اتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت ورحمت وبشارت۔

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ"[2]۔	قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ"[3]۔	ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھا نہیں رکھی۔

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ت) جب فرقان مجید میں ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا، روشن اور روشن بھی کس درجہ کا، مفصل، اور اہلسنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں، تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے تا بالضرورت یہ بیانات محیط، اس کے مکتوب بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔ اب یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے۔ **قال اللہ تعالٰی** (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ "[4]۔	ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۱۱

[3] القرآن الکریم ۶/ ۳۸

[4] القرآن الکریم ۵۴/ ۵۳

وقال اللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾ "۔[1]	ہر شَے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی ہے۔

وقال اللہ تعالٰی اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾ "۔[2]	کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے۔

اور اصول میں مبرہن ہوچکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کُل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے، اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گی۔ بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں۔ ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے، نہ احادیث احاد اگرچہ کیسے ہی اعلٰی درجے کی ہوں، عمومِ قرآن کی تخصیص کرسکیں بلکہ اس کے حضور مضمحل ہوجائیں گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہوسکے تو بحمد اللہ تعالٰی کیسے نص صحیح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ماکان ومایکون الٰی یوم القیمۃ جمیع مندرجاتِ لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق و غرب و سماء وارض وعرش فرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ **وللہ الحجۃ الساطعۃ**

اور جب کہ یہ علم قران عظیم کے "تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ"[3]۔ (ہر چیز کا روشن بیان۔ت) ہونے نے دیا،

اور پُر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے، نہ ہر آیت یا سورت کا، تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہو "لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ"[4]۔ (ان کا قصّہ ہم نے آپ پر بیان نہیں کیا۔ت) یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے: "لَا تَعْلَمُهُمْ"[5]۔ (آپ ان کو نہیں جانتے۔ت) ہرگز ان آیات کے منافی اور علمِ مصطفوی کا نافی نہیں۔

الحمد للہ جس قدر قصص وروایات واخبار وحکایاتِ علم عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۲

[2] القرآن الکریم ۶/ ۵۹

[3] القرآن الکریم ۱۶/۸۹

[4] القرآن الکریم ۴۰/ ۷۸

[5] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۱

کے گھٹانے کو آیاتِ قطعیہ قرآنیہ میں پیش کی جاتی ہیں ان سب کا جواب انہیں دو فقروں میں ہوگیا ہے دو حال سے خالی نہیں، یا توان قصص سے تاریخ معلوم ہو گی یا نہیں، اگر نہیں توان سے استدلال درست نہیں کہ جب تاریخ مجہول توان کا تمامی نزولِ قرآن سے پہلے ہونا صاف معقول اور اگر ہاں تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ تاریخ تمامی نزول سے پہلے کی ہو گی یا بعد کی، پہلی صورت میں استدلال کرنا درست نہیں، بر تقدیر ثانی اگر مدعائے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو استناد محض خرط القتاد، مخالفین جو پیش کرتے ہیں سب انہیں اقسام کی ہیں۔ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح صریح قطعی الافادہ نہیں دکھا سکتے، اور اگر بفرض غلط تسلیم ہی کرلیں توایک یہی جواب جامع و نافع و نافی و قامع سب کے لیے شافی وکافی، کہ عموم آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض غلط ہے۔اس مطلب پر تصریحاتِ آئمہ اصول سے احتجاج کروں اس سے یہی بہتر ہے کہ خود مخالفین کے بزرگوں کی شہادت پیش کروں۔ ع

مدعی لاکھ پرہ بھاری ہے گواہی تیری

نصوص قطعیہ قرآن عظیم کے خلاف پر احادیث احاد کا سُنا جانا بالائے طاق، یہ بزرگوار صاف تصریح کرتے ہیں کہ یہاں خبر واحد سے استدلال ہی جائز نہیں، نہ اصلاً اس پر التفات ہوسکے، اسی براہن قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں اسی مسئلہ علم غیب کی تقریر یوں لکھتے ہیں: عقائد مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں، بلکہ قطعی ہیں، قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبرِ واحد یہاں بھی مفید نہیں، لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابلِ التفات ہو کہ قطعیات سے اس کو ثابت کرے[1]۔

نیز صفحہ ۸۱ پر لکھا: اعتقادات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے، نہ ظنیاتِ صحاح کا[2]۔

صفحہ ۸۷ پر ہے: احاد صحاح بھی معتبر نہیں، چنانچہ فنِ اصول میں مبرہن ہے[3]۔

الحمدُ للہ تمام مخالفین کو دعوتِ عام ہے **فاجمعوا شرکاء کم** (اپنے شرکاء کو جمع کرلو۔ت)

---

[1] البراھین القاطعہ بحث علم غیب مطبع لے بلاساواقع ڈھور ص ۵۱

[2] البراھین القاطعہ شب جمعہ میں ارواح کے اپنے گھر آنے کے اثبات میں روایات سب مخدوش ہیں ص ۸۹

[3] البراھین القاطعہ مسئلہ فاتحہ اعتقاد یہ ہے اس میں ضعاف کیا احادِ صحاح بھی قابلِ اعتماد نہیں ص ۹۶

چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ تمام نزولِ قرآن عظیم کے بعد بھی اشیائے مذکورہ ماکان ومایکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر مخفی رہا جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا۔

" فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا "[1]۔ فاعلموا " اَنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ کَیۡدَ الۡخَآئِنِیۡنَ ﴿۵۲﴾ "[2]۔	اگر ایسی نص نہ لاسکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ کرسکو گے، توخوب جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغا بازوں کے مکر کو۔

والحمدللہ رب العالمین (اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت) یہی مولوی رشید احمد صاحب پھر لکھتے ہیں: خودِ فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لاادری مایفعل بی ولا بکم (الحدیث)

(اور بخدا میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ت)

اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں[3]۔

قطع نظر اس سے کہ اس آیت وحدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم واحادیثِ صحیحہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود کہ جب آیۂ کریمہ:

" لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ "[4]۔	(تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ)

نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کی:

هنيأ لك يارسول الله لقد بيّن الله لك ماذا يُفعل بك	یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، خدا کی قسم! اللہ عزوجل نے یہ تو صاف بیان فرمادیا کہ حضور کے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۴

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۲

[3] البراہین القاطعہ بحث علمِ غیب مطبع لے بلاساواقع ڈھور ص ۵۱

[4] القرآن الکریم ۴۸/ ۲

فماذا یُفعل بنا [1]۔	ساتھ کیا کرے گا،اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔

اس پر یہ آیت اُتری:

"لِّیُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا وَ یُكَفِّرَ عَنۡهُمۡ سَیِّاٰتِهِمۡ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ فَوۡزًا عَظِیۡمًا ۙ" [2]۔	تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹا دے ان سے ان کے گناہ،اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل و شہیر۔

رہا شیخ عبدالحق کا حوالہ، قطع نظر اس سے کہ روایت و حکایت میں فرق ہے،اس بے اصل حکایت سے استناد اور شیخ محقق قدس سرہ العزیز کی طرف اسناد کیسی جرات و وقاحت ہے، شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج شریف میں یوں فرمایا ہے:

اینجا اشکال می آرند کہ در بعض روایات آمدہ است کہ گفت آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم من بندہ ام نمی دانم آں چہ درپس ایں دیوار ست،جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے نہ دارد،وروایت بداں صحیح نشدہ است [3]۔	اس موقعہ پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بندہ ہوں مجھے معلوم نہیں کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسکی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح نہیں۔

ایسا ہی لاتقربوا الصلوۃ (نماز کے قریب مت جاؤ۔ت) پر عمل کرو گے تو خوب چین سے رہو گے ع

اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

امام ابن حجر عسقلانی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں۔لَا اَصۡلَ لَہ [4]۔یہ حکایت محض

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۰۰ و سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۷۴ ۵/ ۱۷۶

[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۵

[3] مدارج النبوت لاعلم ماورای جداری ایں نسخے اصل ندارد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷

[4] المواہب الدنیۃ المقصد الثالث الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۸

بے اصل ہے۔

امام ابن حجر مکی نے افضل القری میں فرمایا: لم یُعرف سَنَد [1]۔اس کے لیے کوئی سند نہ پہنچانی گئی۔

افسوس اسی منہ سے مقام اعتقادیات بتانا، احادیثِ صحیحہ بھی نامقبول ٹھہرنا، اسی منہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا علمِ عظیم گھٹا کر ایسی بے اصل حکایت سے سند لانا اور ملمع کاری کے لیے شیخ محقق کا نام لکھ جانا جو صراحۃً فرمارہے ہیں کہ اس حکایت کی جڑ نہ بنیاد، آپ اس کے سوا کیا کہیے کہ ایسوں کی داد نہ فریاد۔ اللہ اللہ نبی صل اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مناقب عظیمہ اور باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے میں داخل کرائیں تاکہ صحیحیں بخاری ومسلم کی حدیثیں بھی مردود بنائیں اور حضور کی تنقیص شان میں یہ فراخی دکھائیں کہ بے اصل بے سند مقولے سب سماجائیں۔ع

حال ایمان کا معلوم ہے بس جانے دو

بالجملہ بحمد اللہ تعالٰی زید سُنی حفظہ اللہ تعالٰی کا دعوی آیات قطعیہ قرآنیہ سے ایسے جلیل وجمیل طور سے ثابت جس میں اصلاً مجال دم زدن نہیں، اگر یہاں کوئی دلیل ظنّی تخصیص سے قائم بھی ہوتی تو عموم قطعی قرآن عظیم کے حضور مضمحل ہوجاتی۔ نہ کہ صحیح مسلم وصحیح بخاری وغیرہا سُنن وصحاح ومسانید ومعاجیم کی احادیث صریحہ، صحیحہ، کثیرہ، شہیرہ اس عموم واطلاق کی اور تاکید وتائید فرمارہی ہیں۔

احادیثِ مبارکہ:

صحیحین بخاری ومسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقامًا ماترك شیئا یکون فی مقامہ ذٰلك الی قیام الساعۃ الّاحدّث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ [2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرمادیا، کوئی چیز نہ چھوڑی، جسے یاد رہا یاد رہا، جو بھول گیا بھول گیا۔

[1] افضل القرا القراء ام القرٰی

[2] مشکوۃ المصابیح برمز متفق علیہ کتاب الفتن الفصل الاول مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۶۱، صحیح مسلم کتاب الفتن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۹۰، مسند احمد بن حنبل عن حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۸۵ و ۳۸۹

یہی مضمون احمد نے مسند، بخاری نے تاریخ، طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔
صحیح بخاری شریف میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے:

"قام فینا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقامًا فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذٰلك من حفظہ ونسیہ من نسیہ [1]۔	ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرنیش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمادیا۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ فجر سے غروبِ آفتاب تک خطبہ فرمایا، بیچ میں ظہر وعصر کی نمازوں کے علاوہ کچھ کام نہ کیا فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیمۃ فاعلمنا احفظہ [2]۔ اس میں سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جسے زیادہ یاد رہا۔ جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیرۂ آئمہ حدیث میں باسانید عدیدہ وطرق متنوعہ دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فرأیتہ عزّوجل وضع کفّہ بین کتفیّ فوجدت بردانا ملہ بین ثدّی فتجلّی لی کل شیئ وعرفت [3]۔	میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دستِ قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

ھذا حدیث حسن سألت محمد بن اسمٰعیل	یہ حدیث حسن صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی قول اللہ وھو الذی یبدء الخلق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۳
[2] صحیح مسلم کتاب الفتن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۹۰
[3] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۴۶ دارالفکر بیروت ۵/ ۱۶۰

عن ھذا الحدیث فقال صحیح [1]۔	اس کا حال پوچھا، فرمایا صحیح ہے۔

اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی معراج منامی کے بیان میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فعلمت مافی السمٰوٰت ومافی الارض [2]۔	جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آگیا۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

پس دانستم ہرچہ در آسمانہا وہرچہ در زمین ہا بود عبارت است از حصولِ تمامہ علوم جزوی و کلّی واحاطہ آں [3]۔	چنانچہ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ تعبیر ہے تمام علوم کے حصول اور ان کے احاطہ سے چاہے وہ علوم جزوی ہوں یا کُلّی۔ (ت)

امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ابویعلٰی وابن منیع و طبرانی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما یحرّک طائر جناحیہ فی السمآء الّا ذکر لنا منہ علما [4]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پَر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض و شرح زرقانی للمواہب میں ہے:

ھذا تمثیل لبیان کل شیئ تفصیلا	یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی کریم صلی اللہ

[1] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۴۶ دار الفکر بیروت ۵ /۱۶۱

[2] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۴۴ دار الفکر بیروت ۵ /۱۵۹

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوۃ باب المساجد و مواضع الصلوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱ /۳۳۳

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵ /۱۵۳، مجمع الزوائد عن ابی الدرداء کتاب علامات النبوۃ باب فیما اوتی من العلم الخ دار الکتاب ۸ /۲۶۴

تارۃً واجمالًا اُخرٰی [1]۔	تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ہر چیز بیان فرمادی، کبھی تفصیلًا کبھی اجمالًا۔

مواہب امام قسطلانی میں ہے:

ولا شك ان اللہ تعالٰی قد اطلعه علٰی اَزْیَدَ من ذٰلك والقٰی علیه علم الاوّلین والاخرین [2]۔	اور کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس سے زیادہ علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القاء کیا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

طبرانی معجم کبیر اور نصیم بن حماد کتاب الفتن اور ابونعیم حلیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والٰی ما هو کائن فیها الٰی یوم القیامة کانّما انظر الٰی کفی هذه جلیان من اللہ جلّاہ لنبیّه کما جلّاہ لنبیّین من قبله [3]۔	بے شک میرے سامنے اللہ عزوجل نے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے محمد سے پہلے انبیاء کے لیے روشن کی تھی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اس حدیث ہے کہ جو کچھ سماوات وارض میں ہے اور جو قیامت تک ہوگا اس سب کا علم اگلے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوا تھا اور حضرت عزت عزوجلالہ نے اس تمام ماکان ومایکون کو اپنے ان محبوبوں کے پیش نظر فرمادیا، مثلًا مشرق سے مغرب تک سماک سے سمک تک، ارض سے فلک

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل و من ذٰلك ما اطلع الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ۳ /۱۵۳، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی دار المعرفۃ بیروت ۷ /۲۰۶

[2] المواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل ما اخبر بہ صلی اللہ علیہ وسلم من الغیب المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۵۶۰

[3] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۳۸ حدید بن کریب دارلکتاب العربی بیروت ۶ /۱۰۱، کنز العمال حدیث ۳۱۸۱۰ و ۳۱۹۷۱ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۱ /۳۷۸ و ۴۲۰

تک اس وقت جو کچھ ہورہا ہے، سیدنا ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام والتسلیم ہزار ہا برس پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں، ایمانی نگاہ میں یہ نہ قدرتِ الٰہی پر دشوار اور نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار، مگر معترض بیچارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ ایک پیڑ کے پتّے گن دیئے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور جو آئمہ کرام و علمائے اعلان ان سے سند لائے، انہیں مقبول مسلم رکھتے آئے، جیسے امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مصنف خصائص کبری و امام شہاب احمد محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنّیہ و امام ابوالفضل شہاب ابن حجر مکی ہیثمی شارح ہمزیہ و علامہ شہاب احمد مصری خفاجی صاحب نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض و علامہ محمد عبدالباقی زرقانی شارح مواہب وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی انہیں مشرک کہیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

صحیح مسلم و مسند امام احمد و سُنن ابنِ ماجہ میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

عرضت علیّ امتی باعمالھا حسنھا وقبیحھا[1]۔	میری ساری اُمت اپنے سب اعمالِ نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

طبرانی اور ضیاء مختارہ میں حذیفہ بن اُسید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"عرضت علیّ امتی البارحۃ لدی ھٰذہ الحجرۃ حتی لانا اعرف بالرّجل منھم من احدکم بصاحبہ[2]۔	گزشتہ رات مجھ پر میری اُمّت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔

والحمدللہ ربّ العالمین (سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۷، مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۸۰

[2] المعجم الکبیر حدیث ۳۰۵۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۸۱، کنزالعمال حدیث ۳۱۹۱۱ موسستہ الرسال بیروت ۱۱/ ۴۰۸

اقوال ائمہ کرام:

امام اجل سیّدی بوصیری قدس سرہ، ام القرٰی میں فرماتے ہیں:

وسع العالمین علمًا وحکمًا [1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا علم وحکمت تمام جہان کو محیط ہوا۔

امام ابن حجر مکی اس کی شرح افضل القرٰی میں فرماتے ہیں:

لانّ اللہ تعالٰی اطلعہ علی العالم فعلم علم الاولین والاٰخرین وماکان ومایکون [2]۔	یہ اس لیے کہ بے شک عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہان پر اطلاع بخشی تو سب اگلے پچھلوں اور ماکان ومایکون کا علم حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوگیا۔

امام جلیل قدوۃ المحدثین سیدی زین الدین عراقی استاذ امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی شرح مہذب میں پھر علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

ان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرضت علیہ الخلائق من لدن اٰدم علیہ الصلوۃ والسلام الی قیام الساعۃ فعرفھم کلھم کما عُلّم اٰدم الاسماء [3]۔	حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامِ قیامت تک کی تمام مخلوقات الٰہی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو پیش کی گئی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے جمیع مخلوقات گزشتہ اور آئندہ سب کو پہچان لیا۔ جس طرح آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو تمام نام سکھائے گئے تھے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:

النفوسُ القدسیّۃ اذا تَجَرَّدَتْ عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلٰی ولم یبق لھا حجاب	پاکیزہ جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہو کر عالمِ بالا سے ملتی ہیں ان کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا ہے وہ ہر چیز کو ایسا دیکھتی اور

[1] مجموع المتون متن قصیدۃ الھمزیۃ فی مدح خیر البریۃ الشؤن الدینیہ دولتہ قطر ص ۱۸

[2] افضل القراء لقراء ام القرٰی

[3] نسیم الریاض الباب الثالث الفصل الاول فیما ورد من ذکر مکانتہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۲/ ۲۰۸

فتری وتسمع الکل کالمشاھد[1]۔	سنتی ہیں جیسے پاس حاضر ہیں۔

امام ابن الحاج مکی مدخل امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:

قد قال علماءُ نا رحمھم اللہ تعالٰی لا فرق بین موته وحیاته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی مشاھدته لامّته و معرفته باحوالھم و نیاتھم وعزائمھم وخواطر ھم وذٰلك جلی عندہ لاخِفاء به[2]۔	بے شک ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی حالت دنیوی اور اس وقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے اس بات میں کہ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں ان کے ہر حال، ان کی ہر نیت، ان کے ہر ارادے، ان کے دلوں کے ہر خطرے کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب چیزیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جن میں اصلاً کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔

یہ عقیدے ہیں علمائے ربانیین کے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی جناب ارفع میں، جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

شیخ شیوخ علمائے ہند مولانا شیخ محقق نور اللہ تعالٰی مرقدہ المکرم مدارج شریف میں فرماتے ہیں:

ذکر کن اُو را ودرود بفرست بروے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وباش در حال ذکر گویا حاضرست پیش او در حالتِ حیات ومی بینی تو او رامتادب باجلال وتعظیم وہیبت وامید بداں کہ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم می بیند ومی شنود کلام ترا زیرا کہ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	ان کی یاد کر اور ان پر درود بھیج، اور ذکر کے وقت ایسے ہو جاؤ گویا تم ان کی زندگی میں ان کے سامنے حاضر ہو اور ان کو دیکھ رہے ہو، پورے ادب اور تعظیم سے رہو، ہیبت بھی ہو اور امید بھی، اور جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیکھ رہے ہیں اور تمہارا کلام سن رہے ہیں۔ کیونکہ وہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں اور

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث حیثما کنتم فصلوا علیّ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۰۲

[2] المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۲، المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی المکتب الاسلامی العربی بیروت ۴/ ۵۸۰

متصف است بصفات اللہ ویکے از صفات الٰہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی[1]۔	اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔

اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں شیخ محقق پر، جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا دیکھنا ہمیں بیان کیا بدانکہ بڑھایا تاکہ اسے کوئی گویا کے نیچے داخل نہ سمجھے، غرض ایمانی نگاہوں کے سامنے اس حدیث پاک کی تصویر کھینچ دی کہ:

اعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک[2]۔	اللہ تعالٰی کی عبادت کر، گویا تُو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہ دیکھے تو وہ تو یقینا تجھے دیکھتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

ہر چہ در دنیا است زمانِ آدم تا نفحہ اولٰی بروے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منکشف ساختند تاہمہ احوال راز اول تاآخر معلوم کردویاران خود را نیز بعضے ازاں احوال خبر داد[3]۔	جو کچھ دنیا میں زمانہ آدم سے پہلے صور پھونکے جانے تک ہے ان (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) پر منکشف کردیا یہاں تک کہ انہیں اول سے آخر تک تمام احوال معلوم ہوگئے۔ انہوں نے بعض اصحاب کو ان احوال میں سے بعض کی اطلاع دی۔

نیز فرماتے ہیں:

وھو بکل شیئ علیم o ووے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دانا است ہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی واحکام صفاتِ حق واسماء وافعال وآثار و جمیع علومِ ظاہر و باطن اول وآخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم o علیہ من الصلوت افضلھا	وھو بکل شیئ علیم، اور وہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سب چیزوں کو جاننے والے ہیں، احوالِ احکام الٰہی احکامِ صفاتِ حق، اسماء افعال آثار، تمام علوم ظاہر و باطن، اول وآخر کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اور فوق کل ذی علم علیم کے مصداق ہیں، آپ پر افضل درود اور اتم

[1] مدارج النبوۃ باب یازدہم وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی است الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۶۱

[2] صحیح بخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الایمان قدیمی کتب خانہ ۱/ ۱۲، صحیح مسلم کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹

[3] مدارج النبوۃ کتاب الایمان باب پنجم وصل خصائص آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۴۴

من التحیات اتمہا واکملہا[1]۔	ووا کمل سلام ہو۔ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی، فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

فاضَ علیّ من جنابِہ المقدّس صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کیفیۃُ ترقی العبدِ من حَیزہ الٰی حیزا لقدسِ فیتجلّٰی لہ حینئذٍ کُلُّ شَیئٍ کما اخبرعن ھٰذاا المشھد فی قصّۃِ المعراج المنامی[2]۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے مجھ پر اس حالت کا علم فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقامِ قدس تک کیونکر ترقی کرتا ہے کہ اس پر ہر چیز روشن ہو جاتی ہے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مقام سے معراج خواب کے قصے میں خبر دی۔

قرآن وحدیث واقوالِ آئمہ حدیث سے اس مطلب پر دلائل بے شمار ہیں اور خدا انصاف دے تو یہی اقل قلیل کہ مذکور ہوئے بسیار ہوئے، غرض شمس وامس کی طرح روشن ہوا کہ عقیدہ مذکورہ زید کو معاذاللہ کفر وشرک کہنا خود قرآن عظیم پر تہمت رکھنا اور احادیث صحیحہ صریحہ شہیرہ کثیرہ کو رَد کرنا اور بہ کثرت آئمۂ دین واکابر علمائے عاملین واعظم علمائے کاملین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، یہاں تک کہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی عیاذًا باللہ کافر ومشرک بنانا اور بحکم ظواہر احادیث صحیحہ وروایات معتمدہ فقیہہ خود کافر ومشرک بننا ہے اس کے متعلق احادیث وروایات واقوالِ آئمہ وترجیحات وتصریحات فقیر کے رسالہ النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید ورسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ علٰی کفریات ابی الوھابیۃ وغیرہا میں ملاحظہ کیجئے۔

افسوس کہ ان شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الٰہی ذاتی ہے اور علمِ خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقا یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدّل۔ ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو، بصیرت کے اندھے اس علم ماکان ومایکون بمعنی مذکور ثابت جاننے کو معاذاللہ علمِ الٰہی سے مساوات مان لینا سمجھتے ہیں حالانکہ العظمۃُ للہ علمِ الٰہی تو علمِ الٰہی جس میں غیر متناہی علوم

---

[1] مدارج النبوۃ مقدمۃ الکتاب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲و۳

[2] فیوض الحرمین مشھد اللہ تعالٰی مخلوق کی طرف کتاب نازل کرنے کے لیے وقت کیا کرتا ہے محمد سعید اینڈ سنز کراچی ۱۶۹

تفصیلی فراوانی بالفعل کے غیر متناہی سلسلے غیر متناہی یا وہ جسے گویا مصطلح حساب کے طور پر غیر متناہی کا مکعب کہئے بالفعل و بالدوام ازلاً ابداً موجود ہیں۔ یہ شرق تا غرب و سماوات وارض و عرش تا فرش وماکان ومایکون من اوّل یوم الیٰ اٰخر الایام سب کے ذرے ذرّے کا حال تفصیل سے جاننا وہ بالجملہ جملہ مکتوبات لوح و مکنونات قلم کو تفصیلاً محیط ہونا علوم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، یہ تو ان کے طفیل سے ان کے بھائیوں حضرات مرسلین، کرام علیہ و علیہم افضل الصلوۃ واکمل السلام بلکہ ان کی عطا سے ان کے غلاموں ف بعض اعاظم اولیائے عظام قدست اسرار ہم کو ملا، اور ملتا ہے ہنوز علومِ محمدیہ میں وہ بحار ذخار ناپیدا کنار ہیں جن پر ان کی افضیلت کلیہ اور افضیلت مطلقہ کی بناء ہے۔

اللہ عزوجل کے بے شمار رحمتیں امام اجل محمد بوصیری شرف الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ پر قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فانّ من جودك الدّنيا وضرّتها ومن علومك علم اللّوح والقلم [1]

یعنی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیاوآخرت دونوں حضور کے خوانِ جود و کرم سے ایک ٹکڑا ہیں اور لوح و قلم کا تمام علم جن میں ماکان ومایکون مندرج ہے حضور کے علوم سے ایک حصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلک وصحبک وبارک وسلم

مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری زبدہ شرح بردہ میں فرماتے ہیں:

توضيحه ان المراد بعلم اللّوح ما اثبت فيه من النقوش القدسية و الصور الغيبية وبعلم القلم ما اثبت فيه كما شاء والا ضافة لادنى ملابسة وكون علمهما من علومه صلى الله تعالى عليه وسلم	یعنی توضیح اس کی یہ ہے کہ علمِ لوح سے مراد نقوشِ قدس وصور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے، اور قلم کے علم سے مراد وہ ہیں جو اللہ عزوجل نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھے، ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنی علاقے یعنی محلیت نقش واثبات کے باعث ہے اور ان

ف: تمام ماکان ومایکون کا علم علومِ حضور سے ایک علم ہے، یہ تو ان کی عطا سے ان کے غلاموں اکابر اولیاء کو بھی ملتا ہے ۱۲منہ۔

[1] مجموع المتون متن قصیدۃ البردۃ الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۱۰

انّ علومه تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما انما یکون سطرًا من سطور علمه ونهرًا من بحور علمه ثم مع ھذا ھو من برکة وجوده صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[1]۔	دونوں میں جس قدر علوم ثبت ہیں ان کا علم علوم محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک پارہ ہونا،اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے علوم بہت اقسام کے ہیں،علوم کلیہ،علوم جزئیہ،علوم حقائق اشیاء وعلومِ اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معرفتیں کہ ذات و صفات حضرت عزت جل جلالہ،سے متعلق ہیں اور لوح و قلم کے جملہ علوم علومِ محمدیہ کی سطروں سے ایک سطر،اور ان کے دریاؤں سے ایک نہر ہیں،پھر بہ ایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت وجود سے تو ہیں۔کہ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ لوح و قلم ہوتے نہ اُن کے علوم،صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

منکرین کو صدمہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے لیے روزِ اول سے قیامت تک کے تمام ماکان ومایکون کا علم تفصیلی ماناجاتا ہے لیکن بحمدللہ تعالٰی وہ جمیع علم ماکان ومایکون علومِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے عظیم سمندروں سے ایک نہر بلکہ بے پایاں موجوں سے ایک لہر قرار پاتا ہے۔

والحمد للہ رب العٰلمین o وخسر ھنالك المبطلون o فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا،وقیل بُعدًا للقوم الظّٰلمین o	اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا اور باطل والوں کا وہاں خسارہ ہے،ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ (ت)

نصوصِ حصر:

یعنی جن آیات واحادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ علمِ غیب خاصہ خدا تعالٰی ہے،مولٰی عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا،قطعًا حق اور بحمداللہ تعالٰی مسلمان کے ایمان ہیں مگر منکر متکبر کا اپنے دعوائے باطلہ پر ان سے استدلال اور اس کی بناپر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم ماکان ومایکون بمعنی۔

[1] الذبدۃ العمدۃ فی شرح البردۃ ناشر جمعیت علماء سکندریہ خیرپور سندھ ص ۱۱۷

مذکور ماننے والے پر حکمِ کفر وضلال، نصِ جنون و خام خیال بلکہ خود مستلزمِ کفر وضلال ہے۔

علم بہ اعتبار منشا دو ۲ قسم ہے: ۱ذاتی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور عطائی کہ اللہ عزوجل کا عطیہ ہو، اور بہ اعتبارِ متعلق بھی دو ۲ قسم ہے، اعلم مطلق یعنی محیط حقیقی، تفصیلی فعلی فروانی کہ جمیع معلوماتِ الٰہیہ عزوعلاء کو جن میں غیر متناہی معلومات کے سلاسل وہ بھی غیر متناہیہ وہ بھی غیر متناہی بار داخل اور خود کنہ ذات الٰہی واحاطہ تامِ صفاتِ الٰہیہ نامتناہی سب کو شامل فردًا فردًا تفصیلاً مستغرق ہو اور مطلق علم یعنی جاننا، اگر محیط باحاطہ حقیقیہ نہ ہو، ان تقسیمات میں علم ذاتی وعلم مطلق یعنی مذکور بلاشبہ اللہ عزوجل کے لیے خاص ہیں اور ہر گز کسی غیر خدا کے لیے ان کے حصول کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

ہم ابھی بیان کر آئے کہ علم ماکان ومایکون بمعنی مسطور اگرچہ کیسا ہی تفصیلی بروجہ اتم واکمل ہو علومِ محمدیہ کی وسعت عظیمہ کو نہیں پہنچتا، پھر علوم محمدیہ تو علومِ الٰہیہ ہیں، جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مطلق علم ہر گز حضرت حق عزوعلا سے خاص نہیں بلکہ قسم عطائی تو مخلوق ہی کے ساتھ خاص ہے۔

مولٰی عزوجل کا علم عطائی ہونے سے پاک ہے، تو نصوصِ حصر میں یقینًا قطعًا وہی قسم اوّل مراد ہو سکتی ہے۔ نہ کہ قسمِ اخیر، اور بداہۃً ظاہر کہ علم تفصیل جملہ ذرّات ماکان ومایکون بمعنی مزبور بلکہ اس سے ہزار در ہزار ازید وافزوں علم بھی کہ بہ عطائے الٰہی مانا جائے اسی قسم اخیر سے ہوگا۔ تو نصوصِ حصر کو مدعائے مخالف سے اصلاً مس نہیں بلکہ وہ اس کی صریح جہالت پر نص ہیں، وللہ الحمد، یہ معنی بآنکہ خود بدیہی وواضح ہے، آئمہ دین نے اس کی تصریح بھی فرمائی۔

امام اجل ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی پھر امام ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاوٰی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:

لایعلم ذٰلك استقلالًا وعلم احاطۃٍ بکل المعلومات الا اللہ تعالٰی اما المعجزات والکرامات فباعلام اللہ تعالٰی اما المعجزات والکرامات فبا علام اللہ تعالٰی لھم علمت وکذا ماعُلِمَ باجراء العادۃ[1]۔	یعنی آیت میں غیر خدا سے نفی علمِ غیب کے یہ معنی ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتائے جاننا اور ایسا علم کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہوجائے یہ اللہ تعالٰی کے سوا کسی کو نہیں رہے انبیاء کے معجزات اور اولیاء یہ تو اللہ عزوجل کے بتانے سے انہیں علم ہوا ہے یونہی وہ باتیں کہ عادت کی مطابقت سے جن کا علم ہوتا ہے۔

[1] فتاویٰ حدیثیہ مطلب فی حکم ما اذا قال قائل فلان یعلم الغیب مصطفی البابی مصر ص ۲۲۸

مخالفین کا استدلال محض باطل و خیال محال ہونا تو یہیں سے ظاہر ہوگیا، مگر فقیر نے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے کہ یہ استدلال ان ضلّال کے خود اقراری کفر و ضلال کا تمغہ ہے، نیز انہیں میں روشن کیا کہ خلق کے لیے ادعائے علم غیب پر فقہا کا حکم کفر بھی درجہ اولائے حقیقت حق میں اسی صورت علم ذاتی اور درجہ اخرائے طرزِ فقہاء میں علم مطلق بمعنی مرقوم کے ساتھ مخصوص ہے، جیسا کہ محققین کے کلام میں منصوص ہے۔

بکر پر مکر کا وہ زعم مردود جس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کچھ نہیں جانتے ف کا لفظ ناپاک ہے وہ بھی کلمہ کفر و ضلال بیباک ہے بکر نے جس عقیدے کو کفر و شرک کہا اور اس کے رد میں یہ کلما بدفرجام بکا، خود اس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضرت حق جل شانہ نے یہ علم عطا فرمایا ہے، لاجرم بکر کی یہ نفی مطلق شاملِ علم عطائی بھی ہے اور خود بعض شیاطین الانس کے قول سے استناد بھی اس تعلیم پر دلیل جلی ہے کہ اس قول میں خواہ یوں اور خواہ یوں، دونوں صورت پر حکم شرک دیا ہے، اب اس لفظ قبیح کے کلمہ کفر صریح ہونے میں کیا تامل ہوسکتا ہے۔ قرآن عظیم کی روشن آیتوں کی تکذیب بلکہ سارے قرآن کی تکذیب رسالت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار بلکہ نبوت تمام انبیاء کا انکار، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص مکان بلکہ رب العزۃ جلالہ کی توہین شان، ایک دو کفر ہوں تو گنے جائیں۔ **والعیاذ باللہ رب العالمین۔**

یوں ہی اس کا قول کہ اپنے خاتمے کا بھی حال معلوم نہ تھا صریح کلمۂ کفر و خسار اور بیشمار آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ متواترہ کا انکار ہے۔ آیہ کریمہ **لیغفرلك اللہ** مع حدیث صحیحین بخاری و مسلم، بعض اور سنئے، **قال اللہ تعالٰی** (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ" [1]۔	اے نبی! بے شک آخرت تمہارے لیے دنیا سے بہتر ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ" [2]۔	بے شک نزدیک ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

ف: اپنے خاتمے کا حال حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو معلوم نہ ماننا صریح کفر ہے۔

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۴

[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۵

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ"[1]۔	جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی اور ان کے صحابہ کو ان کا نور ان کے آگے اور داہنے جولان عـــہ کرے گا۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝۷۹"[2]۔	قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں تعریف کے مکان میں بھیجے گا جہاں اولین وآخرین سب تمہاری حمد کریں گے۔

وقال اللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَیَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰"[3]۔ علٰی قراءۃ الرفع قراۃ بن کثیر وابن عامر وروایۃ ابی بکر عن عاصم، الٰی غیر ذلك من الاٰیات۔	بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنی مشیت سے تمہارے لیے اس خزانہ و باغ سے (جس کی طلب یہ کافر کررہے ہیں) بہتر چیزیں کردیں جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں اور وہ تمہیں بہشت بریں کے اونچے اونچے محل بخشے گا۔ **یجعل** کو مرفوع پڑھنے کی تقدیر پر جوکہ ابن کثیر اور ابن عامر کی قراءۃ ہے اور ابوبکر کی عاصم سے یہ روایت ہے اس کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ہیں۔(ت)

اور احادیثِ کریمہ میں تو جس تفصیل جلیل سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص وقتِ وفاتِ مبارک وبرزخ مطہر وحشر منور وشفاعت وکوثر وخلافتِ عظمٰی وسیادتِ کبرٰی ودخولِ جنت ورویت وغیرہا وارد ہیں، انہیں جمع کیجئے تو ایک دفتر طویل ہوتا ہے۔ یہاں صرف

عـــہ: دوڑے گا۔ ۱۲

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۸

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۱۰

ایک حدیث تبرکاً سُن لیجئے۔

جامع ترمذی وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا و انا خطیبھم اذا وفدوا، وانا خطیبھم اذا اُنصتوا، وانا مستشفعھم اذا حُبِسوا، وانا مبشرھم اذا یئسوا الکرامۃ و المفاتیح یومئذٍ بیدی، وانا اکرم ولد اٰدم علی ربی یطوف علیّ الف خادمٍ کانھم بیض مکنون اولؤلؤ منثور[1]۔	جب لوگوں کا حشر ہوگا تو سب سے پہلے میں مزار اطہر سے باہر تشریف لاؤں گا، اور جب وہ سب دم بخود رہیں گے تو اُن کا خطبہ خواں میں ہوں گا، اور جب وہ روکے جائیں گے تو ان کا شفاعت خواہ میں ہوں گا۔ اور جب وہ نا امید ہو جائیں گے تو ان کا بشارت دینے والا میں ہوں گا، عزت کے لیے اور تمام کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی، لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا، بارگاہِ عزت میں میری عزت تمام اولادِ آدم سے زائد ہے، ہزار خدمتگار میرے ارد گرد گھومیں گے گویا وہ گرد و غبار سے پاکیزہ انڈے ہیں محفوظ رکھے ہوئے یا جگمگاتے موتی ہیں بکھیرے ہوئے۔

بالجملہ بکر پر مکر کے گمراہ و بددین ہونے میں اصلاً شُبہہ نہیں، اور اگر کچھ نہ ہوتا تو صرف اتنا ہی کہ تقویۃ الایمان پر جو حقیقتاً تفویۃ الایمان ہے اس کا ایمان ہے، یہی اس کا ایمان سلامت نہ رکھنے کو بس تھا، جیسا کہ فقیر کے رسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ وغیرہا کے مطالعے سے ظاہر ہے ؎

اذاکان الغراب دلیل قومٍ　　　سیھدیھم طریق الھالکینا[2]

(جب کوّا کسی قوم کا رہبر ہو تو وہ اس کو ہلاکت کی راہ پر ڈال دے گا۔ ت)

والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب منہ امین کمپنی دہلی ۲ /۲۰۱، دلائل النبوۃ ذکر الفضیلۃ الرابعۃ باقسام اللہ بحیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الکتب بیروت ص ۱۳، سنن الدارمی باب مااعطی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث ۴۹ دار المحاسن للطباعۃ ۱ /۳۰، الدر المنثور بحوالہ ابن مردویۃ عن انس رضی اللہ عنہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶ /۳۰۱

[2]

وہ شخص جو شیطان کے علم ملعون کو علمِ اقدس حضور پر نور عالمِ ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زائد ہے اس کا جواب اس کفرستانِ ہند میں کیا ہوسکتا ہے، ان شاء اللہ القہار (اگر بہت قہر فرمانے والا خدا نے چاہا۔ت) روزِ جزاوہ ناپاک نانہجار اپنے کیفر کفری گفتار کو پہنچے گا۔ "وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۠" [1] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کون سی کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) یہاں اسی قدر کافی ہے کہ یہ ناپاک کلمہ صراحتاً محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عیب لگانا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو عیب لگانا کلمہ کفر نہ ہوا تو اور کیا کلمہ کفر ہوگا۔

"وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" [2]۔	اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دکھ کی مار ہے۔
"اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا" [3]۔	جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کو، اللہ نے اُن پر لعنت فرمائی ہے دنیا اور آخرت میں، اور ان کے لیے تیار کر رکھی ہے ذلت والی مار۔

شفائے امامِ اجل قاضی عیاض اور شرح علامہ شہاب خفاجی مسمّٰی بہ نسیم الریاض میں ہے:

جمیع من سبّ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشتمۃ اوعابہ ھو اعم من السب فان من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد عابہ و نقصہ وان لم یسبہ(فھو ساب والحکم فیہ حکم الساب) من غیر فوق بینھما(لانستثنی منہ)(فصلًا) ای صورۃً (ولانمتری)فیہ تصریحًا کان	یعنی جو شخص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے یا حضور کو عیب لگائے اور یہ گالی دینے سے علم تر ہے کہ جس نے کسی کی نسبت کہا کہ فلاں کا علم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اس نے ضرور حضور کو عیب لگایا، حضور کی توہین کی، اگرچہ گالی نہ دی، یہ سب گالی دینے والے کے حکم میں ہے، ان کے اور گالی دینے والے کے حکم میں کوئی فرق نہیں، نہ ہم اس سے کسی صورت کا استثناء کریں نہ اس میں شک وتردد کو

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

اوتلویحًا وھذا کلّه اجماع من العلماء وائمة الفتوٰی من لدن الصحابة رضی الله تعالٰی علٰی عنھم الٰی ھلّم جرًّا[1] اھمختصرًا۔ نسأل الله العفو والعافیة فی الدنیا والاخرة ونعوذ به من الحور بعد الکور ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم وصلی الله تعالٰی علیه سید المرسلین والله سبحانه تعالٰی اعلم۔	راہ دیں، صاف صاف کہا ہو یا کنایہ سے، ان سب احکام پر تمام علماء اور آئمہ فتوٰی کا اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آج تک برابر چلاآیا ہے۔اھ مختصرًا ہم اللہ تعالٰی سے دنیاوآخرت میں معافی اور عافیت چاہتے ہیں اور کثرت کے بعد قلّت سے اس کی پناہ چاہتے ہیں نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بُلندی و عظمت والے خدا کی توفیق سے اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی رسولوں کے سردار پر، اور اللہ سبحٰنہ و تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس سوال کے ورود پر ایک مبسوط کتاب بحر عباب منقسم بہ چار باب مسمّٰی بہ نام تاریخی مائی الحبیب بعلوم الغیب (۱۳۱۸ھ) کی طرح ڈالی۔

باب اول: فصوص یعنی فوائد جلیلہ ونفائس جزیلہ کہ ترصیف دلائل اہلسنت کے مقدمات ہوں۔

باب دوم: نصوص یعنی اپنے مدعا پر دلائل جلائل قرآن وحدیث واقوالِ آئمہ قدیم وحدیث۔

باب سوم: عموم و خصوص کہ احاطہ علومِ محمدیہ میں تحریر محل نزاع کرے۔

باب چہارم: قطع اللصوص یعنی اس مسئلے میں تمام مہملات نجدیۂ نو وکہن کی سرفگنی و تکبر شکنی، مگر فصوص ونصوص کے ہجوم و وفور نے ظاہر کردیا کہ اطالت تاحدّملالت متوقع،

لہٰذا باذن اللہ تعالٰی نفع عامّہ کے لیے اس بحر ذخار سے ایک گوہر شہوار لامع الانوار گویا خزائن الاسرار سے درمختار مسمّٰی بہ نام تاریخی **اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان ومایکون**" (۱۳۱۸ھ) (پوشیدہ موتی بشیر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمِ ماکان ومایکون کے بارے میں۔ت) چن لیا جس نے جمع و تلفیق کے عوض نفع و تحقیق کی طرف بحمد اللہ زیادہ رُخ کیا۔اس کے ایک ایک نور نے نورالسمٰوت والارض جل جلالہ کے عون سے وہ تابشیں دکھائیں کہ ظلماتِ باطلہ کافور ہوتی نظر آئیں۔

[1] نسیم الریاض القسم الرابع الباب الاول مرکز اھل سنت برکاتِ رضا گجرات ہند ۴/ ۳۳۵و۳۳۶

یہ چند حرفی فتوٰی کہ اس کے لمعات سے ایک شعشہ اور بلحاظ تاریخ بنام ابناء المصطفٰی بحال سرّ واخفی (مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پوشیدہ اور پوشیدہ ترین کے حال کی خبر دینا۔ت) مسمّٰی ہے۔ اس کے تمام اشارات خفیہ کا بیان مفصل اسی پر محول ذی علم ماہر تو ان ہی چند حروف سے اِن شاء اللہ تعالٰی سب خرافات وجزافات مخالفین کو کیفر چشانی کر سکتا ہے مگر جو صاحب تفصیل کے ساتھ دست نگر ہوں بعونہ تعالٰی رسائل مذکورہ کے لآلی متلالی سے بہرہ ور ہوں، حضراتِ مخالفین سے بھی گزارش ہے کہ اگر توفیقِ الٰہی مساعدت کرے یہی حرفِ مختصر ہدایت کرے تو ازیں چہ بہتر، ورنہ اگر بوجہ کوتاہی فہم وغلبئ وہم و قلتِ تدرّب و شدتِ تعصب اپنی تمام جہالاتِ فاحشہ کی پردہ دری ان مختصر سطور میں نہ دیکھ سکیں۔ تو اسی مہر جہاں تاب کا انتظار کریں۔ جو بہ عنایت الٰہی واعانت رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کی تمام ظلمتوں کی صبح کردے گا۔ ان کا ہر کاسہ سوال آبِ زلال رَدو ابطال سے بھر دے گا۔

الا انّ موعدهم الصبح الیس الصبح بقریب ط وما توفیقی الاّ باللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب ط۔	خبردار! بے شک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے کیا صبح قریب نہیں، اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (ت)

کیا فائدہ کہ اس وقت آپ کا خواب غفلت کچھ ہذیات [عہ] کا رنگ دکھائے، اور جب صبح ہدایت افق سعادت سے طالع ہو تو کھل جائے کہ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو کہا افسانہ تھا

معہذا طائفہ ارانب وثعالب کو یہی مناسب کہ جب شیر ژیاں کو چہل قدمی کرتا دیکھ لیں سامنے سے ٹل جائیں اپنے اپنے سوراخوں میں جان چھپائیں، نہ یہ کہ اس وقت اس کے خرام نرم پر غرّہ ہو کر آئیں اس کی آتش غضب کو بھڑکائیں اپنی موت اپنے منہ بلائیں، ع

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دور تر خواہند　　شغالانِ ہزیمت مند خشم شیر ہیجارا

(اے دوست! نصیحت سُن کہ اپنی جان سے دور چاہتے ہیں، شکست پسند گیدڑ بپھرے ہوئے شیر کے غصے کو۔ت)

عـــہ: بے ہودہ گوئی۔

اقول:قولی ھذا واستغفراللہ لی ولسائر المؤمنین والمؤمنات و الصلوۃ الزاکیات والتحیّات النامیات علٰی سیدنا محمدٍ نبی المغیبات مظھر الخفیات وعلٰی الہ وصحبہ الاکارم السادات واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اَتَمُّ واحکم	**میں کہتا ہوں** یہ میرا قول ہے،اور میں اللہ تعالٰی سے اپنے لیے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں،پاکیزہ درود اور بڑھنے والے سلام ہوں ہمارے سردار محمد پر جو غیب کی خبریں دینے والے اور پوشیدہ باتوں کو ظاہر فرمانے والے ہیں اور آپ کی آل واصحاب پر جو بزرگی والے سردار ہیں،اور اللہ سبحانہ وتعالٰی خوب جانتا ہے اور اللہ جل مجدہ،کا کلام اتم اور مستحکم ہے۔(ت)

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

کتبـــہ

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ

انباء المصطفٰی بحال سرّ واخفٰی

ختم ہوا۔

رسالہ
ازاحۃ العیب بسیف الغیب
(عیب کو دُور کرنا غیب کی تلوار سے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۴۹: از مدرسہ دیوبند ضلع سہارن پور مرسلہ یکے از اہلسنت نصرہم اللہ تعالٰی بوساطت جناب مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی سلمہ اللہ تعالٰی۔

تسلیمات دست بستہ کے بعد گزارش ہے بندہ اس وقت وہاب گڑھ مدرسہ دیوبند میں مقیم ہے۔

جناب عالی (یعنی جناب مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی) جو جو باتیں آپ نے ان لوگوں کے حق میں فرمائی تھیں وہ سب سچ ہیں سر موفرق نہیں۔ عید کے دن بعد نماز جمیع اکابر علماء، و طلباء وروسانے مل کر عید گاہ میں بقدر ایک گھنٹہ یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالٰی جارج پنجم بادشاہِ لندن کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اس کے والد کی خدا مغفرت کرے۔ اور جس وقت جارج پنجم ولایت سے بمبئی کو آیا اور مبلغ چوبیس روپیہ کانا برائے خیر مقدم یعنی سلامی روانہ کر دیا اور بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ ایک بڑا جلسہ کر دیا کہ جو چار گھنٹے مختلف علماء نے بادشاہ انگریز کی تعریف اور دعا بیان کیا اور خوشی کے واسطے مٹھائی تقسیم کیا اور عین خطبہ میں بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل نے خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

علیہ وآلہ وسلم کو، امام احمد نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم، میری کتنی عمر باقی ہے؟ آپ نے پانچ انگشت اٹھائیں، پھر برائے تعبیر محمد بن سیرین کے پاس آئے انہوں نے فرمایا: **خمس لایعلمھا الّاھو**[1]۔ (پانچ اشیاء ہیں جن کو اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ت) تو معلوم ہوا کہ آپ مطلع علی الغیب نہیں، دوسرا والیدین کی حدیث کو بیان کیا کہ آپ کو نماز میں سہو ہوگیا جب ذوالیدین نے بار بار استفسار کیا اور آپ نے صحابہ سے دریافت کیا تو پھر نماز کو پورا کیا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہوگیا، علم غیب پر اطلاع تو ابھی دور ہے انتہی، یہاں کے لوگ اس قدر بدمعاش ہیں کہ مولوی محمود حسن مدرس اول درجہ حدیث نے مسلم شریف کے سبق میں باب شفاعت اس حدیث میں کہ آپ نے جب تمام مسلمین کی شفاعت کی اور سب کو نجات دے دیا مگر کچھ لوگ رہ گئے یعنی منافقین وغیرہ تو آپ نے انکے واسطے شفاعت کی تو فرشتوں نے منع کردیا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان لوگوں نے کیا کچھ نکالا بعد آپ کے، تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہر جمعہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ یہ غلط ہے، محض افتراء ہے، علم غیب کا کیا ذکر، اللہ اکبر، ترمذی شریف کے سبق ۱۷۲ صفحہ آخر میں ہے، ایک عورت کے ساتھ زنا ہوگیا اکراہ کے ساتھ تو اس عورت نے ایک شخص پر ہاتھ رکھا، آپ نے اس شخص کو رجم کا حکم فرمایا۔ پس دوسرا شخص اٹھا، اس نے اقرار زنا کا کرلیا، پہلے شخص کو چھوڑا اور دوسرا مرجوم ہوگیا۔ آپ نے فرمایا **تاب توبۃ** الخ (اس نے پکی توبہ کی الخ ت) اگر شخص ثانی اقرار نہ کرتا تو پہلے شخص کی گردن اڑادیتے، یہ اچھی غیب دانی ہے۔ **ھذا کلہ قولہ** (یہ سب اس کا قول ہے۔ت) اور بھی وقتاً فوقتاً احادیث میں کچھ نہ کچھ کہے بغیر نہیں چھوڑتے۔ **اللہ اکبر۔ معاذ اللہ من شرہ** (اللہ تعالٰی بہت بڑا ہے، اللہ کی پناہ اس کے شر سے۔ت)

الجواب:

اللہ عزوجل گمراہی وبے حیائی سے پناہ دے، فقیر نے انباء المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے مختصر جملوں میں ان شبہات اور ان جیسے ہزاروں ہوں تو سب کا جواب شافی دے دیا مگر وہابیہ اپنی خرافات سے باز نہیں آتے اور الدولۃ المکیہ اور اس کی تعلیق الفیوض الملکیہ میں بیان امین ہے، میں پھر تذکیر کردوں کہ ان شاء اللہ بار بار سوال کی حاجت نہ ہو اور ذی فہم سُنّی ایسے لاکھ شبہے ہوں تو سب کا جواب خود دے، فقیر نے قرآن عظیم کی آیاتِ قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے ۲۳ برس میں بتدریج نزولِ اجلال فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو جمیع **ماکان ومایکون**

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۹ و ۱۶۴

یعنی روزِ اول سے روزِ آخر تک کی ہر شے ہر بات کا علم عطا فرمایا، اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ آیاتِ قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلم نہیں ہو سکتی، اگرچہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم:

اول: وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔

دوم: واقعہ تمامی نزولِ قرآن کے بعد کا ہو۔

سوم: اس دلیل سے راساً عدم حصولِ علم ثابت ہو کہ مخالف مستدل ہے اور محل ذہول میں اس پر جزم محال، اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اس کا مثبت و مقتضی ہے۔

چہارم: صراحۃً نفی علم کرے ورنہ بہت علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا اور اللہ اعلم یا خدا ہی جانے یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایسی جگہ قطع طمع جواب کے لیے بھی ہوتا ہے اور نفی حقیقت ذاتیہ، نفی عطائیہ کو مستلزم نہیں۔ اللہ عزوجل روزِ قیامت رسولوں کو جمع کرکے فرمائے گا "مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ" "تم جو کفار کے پاس ہدایت لے کر گئے انہوں نے کیا جواب دیا، عرض کریں گے "لَا عِلْمَ لَنَا" [1]۔ ہمیں کچھ علم نہیں۔

ان شبہات اور انکے امثال کے رَد کو بھی چار جملے بس ہیں، اور یہاں امر پنجم اور ہے کہ وہ واقعہ روزِ اول سے قیامِ قیامت تک یعنی ان حوادث سے ہو جو لوح محفوظ میں ثبت ہیں کہ انہیں کے احاطہ کا دعوی ہے۔ امور متعلقہ ذات و صفات و ابد وغیرہ نامتناہیات سے ہو تو بحث سے خروج اور دائرہ جنون و سفاہت میں صریح ولوج ہے۔ ان جملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شبہات بر باد ہو جاتے ہیں "كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝" [2]۔ (جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہے اب اُسے قیام نہیں۔ت)

اب یہیں ملاحظہ کیجئے:

اولاً: چاروں شبہے امر اوّل سے مردود ہیں ان میں کون سی آیت یا حدیث قطعی الدلالۃ ہے۔

ثانیاً: دوسرا اور چوتھا شبہہ امر دوم سے دوبارہ مردود ہیں کہ یہ ایام نزول کے وقائع ہیں یا کم از کم ان کا بعد تمامی نزول ہونا ثابت نہیں۔

ثالثاً: دوسرا شبہہ امر سوم سے سہ بارہ اور تیسرا دوبارہ مردود ہے، شبہہ دوم میں تو صریح بدیہی یقینی ذہول تھا، نماز فعل اختیاری ہے اور فعل اختیاریہ بے علم و شعور ناممکن مگر وہابیہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۹

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۶

بدیہیات میں بھی انکار رکھتے ہیں۔ذٰلك بانھم قوم یکابرون (یہ اس لیے ہے کہ وہ حق کاانکار کرنے والی قومی ہے۔ت)اور شُبہ سوم کاحال بھی ظاہر، روزِ قیامت کا عظیم ہجوم، تمام اولین وآخرین وانس و جن کاازدحام، لاکھوں منزل کے دور میں مقام اور حوض و صراط و میزان پر گنتی شمار کی حد سے باہر، مختلف کام اور ہر جگہ خبر گیراں صرف ایک محمد رسول اللہ سیّد الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوۃ والسلام اس سے کروڑویں حصے کا کروڑواں حصہ ہجوم، کارہائے عظیمہ مہمہ اگر ایسے دس ہزار پر ہو جن کی عقل نہایت کامل اور حواس کمال مجتمع اور قلب اعلٰی درجہ کا ثابت توان کے ہوش پراں ہوجائیں، آئے حواس گم ہوں یہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سینہ پاک ہے جس کی وسعت کے حضور عرش اعظم مع جملہ عوالم صحرائے لق ودق میں بھنگے کے مانند ہیں جسے ان کارب فرماتا ہے: "اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۙ" [1]۔ (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ت) پھر ان عظیم و خارج از حد کاموں کے علاوہ وقت وہ سہناک کہ اکابر انبیاء و مرسلین نفسی نفسی پکاریں، رب عزوجل اس غضب شدید کے ساتھ تجلی فرمائے ہو کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی نہ اس کے بعد کبھی ہو، پھر ایک مسلمان انہیں اس سے زیادہ پیارا جیسے مہربان ماں کو اکلوتا بچہ، وہ جوشِ ہیبت، وہ کام کی کثرت، وہ وفورِ رحمت، وہ لاکھوں منزل کا دورہ، وہ کروڑوں طرف نظر، سنکھوں طرف خیال، ایسی حالت میں اگر بعض باتیں ذہن اقدس سے اتر جائیں تو عین اعجاز ہے، جس سے بالا صرف علم الٰہی ہے وبس۔"ولکن الوھابیۃ قوم لایعقلون" (لیکن وہابی وہ قوم ہیں جنہیں عقل نہیں۔ت) اوراس پر صریح دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو تمام امت کا دکھایا جانا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے تمام امت کے اعمال برابر عرض ہوتے رہنا تو ہے ہی، جس پر احادیثِ کثیرہ ناطق، اگرچہ وہابیہ اپنی ڈھٹائی سے انکار کریں مگر سب سے زیادہ صاف صریح دلیل قطعی یہ ہے کہ آخر روزِ قیامت کچھ لوگوں کی نسبت یہ واقعہ پیش آنے کی حدیثِ بیان کون فرمارہا ہے، خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہی توارشاد فرمارہے ہیں اگراس ہجوم عظیم، کارہائے خطیر میں ذہول نہ ہوتا تو یہ واقعہ ہی نہ ہوتا تواس وقت اتنے ذہول سے چارہ نہیں۔"لِیَقۡضِیَ اللّٰهُ اَمۡرًا كَانَ مَفۡعُوۡلًا ۬ۙ" [2]۔ (تاکہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے۔ت) ولکن الوھابیہ قوم یفرقون (لیکن وہابی تفریق پیدا کرنے والی قوم ہے۔ت)

رابعًا: پہلا شبہہ امر چہارم سے دوبارہ مردود ہے کسی کی مقدار عمر وقتِ موت اسے بتادینا

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۱

[2] القرآن الکریم ۸/ ۴۴

غالب اوقات اکثر ناس کے لیے مصلحتِ دینیہ کے خلاف ہے تو ایسے مہمل سوال کے جواب سے اگر اعراض فرمایا اور حوالہ بخدا فرمادیا، کیا مستبعد ہے۔

فائدہ:

یہ انہیں جملوں سے ان چاروں شبہوں کے متعدد رد ہوگئے، اب بتوفیقہ تعالیٰ بعض افادیت ذکر نہ کریں کہ وہابیہ کی کمال حالت آفتاب سے زیادہ روشن ہو اور چاروں شبہوں میں ہی ایک پر چار چار رَد ہو جائیں۔

فاقول: وباللّٰه التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ت)

شبہہ اُولیٰ: کے دو ۲ رد گزرے امر اول و چہارم سے، ثالثًا حضرات علمائے وہابیہ کی جہالت تماشا کردنی۔ امام احمد بن حنبل نے خواب دیکھا اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی۔ اے **سبحان اللّٰه**! جھوٹ گھڑے تو ایسا گھڑے، امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے ترپن (۱/۲۔ ۵۳) برس بعد امام احمد کی ولادت ہوئی ہے۔ ابن سیرین کی وفات نہم شوال ایک سو دس (۱۱۰ھ) کو ہے اور امام احمد کی ولادت ربیع الاول ایک سو چونسٹھ (۱۶۴ھ) میں۔ تقریب میں ہے:

محمد بن سیرین ثقة ثبت عابد کبیر القدر مات سنة عشر و مائة [1]۔	محمد بن سیرین ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بڑی قدر و منزلت والے ہیں، ان کا وصال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

محمد بن سیرین له الید الطولیٰ فی تعبیر الرؤیا توفی تاسع شوال یوم الجمعة سنة عشر و مائة بالبصرة [2]۔	محمد بن سیرین جو کہ خوابوں کی تعبیر میں کامل مہارت رکھتے تھے، نے ۹ شوال ۱۱۰ھ بروز جمعہ میں بصرہ میں وفات پائی۔ت)

تقریب میں ہے:

احمد بن محمد بن حنبل مات احدی واربعین وله سبع وسبعون سنة [3]۔	امام احمد بن محمد بن حنبل نے ۲۴۱ھ میں وصال فرمایا جب کہ آپ کی عمر مبارک ۷۷ برس تھی۔(ت)

[1] تقریب التھذیب ترجمہ ۵۹۶۶ محمد بن سیرین دار الکتب العلمیة بیروت ۲ /۸۵

[2] وفیات الاعیان ترجمہ ۵۶۵ محمد بن سیرین دار الثقافة بیروت ۴ /۱۸۲

[3] تقریب التھذیب ترجمہ ۹۶ احمد بن محمد بن حنبل دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۴۴

وفیات الاعیان میں ہے:

الامام احمد بن حنبل خرجت اُمّہ من مرو وھی حامل بہ فولدتہ فی بغداد فی شھر ربیع الاول سنۃ اربع وستین ومائۃ[1]۔	امام احمد بن حنبل کی والدہ ماجدہ مرو سے نکلیں جبکہ امام احمد ان کے شکم میں تھے، چنانچہ آپ کی والدہ نے آپ کو شہر بغداد میں ربیع الاول شریف ۱۶۴ھ میں جنا۔(ت)

مگر یہ کہئے کہ امام احمد علیہ الرحمہ نے جب کہ اپنے جدا مجد کی پشت میں نطفے تھے یہ خواب دیکھا اور امام ابن سیرین نے **مافی الارحام** (جو رحموں میں ہے۔ت) سے بھی خفی ترغیب **مافی الاصلاب** (جو پشتوں میں سے۔ت) کو جانا اور تعبیر بیان کی۔ یوں آپ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی غیب دانی نہ ہوئی تو ابن سیرین کو علم غیب ہوا۔ یہ شاید حضراتِ وہابیہ پر آسان ہو کہ ان کو اوروں کو فضائل سے اتنی عداوت نہیں جتنی اصل اُصول جملہ فضائل یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔

لطیفہ جلیلہ: دیوبندی علماء کی جہالت اپنے قابل ہے، ان کے اکابر کی ان سے بھی بڑھ کر ان کے قابل تھی، عالیجناب امام الوہابیہ مولوی گنگوہی صاحب آنجہانی اپنے ایک فتوے میں اپنی دادِ قابلیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں، حسین بن منصور کے قتل پر امام ابویوسف شاگردِ امام ابوحنیفہ جو کہ سیّد العلماء تھے اور سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جو تمام سلاسل کے مرجع ہیں دونوں نے فتوی قتل کا دیا، بجا ہے۔ (حاشیہ: قتل پر قتل کا فتوی بھی قابل تماشا ہے، یعنی قتل کو قتل کیا جائے یا قاتل کو۔ ۱۲) درفنِ تاریخ ہم کمالے دارند (فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ت)

سیدنا امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات پنجم ربیع الاول یا ربیع الاخر ایک سو بیاسی ہجری (۱۸۲ھ) کو ہے اور حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ، کا یہ واقع ۲۳ ذی القعدہ (۳۰۹ھ) تین سو نو ہجری میں، دونوں میں قریب ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) برس کے فاصلہ ہے مگر امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غیب داں کہیے کہ اپنی وفات سے سوا سو برس بعد کے واقعہ کو جان کر حلاج کے قتل کا پیشگی فتوی دے گئے۔ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی میں ہے:

القاضی ابویوسف الامام العلامۃ الفقیہ العراقین صاحب ابی حنیفۃ اجتمع	قاضی ابویوسف امام، علامہ، اہل کوفہ وبصرہ کے فقیہ اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، تمام مسلمان

[1] وفیات الاعیان ترجمہ ۲۰ احمد بن حنبل دار الثقافۃ بیروت ۱/ ۶۴

علیه المسلمون مات فی ربیع الاٰخر سنة ثنتین و ثمانین ومائة عن سبعین سنة الاسنة وله اخبار فی العلم والسیادة[1]۔	آپ پر متفق ہیں۔آپ نے ماہِ ربیع الثانی ۱۸۲ہجری کو ۶۹ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔علم وسیادت میں ان کی متعدد خبریں ہیں۔(ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

کانت ولادة القاضی ابی یوسف سنة ثلث عشرة ومائة وتوفی یوم الخمیس اول وقت الظهر لخمس خلون من شهر ربیع الاول سنة اثنتین وثمانین ومائة ببغداد[2]۔	قاضی ابویوسف کی ولادت ۱۱۳ھ کو اور وفات ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ بروز جمعرات بوقتِ اول ظہر بغداد میں ہوئی۔ت)

اسی میں تاریخِ شہادتِ حضرت حلاج میں لکھا:

"یوم الثلثاء لسبع بقین وقیل لست بقین من ذی القعدة سنة تسع وثلثمائة[3]۔	۲۳یا۲۴ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ بروز منگل(ت)

سلطان اورنگزیب محی الدین عالمگیر انار اللہ تعالٰی برہانہ کی حکایت مشہور ہے کہ کسی مدعیِ ولایت کا شہرہ سن کر اس کے پاس تشریف لے گئے،اس کی عمر طویل بتائی جاتی تھی۔سلطان نے پوچھا۔جناب کی عمر شریف کس قدر ہے؟ کہا مجھے تحقیق تو یاد نہیں مگر جس زمانے مین سکندر ذوالقرنین امیر تیمور سے لڑرہا تھا میں جوان تھا سلطان نے فرمایا:علاوہ کشف و کراماتِ درفن تاریخ ہم کمالے دارند(کشف و کرامات کے علاوہ فنِ تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ت)

دیوبندی صاحبوں نے توترپن چون ہی برس کا بل رکھا تھا،جناب گنگوہی صاحب سوا سو برس سے بھی اونچے اڑ گئے یعنی شملہ بمقدار علم،اس سنت پر قائم ہو کر اگر کوئی دیوبندی یا تھانوی حضرت گنگوہی صاحب کے تذکرہ میں لکھ دیتا کہ عالیجاب گنگوہیت مآب کو ابن ملجم نے غسل دیا اور یزید نے نماز پڑھائی اور شمر نے قبر میں اتارا،تو کیا مستبعد تھا بلکہ وہ اس سے قریب تر ہوتا دو وجہ سے۔

[1] تذکرة الحفاظ ترجمہ ۲۷۳ /۲۶۲ ابویوسف یعقوب بن ابراهیم دارالکتب العلمیه بیروت ۱ /۲۱۴

[2] وفیات الاعیان ترجمہ ۸۲۴ قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراهیم دارالثقافة بیروت ۶ /۳۸۸

[3] وفیات الاعیان ترجمہ ۱۸۹ الحاج حسین بن منصور دارالثقافة بیروت ۲ /۱۴۵

اوّلاً: ممکن کہ اشتراک اسماء ہو، وفاتِ گنگوہی صاحب کے وقت جو لوگ ان کاموں میں ہوں انکے یہ نام ہوں۔

ثانیاً: بابِ تشبیہ واسع ہے جیسے **لکل فرعون موسٰی** (ہر فرعون کے مقابلے میں موسٰی ہوتا ہے۔ت) مگر جناب گنگوہی صاحب کے کلام میں کہ امام ابویوسف شاگردِ امام ابوحنیفہ جو سید العلماء تھے کوئی تاویل بنتی نظر نہیں آتی سوا اس کے اتنا عظیم جہل شدید یا حضرت امام پر اتنا بیباکانہ افترائے بعید **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز المجید**۔

رابعاً: بفرض صحتِ حکایت یہ معبر کی اپنی مقدار علم ہے ممکن کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے عمر ہی بتائی ہو خواہ مجموع خواہ باقی۔ پانچ انگلیوں سے اشارے میں پانچ یا چھ دن یا ہفتے یا مہینے یا برس یا ساٹھ بہتر برس یا تیس سال دس مہینے گیارہ دن یا اکتیس سال چار مہینے چند دن، بارہ احتمال ہیں، کیا دلیل ہے کہ خواب دیکھنے والے کی عمر اگرچہ بفرضِ غلط امام احمد ہی ہوں روزِ خواب سے آخر تک ان میں سے کسی مقدار پر نہ ہوئی امام احمد کی عمر شریف ستتر (۷۷) سال ہوئی، اگر پانچ برس کی عمر میں خواب دیکھا ہو تو سب میں بڑا احتمال بہتر سال ممکن ہے اور باقی زیادہ واضح ہیں، یا اصل دیکھئے تو امام احمد وامام ابن سیرین کا نام تو دیوبندیوں نے بنالیا۔ کیا دلیل کہ واقعی خواب دیکھنے والے کی ساری عمر چار احتمال اخیر سے کسی شمار پر نہ ہوئی خواب دیکھنے والے کی تاریخ اور دیکھنے والے کی تاریخ ولادت وفات یہ سب صحیح طور پر معلوم ہوئیں اور ثابت ہو کہ اس کی مجموع عمر و باقی عمر کوئی ان میں سے کسی احتمال پر ٹھیک نہیں آتی، اس وقت اس کہنے کی گنجائش ہو کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اس سے مقدارِ عمر کی طرف اشارہ نہ فرمایا، اور جب کہ ان میں سے کچھ ثابت نہیں تو ممکن کہ حضور حضور نے عمر ہی بتائی ہو معبر کو اس کے جاننے کی طرف راہ نہ تھی لہذا اپنی سمجھ کے قابل اسے غیوبِ خمسہ کی طرف پھیر دیا، دیوبندیوں کو تو شاید اس اشارے میں یہ بارہ احتمال سمجھنے بھی دشوار ہوں حالانکہ وہ نہایت واضح ہیں اور ان کے سوا اور دقیق احتمام بھی تھے کہ ہم نے ترک کردیئے۔

شبہہ ثانیہ: کے تین رَد گزری امر اول و دوم و سوم سے۔ رابعاً دیوبندیوں کی عبارت کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہو گیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دور ہے جس ناپاک وبیباک طرز پر واقع ہوئی اس کا جواب توان شاء اللہ تعالٰی روزِ قیامت ملے گا مگر ان سفیہوں کو دین کی طرح عقل سے بھی مس نہیں، امر اہم واعظم واجل واعلٰی میں اشتغال بارہا امر سہل سے ذہول کا باعث ہوتا ہے، ایسی جگہ اس کے ثبوت سے ہی اس کا انتفا ہوتا ہے نہ کہ اس کی نفی سے اس کی نفی پر استدلال کیا جائے۔ **ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون** (لیکن وہابی جاہل قوم ہے۔ت)

شبہہ ثالثہ: کے دو رَد گزرے امر اول وسوم سے۔

ثالثاً: یہ حدیث جس طرح دیوبندی نے بتائی صریح افترا ہے، نہ صحیح مسلم میں کہیں اس کا پتا ہے۔

رابعاً: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر اعمالِ اُمت پیش کیے جانے کو غلط و محض افترا کہنا غلط و محض افترا ہے۔ بزار اپنی مسند میں بسندِ صحیح جیدّ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم، ووفاتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم فمارأیت من خیر حمدت اللہ علیہ ومارأیت من شر استغفرت اللہ لکم[1]۔	میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں، اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے جب بھلائی دیکھوں گا حمدِ الٰہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔ (ت)
اللھم صل وسلم وبارك علیہ صلوۃ تکون لك ولہ رضاء ولحقہ العظیم اداء اٰمین۔	اے اللہ ! درود وسلام اور برکت عطافرما آپ پر ایسا درود جو تیری اور ان کا رضا کا ذریعہ ہو اور اس سے انکے عظیم حق کی ادائیگی ہو۔ آمین۔ (ت)

مسند حارث میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون وتحدث لکم فاذا انامت کانت وفاتی خیرالکم تعرض علیّ اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا ذٰلك استغفرت اللہ لکم[2]۔	میری جینا تمہارے لیے بہتر ہی مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں، جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

[1] البحرالزخار المعروف بمسند البزار حدیث ۱۹۲۵ مکتبہ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۵ /۳۰۸و۳۰۹

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر ماقرب الرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم من اجلہ دار صادر بیروت ۲ /۱۰۴

ف: حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ طبقات ابن سعد میں بکر بن عبداللہ مزنی سے منقول ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك علیه قدر رأفته ورحمة بامته ابدا امین۔	اے اللہ! آپ پر ہمیشہ اس قدر درود وسلام اور برکت نازل فرما جس قدر آپ اپنی امت پر مہربان ہیں، آمین (ت)

ابن سعد طبقات اور حارث مسند میں اور قاضی اسمٰعیل بہ سند ثقات بکر بن عبدالبرمزنی سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثونی ونحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیرالکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیر احمدت اللہ وان رأیت شرا استغفرت لکم[1]۔ اللھم صل وسلم وبارك علٰی ھذا الحبیب الذی ارسلته رحمة وبعثته نعمة وعلٰی اله وصحبه عدد کل عمل وکلمة امین۔	میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے، جو نئی بات تم سے واقع ہوتی ہے ہم اس کا تازہ علاج فرماتے ہیں جب میں انتقال کروں گا میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی تمہارے اعمال میرے حضور معروض ہوں گے میں نیکیوں پر شکر اور بدی پر تمہارے لیے استغفار فرماؤں گا۔ اے اللہ تعالٰی! تمام اعمال اور تمام کلمات کی تعداد کے مطابق درود و سلام اور برکت نازل فرما اس حبیب پر جسے تو نے رحمت اور نعمت بنا کر بھیجا ہے، آمین۔ (ت)

امام ترمذی محمد بن علی والدِ عبدالعزیز سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین ویوم الخمیس علی اللہ تعالٰی وتعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامھات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتھم وتزداد وجوھھم بیضا ونزھة فاتقوا	ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے، وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور انکے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے، تواللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنی بداعمالیوں

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن سعد عن بکر بن عبداللہ مرسلاً حدیث ۳۱۹۰۳ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۷، الجامع الصغیر بحوالہ ابن سعد عن بکر حدیث ۳۷۷۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۲۹

اللہ تعالٰی ولا تؤذوا موتا کم [1]۔ اللھم وفقنا لما ترضاہ ویرضاہ نبینّاصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و تزداد وجوہ اٰبائنا وامھاتنا بیاضا واشراقا اٰمین۔	سے ایذا نہ دو۔ اے اللہ ! ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطافرما جن پر تُو اور ہمارا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوش ہوں اور ان سے ہمارے ماں باپ کے چہروں کی نورانیت اور چمک میں اضافہ ہو، آمین۔ (ت)

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اعمال امتی تعرض علیّ فی کلّ یوم جمعۃ، واشتد غضب اللہ علی الزناۃ [2]۔	بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک سعید بن مسیّب بن حزن رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

لیس من یوم الا تعرض فیہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم [3]۔	کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم وآلہ وسلم پر ان کی اُمّت کے اعمال صبح و شام دو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم انہیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

وذٰلك کل یوم کما ذکرہ المؤلف وعدہ من خصوصیاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و تعرض علیہ ایضا مع الانبیاء	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے ذکر فرمایا اور اسے حضور کے خصائص سے گنا اور ہر دو شنبہ و پنجشنبہ کو بھی حضور صلی اللہ تعالٰی

[1] نوادر الاصول الاصل السابع واستون والمائۃ الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۵۸ عمران القصیر دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۱۷۹

[3] کتاب الزھد باب فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات حدیث دار الکتب العلمیہ بیروت الجزء الرابع ص ۴۲

والاباء یوم الاثنین والخمیس[1] قالہ تحت حدیث ابن سعد المذکور ، واللہ تعالٰی اعلم۔	علیہ وآلہ وسلم پر اعمالِ امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔ (یہ بات امام مناوی نے حدیث ابن سعد مذکور کے تحت فرمائی ہے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

اس طرح بارگاہِ حضور میں اعمالِ اُمّت کی پیشی روزانہ ہر صبح وشام کو الگ ہوتی ہے پھر ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو جدا، پھر ہر جمعہ کو ہفتہ بھر کے اعمال کی پیشی جدا۔ بالجملہ دیوبندیوں کا اسے غلط وافترائے محض کہنا محض اسی بنا پر ہے کہ فضائلِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے جلتے ہیں، صحیح حدیثوں کو کیا مانیں جب قرآن عظیم ہی سے بچ کر نکلتے ہیں، اوندھے چلتے ہیں، "فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَ اللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾"[2]۔ (پھر اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔ت)

شبہہ رابعہ: کے دو رَد گزرے امر اول ودوم سے۔

ثالثًا: حدیث ترمذی، جس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر شدید اعتراض جمانا چاہا "وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾"[3]۔ (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) اصول محدثین پر محل کلام اور اصولِ دین پر قطعًا حجیت سے ساقط ہے، ترمذی کے یہاں اس کے لفظ یہ ہیں۔

حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل ثنا سماك بن حرب عن علقمۃ بن وائل الکندی عن ابیہ ان امرأۃ خرجت علی عھد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ترید الصلوۃ فتلقاھا رجل فتجللھا فقضی حاجتہ منھا فصاحت فانطلق ومر علیھا رجل فقالت ان ذٰلك الرجل فعل بی کذا وکذا، ومرت بعصابۃ	علقمہ بن وائل کندی اپنے باپ (وائل) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے عہد اقدس میں ایک عورت نماز پڑھنے کے لیے نکلی تو اسے ایک مرد ملا جس نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے اپنی حاجت پوری کی وہ عورت چیخی تو وہ شخص چلا گیا، ایک اور شخص اس عورت کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے کہا کہ اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ اور وہ خاتون مہاجرین کی

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث حیاتی خیرلکم مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۰۲

[2] القرآن الکریم ۴۵/ ۶

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

من المهاجرین فقالت ان ذالك الرجل فعل بی كذا كذا فانطلقوا فاخذوا الرجل الذی ظنت انه وقع علیها واتوها فقالت نعم هو هذا فاتوا به رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلما امر به لرجم قام صاحبها الذی وقع علیها فقال یارسول الله انا صاحبها فقال لها اذهبی فقد غفر الله لك، وقال للرجل قولًا حسنًا، وقال للرجل الذی وقع علیها ارجموه وقال لقد تاب توبة لوتابها اهل المدینة لقبل منهم، هذا حدیث حسن غریب صحیح، و علقمة بن وائل بن حجر سمع من ابیه وهو اكبر من عبد الجبار بن وائل وعبدالجبار بن وائل لم یسمع من ابیه[1]۔	ایک جماعت کے پاس سے گزری اور کہا اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ وہ لوگ گئے اور اس مرد کو پکڑ لائے جس کے بارے میں اس خاتون نے گمان کیا تھا کہ اس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے، جب وہ اسے خاتون کے پاس لائے تو اس نے کہا ہاں یہ وہی ہے، چنانچہ وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے پھر جب آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہوگیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی کہ یارسول اللہ ! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے، چنانچہ آپ نے اس عورت سے فرمایا: جا اللہ تعالٰی نے تیری مغفرت کردی، اور پہلے مرد سے اچھا کلام فرمایا اور دوسرے مرد جس نے حقیقۃً زنا کیا تھا کہ بارے میں فرمایا کہ اس کو سنگسار کردو پھر فرمایا اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام اہلِ مدینہ یہ توبہ کرتے تو ان سے قبول کرلی جاتی۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سماعت کی ہے اور وہ عبدالجبار بن وائل سے بڑے ہیں عبدالجبار نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سُنا۔ت)

(ا) وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے علقمہ کے سماع میں کلام ہے، امام یحیٰی بن معین ان کی روایت کو منقطع بتاتی ہیں اور اسی پر حافظ نے تقریب میں جزم کیا، میزان میں ہے:

علقمة بن وائل بن حجر صدوق الا ان	علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہے مگر یحیٰی بن معین

[1] جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی المراۃ اذا استکرھت علی الزنا امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۵

يحيى بن معين يقول فيه رواية عن ابيه مرسلة [1]۔	کہتے ہیں کہ اس کی روایت اپنے باپ سے مرسل ہے۔(ت)

تقریب میں ہے:

علقمة بن وائل صدوق الا انه لم يسمع من ابيه [2]۔	علقمہ بن وائل صدوق ہے مگر اپنے باپ سے اس نے کچھ نہ سنا۔(ت)

(۲) پھر سماک بن حرب میں کلام ہے، تقریب میں ہے:

قد تغير باخبره فكان ربما يلقن [3]۔	آخر عمر میں وہ متغیر ہوگئے تھے چنانچہ بسا اوقات انہیں تلقین کی جاتی تھی۔(ت)

امام نسائی نے اس کے باب میں یہ فیصلہ کیا کہ جس حدیث کے تنہا وہی راوی ہوں حجت نہیں۔ میزان میں ہے:

قال النسائى اذا انفرد باصل لم يكن بحجة لانه كان يلقن فيتلقن [4] اھ وقد انقد الحافظ على الترمذى تصحيحاته بل وتحسيناته كما بيناه فى مدارج طبقات الحديث وغيرها من تصانيفنا۔	نسائی نے کہا جس حدیث میں علقمہ منفرد ہو وہ حجت نہیں کیونکہ انہیں بات سمجھائی جاتی تب وہ سمجھتے اور حافظ نے ترمذی پر اس کی تصیحات بلکہ اس کی تحسینات پر تنقید کی، جیسا کہ ہم نے اپنی تصانیف مدارج طبقات الحدیث وغیرہ میں اس کو بیان کیا ہے۔(ت)

اور اس پر ظاہر کہ اس حدیث کا مدار سماک پر ہے۔

(۳) ابوداؤد نے یہ حدیث بعینہٖ اسی سند سے روایت کی اور اسی میں یہ لفظ **لیرجم** (کہ اسے رجم کیا جائے۔(ت)) جو منشاء اعتراض وہابی ہے، اصلاً نہیں، اس کی سند یہ ہے:

حدثنا محمد بن يحيى بن فارس	ہمیں حدیث بیان کی محمد بن یحیٰی بن فارس نے وہ

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۷۶۱ علقمہ بن وائل دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۰۸

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۴۷۰۰ علقمہ بن وائل دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۶۸۷

[3] تقریب التہذیب ترجمہ ۲۶۳۲ علقمہ بن وائل دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۹۴

[4] میزان الاعتدال ترجمہ ۳۵۴۸ سماك بن حرب دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۳۳

نا فریابی نا اسرائیل نا سماك بن حرب عن علقمة بن وائل عن ابیه[1]۔	کہتے ہیں ہمیں فریابی نے وہ کہتے ہیں ہمیں اسرائیل نے وہ کہتے ہیں ہمیں سماک بن حرب نے علقمہ بن وائل سے انہوں نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی۔(ت)

اور محل احتجاج میں لفظ صرف یہ ہیں:

فقالت نعم هو هذا فاتوا به رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فلما امر به قام صاحبها الذی وقع علیها فقال رسول الله انا صاحبها[2]۔	اس عورت نے کہا ہاں یہ وہی ہے چنانچہ وہ لوگ اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔جب آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو وہ شخص کھڑا ہوگیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زناء کیا تھا اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں نے اس کے ساتھ زناء کیا ہے۔(ت)

آخر میں:

قال ابوداؤد رواہ اسباط بن نصر ایضا عن سماك[3]۔	ابوداؤد نے کہا اس کو اسباط بن نصر نے بھی سماک سے روایت کیا ہے۔(ت)

یہاں امر بہ مطلق ہے ممکن کہ تحقیقات کے لیے حکم فرمایا یہ بھی سہی کہ بقدرِ حاجت کچھ سخت گیری کرو قید کرو کہ اگر گناہ کیا ہو اقرار کرے کہ شرعًا متہم کی تعزیر جائز ہے۔جامع ترمذی میں حسن بن معاویہ بن خیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

حدثنا علی بن سعید الکندی ثنا ابن المبارك عن معمر عن بهزین حکیم عن ابیه عن جده ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم حبس	ہمیں حدیث بیان کی علی بن سعید کندی نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن مبارک نے انہوں نے معمر سے انہوں نے بہز بن حکیم سے انہوں نے بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو

[1] سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی صاحب الحد یجیئ فیقر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۵

[2] سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی صاحب الحد یجیئ فیقر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۵

[3] سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی صاحب الحد یجیئ فیقر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۶

رجلا فی تهمة ثم خلی عنه" قال الترمذی وفی الباب عن ابی هریرة حدیث بهز عن ابیه عن جده حدیث حسن، وقد روی اسمعیل بن ابراهیم عن بهز بن حکیم هذا الحدیث اتم من هذا واطول اھ [1] قلت سند الترمذی حسن، علی وبهز وحکیم کلهم صدوق ما اشار الیه من روایة اسمعیل بن ابراهیم فقد رواها ابن ابی عاصم فی کتاب العفو، قال حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة ثناء ابن عُلیة عن بهز عن ابیه عن جده ان اخاه اتی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال جیرانی علی ما اخذوا فاعرض عنه فاعاد قوله فاعرض عنه وساق القصة قال فی اخرها خلواله عن جیرانه [2]۔	کسی تہمت میں محبوس فرمایا پھر چھوڑ دیا۔اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت ہے۔ بہز کی حدیث بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے حسن ہے۔ تحقیق اسمٰعیل بن ابراہیم نے بہز بن حکیم سے اس حدیث کو اتم واطول روایت کیا ہے۔اھ میں کہتا ہوں ترمذی کی سند حسن ہے، علی، بہز اور حکیم تمام صدوق ہیں۔اسمٰعیل بن ابراہیم کی روایت سے جس حدیث کی طرف ترمذی نے اشارہ کیا ہے۔ اس کو ابن ابی عاصم نے کتاب العفو میں روایت کیا، کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن ابی شیبہ نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن علیہ نے انہوں نے بہز سے انہوں نے بہز سے انہوں نے بواسطہ اپنے آپ کے اپنے دادا سے روایت کی کہ اُن کے بھائی نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری پڑوسی کس بنیاد پر پکڑے گئے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا۔انہوں نے بات دہرائی، آپ نے پھر اعراض فرمایا، اور پورا قصہ بیان کیا، اس کے آخر میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس کی خاطر اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔(ت)

(۴) امام بغوی نے مصابیح میں یہ حدیث ذکر کی اور اس میں سرے سے دوسرے شخص کا جس پر غلطی سے تہمت ہوئی تھی قصہ ہی نہ رکھا، مصابیح کے لفظ یہ ہیں:

عن علقمة بن وائل عن ابیه	علقمہ بن وائل اپنے باپ وائل سے راوی ہیں کہ

[1] جامع الترمذی ابواب الدیات باب ماجاء فی الحبس فی التهمة امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۰

[2] حدیث بالمفهوم سنن ابی داؤد کتاب القضاء ۲/ ۱۵۵ ومسند احمد بن حنبل ۵/ ۴

ان امرأۃ خرجت علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ترید الصلوۃ فتلقاھا رجل فتجللھا فقضی حاجتہ منھا فصاحت صحیۃ وانطلق ومرت بعصابۃ من المھاجرین فقالت ان ذلك فعل بی کذاو کذا، فاخذوا الرجل فاتوا بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لھا اذھبی فقد غفر اللہ لك وقال للرجل الذی وقع علیھا ارجموہ و قال لقد تاب توبۃ لوتابھا اھل المدینۃ لقبل منھم۔[1]	ایک عورت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نماز کے ارادہ سے نکلی تو ایک مرد اسے ملاجو اس پر چھا گیا۔اس نے عورت سے اپنی حاجت پوری کرلی۔وہ چیخی تو وہ مرد چلا گیا، مہاجرین کی ایک جماعت وہاں سے گزری تو وہ عورت بولی کہ اس شخص نے مجھ سے ایسا ایسا کیا ہے۔لوگوں سے اس شخص کو پکڑ لیا پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے تو حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے اس عورت سے فرمایا تو جا تجھے اللہ تعالٰی نے بخش دیا ہے۔اس شخص کے بارے میں فرمایا جو اس پر چھا گیا تھا کہ اسے رجم کردو،اور فرمایا یقیناً اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ سارے مدینہ والے کرتے تو ان کی توبہ قبول ہوجاتی۔

یہ بالکل وبے دغدغہ ہے، مشکوۃ میں اسے ذکر کرکے کہارواہ الترمذی وابوداؤد[2] (اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا۔ت)۔

(۵) اس لفظ ترمذی میں اصل علت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت رکھ دے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلاً کوئی شہادت معائنہ گزرے تو چار درکنار ایک گواہ بھی نہ ہو توکیا ایسی صورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم و قتل کا حکم دے دے، حاشا ہر گز نہیں،ایسا حکم قطعاً،یقیناً،اجماعاً قرآن عظیم و شریعتِ مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل و ظلم وخونِ انصاف ہے،اس سے کوئی شخص انکار

[1] مصباح السنۃ کتاب الحدود حدیث ۲۵۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲ /۱۱۲

[2] مشکوۃ المصابیح کتاب الحدود،الفصل الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۳۱۲

نہیں کرسکتا، اور یہاں اسی قدر واقعہ تھا ہمارے ائمہ کے یہاں مقبول ہے مگر انقطاع باطن باجماعِ علماء مردود و باطل و مخذول ہے اگرچہ کیسی ہے سند لطیف و صحیح سے آئے نہ کہ یہ سند کہ بوجوہ محلِ نظر ہے، سماک کے سوا اسرائیل میں بھی اختلاف ہے اگرچہ راجح توثیق ہے۔ امام علی مدینی نے فرمایا: **اسرائیل ضعیف** [1]۔ (اسرائیل ضعیف ہے۔ت) ابن سعد نے کہا: **منھم من یستضعفہ** [2]۔ (اُن میں سے بعض اُسی ضعیف قرار دیتے ہیں۔ت) یعقوب بن شیبہ نے کہا: **صالح الحدیث وفی حدیثہ لین** [3] (صالح الحدیث ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے۔ت) میزان میں ہے: **کان یحیی القطان لایرضاہ** [4]۔ (یحیٰی قطان اُسے پسند نہ کرتے تھے۔ت)

ابن حزم نے کہا: ضعیف، اور ان کی متابعت کہ اسباط بن نصر نے کی، ان کا حال تو بہت گرا ہوا ہے۔ تقریب میں کہا:

صدوق کثیر الخطایغرب اھ [5]۔ اماماحاول بہ التفصی عنہ فی حامش نسخۃ الطبع اذ قال لعل المراد فلما قارب ان یامر بہ وذلك قالہ الراوی نظر الی ظاھرا لا مرحیث انھم احضروہ فی المحکم عند الامام والامام اشتغل بالتفتیش عن حالہ اھ [6]۔ **فاقول:** لایجدی نفعا	صدوق ہے، بہت خطا کرتا ہے نوادرات بیان کرتا ہے۔ اھ (ت) مطبوعہ نسخے کے حاشیے میں مُحشی نے یوں کہہ کر اشکال سے بچنے کا ارادہ کیا ہے کہ شاید مراد اس سے یہ ہو کہ جب آپ رجم کا حکم دینے کے قریب ہوئے اور راوی نے ظاہر امر کو دیکھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ آپ نے رجم کا حکم دیا۔ اس لیے کہ لوگوں نے اُس شخص کو امام کے پاس کچہری میں پیش کیا اور امام اس کے حال کی تفتیش میں مشغول ہوئے۔ اھ (ت) **فاقول:** (تو میں کہتا ہوں) یہ کچھ نفع نہیں

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۹

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۹

[3] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۹

[4] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۹

[5] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۲۱ اسباط بن نصر دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۷۶

[6] جامع الترمذی باب الحدود باب ماجاء فی المراۃ اذا استکرھت علی الزناء (حاشیہ) امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۵

فان الاشتغال بالتفتیش لایفھم قرب الامر بالرجم مالم یکن ھناك شیئ یثبته وماکان ھناك شھود ولااقرار وما کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لیامر بقتل مسلم من دون ثبت فکیف یظھر للناظر قرب الامر بالرجم رجما بالغیب بل نسبة مثل ھذا ا الفھم الرکیك الباطل الذی یترفع عنه احاد الناس الی الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم ثم ادعاء انھم اعتمدوا علیه کل الاعتماد حتی نسبوا الامر بالرجم الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ازراء بالصحابة وھو یرفع الامان عن روایاتھم، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔	دیتا کیونکہ تفتیش میں مشغول ہونے سے رجم کا حکم دینے کے قریب ہونا نہیں سمجھا جاتا جب تک وہاں اس کو ثابت کرنے والی کوئی شے نہ پائی جائے، جب کہ وہاں نہ گواہ ہیں نہ اقرار اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم بغیر ثبوت کے کسی مسلمان کے قتل کا حکم نہیں دیتے تو ناظر پر محض تخمینے سے امرِ رجم کیسے ظاہر ہوگیا، بلکہ ایسے باطل و رکیک فہم جس سے عام لوگ بھی منزہ ہوں کی نسبت صحابہ کرام کی طرف کرنا پھر یہ دعوت کرنا کہ انہوں نے اس پر مکمل اعتماد کرلیا اور امرِ رجم کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیا صحابہ کرام پر جسارت ہے اور یہ ان کی روایت سے امان کو اٹھادے گا۔ بُلندی و عظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت ہے۔ (ت)

رابعًا: یہ سب علم ظاہر کے طور پر تھا اور علم حقیقت لیجئے تو وہابیہ کا عجب اوندھا پن قابل تماشا ہے وہ حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے علوم غیب پر روشن دلیل ہے اس کو کوالٹی دلیل نفی ٹھہراتے ہیں، اللہ عزوجل نے ہمارے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو شریعت و حقیقت دونوں کا حکم بنایا حضور کے احکام شریعتِ ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقتِ باطنہ پر حکم فرماتے مگر اس پر زور نہ دیا جاتا۔ ابن ابی شیبہ وابویعلی وبزار و بیہقی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال ذکروا رجلا عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فذکروا قوته فی الجھاد واجتھادہ فی العبادۃ فاذا ھم بالرجل مقبل فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیه واله وسلم انی لاجد فی وجھه سفعة من الشیطان فلمادنی فسلم فقال له	صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ایک شخص کی تعریف کی کہ جہاد میں ایسی قوت رکھتا ہے اور عبادت میں ایسی کوشش کرتا ہے، اتنے میں وہ سامنے سے گزرا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس کے چہرے پر شیطان کا داغ پاتا ہوں۔ اس نے پاس آکر سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم هل حدثت نفسك بانه لیس فی القوم احد خیرمنک؟ قال نعم، ثم ذهب فاختط مسجدا و وقف یصلی، فقال رسول اللہ ایکم یقوم فیقتله ؟ فقام ابوبکر فانطلق، فوجده یصلی، فرجع، فقال وجدته قائمًا یصلی، نهبت ان اقتله ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وآله وسلم ایکم یقوم فیقتله؟ فقال عمر فصنع کما صنع ابوبکر، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وآله وسلم ایکم یقوم فیقتله؟ فقال علی انا قال انت ان ادرکته فذهب فوجده قد انصرف فرجع، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم هذا اول قرن خرج فی امتی لوقتلته مااختلف اثنان بعده من امتی [1]	علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دل کی بات بتائی کہ کیوں تونے اپنے دل میں کہا کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں۔ کہا ہاں، پھر چلا گیا اور ایک مسجد مقرر کرکے نماز پڑھنے کھڑا ہوا، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کردے؟ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ گئے، دیکھا وہ نماز پڑھتا ہے واپس آئے اور عرض کیا کہ میں نے اسے نماز میں دیکھا مجھے قتل کرتے خوف آیا۔ حضور نے پھر فرمایا تم میں کون ایسا ہے کہ اٹھ کر جائے اور اُسے قتل کردے؟ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ گئے اور نماز پڑھتا دیکھ کر چھوڑ آئے اور وہی عذر کیا۔ حضور نے پھر فرمایا۔ تم میں کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کردے؟ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی میں حضور نے فرمایا: ہاں تم اگر اسے پاؤ۔ یہ گئے وہ جاچکا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری امت سے پہلی سینگ نکلا تھا اگر یہ قتل ہوجاتا تو آئندہ امت میں کچھ اختلاف نہ پڑتا۔

خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی، ارشاد ہوا اسے قتل کردو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: خیر ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اس نے دوبارہ چوری کی اور قطع کیا گیا، سہ بارہ زمانہ صدیقِ اکبر میں پھر چرایا اور قطع کیا گیا۔ چوتھی بار پھر چوری کی اور قطع کیا گیا۔ پانچویں بار پھر چرایا۔

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماروی فی اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل الذی وصف الخ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۲۸۷و۲۸۸، مسند ابویعلٰی عن انس حدیث ۳۶۵۶و۴۱۱۳و۴۱۲۸ مؤسسة علوم القرآن بیروت ۴/ ۸تا۱۰و۱۵۴و۱۵۵و۱۶۲، کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب اہل البغی باب علامتهم وعبادتهم مؤسسة الرساله بیروت ۲/ ۳۶۰

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیری حقیقت خوب جانتے تھے جب کہ اول ہی بار تیرے قتل کا حکم فرمایا تھا تیرا وہی علاج ہے جو حضور کا ارشاد تھا۔ لے جاؤ اسے قتل کردو۔ اب قتل کیا گیا۔

ابویعلٰی اور شاشی اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں، ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں محمد بن حاطب اور حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح ان کے بھائی حارث بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلص فامر بقتلہ فقیل انہ سرق فقال اقطعوہ ثم جیئ بہ بعد ذٰلك الی ابی بکر وقد قطعت قوائمہ فقال ابوبکر ماجدلك شیئا الاماقضی فیك رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم امر بقتلك فانہ کان اعلم بك فامر بقتلہ [1]۔	کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کردو، عرض کی گئی کہ اس نے چوری ہی تو کی ہے، فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹے جاچکے تھے۔ تو آپ نے فرمایا میں اس کے بغیر تیرا علاج نہیں جانتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تیرے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ اس کو قتل کردو وہ تیرا حال خوب جانتے تھے۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ (ت)

صحیح مستدرک کے لفظ حارث بن حاطب سے یہ ہیں:

ان رجلا سرق علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتی بہ فقال اقتلوہ فقالوا انما سرق، قال فاقطعوہ ثم سرق ایضا فقطع	ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چوری کی اُسے آپ کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے فرمایا۔ اس کو قتل کردو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے، فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس

[1] کنز العمال بحوالہ ع والشاشی طب ك ص حدیث ۱۳۸۶۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۵/ ۵۳۸

ثم سرق علی عھد ابی بکر فقطع، ثم سرق فقطع، حتّی قطعت قوائمه، ثم سرق الخامسة فقال ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنه کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اعلم بھٰذا حیث امر بقتله اذھبوا به فاقتلوہ[1]۔	نے پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا۔ زمانہ صدیقی میں پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا۔ یہاں تک کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے پانچویں مرتبہ اس نے پھر چوری کرلی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اس کا حال خوب جانتے تھے جب کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہی اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اس کو لے جاؤ اور قتل کردو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ان دونوں کے قتل کا حکم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے علومِ غیب ہی کی بنا پر فرمایا تھا ورنہ ظاہر شریعت میں وہ مستحقِ قتل نہ تھے۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی سلمہ اللہ تعالٰی خصائص کبرٰی شریف میں فرماتے ہیں:

باب ومن خصائصه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه جمع بین القبلتین والھجرتین وانه جمعت له الشریعة والحقیقة ولم یکن للانبیاء الا احدھما بدلیل قصة موسٰی مع الخضر علیھما الصلوۃ و السلام وقوله انی علی علم من علم اللہ لاینبغی لك ان تعلمه وانت علی علم من علم اللہ تعالٰی لاینبغی لی ان اعلمه	باب اور حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ دو قبلوں اور دو ہجرتوں کے جامع ہیں۔ اور یہ کہ آپ کے لیے شریعت وحقیقت کو جمع کردیا گیا۔ دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں سے کسی میں یہ دونوں وصف جمع نہ ہوئے بلکہ وہ صرف ایک وصف کے ساتھ متصف ہوئے۔ اس کی دلیل سیّدنا موسٰی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ہے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کا وہ قول کہ آپ نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے کہا: میں اللہ تعالٰی کی طرف سے ایسے علم کا حامل

[1] المستدرك للحاکم کتاب الحدود حکایة سارق قتل فی الخامسة دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۲

وقد كنت قلت هذا الكلام اولا استنباطا من هذا الحديث من غير ان اقف عليه فى كلام احد من العلماء ثم رأيت البدر بن الصاحب اشار اليه فى تذكرته ووجدت من شواهده حديث السارق الذى امر بقتله والمصلى الذى امر بقتله وقد تقدم فى باب الاخبار بالمغيبات۔

ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں اور آپ کو منجانب اللہ ایسا علم عطا ہوا جس کو جاننا مجھے مناسب نہیں۔(امام سیوطی فرماتے ہیں) میں پہلے یہ بات حدیث سے استنباط کرکے کہا کرتا تھا بغیر اس کے کہ میں اس بارے میں کسی عالم کے کلام پر مطلع ہوتا۔اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بدر بن الصاحب نے اپنے تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔اور میں نے اس کے شواہد میں وہ حدیث پائی جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک چور کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ حدیث کہ جس میں آپ نے ایک نمازی کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا،دونوں مذکورہ حدیثیں اس سے قبل الاخبار بالمغیبات کے باب میں گزر چکی ہیں۔

زيادة ايضاح لهذا الباب: فقد اشكل فهمه على قوم ولو تأملوا لاتضح لهم المراد بالشريعة الحكم بالظاهر وبالحقيقة الحكم بالباطن وقد نص العلماء على ان غالب الانبياء عليهم الصلوة والسلام انما بعثوا ليحكموا بالظاهر دون ما اطلعوا عليه من بواطن الامور وحقائقها وبعث الخضر عليه السلام ليحكم بما اطلع عليه من بواطن الامور وحقائقها ولكون الانبياء لم يبعثوا بذلك

اس باب کی مزید وضاحت: تحقیق لوگوں کو اس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئی اور اگر وہ غور وفکر کرتے تو مطلب واضح ہو جاتا کہ شریعت سے مراد ظاہری حکم اور حقیقت سے مراد باطنی حکم ہے،بے شک علمائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ اکثر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اس لیے مبعوث ہوئے کہ وہ ظاہر پر حکم کریں نہ کہ امور باطنیہ اور ان کے حقائق پر جن سے وہ مطلع ہوئے۔اور حضرت خضر علیہ السلام کی بعثت اس پر ہے کہ وہ اس پر حکم دیں اور جو امور باطنیہ اور اس کے حقائق سے متعلق ہیں اور جس پر ان کو اطلاع و

انکر موسٰی علیه قتله الغلام وقال له لقد جئت شیئا نکرا لان ذلك خلاف الشرع فاجابه بانه امر بذالك وبعث به فقال وما فعلته عن امری "(ذلك تاویل) و هذا معنی قوله له انّك علی علم الٰی اخره۔	خبر ہے چونکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی اس کے ساتھ بعثت نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے اس بچہ کے قتل پر اعتراض کیا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور ان سے کہا بے شک تم نے بہت بری بات کی اس لیے کہ قتلِ نفس شریعت کے خلاف ہے، لہٰذا اس کا جواب حضرت خضر علیہ السلام نے دیا کہ انہیں اسی کا حکم دیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور کہا کہ یہ قتل میں نے اپنے ارادے سے نہیں کیا ہے اور یہی مطلب ان کے اس کہنے کا ہے جو کہ انہوں نے کہا تھا میں اللہ تعالٰی کی طرف سے ایسے علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں۔الخ۔
قال الشیخ سراج الدین البلقینی فی شرح البخاری المراد بالعلم التنفیذ والمعنی لاینبغی لك ان تعلمه لتعمل به لان العمل به مناف لمقتضی الشرع ولا ینبغی ان اعلمه فاعمل بمقتضاہ لانه مناف لمقتضی الحقیقة قال فعلی هذا لایجوز لولی التابع للنبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم	شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ تعالٰی علیہ نے شرح بخاری میں فرمایا کہ علم سے مراد حکم کا نافذ کرنا ہے اور ان کے اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا علم حاصل کریں تاکہ آپ اس پر حکم نافذ کریں، کیونکہ اس پر عمل کرنا تقاضائے شریعت کے خلاف ہے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں اسے حاصل کروں اور اس کے مقتضاء پر عمل کروں کیونکہ یہ بھی مقتضائے حقیقت کے منافی ہے۔ شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اس قاعدے کے بموجب اس ولی کے لیے جائز نہیں ہے جو نبی کریم صلی اللہ

اذا اطلع حقیقۃ ان ینفذ ذلك بمقتضی الحقیقۃ وانما علیه ان ینفذ الحکم الظاھر انتھی۔	تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تابع ہے کہ جب وہ حقیقت پر مطلع ہو تو وہ بہ مقتضائے حقیقت اس کا نفاذ کرے بے شک اس پر یہی لازم ہے کہ حکمِ ظاہر کو نافذ کرے۔انتہی۔
وقال الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ قال ابو حیان فی تفسیرہ الجمھور علی ان الخضر نبی وکان علمه معرفۃ بواطن اوحیت الیه وعلم موسٰی الحکم بالظاھر فاشار الی ان المراد فی الحدیث بالعلمین الحکم بالباطن والحکم بالظاھر لاامر اٰخر۔	حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الاصابہ میں فرمایا کہ ابو حیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور انکا علم ان امورِ باطنیہ کی معرفت تھی جس کی انہیں وحی کی گئی جب کہ حضرت موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کا علم ظاہر پر حکم لگانا تھا حدیث میں دو علوم جن کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے مراد ظاہر و باطن پر حکم لگانا ہے،اس کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں ہے۔
وقد قال الشیخ تقی الدین السبکی ان الذی بعث به الخضر شریعۃ له فالکل شریعۃ واما نبینا صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فانه امر اولًا ان یحکم بالظاھر دون ما اطلع علیه من الباطن والحقیقۃ کغالب الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام،ولھذا قال نحن نحکم بالظاھر،وفی لفظ انما اقضی بالظاھر	شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ حکم جس کے ساتھ حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام مبعوث ہوئے وہ ان کی شریعت تھی لہٰذا یہ سب شریعت ہے،اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ابتداء میں یہ حکم فرمایا گیا کہ ظاہر پر حکم فرمائیں اور اس باطن و حقیقت پر حکم نہ دیں جس کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہے جس طرح کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کا معمول تھا۔اسی بناء پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم تو ظاہر پر حکم دیتے ہیں"۔

واللہ یتولی السرائر وقال انما اقضی بنحو ما اسمع فمن قضیت لہ بحق اخر فانما ھی قطعۃ من النار وقال للعباس اما ظاھرك فکان علینا واما سریرتك فالی اللہ وکان یقبل عذر المتخلفین عن غزوۃ تبوك ویکل سرائرھم الی اللہ وقال فی تلك المرأۃ لو کنت راجما احدا من غیر بینۃ لرجمتھا وقال ایضا لولا القرآن لکان لی ولھا شان فھذا کلہ صریح فی انہ انما یحکم بظاہر الشرع بالبینۃ اوالاعتراف دون ما اطلعہ اللہ علیہ من بواطن الامور وحقائقھا ثم ان اللہ زادہ شرفا واذن لہ ان یحکم بالباطن وما اطلع	ایک روایت میں اس طرح ہے میں تو ظاہر پر فیصلہ دیتا ہوں باطن حالات کا خدا عزوجل مالک ہے۔ اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں تو اسی پر فیصلہ دیتا ہوں جیسا کہ میں سنتا ہوں، لہٰذا میں نے جس کے لیے دوسرے کے حق کا فیصلہ کردیا ہے تو وہ یہ جان لے کہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ اور یہ کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا جہاں تک تمہارے ظاہر کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ذمہ ہے لیکن جو تمہاری باطنی حالت ہے وہ اللہ عزوجل کے ذمہ ہے اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے رہ جانے والوں کی معذرت قبول فرماتے تھے اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالٰی کے سپرد فرماتے تھے۔ اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کے بارے میں فرمایا۔ اگر میں بغیر دلیل و شہادت کے کسی کو سنگسار کرتا تو ضرور اس عورت کو سنگسار کرتا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر قرآن نہ ہوتا تو یقینا میرے لیے اور اس عورت کے لیے کچھ اور ہی معاملہ ہوتا۔ یہ تمام نظائر اور شواہد اس بات کے مظہر ہیں کہ آپ کو دلیل و شہادت یا اعتراف واقرار کے ساتھ ظاہر شریعت پر فیصلہ دینے کا حکم ہوا نہ کہ اس پر جو باطنی امور پر اللہ عزوجل نے آپ کو مطلع فرمایا

علیه من حقائق الامور فجمع له بین ماکان للانبیاء و ماکان للخضر خصوصیة خصه الله بها ولم یجمع الامر ان لغیره، وقد قال القرطبی فی تفسیره اجمع العلماء عن بکرة ابیهم ان لیس لاحد ان یقتل بعلمه الا النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وشاهد ذٰلك حدیث المصلیّ والسارق الذین امر بقتلهما فانه اطلع علی باطن امرهما وعلم منهما مایوجب القتل۔	اور اس کے حقائق آپ پر واضح فرمائے۔اس کے بعد اللہ عزوجل نے آپ کے شرف کو اور زیادہ فرمایا اور آپ کو اجازت فرمائی کہ آپ باطن پر حکم لگائیں اور جن امور کی حقیقتوں کی آپ کو اطلاع دی گئی ہے اس پر فیصلہ فرمائیں تو اس طرح آپ ان تمام معمولات کے جو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے تھے اور اس خصوصیت کے ساتھ جو حضرت خضر علیہ السلام کے لیے اللہ عزوجل نے خاص فرمائے جامع تھے اور یہ امر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی میں جمع نہیں کیا گیا۔اور امام قرطبی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں فرمایا علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے علم کے ساتھ کسی کے قتل کا حکم دے سوائے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے۔اس کی شاہد اس نمازی اور چور والی حدیث ہے جن کے قتل کرنے کا حکم حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان دونوں کے باطنی حالات پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرمادیا تھا اور ان دونوں کے بارے میں آپ کو علم ہوگیا تھا کہ واجب القتل ہیں۔اگرچہ ان کا قتل کچھ عرصہ بعد واقع ہوا۔)
ولوتفطن الذین لم یفهموا الی استشهادی بهذین الحدیثین فی اخر الباب	(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کاش کہ یہ علماء اعلام اس بات کو سمجھ سکتے جس کو انہوں نے نہیں سمجھا جس کی طرف میں نے آخر باب میں ان

لعرفوا ان المراد الحکم بالظاھر والباطن فقط لاشیئ اخر لایقوله مسلم ولا کافر ولا مجانین المارستان، وقد ذکر بعض السلف ان الخضر الی الاٰن ینفذ الحقیقة وان الذین یموتون فجأةً ھوالذین یقتلھم فان صح ذلك فھو فی ھذہ الامة بطریق النیابة عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فانه صارمن اتباعه کما ان عیسی علیه السلام لما ینزل یحکم بشریعة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نیابة عنه ویصیر من اتباعه وامته[1]۔	دونوں حدیثوں کے ساتھ استشہاد کیا ہے۔اگر وہ یہ بات سمجھ جاتے تو یقیناً جان لیتے کہ مراد فقط ظاہر اور باطن کے ساتھ حکم فرمانا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں،اس کے سوا اور کوئی بات نہ مسلمان کہہ سکتا ہے اور نہ کافر اور نہ مجنون و پاگل بعض اسلاف رحمہم اللہ تعالٰی نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ الصلوۃ و السلام اب تک حقیقت کو نافذ کرتی ہیں،اور وہ لوگ جو اچانک مر جاتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن کو انہوں نے قتل کیا ہوتا ہے۔اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کا یہ عمل اس اُمت میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کیطرف سے بطورِ نیابت ہوگا اور وہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متعبین میں سے ہوں گے جس طرح کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے ساتھ آپ کی نیابت میں حکم دیں گے وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے متبعین اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے ہوں گے۔اھ (ت)

اس کلامِ نفیس سے ثابت کہ عامہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع پر عمل کا اذن ہوتا ہے،اور سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے علم مغیبات پر عمل کا حکم ہے،ولہذا انہوں نے ناسمجھ بچہ کو بے کسی جرم ظاہر کے قتل کردیا اور یہ کہ اب جو ناگہانی موت سے مر جاتے ہیں انہیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں،اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر شرع

[1] الخصائص الکبرٰی باب ومن خصائصہ انہ جمع بین القبلتین الخ مرکز اہلسنت برکار رضا گجرات ہند ۲/ ۱۹۲،۱۹۱

اور اپنے علومِ غیب دونوں پر عمل و حکم کا رب عزوجل نے اختیار دیا ہے۔ اور امام قرطبی نے اجماعِ علماء نقل فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بناء پر قتل کا حکم فرمادیں اگرچہ گواہ شاید کچھ نہ ہو، اور حضور کے سوادوسرے کو یہ اختیار نہیں، تو اگر اس نماز والے یا اس چور یا اس شخص کو جس پر عورت نے دھوکے سے تہمت رکھی تھی قتل کا حکم فرمائیں تو یقیناً وہ حضور کے علومِ غیب ہی پر مبنی ہے نہ کہ ان کا نافی۔ کیوں وہابیو! اب تو اپنی اوندھی مَت پر مطلع ہوئے۔
فانی تؤفکون (تو کہاں اوندھے جاتے ہو۔ت)

مسلمانو! وہابیہ کے مطلب پر بھی غور کیا، حکم کے دو ہی منبے ہوئے، یا ظاہر شرع یا باطنی علومِ غیب، ظاہر ہے کہ یہاں ظاہر کی رُو سے تو اصلاً حکم رجم کی گنجائش نہ تھی، نہ ملزم کا اقرار نہ اصلاً کوئی گناہ، صرف مدعی کا غلط دعوی سن کر قتل کا حکم فرمادیں۔ نبی کی شان تو ارفع و اعلٰی ہے۔ آج کل کا کوئی عالم نہ عالم کوئی جاہل حاکم ہی ایسا کر بیٹھے تو ہر عاقل اسے یا سخت جاہل یا پکا ظالم کہے تو حدیث صحیح مان کر راہ نہ تھی مگر اسی طرف کہ حضور نے بربنائے تہمت ہر گز یہ حکم نہ دیا بلکہ بزعمِ خود اسی کے ابطال کو یہ حدیث لائے ہیں، تو اب سمجھ لیجئے کہ ان کا مطلب کیا ہوا اور انہوں نے تمہارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر کیسا بھاری الزام قائم کیا۔ کیوں نہ ہو عداوت کا یہی مقتضٰی ہے۔

"قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ "[1] "وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ "[2] "رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ "[3] وصلی اللہ تعالٰی علیہ سیدنا و مولانا	بیر ان کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سُنادیں اگر تمہیں عقل ہو۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اے میرے رب تیری پناہ شیطانوں کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ اور اللہ درود نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[3] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۷و۹۸

محمد واٰله وصحبه اجمعين و اٰخر دعوٰنا ان الحمدلله رب العٰلمين، والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم	محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور ہماری دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا، اور اللہ سبحٰنہ و تعالٰی خوب جانتا ہے، اور اس کا علم اتم و احکم ہے۔ (ت)

رسالہ ازاحة العيب بسيف الغيب ختم ہوا۔

مسئلہ ۱۵۰: از موضع پارہ پرگنہ مورانواں ضلع اناؤ مسئولہ محمد عبدالرؤف صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقیدہ ہے کہ قیام کرنا بوقتِ ذکر ولادت شریف بدعت سیئہ ہے کیونکہ اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے مطلق پایا نہیں جاتا اور نہ وہ بات جو بعد قرونِ ثلٰثہ قائم کی گئی قابل ماننے کے ہے۔ اور کہتا ہے کہ کیا اُسی وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیدائش ہوتی ہے جو یہ تعظیمی قیام کیا جاتا ہے، یا یہ کہ اُسی وقت آپ کی تشریف آوری ہوتی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو کس مقام مجلس میں آپ متجلی ہوتے ہیں، اگر حضارِ محفل میں آپ رونق افروز ہوتے ہیں، تو یہ اور بے ادبی ہے کہ میلاد خوان منبر پر اور آپ فرشِ زمین پر، اور اگر آپ منبر پر جلوہ فگن ہوتے ہیں تو یہ بھی بے ادبی ہوئی کہ برابری کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے، لہٰذا بہر نوع قیام بدعت سیئہ ہے، اس کے برعکس عمرو محفل میلاد شریف اور قیام تعظیمی و تقسیم شیرینی وغیرہ کو اپنا فرض منصبی اور نہایت درجہ مستحسن اور وسیلہ نجات اور ذریعہ فلاحت دینی و دنیوی سمجھتا ہے، فقط۔

الجواب:

قیام وقت ذکرِ ولادت سید الانام علیہ وعلٰی ذویہ افضل الصلوۃ والسلام بلاشبہ مستحب و مستحسن علمائے اعلام وعادت محبین کرام وغیظ وہابیہ لئام ہے ہم نے اپنے رسالہ اقامة القيامة علٰی طاعن القيام لنبی تهامة صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہا میں اسے متعدد آیات قرآن مجید سے ثابت کیا، مگر وہابیہ کو کیا سوجھے۔ "لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا"[1]۔ (وہ آنکھیں رکھتے ہیں

[1] القرآن ۷/ ۱۷۹

جن سے دیکھتے نہیں۔ت) خصوصًا قرآن عظیم تک ان کی فہم کیا پہنچے، قال اللہ تعالٰی:

"وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ"[1]۔	ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیئے کہ اسے نہ سمجھیں۔(ت)

ہم جو آیاتِ تلاوت کریں اُن کا کان کیونکر سنے "وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا"[2]۔(اور ان کے کانوں میں گرانی۔ت) راہِ حق کی دعوت انہیں کیا نفع دے۔

"وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا"[3]۔	اور اگر انہیں تم ہدایت کی طرف بلاؤتو جب بھی ہر گز کبھی راہ نہ پائیں گے۔(ت)

قرونِ ثلٰثہ کی بحث میں وہابیہ کو ہزاروں بار ان کے گھر پہنچا دیا گیا جس کا روشن بیان اصول الرشاد تصنیف لطیف امام العلماء حضرت سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد میں ہے۔مدرسہ دیوبند بایں قوانین مخترِعہ تو قرون اثناء عشر کے بعد قائم ہوا پہلے اس کی بنا ڈھائیں اینٹ سے اینٹ بجائیں، یا یہ مسئلہ صرف انہیں چیزوں کے حرام کرنے کو ہے جن میں تعظیم و محبتِ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم والیاء کرام علیہم الرضوان الاتم ہے یہ قیام ذکر تشریف آوری کی تعظیم ہے دل میں عظمت ہو تو جانیں کہ تعظیم ذکر شریف مانند تعظیمِ ذات اقدس ہے۔کما بینہ الامام القاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی فی کتاب الشفاء والامام احمد القسطلانی فی المواھب الشریفۃ جیسا کہ امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الشفاء میں اور امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں اسے بیان کیا۔ت) دل کے اندھے اُسے بھلا کر خود ذات کریم کی تشریف آوری ڈھونڈتے ہیں اور بے ادبی گستاخ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ کیا اُسی وقت حضور کی پیدائش ہوتی ہے ہم مدعی نہیں کہ ہر مجلس مبارک میں تشریف آوری ضرور ہے۔ہاں ہوتی ہے،اکابر اولیاء نے بارہا مشاہدہ کی ہے جیسا بہجتہ الاسرار امام اوحد ابوالحسن لخمی شطنوفی و تنویر الحوالک امام جلال الدین سیوطی و تصانیف شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہا میں مذکور ہے اور اس پر بے ہودہ تشقیق کہ فرش پر تشریف رکھتے ہیں یا منبر پر جہل سحیق ہے،ایسا جاہلانہ سوال اُن تمام تشریف آوریوں پر ہوگا جن کا ذکر ائمہ و

---

[1] القرآن ۶/ ۲۵

[2] القرآن ۶/ ۲۵

[3] القرآن ۱۸/ ۵۷

اکابر نے فرمایا اور خود ظاہری حیاتِ اقدس میں تشریف آوری اور تشریف فرمائی کس طرح ہوتی تھی، اور صحیح بخاری شریف کی اُس حدیث کو تو بالکل چھیل کر پھینک دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم مسجد کریم میں حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے منبر بچھاتے اور وہ اس پر قیام کرکے نعتِ اقدس سُناتے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہاں تشریف رکھتے تھے، فرش پر حسان سے نیچے یا منبر پر حسان کے برابر؟ جو وہاں جواب دے ویسا بلکہ اس سے اعلٰی یہاں موجود ہے کہ جلوہ فرمائی چشمِ ظاہر سے غیر مشہود ہے اور نور کی جلوہ افروزی فرش وغیرہ سے جدا متعالی از معہود ہے۔ علامہ علی قاری شرح شریف میں فرماتے ہیں:

ان روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام [1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک تمام مسلمانوں کے گھروں میں تشریف فرما ہے،

یہ تشریف فرمائی زمین پر ہے کہ چھت والے اونچے ہوں یا چھت پر کہ دو منزلہ والے بُلند، اور جن کے چھت نہیں ایک نیچا چھپّر ہے اور اس کے گرد مکان اس گھر میں تشریف فرمائی کس طرح ہے، بلکہ رب عزوجل فرماتا ہے:

"وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ﴿۱۶﴾" [2]۔	ہم آدمی سے اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اب ایک شخص لیٹا، دوسرا بیٹھا، تیسرا کھڑا، چوتھا سامنے کی چھت پر چڑھا ہے، رب عزوجل کہ اس لیٹے کی شہ رگ سے قریب ہے کیا یہ تینوں اُس سے اونچے ہیں، کیسی سخت بے ادبی وگستاخی ہے، یونہی حدیث قدسی میں ہے، رب عزوجل فرماتا ہے:

انا جلیس من ذکرنی [3]۔	میں اپنے یاد کرنے والے کا ہمنشین ہوں۔

یاد وہ بھی کررہے ہیں جو فرش پر ہیں اور وہ بھی جو منبر پر، تو کیا ان سب کے برابر ہوا اور منبر والے سے نیچا؟

ولٰکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم	لیکن وہابی بے عقل قوم ہے، اللہ تعالٰی کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی

---

[1] شرح الشفاء لمنلا علی القاری علی ھامش نسیم الریاض فصل فی المواطن التی یستحب فیھا الصلٰوۃ الخ ۳/ ۴۶۴

[2] القرآن ۵۰/ ۱۶

[3] کشف الخفا حدیث ۶۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۸۳

وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علٰی سیدنا و مولانا وذویہ اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم، وانما زدنا الوجھین الآخرین لابانۃ جھلہ فی قیاس الشاھد علی الغائب فاعلم وربك اعلم۔	نیکی کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ ہمارے سردار و مالک اور ان کے تمام اصحاب پر اللہ تعالٰی درود و سلام بھیجے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ آخری دونوں وجہیں ہم نے صرف اس لیے زیادہ کردی ہیں تاکہ شاہد کو غائب پر قیاس کرنے کے سلسلہ میں اس کی جہالت ظاہر ہوجائے، تو جان لے اور تیرا پروردگار خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۱: از شہر محلّہ بانخانہ مسئولہ محمد بخش صاحب ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص میلاد شریف بھی کراتا ہے اور تمام اولیاء اللہ کی نیاز نذر بھی کرتا ہے اور سب کو مانتا ہے، اور وہ شخص یہ بات کہتا ہے کہ تمام کام کرو لیکن وہ شخص ان باتوں کو منع کرتا ہے کہ مزار شریف پر جاکر مرادیں مت مانگو بلکہ اللہ سے مراد مانگو اور مزار پر جاکر نیاز نذر سب کچھ کرو۔ اور کہتا ہے کہ مرادیں اس طریقہ پر مت مانگو کہ فلاں فلاں میری حاجت رفع ہو۔ مزار پر جاکر مت مانگو، مزار پر جاکر فاتحہ پڑھو، ثواب پہنچاؤ، زیارت کرو کہ کیسے کیسے بزرگ آدمی گزرے ہیں، کچھ کرو لیکن مراد مت مانگو خدا سے عرض کرو۔

الجواب:

اگر وہ شخص اور کوئی بات وہابیت کی نہیں رکھتا اور وہابیوں اور دیوبندیوں کو کافر جانتا ہے تو اتنا کہنے سے وہابی نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲تا۱۵۶: از قصبہ نظام آباد ضلع اعظم گڈھ مسئولہ سیّد علی اصغر ۹ شعبان چہار شنبہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) حنفی کس کو کہتے ہیں، پوری پوری تعریف کیا ہے؟

(۲) زید ایک فارغ التحصیل علومِ عربیہ کا ہے اور اپنے کو حنفی مذہب کا مقلد کہتا ہے، آمین بالجہر، رفع یدین، قراءت فاتحہ خلف الامام کا قائل نہیں، تراویح بیس ۲۰ رکعت پڑھتا ہے اور وتر تین رکعت، کتب فقہیہ پر عمل کرتا ہے۔ مسلمانوں کو زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں زید کو حنفی کہیں گے یا نہیں؟

(۳) محفلِ میلاد شریف میں قیام کرنا کیسا ہے؟

(۴) زید محفل میلاد شریف میں شریک ہوتا ہے اور قیام کو مستحب کہتا ہے اور خود کرتا ہے اس کو حنفی کہیں گے یا وہابی؟

(۵) وہابی یا غیر مقلد کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کی پہچان کیا ہے **بیّنُوا تُوجروا** (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤگے۔ت)

الجواب:

(۱) علماء کی اصطلاح میں حنفی وہ کہ فروع میں مذہب حنفی کا پیرو ہو، پھر اگر اصول میں بھی حق کا متبع ہے تو سُنی حنفی ہے ورنہ گمراہ جیسے معتزلہ، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) ان باتوں سے اگر ثابت ہوا تو اتنا کہ زید فروعًا حنفی ہے اور اس قدر سے اس کے پیچھے صحتِ نماز لازم نہیں، پہلے تو معتزلہ تھے اب قطعی مرتد فرقے ایسے ہیں کہ اپنے آپ کو حنفی کہتے اور فروع میں فقہ حنفی پر چلنے کا دعوی رکھتے ہیں اُن کی حنفیت انہیں کیا مفید ہو سکتی ہے، امامت کے لیے سُنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءۃ جامع شرائط صحت وحلت ہونا چاہیے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) مستحسنِ علمائے کرام ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۴) مجلس میلاد و مبارک و قیام چاروں مذہب کے علماء و عام اہل اسلام کرتے ہیں یہ کچھ حنفیّہ سے خاص نہیں اور بعض وہابیہ بھی براہِ تقیہ ان کے عامل ہوتے ہیں جیسا کہ بارہا کا مشاہدہ ہے تقویۃ الایمان کو گمراہی وضلالت اور دیوبندیت کو کفر وردت صراحۃً بلاغرض بکشادہ پیشانی مانے تو اسے وہابی نہ کہا جائے گا اور قلب کا علم عالم الغیب کو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۵) اسمٰعیل دہلوی و تقویۃ الایمان کو ماننے والا یا اس کے مطابق عقائد رکھنے والا اگرچہ زبان سے اس کا ماننا نہ کہے وہابی ہے، اور یہ ہی اس کی پہچان کو بس ہے، پھر اگر فقہ پر چلنے کا ادعا کرے تو مقلد وہابی ہے، اور اگر اس کے ساتھ فقہ کو بھی نہ مانے تو غیر مقلد وہابی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۷: از شفاخانہ فرید پور ڈاک خانہ خاص اسٹیشن پتنبر پور ضلع بریلی مسئولہ عظیم اللہ کمپونڈر ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

اولیاء کرام بعد وفات کے حیات رہتے ہیں یا نہیں جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم حیاۃ النبی ہیں، اور اولیاء کرام کے مزار پر جان کر ان کے توسط سے التجاء کرنا اور ان سے دعا کرانا جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔** (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤگے۔ت)

الجواب:

اولیائے کرام بعد وفات زندہ ہیں مگر نہ مثل حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انبیاء کی حیات روحانی جسمانی دنیاوی ہے بعینہٖ اُسی طرح جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جس طرح دنیا میں تھے اور اولیاء کی حیات اُن سے کم اور شہداء سے زائد، جن کے لیے قرآن عظیم میں دو جگہ ارشاد ہوا کہ ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں۔ یہ حیات حیاتِ روحانی و جسمانی برزخ ہے۔ حیاتِ روح سب کو حاصل ہے کہ رُوح بعد موت فنا نہیں ہوتی، اس کا مفصل بیان ہماری کتاب حیاۃ الموات میں ہے۔

اولیائے کرام سے توسل اور اُن سے طلبِ دُعا بلاشبہ محمود ہے اور علماء و صلحاء میں معمول و معہود **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۱۵۸: از بنگالہ ڈاکخانہ تالشہر موضع ایضًا مسئولہ عبدالصمد ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں، علمائے دین کہ حشر کے دن سب مسلمان قبر سے کفن لے کر اٹھیں گے یا برہنہ؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب:

کفن میں اُٹھیں گے پھر وہ کفن طول مدت کی وجہ سے گل کر گر جائیں گے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۵۹و۱۶۰: از ناگل لکڑی ضلع گوڑگانوہ پوسٹ ڈھینا ریاست مسئولہ حافظ غلام کبریا ۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) اولیاء اللہ کو دُور سے مشکل کے واسطے پکارنا کیسا ہے؟ اولیاء اللہ دور سے بعض وقت سُنتی ہیں یا سب وقت سُنتے ہیں؟

(۲) اگر کوئی یارسول اللہ پکارے اور یہ اعتقاد رکھے کہ آپ بذاتِ خود سنتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد کہتے ہیں کہ یہ اعتقاد ٹھیک نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں:

روح راقرب وبُعد مکانی یکسانی ست [1]۔	روح کے مکانی قُرب وبُعد برابر ہیں (ت)

1

تو وہ سب وقت سن سکتے ہیں مگر ملاء اعلیٰ کی طرف توجہ اور اس میں استغراق اکثر کو ہر وقت سننے سے مانع ہو سکتا ہے مگر اکابر جن کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں لکھا۔

استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود راازانہامی طلبند ومی یابند[1]۔	کامل وسعت مدارک کی وجہ سے ان کا استغراق اس طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا اور غرض مند محتاج لوگ اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں۔(ت)

یہ ہر وقت سنتے اور حاجت روائی فرماتے ہیں کہ باذنہ تعالیٰ اسم قاضی الحاجات کے مظہر ہیں۔

(۲) بذاتِ خود کے اگر یہ معنی کہ بے عطائے الٰہی خود اپنی ذاتی قدرت سے سُنتے ہیں تو یہ بے شک باطل بلکہ کفر ہے اور یہ ہر گز کسی مسلمان کا خیال بھی نہیں۔ اور اگر بذاتِ خود کے یہ معنی کہ بعطائے الٰہی حضور کی قوتِ سامعہ تمام شرق وغرب کو محیط ہے سب کی عرضیں آوازیں خود سنتے ہیں اگرچہ آداب دربار شاہی ہر ذرہ اُن کے پیشِ نظر ہے اور ارض وسما کی ہر آواز ان کے گوش مبارک میں ہے۔ شاہ ولی اللہ کی فیوض الحرمین میں ہے:

لایشغلہ شأن عن شان[2]۔ وھو تعالٰی اعلم	اس کی ایک حالت اس کو دوسری حالت سے غافل نہیں کرتی۔(ت)

مسئلہ ۱۶۱: از دہلی بازار چتلی قبر چھتا موم گراں مسئولہ محمد صاحب داد خاں ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قادیانی کہتے ہیں حضرت عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام زندہ آسمان پر نہیں گئے بلکہ اپنی موت مرے، زندہ آسمان پر جانا نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث شریف سے، کیونکہ اس میں حضرت رسولِ مقبول محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ پاک گھٹتی ہے کہ حضور دونوں عالم سے افضل واعلیٰ ہو کر وفات پائیں اور زمین کے نیچے رہیں اور حضرت عیسٰی

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورۃ الانشقاق مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[2] فیوض الحرمین مشہد آخر المعنی دقائق اور ان کے اثرات کے بیان میں محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی ص ۲۷۱

آسمان پر چلے جائیں یہ ممکن نہیں، اس خرافات کا کیا جواب ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

قادیانی مکاروں کا فریب ہے کہ مرزا کے صریح کفر اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام خصوصًا سیدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کو جو اس نے سڑی سڑی گالیاں دی ہیں چھپاتے اور مسئلہ حیات و موتِ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام میں بحث کرتے ہیں جس کے ماننے نہ ماننے پر کچھ اسلام وکفر کا مدار نہیں۔

جمہور ائمہ کرام کا مذہب یہی ہے کہ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے ابھی انتقال نہ فرمایا، قریب قیامت نزول فرمائیں گے، دجال کو قتل کریں گے، برسوں رہ کر انتقال فرمائیں گے، روضہ پاک حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں ایک مزار کی جگہ خالی ہے وہاں دفن ہوں گے۔ اُس کا وہ جاہلانہ احمقانہ خیال تو یہیں سے دفع ہوگیا۔ او فقط آسمان پر ہونا اگر موجبِ فضل ہو تو فرشتوں کو تو آسمان پر مانے گا۔ قال تعالٰی "وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ"[1] آسمانوں میں بہتیرے فرشتے ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو دونوں عالم سے افضل کہہ رہا ہے کیا ملائکہ سے افضل نہ مانے گا یا حضور کے وفات پاکر زمین پر رہنے اور ملائکہ کے آسمان پر ہونے سے معاذ اللہ شانِ اقدس کا گھٹ ناجانے گا، اور فرشتے بھی نہ سہی چاند سورج ستارے تو آسمان پر سے افضل ہے خصوصًا محلِ تربت اقدس کہ عرشِ اعظم سے بھی اعلٰی وافضل ہے اندھوں نے جہت میں اوپر نیچے دیکھ لیا اور یہ نہ جانا کہ دل تمام اعضاء کا سلطان اور سب سے افضل ہے اگرچہ بہت اعضاء اس سے اوپر ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میلاد شریف کب سے نکلا اور کس نے نکالا؟ اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے میں تھا یا نہیں؟ اپنے امام صاحب نے اس کو کیا ہے یا نہیں؟ صحابہ کے زمانے میں تھا یا نہیں؟ کسی نے محفل کی تھی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

بیان میلادِ شریف قرآن مجید نے نکالا اور اس نے متعدد آیتوں میں اس کا حکم دیا، کارڈ

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۶

میں آیتیں نہیں لکھی جاسکتیں غرض مقصود سے ہے، نام نیا ہونے سے شَی نئی نہیں ہوسکتی، جو اس سے مقصود ہے وہ خود حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام نے کیا۔ صحیح بخاری[1] شریف میں ہے خود حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام مسجد مدینہ طیبہ میں حضرت حسان بن ثابت انصاری علیہ الرضوان کے لیے منبر بچھاتے اور وہ اس پر قیام کرکے نعتِ اقدس سُناتے، حضور اور صحابہ کرام سُنتے، **وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۳: از ضلع ہوشنگ آباد مقام وڈاکخانہ واسٹیشن ۱۵ر موسارے مسئولہ دولت الدین ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض عالم و مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ کا وظیفہ کرنا ناجائز ہے، مہربانی فرماکر خلاصہ مسئلہ تحریر فرمائیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

یہ مبارک وظیفہ بے شک جائز ہے۔ فتاوٰی خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحبِ درمختار میں ہے:

اما قولھم یاشیخ عبد القادر فنداء فما الموجب لحرمته[2]۔	ان کا یا شیخ عبدالقادر کہنا نداء ہے تو اس کی حرمت کا موجب کیا ہے۔(ت)

یہاں اس کو ناجائز کہنے والے وہابی ہیں اور وہابیہ بے دین ہیں ان کی بات سننی جائز نہیں۔ **وھو تعالٰی اعلم۔**

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان من الشعر حکمۃ امین کمپنی دہلی ۲ /۱۰۷ و احیاء العلوم بحوالہ الصحیحین کتاب آداب السماع والوجد مطبعۃ مشھد الحسینی قاہرہ ۲ /۲۷۴

[2] الفتاوٰی الخیریۃ کتاب الکراھیۃ والاحسان دار المعرفۃ بیروت ۲ /۱۸۲

رسالہ
انوارالانتباہ فی حل نداء یارسول اللّٰہ
(یارسول اللہ کہنے کے جواز کے بارے میں نورانی تنبیہیں)

مسئلہ ۱۶۴: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید موحّد مسلمان جو خدا کو خدااور رسول کو رسول جانتا ہے۔ نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بکلمہ یا ندا کرتا اور الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ یا اسئلک الشفاعۃ یارسول اللہ کہا کرتا ہے، یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسے اس کلمہ کی وجہ سے کافر ومشرک کہیں ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان فرمائیے روزِ حساب اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ وکفٰی والصلوۃ والسلام علٰی حبیبہ المصطفٰی واٰلہ واصحابہ اُولی الصدق والصّفا۔

کلماتِ مذکورہ بے شک جائز ہیں جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا مگر سفیہ جاہل یا ضال مضل، جسے اس مسئلہ کے متعلق قدرے تفصیل دیکھنی ہو شفاء السقام امام علام بقیۃ المجتہدین الکرام تقی الملۃ والدین علامہ زرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و مرقاۃ شرح مشکوۃ علامہ علی قاری و لمعات و اشعۃ اللمعات شروح مشکوۃ و جذب القلوب الٰی دیار المحبوب و مدارج النبوۃ تصانیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی و افضل القری شرح اُمّ القری امام ابن حجر مکی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام وصلائے عظام علیہم رحمۃ اللہ العلام کی طرف رجوع لائے یا فقیر کا رسالہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال مطالعہ کرے۔

یہاں فقیر بعدرِ ضرورت چند کلمات اجمالی لکھتا ہے، حدیث صحیح مذیل بطراز گرانہائے تصحیح جسے امام نسائی و امام ترمذی و ابن ماجہ وحاکم و بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابوالقاسم طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے بر شرطِ بخاری و مسلم جس میں حضورِ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دُعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے:

اللھم انی اسئلك واتوجّه الیك بنبیك محمدٍ نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الٰی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضٰی لی اللھم فشفعه فیّ[1]۔	اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں، یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہو کہ میری حاجت روا ہو۔الٰہی ان کے شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

[1] جامع ترمذی ابواب الدعوات باب فی انتظار الفرج وغیر ذلك امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۷، سنن ابن ماجه باب ماجاء فی صلوۃ الحاجة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰، المستدرك للحاکم کتاب الدعا مکتبہ اسلامیہ بیروت ۱/ ۵۱۹ وصحیح ابن خزیمة باب صلوۃ الترغیب ۲/ ۲۲۶

امام طبرانی کی معجم میں یوں ہے:

انّ رجلًا کان یختلف الٰی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنه فی حاجة له وکان عثمان لایلتفت الیه ولا ینظر فی حاجته فلقی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنه فشکٰی ذلك الیه فقال له عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنه ائتِ المیضاء ةفتوضّأ ثم ائت المسجد فصلّ فیه رکعتین ثم قل اللّٰھمّ انّی اسئلك و اتوجّھالیك بنبینا نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربّی فیقضی حاجتی، وتذکر حاجتك ورُح الیّ حتّی ارُوح معك فانطلق الرجل فصنع ماقال له ثم اتٰی باب عثمان رضی اللہ تعالٰی عنه فجاء البوّابُ حتّٰی اخذہ بیدہ فادخله علٰی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنه فاجلسه معه، علی الطّنفسة وقال حاجتك؟ فذکر حاجته فقضاھا له ثمّ قال ماذکرت حاجتك حتی کانت ھذہ الساعة وقال ماکان لك من حاجةٍ فاتنا، ثم انّ الرجل خرج من عندہ فلقی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنه فقال له، جزاك اللہ خیرا ماکان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الیّ حتّٰی	یعنی ایک حاجتمند اپنی حاجت کے لیے امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں آتا جاتا، امیر المومنین نہ اس کی طرف التفات فرماتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس امر کی شکایت کی، انہوں نے فرمایا وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر دعا مانگ "الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے۔" اور اپنی حاجت ذکر کر، پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں۔ حاجتمند نے (کہ وہ بھی صحابی یا لاقل کبار تابعین میں سے تھے۔) یوں ہی کیا، پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوئے، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا، امیر المومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھالیا، مطلب پوچھا، عرض کیا، فورًا روا فرمایا، اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت اپنا مطلب بیان کیا، پھر فرمایا: جو حاجت تمہیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف سے ملے اور کہا اللہ تعالٰی تمہیں جزائے خیر دے امیر المومنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ

کلّمته فی فقال عثمٰن بن حنیف رضی الله تعالٰی عنه والله ماکلّمته، ولٰکن شهدت رسول الله لی الله تعالٰی علیه وسلم واتاه رجل ضریر فشکا الیه ذهاب بصره فقال له النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ائت المیضأة فتوضّأ ثمّ صل رکعتین ثم ادع بهٰذه الدعوات فقال عثمان بن حنیف رضی الله تعالٰی عنه فوالله ماتفرقنا وطال بنا الحدیث حتّٰی دخل علینا الرجل کانه لم یکن به ضرّ قط[1]۔	آپ نے ان سے میری سفارش کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے تو تمہارے معاملے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یونہی اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے پھر یہ دعا کرے۔ خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی وہ اندھا نہ تھا۔

امام طبرانی پھر امام منذری فرماتے ہیں والحدیث صحیح[2]۔ (یہ حدیث صحیح ہے)۔ امام بخاری کتاب الادب المفرد عـــہ میں اور امام ابن السنی وامام ابن بشکوال روایت کرتے ہیں:

انّ ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما خدرت رجله فقیل له، اذکر احب الناس الیك فصاح یا محمداه فانتشرت[3]۔	یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا پاؤں سوگیا، کسی نے کہا انہیں یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت نے بآواز بُلند کہا۔ یا محمداہ! فوراً پاؤں کھل گیا۔

عـــہ: ولفظ البخاری فی الادب المفرد خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذکر احب الناس الیك فقال یا محمد[4] اھ ۱۲ منہ۔

---

[1] الترغیب والترهیب بحواله الطبرانی الترغیب فی صلوۃ الحاجة حدیث ۱ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۷۴ تا ۴۷۶، مجمع الزوائد بحواله الطبرانی باب صلوۃ الحاجة دار الکتاب بیروت ۲/ ۲۷۹

[2] الترغیب والترهیب بحواله الطبرانی الترغیب فی صلوۃ الحاجة حدیث ۱ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۷۴ تا ۴۷۶، مجمع الزوائد بحواله الطبرانی باب صلوۃ الحاجة دار الکتاب بیروت ۲/ ۲۷۹

[3] عمل الیوم واللیلة حدیث ۱۶۸ دائرۃ المعارف النعمانیہ ص ۴۷

[4] الادب المفرد حدیث ۹۶۴ مکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ص ۲۵۰

امام نووی شارح صحیح مسلم رحمۃاللہ تعالٰی نے کتاب الزکار میں اس کی مثل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نقل فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہماکے پاس کسی آدمی کا پاؤں سوگیا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہمانے فرمایا: تواس شخص کو یاد کرجو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہے، تواس نے یامحمداہ کہا، اچھا ہوگیا[1]۔ اور یہ امر ان دو صحابیوں کے سوااوروں سے بھی مروی ہوا۔ اہلِ مدینہ میں قدیم سے اس یامحمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔ علامہ شہاب خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔

هذا مما تعاهده اهل المدينة[2]۔	یہ اہلِ مدینہ کے معمولات میں سے ہے۔(ت)

حضرت بلال بن الحارث مُزنی سے قحطِ عام الرمادہ میں کہ بعد خلافتِ فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا، ان کی قوم بنی مزینہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں کوئی بکری ذبح کیجئے فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے، انہوں نے اصرار کیا، آخر ذبح کی، کھال کھینچی تو نِری سرخ ہڈی نکلی، یہ دیکھ کر بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ندا کی۔ یامحمداہ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر بشارت دی۔ ذکرہ فی الکامل[3]۔ (اس کو کامل میں ذکر کیا گیا۔ ت) امام مجتہد فقیہ اجل عبد الرحمٰن ہذلی کوفی مسعودی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پوتی اور اجلہ تبع تابعین واکابر ائمہ مجتہدین سے ہیں سرپر بُلند ٹوپی رکھتے جس میں لکھا تھا: محمد یا منصور "اور ظاہر ہے کہ "اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَیْنِ (قلم دوزبانوں میں سے ایک ہے۔ ت)، ہشیم بن جمیل انطاکہ ثقات علمائے محدثین سے ہیں، انہیں امام اجل کی نسبت فرماتے ہیں:

رأیته وعلٰی رأسه قلنسوته اطول من ذراع مکتوب فیها مُحَمد یامنصورُ ذکرہ فی تھذیب التھذیب وغیرہ[4]۔	میں نے اُن کو دیکھا ان کے سرپر ہاتھ بھر سے لمبی ٹوپی تھی جس میں لکھا ہوا تھا۔ محمد یا منصور۔ اس کو تہذیب التہذیب وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ ت)

امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری کے فتاوٰی میں ہے:

سُئل عمّا یقعُ من العامّۃِ من قولھم	یعنی ان سے استفتاء ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں

[1] الاذکار باب مایقوله اذاخدرت رجله دارالکتاب العربی بیروت ص۲۷۱

[2] نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فیما روی عن السلف مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات ۳/ ۳۵۵

[3] الکامل فی التاریخ لابن الاثیر ذکر القحط وعام الرمادہ دارصادر بیروت ۲/ ۵۵۶

[4] میزان الاعتدال فی نقدالرجل ترجمہ ۴۹۰۷ دارالمعرفۃ للطباعۃ ۲/ ۵۷۴

عند الشدائد یاشیخ فلان ونحوذٰلك من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین وھل للمشائخ اِغاثة بعد موتھم ام لا؟ فاجاب بما نصّه،انّ الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والاولیاء والعلماء الصّالحین جائزة وللانبیا ء و للرسل والاولیاء والصالحین اِغاثة بعد موتھم الخ[1]۔	کے وقت انبیاء و مرسلین واولیاء وصالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں (یارسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی) اور ان کی مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء و مرسلین واولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔الخ۔

علامہ خیر الدین رملی اُستاذ صاحبِ دُرمختار، فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں:

قولھم یا شیخ عبد القادر فھونداء فما الموجب الحرمته[2]۔	لوگوں کا کہنا کہ: یا شیخ عبدالقادر " یہ ایک ندا ہے پھر اُس کی حرمت کا سبب کیا ہے۔

سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

سئلت ممن یقول فی حال الشدائد یارسول اللہ اویا علی اویا شیخ عبدالقادر مثلاً ھل ھو جائز شرعًا ام لا؟ اجبت نعم الاستغاثة بالاولیاء ونداؤھم و التوسل بھم امر مشروع وشیئ مرغوب لاینکرہ الا مکابر اومعاند وقد حرم برکة الاولیاء الکرام الخ[3]۔	یعنی مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو مصیبت کے وقت میں کہتا ہو یارسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر، مثلاً آیا یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں اولیاء سے مدد مانگنی اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسّل کرنا شروع میں جائز اور پسندیدہ چیز ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا صاحبِ عناد، اور بے شک وہ اولیاء کرام کی برکت سے محروم ہے۔

امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسندِ مسلسل

[1] فتاوٰی الرملی فی فروع الفقه الشافعی مسائل شتّٰی دار الکتب العلمیه بیروت ۴ /۷۳۳

[2] فتاوٰی خیریه کتاب الکراھیة والاستحسان دار المعرفة للطباعة بیروت ۲ /۱۸۲

[3] فتاوٰی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی

روایت کیا کہ وہ تین بھائی سواران دلاور ساکنانِ شام تھے کہ ہمیشہ راہِ خدا میں جہاد کرتے:

فاسرہ الروم مرّۃ قال لھم الملك انی اجعل فیکم الملك وازوّجکم بناتی وتدخلون فی النصرانیّۃ فابَوا وقالوا یا مُحَمَّدَاہُ[1]۔	یعنی ایک بار نصاری روم انہیں قید کرکے لے گئے بادشاہ نے کہا میں تمہیں سلطنت دوں گا اور اپنی بیٹیاں تمہیں بیاہ دوں گا تم نصرانی ہو جاؤ۔ انہوں نے نہ مانا اور ندا کی یا محمداہُ۔

بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کرا کر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا، تیسرے کو اللہ تعالٰی نے ایک سبب پیدا فرما کر بچالیا۔ وہ دونوں چھ مہینے کے بعد مع ایک جماعت ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس آئے اور فرمایا: اللہ تعالٰی نے تمہاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا ہے انہوں نے حال پوچھا فرمایا:

ماکانت الاّ الغطسۃ التی رأیت حتّٰی خرجنا فی الفردوس۔	بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنت اعلی میں تھے۔

امام فرماتے ہیں:

کانا مشھورین بذلك معروفین بالشام فی الزمن الاوّل۔	یہ حضرات زمانہ سلف میں مشہور تھے اور ان کا یہ واقعہ معروف۔

پھر فرمایا: شعراء نے ان کی منقبت میں قصیدے لکھے، ازانجملہ یہ بیت ہے۔

سیعطی الصادقین بفضل صدق نجاۃ فی الحیاۃ وفی الممات[2]

قریب ہے کہ اللہ تعالٰی سچے ایمان والوں کو ان کے سچ کی برکت سے حیات و موت میں نجات بخشے گا۔

یہ واقعہ عجیب، نفس و روح پرور ہے، میں بخیالِ تطویل اسے مختصر کر گیا، تمام و کمال امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور میں ہے من شاء فلیرجع الیہ (جو تفصیل چاہتا ہے اس کی طرف رجوع کرے۔ ت) یہاں مقصود اس قدر ہے کہ مصیبت میں "یارسول اللہ" کہنا اگر شرک ہے تو مشرک کی مغفرت و شہادت کیسی، اور جنت الفردوس میں جگہ پائی کیا معنے، اور ان کی شادی میں

[1] شرح الصدور بحوالہ عیون الحکایات باب زیادۃ القبور و علم الموتی الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۸۹

[2] شرح الصدور بحوالہ عیون الحکایات باب زیادۃ القبور و علم الموتی الخ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۰

فرشتوں کو بھیجنا کیونکر معقول؟ اور ان ائمہ دین نے یہ روایت کیونکر مقبول اور ان کی شہادت و ولایت کس وجہ سے مسلم رکھی۔ اور وہ مردانِ خدا خود بھی سلفِ صالح میں تھے کہ واقعہ شہر طرطوس کی آبادی سے پہلے کا ہے "کما ذکرہ فی الرِّوایۃ نفسھا" (جیسا کہ خود روایت میں ذکر کیا ہے۔ت) اور طرطوس ایک ثغر ہے یعنی دارالاسلام کی سرحد کا شہر جسے خلیفہ ہارون رشید نے آباد کیا "کما ذکرہ الامام السیوطی[1] فی تاریخ الخلفاء" جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تاریخ الخلفاء میں اس کا ذکر کیا ہے۔ت)

ہارون رشید کا زمانہ زمانہ تابعین و تبع تابعین تھا تو یہ تینوں شہدائے کرام اگر تابعی نہ تھے لا اقل تبع تابعین سے تھے واللہ الھادی (اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ت)

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربۃٍ کشفت عنہ و من نادی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ من توسّل بی الی اللہ عزوجل فی حاجۃٍ قضیت لہ و من صلّٰی رکعتین یقرأ فی کل رکعۃٍ بعد الفاتحۃ سورۃ اخلاص اِحدٰی عشرۃ مرّۃً ثم یصلّی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد السلام ویسلم علیہ ویذکرنی ثم یخطوالٰی جھۃ العراق احدٰی عشرۃ خطوۃ یذکرھا اسمی ویذکر حاجتہ فانھا تقضٰی باذن اللہ[2]۔	یعنی جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالٰی کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت بر آئے۔ اور جو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے پھر سلام بھیجے اور مجھے یاد کرے، پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت روا ہو اللہ کے اذن سے۔

[1] شرح الصدور باب زیارۃ القبور مصطفی البابی مصر ص ۸۹

[2] بھجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراھم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲، زبدۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ و مریدیہ ومحبیہ بکسلنگ کمپنی بمبئی ص ۱۰۱

اکابر علمائے کرام و اولیائے عظام مثل امام ابوالحسن نور الدین علی بن جریر لخمی شطنوفی و امام عبداللہ بن اسد یافعی مکّی، مولانا علی قاری مکی صاحبِ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، مولٰینا ابوالمعالی محمد سلمی قادری و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدثِ دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اپنی تصانیف جلیلہ بہجۃ الاسرار و خلاصۃ المفاخر و نزہۃ الخاطر و تحفہ قادریہ و زبدۃ الآثار وغیرہا میں یہ کلمات رحمت آیات حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل و روایت فرماتے ہیں۔

یہ امام ابوالحسن نور الدین علی مصنفِ بہجۃ الاسرار شریف اعاظمِ علماء وآئمۃ قراءت واکابر اولیاء وساداتِ طریقت سے ہیں، حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں، امام اجل حضرت ابوصالح نصر قدس سرہ، سے فیض حاصل کیا انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق نور اللہ مرقدہ، سے انہوں نے اپنے والد ماجد حضور پُر نور سید السادات غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے،

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں: یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قراءت سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوالِ شریفہ عـــہ کتابوں میں مذکور و مسطور[1]۔

امام شمس الدین ذہبی کہ علمِ حدیث واسماء الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار اس جناب کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان کے مدائح لکھے۔

امام محدث محمد بن محمد بن الجزری مصنفِ حصن حصین اس جناب کے سلسلہ تلامذہ میں ہیں انہوں نے یہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی[2]۔

ان سب باتوں کی تفصیل اور اس نماز مبارک کا دلائل شرعیہ و اقوال وافعالِ علماء و اولیاء سے ثبوتِ جلیل فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ، کے رسالہ انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار میں ہے۔

فعلیك بما تجد فیها مایشفی الصدور	اس رسالہ کا مطالعہ تجھ پر لازم ہے اس میں تُو

عـــہ: امام جلال الدین سیوطی نے ان جناب کو الامام الاوحد لکھا یعنی امام یکتا بے نظیر ۱۲ منہ۔

[1] زبدۃ الاثار بکسلنگ کمپنی بمبئی ص ۲

[2] زبدۃ الاثار بکسلنگ کمپنی بمبئی ص ۲

وہ کچھ پائے گا جو دلوں کو شفا دیتا ہے اور اندھا پن کو دور کرتا ہی اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔(ت)	ویکشف العمٰی والحمدللہ ربّ العلمین۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ ربانی کتاب مستطاب "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" میں فرماتے ہیں: سیدی محمد غمری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک مرید بازار میں تشریف لیے جاتے تھے ان کے جانور کا پاؤں پھسلا، باآواز پکارا یا سیدی محمد یا غمری، ادھر ابن عمر حاکمِ صعید کو بحکم سلطان چقمق قید کیے لیے جاتے تھے، ابن عمر نے فقیر کا نداء کرنا سُنا، پوچھا یہ سیدی محمد کون ہیں؟ کہا میرے شیخ کہا میں ذلیل بھی کہتا ہوں، یاسیدی یاغمری لاحِظنی اے میرے سردار اے محمد غمری! مجھ پر نظر عنایت کرو، ان کا یہ کہنا کہ حضرت سیّدی محمد غمری رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے اور مدد فرمائی کہ بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی جان پر بن گئی، مجبورانہ ابن عمر کو خلعت دے کر رخصت کیا[1]۔

اسی میں ہے: سیدی شمس الدین محمد حنفی رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے حجرہ خلوت میں وضو فرمارہے تھے ناگاہ ایک کھڑاؤں ہوا پر پھینکی کے غائب ہو گئی حالانکہ حجرے میں کوئی راہ اس کے ہوا پر جانے کی نہ تھی۔ دوسری کھڑاؤں اپنے خادم کو عطا فرمائی کہ اسے اپنے پاس رہنے دے جب تک وہ پہلی واپس آئے، ایک مدت کے بعد ملک شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع اور ہدایا کے حاضر لایا اور عرض کی کہ اللہ تعالٰی حضرت کو جزائے خیر دی جب چور میرے سینہ پر مجھے ذبح کرنے بیٹھا میں نے اپنے دل میں کہا۔ "یاسیدی محمد یا حنفی" اُسی وقت یہ کھڑاؤں غیب سے آکر اس کے سینہ پر لگی کہ غش کھا کر الٹا ہو گیا اور مجھے یہ برکتِ حضرت اللہ عزوجل نے نجات بخشی[2]۔

---

[1] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۴ الشیخ محمد الغمری مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۸۸

[2] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۵ سیدنا و مولانا شمس الدین حنفی مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۹۵

اسی میں ہے:

ولیِ ممدوح قدس سرّہ کی زوجہ مقدسہ بیماری سے قریبِ مرگ ہوئیں تو وہ یوں ندا کرتی تھیں: "یاسیدی احمد یا بدویُّ خاطرك معی" اے میرے سردار اے احمد بدوی! حضرت کی توجہ میرے ساتھ ہے۔ ایک دن حضرت سیدی احمد کبیر بدوی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، کب تک مجھے پکارے گی اور مجھ سے فریاد کرے گی تو جانتی نہیں کہ تو ایک بڑے صاحبِ تمکین (یعنی اپنے شوہر) کی حمایت میں ہے، اور جو کسی ولیِ کبیر کی درگاہ میں ہوتا ہے ہم اس کی نداء پر اجابت نہیں کرتے، یوں کہہ یا سیدی محمد یا حنفی کہ یہ کہے گی تو اللہ تعالٰی تجھے عافیت بخشے گا۔ ان بی بی نے یونہی کہا، صبح کو خاصی تندرست اُٹھیں، گویا کبھی مرض نہ تھا[1]۔ اسی میں ہے حضرت ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے مرضِ موت میں فرماتے تھے۔

من کانت حاجة فلیأت الٰی قبری و یطلب حاجته اقضهاله فانّ مابینی و بینکم غیر ذراعٍ من تراب وکل رجل یحجبه عن اصحٰبه ذراع من تراب فلیس برجل[2]۔	جسے کوئی حاجت ہو وہ میری قبر پر حاضر ہو کر حاجت مانگے میں رَوا فرمادوں گا کہ مجھ میں تم میں یہی ہاتھ بھر مٹی ہی تو حائل ہے اور جس مرد کو اتنی مٹی اپنے اصحاب سے حجاب میں کردے وہ مرد کاہے کا۔

اسی طرح حضرت سیدی محمد بن احمد فرغل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے احوال شریفہ میں لکھا:

کان رضی اللہ تعالٰی عنه یقول انا من المتصرفین فی قبورھم فمن کانت له حاجة فلیأت الٰی قبالة وجھی ویذکرھا لی اقضھاله[3]۔	فرمایا کرتے تھے میں اُن میں ہوں جو اپنی قبور میں تصرف فرماتے ہیں جسے کوئی حاجت ہو میرے پاس میرے چہرہ مبارک کے سامنے حاضر ہو کر مجھ سے اپنی حاجت کہے میں روا فرمادوں گا۔

اسی میں ہے:

مروی ہوا ایک بار حضرت سیدی مدین بن احمد اشمونی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وضو

---

[1] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۵ سیدنا و مولٰنا شمس الدین الحنفی مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۶

[2] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۵ سیدنا و مولٰنا شمس الدین الحنفی مصطفی البابی مصر ۲/ ۹۶

[3] الو قح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۹ الشیخ محمد بن احمد الفرغل مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۵

فرماتے ہیں ایک کھڑاؤں بلاد مشرق کی طرف پھینکی، سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوئے اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی انہوں نے حال عرض کیا کہ جنگل میں ایک بدوضع نے ان کی صاحبزادی پر دست درازی چاہی، لڑکی کو اس وقت اپنے باپ کے پیرومرشد حضرت سیدی مدین کا نام معلوم نہ تھا یوں ندا کی "**یا شیخ ابی لاحظنی** " اے میرے باپ کے پیر مجھے بچائیے، یہ ندا کرتے ہی وہ کھڑاؤں آئی لڑکی نے نجات پائی وہ کھڑاؤں اُن کی اولاد میں اب تک موجود ہے[1]۔ اسی میں سیدی موسٰی ابو عمران رحمہ اللہ تعالٰی کے ذکر میں لکھتے ہیں:

کان اذا ناداہُ مریدہ، اجابہ من مسیرۃِ سنۃٍ او اکثر[2]۔	جب ان کا مرید جہاں کہیں سے انہیں نداء کرتا جواب دیتے اگرچہ سال بھر کی راہ پر ہوتا یا اس سے بھی زائد۔

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں ذکر مبارک حضرت سید اجل شیخ بہاء الحق والدین بن ابراہیم عطاء اللہ الانصاری القادری الشطاری الحسینی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حضرت ممدوح کے رسالہ مبارکہ شطاریہ سے نقل فرماتے ہیں:

ذکرِ کشفِ ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق ست، یک طریق آنست یا احمد را در راستابگوید و یا محمد را درچپا بگوید و دردل ضرب کند یارسول اللہ طریق دوم آنست کہ یا احمد را در راستا گوید وچپا یا محمد ودردل وہم کند یا مصطفٰی دیگر ذکر یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمہ شش طرفی ذکر کند کشف جمیع ارواح شود دیگر اسمائے	کشف ارواح کے ذکر یا احمد و یا محمد میں دو طریقے ہیں پہلا طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف سے کہتے ہوئے دل پر یارسول اللہ کی ضرب لگائے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف سے کہتے ہوئے دل میں یا مصطفٰی کا خیال جمائے۔ اس کے علاوہ دیگر اذکار یا محمد، یا احمد، یا علی، یا حسن، یا حسین، یا فاطمہ کا چھ طرفی ذکر کرنے سے

---

[1] الواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۲۶ الشیخ محمد بن احمد الفرغل مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۱۰۲

[2] الواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ ۳۱۳ الشیخ محمد بن احمد الفرغل مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۲۱

ملائکہ مقرب ہمیں تاثیر دارند یا جبریل، یا میکائیل یا اسرافیل یا عزرائیل چہار ضربی، دیگر ذکر اسم شیخ یعنی بگوید یا شیخ یا شیخ ہزار بار بگوید کہ حرفِ نداء را از دل بکشد طرف راست او برد و لفظ شیخ را در دل ضرب کند[1]۔	تمام ارواح کا کشف حاصل ہو جاتا ہے۔ مقرب فرشتوں کے ناموں کا ذکر بھی تاثیر رکھتا ہے، یا جبرائیل، یا میکائیل، یا اسرافیل، یا عزرائیل کا چار ضربی ذکر کرے، نیز اسم شیخ کا ذکر کرتے ہوئے یا شیخ یا شیخ ہزار بار اس طرح کرے کہ حرفِ ندا کو دل سے کھینچتے ہوئے دائیں طرف لے جائے اور لفظِ شیخ سے دل پر ضرب لگائے۔(ت)

حضرت سیدی نورالدین عبدالرحمٰن مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العلی کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مولانا روح اللہ روحہ، نے قریب انتقال ارشاد فرمایا:

از رفتینِ من غمناک مشوید کہ نور منصور رحمۃ اللہ تعالٰی بعد از صد و پنجاہ سال بر روح شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ تعالٰی تجلّی کرد و مرشد او شد[2]۔	ہمارے جانے سے غمگین مت ہوں کہ حضرت منصور علیہ الرحمہ کا نور ایک سو پچاس سال بعد شیخ فریدالدین عطار کی روح پر تجلی کرتے ہوئے ان کا مرشد ہو گیا۔(ت)

اور فرمایا:

در ہر حالتے کہ باشید مرا یاد کنید تا من شمارا مِد باشم در ہر لباسے کہ باشم[3]۔	تم جس حالت میں رہو مجھے یاد کرو تاکہ میں تمہارا مددگار بنوں میں چاہے جس لباس میں ہوں۔(ت)

اور فرمایا:

در عالم مارا دو تعلق ست، یکے بہ بدن و یکے بشما، و چوں بہ عنایتِ حق سبحانہ وتعالٰی فرد و مجرد شوم و	دنیا میں ہمارے دو تعلق ہیں ایک بدن کے ساتھ اور دوسرا تمہارے ساتھ، جب حق تعالٰی کی عنایت سے میں فرد و مجرد ہو جاؤں گا اور عالمِ

[1] اخبار الاخیار ترجمہ شیخ بہاؤالدین ابراہیم عطاء اللہ انصاری مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۹۹، نفحات الانس ترجمہ مولانا جلال الدین رومی، کتاب فروشی محمودی ص ۴۶۲ و ۴۶۳

[2] نفحات الانس ترجمہ مولانا جلال الدین رومی، کتاب فروشی محمودی ص ۴۶۲ و ۴۶۳

[3] نفحات الانس ترجمہ مولانا جلال الدین رومی، کتاب فروشی محمودی ص ۴۶۲ و ۴۶۳

عالم تجرید و تفرید روئے نماید آں تعلق نیز ازآں شما خواہد بود[1]۔	تفرید و تجرید ظاہر ہوجائے گا تو یہ تعلق بھی تمہارے لیے ہوگا۔(ت)

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اطیب النغم فی مدح سیّد العرب والعجم میں لکھتے ہیں۔

وصلّی علیك اللہ یا خیر خلقه ویا خیر مامول ویا خیرَ واهب

ویا خیر من یر جٰی لکشف رَزِیّةٍ ومن جوده قد فاق جود السحائب

وانت مجیری من هجوم مُلمَّةٍ اذا انشبت فی القلب شرّ المخالب[2]

اور خود اس کی شرح وترجمہ میں کہتے ہیں:

(فصل یازدہم در ابتہال بجناب آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) رحمتِ فرستد بر تو خدائے تعالٰی اے بہترین خلقِ خدا، واے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود،اے بہترین عطا کنندہ وائے بہترین کسیکہ امید داشتہ باشد برائے ازالہ مصیبتے واے بہترین کسیکہ سخاوتِ او زیادہ است از باراں، بارہا گواہی مید ہم کہ تو پناہ دہندہ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتے کہ بخلاند در دل بدترین چنگالہارا[3] اھ ملخصًا	(گیارھویں فصل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں عاجزانہ فریاد کے بارے میں) اے خلقِ خدا سے بہتر! آپ پر اللہ تعالٰی درود بھیجے،اے بہترین شخص جس سے امید کی جاتی ہے اور اے بہترین عطا کرنے والے اے بہترین شخص کہ مصیبت کو دور کرنے میں جس سے امید رکھی جاتی ہے،اور جس کی سخاوت بارش پر فوقیت رکھتی ہے۔آپ ہی مجھے مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں جب وہ میرے دل میں بدترین پنجے گاڑتی ہیں۔(ت)

اسی کے شروع میں لکھتے ہیں:

ذکر بعد حوادث زماں کہ دراں حوادث لابدست از استمداد بروح آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4]۔	بعض حوادثِ زمانہ کا ذکر جن حوادث میں حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روح اقدس سے مدد طلب کرنا ضروری ہے۔ت)

[1] نفحات الانس ترجمہ مولانا جلال الدین الرومی کتاب فروشی محمودی ص ۴۶۲ و ۴۶۳

[2] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم مجتبائی دہلی ص ۲۲

[3] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم مجتبائی دہلی ص ۲۲

[4] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل اول مجتبائی دہلی ص ۲

اسی کی فصل اول میں لکھتے ہیں:

به نظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہگین ست در ہر شدتے [1]۔	مجھے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی نظر نہیں آتا کیونکہ ہر سختی میں غمزدوں کی پناہ گاہ آپ ہی ہیں۔(ت)

یہی شاہ صاحب قصیدہ "مدحیہ حمزیہ" میں لکھتے ہیں:

ینادی ضارعًا لخضوع قلب　　وذلّ وابتھال والتجاء

رسول اللہ یا خیر البرایا　　نوالك ابتغی یوم القضاء

اذا ما حلّ خطب مدلھم　　فانت الحصن من کل البلاء

الیك توجھی وبك استنادی　　وفیك مطامعی وبك ارتجائی [2]

اور خود ہی اس کی شرح وترجمہ میں لکھتے ہیں:

فصل ششم در مخاطبہ جناب عالی علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات ندا کند زاد وخوار شدہ بشکستگی دل واظہار بے قدری خود بہ اخلاص در مناجات وبہ پناہ گرفتن بایں طریق کہ اے رسولِ خدا اے بہترین مخلوقات عطائے مے خواہم روز فیصل کردن، وقتے کہ فرود آید کار عظیم درغایت تاریکی پس توئی پناہ از ہر بلا بسوئے تست روآوردن من وبہ تست پناہ گرفتن من ودر تست امید داشتنِ من اھ ملخصًا [3]"	چھٹی فصل عالی مرتبت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارنے کے بیان میں۔آپ پر بہترین درود اور کامل ترین سلام ہو۔ذلیل و خوار شخص شکستہ دل، ذلت و رسوائی عجز و انکسار کے ساتھ پناہ طلب کرتے ہوئے یوں پکارتا ہے، اے اللہ تعالیٰ کے رسول، اے بہترین خلق! میں فیصلے کے دن آپ کی عطا کا طلبگار ہوں، جب انتہائی اندھیرے میں بہت بڑی مصیبت نازل ہو تو ہر بلائیں پناہ گاہ تو ہی ہے۔ میری توجہ تیری طرف ہے، تجھ ہی سے میں پناہ لیتا ہوں، تجھ ہی سے طمع و امید رکھتا ہوں اھ ملخصًا(ت)

[1] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل اول مجتبائی دہلی ص ۴

[2] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل ششم مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳

[3] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل ششم مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳ و ۳۴

یہی شاہ صاحب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں قضائے حاجت کے لیے ایک ختم کی ترکیب یوں نقل کرتے ہیں۔

اوّل دورکعت نفل، بعد ازاں یک صدو یازدہ بار درود و بعدازاں یک صدو یازدہ بار کلمہ تمجید ویک صدو یازدہ بار شیئًاللہ یاشیخ عبدالقادر جیلانی [1]۔	پہلے دو رکعت پڑھے پھر ایک سو گیارہ بار درود شریف، ایک سو گیارہ بار کلمہ تمجید، پھر ایک سو گیارہ بار یہ پڑھے، اے شیخ عبدالقادر جیلانی خدارا کچھ عطافرمائیں۔ (ت)

اسی انتباہ سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور ان کے شیخ واستاذ حدیث مولانا طاہر مدنی جن کی خدمت میں مدتوں رہ کر شاہ صاحب نے حدیث پڑھی اور ان کے شیخ واستاذ ووالد مولٰینا ابراہیم کُردی اور ان کے استاذ الاستاذ مولٰینا احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ صاحب کے اکثر سلاسلِ حدیث میں داخل اور شاہ صاحب کے پیرومرشد شیخ محمد سعید لاہوری جنہیں انتباہ میں "شیخ معمر ثقہ کہا اور اعیان مشائخ طریقت سے گنا اور ان کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولینا عبدالمالک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دو صاحبوں کے پیرومرشد مولانا وجیہ الدین علوی شارح ہدایہ وشرح وقایہ اور ان کے شیخ حصرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہم رحمۃ الملک الباری، یہ سب اکابر نادِ علی کی سندیں لیتے اور اپنے تلامذہ ومستفیدین کو اجازتیں دیتے اور یاعلی یاعلی کا وظیفہ کرتے وللہ الحجۃ السامیہ، جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو فقیر کے رسالہ "انہار الانوار وحیات الموات فی بیان سماع الاموات " کی طرف رجوع کرے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے بُستان المحدثین میں حضرتِ ارفع واعلیٰ امام العلما نظام الاولیا

نوٹ: الانتباہ دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں سلاسلِ طریقت بیان کیے گیے ہیں اور دوسرے حصہ میں فقہ وحدیث کی سندیں بیان کی گئی ہیں دوسرا حصہ مکتبہ سلفیہ لاہور نے "وصّاف النبیہ "کے نام سے شائع کیا تھا، ناشر نے مقدمہ میں تصریح کی ہے کہ اس حصہ کا ایک باب نہیں مل سکا اور وہ کچھ ضروری بھی نہ تھا، غالبًا یہ حوالہ اسی "غیر ضروری" حصہ میں قلم زد ہوگیا ہے ۱۲ اشرف قادری

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

حضرت سیدی احمد زرّوق مغربی قدس سرہ استاذ شمس الدین لقانی و امام شہاب الدین قسطلانی شارح صحیح بخاری کی مدح عظیم لکھی کہ وہ جناب ابدالِ سبعہ و محققین صوفیہ سے ہیں، شریعت و حقیقت کے جامع، باوصف عُلوّ باطن، ان کی تصانیف علومِ ظاہری میں بھی نافع و مفید و بکثرت ہیں، اکابر علماء فخر کرتے ہیں کہ ہم ایسے جلیل القدر عالم و عارف کے شاگرد ہیں، یہاں تک کہ لکھا:

"بالجملہ مردے جلیل القدرے ست کہ مرتبہ کمالِ اُوفوق الذکر است"۔

خلاصہ یہ کہ وہ بڑی قدر و منزلت والے بزرگ ہیں کہ ان کا مقام و مرتبہ ذکر سے ماوراء ہے۔ (ت)

پھر اس جناب جلالت مآب کے کلام سے دو بیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں ؎

انا لمریدی جامع لشتاتہ اذا ماسطا جورُ الزمان بنکبتہ

وان کنت فی ضَیقٍ وکربٍ ووحشۃٍ فناد بیازرّوق اٰت بسُرعتہ [1]

یعنی میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستمِ زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرے اور تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں نداء کر: یازروق میں فوراً آموجود ہوں گا۔

علامہ زیادی، پھر علامہ اجہوری صاحبِ تصانیفِ کثیرہ مشہورہ پھر علامہ داؤدی محشّیٰ شرح منہج، پھر علامہ شامی صاحبِ ردالمحتار حاشیہ درمختار گم شدہ چیز ملنے کے لیے فرماتے ہیں کہ: بُلندی پر جاکر حضرت سیّدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ، کے لیے فاتحہ پڑھے پھر انہیں نداء کرے کہ یا سیدی احمد یاابن علوان [2]۔

شامی مشہور و معروف کتاب ہے، فقیر نے اس کے حاشیہ کی یہ عبارت اپنے رسالہ حیاۃ الموات کے ہامش تکملہ پر ذکر کی۔

غرض یہ صحابہ کرام سے اس وقت تک کے اس قدر ائمہ اولیاء و علماء ہیں جن کے اقوالِ فقیر نے ایک ساعتِ قلیلہ میں جمع کیے۔ اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہیے کہ

---

[1] بستان المحدثین حاشیہ سید زروق فاسی علیا لنجاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۲

[2] حواشی الشامی علی ردالمحتار کتاب اللقطہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۲۴

عثمان بن حنیف و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے لے کر شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اساتذہ و مشائخ تک سب کو کافر و مشرک کہتے ہو یا نہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمدللہ ہدایت پائی اور حق واضح ہوگیا اور بے دھڑک ان سب پر کفر و شرک کا فتوٰی جاری کریں تو ان سے اتنا کہئے کہ اللہ تمہیں ہدایت کرے۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو تو کسے کہا اور کیا کچھ کہا "انّا للہ وانّا الیہ راجعون" اور جان لیجئے کہ مذہب کی بناپر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک وکافر ٹھہریں۔ وہ مذہب خدا اور رسول کو کس قدر دشمن ہوگا۔

صحیح حدیثوں میں آیا کہ "جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہے[1]۔

اور بہت ائمہ دین نے مطلقاً اس پر فتوٰی دیا جس کی تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ "**النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید**" میں ذکر کی۔ ہم اگرچہ بحکم احتیاط تکفیر نہ کریں تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ ایک گروہ ائمہ کے نزدیک یہ حضرات کہ یارسول اللہ و یا علی و یا حسین و یا غوث الثقلین کہنے والے مسلمانوں کو کافر و مشرکین کہتے ہیں خود کافر ہیں تو ان پر لازم کہ نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔ درمختار میں ہے:

مافیه خلاف یؤمر بالاستغفار و التوبة وتجدید النکاح[2]۔	اور جس چیز کے کفر میں اختلاف ہو اس کے مرتکب کو استغفار وتوبہ اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ (ت)

فائدہ: حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نداء کرنے کے عمدہ دلائل سے "**التحیات**" ہے جسے ہر نمازی ہر نماز کی دو رکعت پر پڑھتا ہے اور اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم سے عرض کرتا ہے السلام علیك ایھاالنبی و رحمة اللہ و برکاته سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے، تو یہ عجب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک وداخل ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور یہ جاہلانہ خیال محض باطل کہ التحیات زمانہ اقدس سے ویسے ہی چلی آتی ہے تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے نہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال الایمان من قال لاخیه المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷

[2] الدرالمختار کتاب الجهاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

وسلم کی نداء حاشا وکلا شریعتِ مطہرہ نے نماز میں کوئی ایسا ذکر نہیں رکھا ہے جس میں صرف زبان سے لفظ نکالے جائیں اور معنی مراد نہ ہوں، نہیں نہیں بلکہ قطعًا یہی درکار ہے۔ التحیاتُ للّٰہ والصلوات سے حمدِ الٰہی کا قصد رکھے اور السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سے یہ ارادہ کرے کہ اس وقت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سلام کرتا اور حضور سے بالقصد عرض کر رہا ہوں کہ سلام حضور اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ فتاوائے عالمگیری میں شرح قدوری سے ہے:

لابدّ من ان یقصد بالفاظ التشھد معانیھا التی وضعت لھا من عندہ کانہ یُحیِّ اللہ تعالٰی ویسلم علی النبی صلی اللہ تعالٰی علی وسلم وعلٰی نفسہ وعلٰی اولیاء اللہ تعالٰی[1]۔	تشہد کے الفاظ سے ان معانی کا قصد کرنا ضروری ہے جن کے لیے ان الفاظ کو وضع کیا گیا ہے اور جو نمازی کی طرف سے مقصود ہوں ہوں۔ گویا کہ نمازی اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں نذرانہ عبادت پیش کررہا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر، خود اپنی ذات پر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار اور اس کی شرح دُرمختار میں ہے:

(ویقصد بالفاظ التشھد) معانیھا مرادۃ لہ علٰی وجہ (الانشاء) کانہ یحیّ اللہ تعالٰی ویسلم علٰی نبیہ وعلٰی نفسہ واولیائہ (لاالاخبار) عن ذلك ذکرہ، فی المجتبٰی[2]۔	الفاظِ تشہد سے اُن کے معانی مقصودہ کا بطور انشآء قصد کرے، گویا کہ وہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں اظہارِ بندگی کررہا ہے اور اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے، ان الفاظ سے حکایت و خبر کا قصد نہ کرے اس کو مجتبٰی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

یقصد معانیہ، مرادۃً لہ، علٰی	قصد کرے معنی مقصودہ کا بایں طور کہ نمازی

[1] الفتاوٰی الہندیۃ کتاب الصلوۃ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۷۲

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۷

اَنَّه یُنْشِئُهَا تَحِیَّةً وَسَلَامًا مِنْه[1] ۔	اپنی طرف سے تحیہ اور سلام پیش کر رہا ہے۔(ت)

اسی طرح بہت علماء نے تصریح فرمائی۔اس پر بعض سفہائے منکرین یہ عذر گھڑتے ہیں کہ صلوۃ وسلام پہنچانے پر ملائکہ مقرر ہیں توان میں نداء جائز اور ان کے ماوراء میں ناجائز، حالانکہ یہ سخت جہالت بے مزہ ہے قطع نظر بہت اعتراضوں سے جواس پر وارد ہوتے ہیں ان ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ صرف درود وسلام ہی نہیں بلکہ اُمت کے تمام اقوال وافعال واعمال روزانہ دو وقت سرکار عرش وقار حضور سیدالابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیے جاتے ہیں۔احادیث کثیرہ میں تصریح ہے کہ مطلقًا اعمالِ حسنہ وسیّہ سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں،اور یونہی تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور والدین واعزاء واقارب سب پر عرضِ اعمال ہوتی ہے۔فقیر نے اپنے رسالہ "سلطنة المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی " میں وہ سب حدیثیں جمع کیں،یہاں اسی قدر بس ہے کہ امام اجل عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

لیس من یومٍ الاوتعرض علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اعمال اُمّته غدوة وعشیاّ فیعرفهم بسیماهم و اعمالهم[2] ۔	یعنی کوئی دن ایسا نہیں جس میں سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعمالِ اُمت ہر صبح و شام پیش نہ کیے جاتے ہوں،تو حضور کا اپنے امتیوں کو پہچاننا ان کی علامت اور ان کے اعمال دونوں وجہ سے ہے۔(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وشرف وکرم)۔

فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ،بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلے میں ایک کتاب مبسوط لکھ سکتا ہے مگر منصف کے لیے اسی قدر دانی،اور خدا ہدایت دے تو ایک حرف کافی۔

اکفنا شر المضلین یا کافی وصلّ علی سیّدنا ومولٰینا محمدن الشافی واٰله وصحبه حُماةِ الدین	اے کفایت فرمانے والے ! ہماری طرف سے گمراہ کرنے والوں کے شر کا دفاع فرما۔ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ پر درود نازل فرما

[1] مراقی الفلاح علی هامش حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۵۵

[2] المواهب اللدنیه بحواله ابن المبارك عن سعید ابن مسیب المقصد الرابع الفصل الثانی بیروت ۲ /۶۹۷

جو شفاء عطا فرمانے والے ہیں اور آپ کے آلِ واصحاب پر جو دین صافی کے حمایتی ہیں آمین والحمدللہ رب العالمین۔	الصافی اٰمین والحمدللہ رب العالمین۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ

انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ

ختم ہوا۔

رسالہ
اسماء الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین
(محبوبوں کے سردار کی شفاعت کے بارے میں چالیس ۴۰ حدیثیں سنانا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۱۶۵: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شفیع ہونا کس حدیث سے ثابت ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب:

الحمدللہ البصیر السمیع والصلوۃ والسلام علی البشیر الشفیع وعلٰی الہ وصحبہ کل مساء وسطیع	سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے جو دیکھنے والا سننے والا ہے، اور درود وسلام نازل ہو بشارت دینے والے شفاعت کرنے والے پر اور اس کے آل واصحاب پر ہر شام کو اور ہر صبح کو۔(ت)

سُبحان اللہ! ایسے سوال سُن کر تعجب آتا ہے کہ مسلمان ومدعیان سنیت اور ایسے واضح

عقائد میں تشکیک کی آفت، یہ بھی قُربِ قیامت کی ایک علامت ہے۔ "انّا للہ وانّا الیہ راجعون"

احادیثِ شفاعت بھی ایسی چیز ہیں جو کسی طرح چھپ سکیں، بیسیوں صحابہ، صدہا تابعین، ہزار ہا محدثین ان کے راوی، حدیث کی ہر گونہ کتابیں صحاح، سُنن، مسانید، معاجیم، جوامع، مصنفات ان سے مالا مال۔ اہل سنت کا ہر متنفس یہاں تک کہ زنان و اطفال بلکہ دہقانی جہال بھی اس عقیدے سے آگاہ، خدا کا دیدار محمد کی شفاعت ایک ایک بچے کی زبان پر جاری، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و بارک وشرف ومجد وکرم۔

فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی لہ نے رسالہ "سمع وطاعۃ الاحادیث الشفاعۃ" میں بہت کثرت سے ان احادیث کی جمع و تلخیص کی، (یہاں) بہ نہایت اجمال صرف چالیس حدیثوں کی طرف اشارت، اور ان سے پہلے چند آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہوں۔

الآیات:

آیتِ اُولٰی ۱: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

" عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۝ "[1]۔	قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقامِ محمود میں بھیجے۔

حدیث شریف میں ہے حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی، مقامِ محمود کیا چیز ہے: فرمایا: **ھو الشفاعۃ**[2]۔ وہ شفاعت ہے۔

آیتِ ثانیہ ۲: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

" وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۝ "[3]۔	اور قریب تر ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تُو راضی ہو جائے گا۔

دیلمی مسند الفردوس میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ، سے راوی، جب یہ آیت اتری حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذًا لا ارضٰی وواحد من امتی فی النار[4]۔	یعنی جب اللہ تعالٰی مجھ سے راضی کر دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا۔

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۴۲

[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۵

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۹۳/ ۵ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۱۳

اللّٰھم صلّ وسلم وبارِك علیه۔

طبرانی معجم اوسط اور بزار مسند میں جناب مولی المسلمین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشفع الامتی حتی ینادینی ربی قدارضیت یا محمد فاقول ای ربّ قد رضیت[1]	میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد! تو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا: اے رب میرے! میں راضی ہوا۔

آیت ثالثہ ۳: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

"وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِؕ"[2]۔	اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اس آیت میں اللہ تعالٰی اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کو حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ، اور شفاعت کاہے کا نام ہے۔

آیت رابعہ ۴: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۝۶۴"[3]۔	اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، تیرے پاس حاضر ہوں، پھر خدا سے استغفار کریں، اور رسول ان کی بخشش مانگے تو بیشک اللہ تعالٰی کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ گناہ کرکے اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو اور اُس سے درخواستِ شفاعت کرو، محبوب تمہاری شفاعت فرمائے گا۔ تو ہم یقیناً تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

آیتِ خمسہ ۵: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۰۸۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۴۴، الترغیب الترھیب کتاب البعث فصل فی الشفاعۃ مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۴۶، الدر المنثور تحت الآیۃ ۹۳/ ۵ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۶/ ۳۶۱

[2] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹

[3] القرآن الکریم ۴/ ۶۴

"وَاِذَاقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ"[1]۔	جب ان منافقوں سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہاری مغفرت مانگیں تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔

اس آیت میں منافقوں کا حال بد مآل ارشاد ہوا کہ وہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے، پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہ پائیں گے۔ اللہ دنیا وآخرت میں ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔

منکر آج ان سے التجانہ کرے حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے

وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین واٰلہ وصحبہ وحزبہ اجمعین۔

اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے پر اور ان کی آل، اصحاب اور تمام امت پر۔ (ت)

الاحادیث

شفاعت کُبرٰی کی حدیثیں جن میں صاف صریح ارشاد ہوا کہ عرصاتِ محشر میں وہ طویل دن ہوگا کہ کاٹے نہ کٹے اور سروں پر آفتاب اور دوزخ نزدیک، اُس دن سورج میں دس برس کامل کی گرمی جمع کریں گے اور سروں سے کچھ ہی فاصلہ پر لار کھیں گے، پیاس کی وہ شدت کہ خدانہ دکھائے، گرمی وہ قیامت کہ اللہ بچائے، بانسوں پسینہ زمین میں جذب ہو کر اوپر چڑھے گا، یہاں تک کہ گلے گلے سے بھی اونچے ہوگا، جہاز چھوڑیں تو بہنے لگیں، لوگ اس میں غوطے کھائیں گے، گھبرا گھبرا کر دل حلق تک آجائیں گے۔ لوگ ان عظیم آفتوں میں جان سے تنگ آکر شفیع کی تلاش میں جا بجا پھریں گے، آدم ونوح، خلیل وکلیم ومسیح علیہم الصلوۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہو کر جواب صاف سنیں گے، سب انبیاء فرمائیں گے ہمارا یہ مرتبہ نہیں ہم اس لائق نہیں ہم سے یہ کام نہ نکلے گا، نفسی نفسی، تم اور کسی کے پاس جاؤ، یہاں تک کہ سب کے بعد حضور پُر نور خاتم النبیین، سیدّالاولین والآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا"[2]

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۵

[2] البدایۃ والنہایۃ ذکر ثناء اللہ ورسولہ الکریم علی عبدہ وخلیلہ ابراہیم مکتبۃ المعارف بیروت ۱/ ۱۷۱، صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۰

فرمائیں گے یعنی میں ہوں شفاعت کے لیے، میں ہوں شفاعت کے لیے۔

پھر اپنے رب کریم جلالہ، کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سجدہ کریں گے ان کا رب تبارک و تعالٰی ارشاد فرمائے گا:

یامحمد ارفع رأسك وقل تُسمع وسل تعطه واشفع تشفع [1]۔	اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔

یہی مقامِ محمود ہوگا جہاں تمام اولین و آخرین میں حضور کی تعریف و حمد و ثنا کا غُل پڑ جائے گا اور موافق و مخالف سب پر کھل جائے گا۔ بارگاہِ الٰہی میں جو وجاہت ہمارے آقا کی ہے کسی کی نہیں اور مالک عظیم جل جلالہ کے یہاں جو عظمت ہمارے مولے کے لیے ہے کسی کے لیے نہیں **والحمدلله رب العلمین**۔ (اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ت) اسی لیے اللہ تعالٰی اپنی حکمتِ کاملہ کے مطابق لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ پہلے اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے پاس جائیں اور وہاں سے محروم پھر کر ان کی خدمت میں حاضر آئیں تاکہ سب جان لیں کہ منصب شفاعت اسی سرکار کا خاصہ ہے دوسرے کی مجال نہیں کہ اس کا دروازہ کھول سکے۔ **والحمدلله رب العلمین** (اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

یہ حدیثیں صحیح بخاری و صحیح مسلم تمام کتابوں میں مذکور اور اہلِ اسلام میں معروف و مشہور ہیں، ذکر کی حاجت نہیں کہ بہت طویل ہیں۔ شک لانے والا اگر دو حرف بھی پڑھا ہو تو مشکوۃ شریف کا اردو میں ترجمہ منگا کر دیکھ لے یا کسی مسلمان سے کہے کہ پڑھ کر سُنا دے۔ اور انہیں حدیثوں کے آخر میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ شفاعت کرنے کے بعد حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخشش گنہگارانِ کے لیے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالٰی ولقد ارسلنا نوحًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۰، صحیح البخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۱، صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی لما خلقت بیدی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۲، صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وجوہ یومئذ ناضرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۸، صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول الرب یوم القیمۃ الانبیاء وغیرھم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۱۸، صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۸تا ۱۱۱

بار بار شفاعت فرمائیں گے اور ہر دفعہ اللہ تعالٰی وہی کلمات فرمائے گا اور حضور ہر مرتبہ بے شمار بندگانِ خدا کو نجات بخشیں گے۔
میں ان مشہور حدیثون کے سوا ایک **اربعین** یعنی چالیس[۴] حدیثیں اور لکھتا ہوں جو گوش عوام تک کم پہنچی ہوں، جن سے مسلمانوں کا ایمان ترقی پائے، منکر کا دل آتشِ غیظ میں جل جائے، بالخصوص جن سے اس ناپاک تحریف کا رَد شریف ہو جو بعض بددینوں، خدا ناترسوں، ناحق کوشوں، باطل کیشوں نے معنی شفاعت میں کیں اور انکارِ شفاعت کے چہرہ نجس چھپانے کو ایک جھوٹی صورت نام کی شفاعت دل سے گھڑی۔

ان حدیثوں سے واضح ہوگا یہ حدیثیں ظاہر کریں گی کہ ہمیں خدا اور رسول نے کان کھول کر شفیع کا پیارا نام بتادیا اور صاف فرمایا کہ وہ محمد رسول اللہ ہیں (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نہ یہ کہ بات گول رکھی ہو جیسے ایک بدبخت کہتا ہے کہ اسی کے اختیار پر چھوڑ دیجئے جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کردے۔

یہ حدیثیں مژدہ جانفزا دیں گی کہ حضور کی شفاعت نہ اس کے لیے ہے جس سے اتفاقاً گناہ ہوگیا ہو اور وہ اس پر ہر وقت نادم و پریشان و ترساں ولرزاں ہے جس طرح ایک دُزد باطن کہتا ہے کہ چور پر تو چوری ثابت ہوگئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہوگیا سو اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے۔ نہیں نہیں ان کے رب کی قسم جس نے انہیں شفیع المذنبین کیا۔ اُن کی شفاعت ہم جیسے روسیاہوں، پُرگناہوں، سیاہ کاروں ستم گاروں کے لیے ہے جن کا بال بال گناہ میں بندھا ہے جن کے نام سے گناہ بھی ننگ وعار رکھتا ہے۔ ع

ترسم آلودہ شود دامنِ عصیاں از من

(میں ڈرتا ہوں کہ گناہوں کا دامن میری وجہ سے آلودہ ہو جائے گا۔ ت)

وحسبنا اللہ تعالٰی و نعم الوکیل و الصلوۃ والسلام علی الشفیع الجمیل وعلٰی اٰلہ وصحبہ باٰلوف التبجیل والحمد للہ	اور اللہ تعالٰی ہمارے لیے کافی ہے اور کیا ہی خوب کارساز ہے، اور درود و سلام نازل ہو جمال والے شفیع پر اور ان کے آل و اصحاب پر ہزاروں تعظیم و تکریم کے ساتھ، اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں

رب العلمین۔	جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

حدیث ۱و۲: امام احمد بسندِ صحیح اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور ابن ماجہ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خُیِّرت بین الشفاعۃ وبین ان یدخل نصف امتی الجنۃ فاخترت الشفاعۃ لانھا اعم واکفٰی ترونھا للمتقین لا ولکنھا للمذنبین الخطائین المتلوثین[1]۔ اللّٰھم صل وسلم وبارك علیه والحمد للّٰه رب العٰلمین۔	اللہ تعالٰی نے مجھے اختیار دیا کہ یا تو شفاعت لو یا یہ کہ تمہاری آدھی امت جنت میں جائے میں نے شفاعت لی کہ وہ زیادہ تمام اور زیادہ کام آنے والی ہے، کیا تم یہ سمجھ لیے ہو کہ میری شفاعت پاکیزہ مسلمانوں کے لیے ہے؟ نہیں بلکہ وہ ان گنہگاروں کے واسطے ہے جو گناہوں میں آلودہ اور سخت خطاکار ہیں۔ اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرما ان پر، اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

حدیث ۳: ابن عدی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی للھالکین من اُمتی[2]۔	میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لیے ہے جنہیں گناہوں نے ہلاک کر ڈالا۔

حق ہے اے شفیع میرے، میں قربان تیرے، صلی اللہ علیک۔

حدیث ۴تا۸: حضرت ابوداؤد و ترمذی و ابن حبان و حاکم و بیہقی بافادہ صحیح حضرت انس بن مالک اور ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، وحاکم حضرت جابر بن عبداللہ اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الزھد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۳۲۹، مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۷۵

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ عمرو بن المحرم دار الفکر بیروت ۵/ ۱۸۰۱، کنزالعمال حدیث ۳۹۰۷۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۴۰۱

اور خطیبِ بغدادی حضرت عبداللہ ابن عمر فاروق و حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القٰیمۃ لاھل الکبائر من امّتی [1]۔	میری شفاعت میری امت میں ان کے لیے ہے جو کبیرہ گناہ والے ہیں۔

صلی اللہ علیك وسلم، والحمد للہ رب العلمین۔ اللہ تعالٰی آپ پر درود و سلام نازل فرمائے اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

حدیث ۹: ابوبکر احمد بن بغدادی حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: شفاعتی لاھل الذنوب من امتی۔ میری شفاعت میرے گنہگار امتیوں کے لیے ہے۔

ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: وإن زنٰی وإن سَرَقَ اگرچہ زانی ہو، اگرچہ چور ہو) فرمایا: وان زنٰی وان سرق علٰی رغم انفِ ابی الدرداء [2]۔ (اگرچہ زانی ہو اگرچہ چور ہو برخلاف خواہش ابودرداء کے)

حدیث ۱۰و۱۱: طبرانی و بیہقی حضرت بریدہ اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] سُنن ابنِ ماجه ابواب الزهد باب ذکر الشفاعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹، سُنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی الشفاعة آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۹۶، جامع الترمذی ابواب صفة القیمة باب ماجاء فی الشفاعة امین کمپنی دہلی ۲ /۶۶، المستدرك للحاکم کتاب الایمان شفاعتی لاهل الکبائر من امتی دار الفکر بیروت ۱/ ۶۹، السنن الکبرٰی کتاب الجنایات ۸ /۱۷ و کتاب الشهادات دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۹۰، المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۵۴ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۱ /۱۸۹، موارد الظمٰان الٰی زوائد ابن حبان حدیث ۲۵۹۶ المطبعة السلفیه ص ۶۴۵، کنز العمال حدیث ۳۹۰۵۵ مؤسسة الرساله بیروت ۱۴/ ۳۹۸

[2] تاریخ بغداد ترجمه محمد بن ابراهیم الغازی ابن البصری دار الکتاب العربی بیروت ۱ /۴۱۶

ان اشفع یوم القیٰمة لِاکثر مما علٰی وجه الارض من شجر وحجر ومدر [1]۔	یعنی رُوئے زمین پر جتنے پیڑ، پتھر، ڈھیلے ہیں میں قیامت یں ان سب سے زیادہ آدمیوں کی شفاعت فرماؤں گا۔

حدیث ۱۲: بخاری، مسلم، حاکم، بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، واللفظ لھٰذین (اور لفظ حاکم و بیہقی کے ہیں۔ت) حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی لمن شهد ان لا اٰله الا الله مخلصًا یصدق قلبه لسانه [2]۔	میری شفاعت ہر کلمہ گو کے لیے ہے جو سچے دل سے کلمہ پڑھے کہ زبان کی تصدیق دل کرتا ہو۔

حدیث ۱۳: احمد، طبرانی وبزار حضرت معاذ بن جبل وحضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انها اوسع لهم وهی لمن مات ولایشرك بالله شیئا [2]۔	شفاعت میں امت کے لیے زیادہ وسعت ہے کہ وہ ہر شخص کے واسطے ہے جو اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے یعنی جس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔

حدیث ۱۴: طبرانی معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اٰتی جهنم فاضرب بابها فیفتح لی فادخلها فاحمد الله محامد ما حمده احد قبلی مثلها ولا یحمد احد بعدی	میں جہنم کا دروازہ کھلوا کر تشریف لے جاؤں گا وہاں خدا کی تعریف کروں گا، ایسی نہ مجھ سے پہلے کسی نے کیں نہ میرے بعد کوئی کرے، پھر دوزخ سے ہر اس شخص کو نکال

[1] مسند احمد بن حنبل عن بریدہ الاسلمی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۴۷، المعجم الاوسط حدیث ۵۳۵۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۱۷۲، کنزالعمال حدیث ۳۹۰۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۳۹۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب الایمان باب شفاعتی لمن یشهد الخ دارالفکر بیروت ۱/ ۷۰، مسند احمد بن حنبل عن ابی موسی الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۰۴ و ۴۱۵، کنزالعمال حدیث ۳۹۰۷۹ و ۳۹۰۸۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۳۶۸ و ۳۶۹، مجمع الزوائد کتاب البعث باب ماجآء فی الشفاعۃ دارالکتاب بیروت ۱۰/ ۳۶۸ و ۳۶۹

ثم اخرج منها من قال لا اله الا الله[1] ملخصًا۔	لوں گا جس نے خالص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا۔

حدیث ۱۵: حاکم بافادہ تصحیح اور طبرانی و بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

| يوضع للانبياء منابر من ذهب فيجلسون عليها ويبقٰى منبرى لا اجلس عليه او لا اقعد عليه قائما بين يدى ربى مخافة ان يبعث بى الى الجنةِ ويبقى اُمّتى بعدى فاقول يارب امتى امتى فيقول الله عزوجل يا محمد ما تريد ان اصنع بامتك فاقول يا رب عجل حسابهم فما ازال اشفع حتى اعطٰى صكاكًا برجال قد بعث بهم الى النار حتى اَنّ مالكًا خازن النار فيقول يا محمد ما تركت لغضب ربك فى امتك من نقمة[2]۔

اللهم صلى وبارك عليه والحمد لله رب العلمين۔ | انبیا کے لیے سونے کے منبر بچھائیں گے وہ ان پر بیٹھیں گے، اور میرا منبر باقی رہے گا کہ میں اس پر جلوس نہ فرماؤں گا بلکہ اپنے رب کے حضور سروقد کھڑا رہوں گا اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو مجھے جنت میں بھیج دے اور میری امت میرے بعد رہ جائے پھر عرض کروں گا اے رب میرے! میری امت، میری امت، اللہ تعالٰی فرمائے گا اے محمد، تیری کیا مرضی ہے میں تیری امت کے ساتھ کیا کروں؟ عرض کروں گا اے رب میرے ان کا حساب جلد فرمادے، پس میں شفاعت کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے ان کی رہائی کی چھٹیاں ملیں گی جنہیں دوزخ بھیج چکے تھے یہاں تک کہ مالک داروغہ دوزخ عرض کرے گا اے محمد! آپ نے اپنی امت میں رب کا غضب نام کو نہ چھوڑا۔

اے اللہ! درود و برکت نازل فرما ان پر، اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت) |

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۸۵۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۵۰۳

[2] المستدرک للحاکم کتاب الایمان باب الانبیاء منابر من ذہب دارالفکر بیروت ۱/ ۶۵و۶۶، المعجم الاوسط حدیث ۲۹۵۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۲۴۶و۲۴۷، الترغیب والترہیب کتاب البعث فصل فی الشفاعۃ مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۴۶

حدیث ۱۶تا۲۱: بخاری ومسلم ونسائی حضرت جابر بن عبداللہ اور احمد بسندِ حسن اور بخاری تاریخ میں اور بزار اور طبرانی و بیہقی و ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس، اور احمد بسندِ حسن و بزار بسندِ جیدّ و دارمی وابن ابی شیبہ وابویعلٰی وابونعیم و بیہقی حضرت ابوذر، اور طبرانی معجم اوسط میں بسند حضرت ابوسعید خدری، اور کبیر میں حضرت سائب بن زید، اور احمد باسنادِ حسن اور ابن ابی شیبہ و طبرانی حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

واللفظ لجابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُوعطیت مالم یعط احد قبلی الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعطیت الشفاعۃ[1]۔	اور لفظ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے وہ کچھ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا"۔

ان چھیوں حدیثوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میں شفیع مقرر کردیا گیا اور شفاعت خاص مجھی کو عطا ہوگی میرے سوا کسی نبی کو یہ منصب نہ ملا۔

حدیث ۲۲و۲۳: ابن عباس وابوسعید وابوموسٰی سے انہیں حدیثوں میں وہ مضمون بھی ہے جو احمد و بخاری و مسلم نے انس اور شیخین نے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین) سے روایت کیا کہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح بخاری کتاب التیمم وقولہ تعالٰی فلم تجدواماءً قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸، صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب قولہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدًا کراچی ۱/ ۶۲، صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹، سنن النسائی کتاب الغسل والتیمم باب التیمم بالصعید نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۷۴، مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہا لمکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۰۱، المعجم الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہا لمکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۰۱، المعجم الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ حدیث ۱۱۰۸۵ المکتب الاسلامی بیروت ۱۱/ ۷۳، مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۶۲، الترغیب والترھیب بحوالہ البزار فصل فی الشفاعۃ مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۴۳۳، المعجم الاوسط حدیث ۷۴۳۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۲۱۲، المعجم الکبیر عن سائب بن زید حدیث ۶۶۷۳ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۷/ ۱۵۵، مسند احمد بن حنبل عن ابی موسٰی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۰۴

ان لکل نبی دعوة قد دعا بھا فی امته واستجیب له[1]۔ وھذا اللفظ الانس ولفظ ابی سعید لیس من نبی الا وقد أُعطی دعوة فتعجّلھا[2]۔(ولفظ ابن عباس)لم یبق نبی الا أُعطی سؤله[3]۔رجعنا الٰی لفظ انس والفاظ الباقین کمثله معنیً قال وانی اختبات دعوتی شفاعة لِاُمتی یوم القیٰمة[4]۔(زاد موسٰی)جعلتھا لمن مات من امتی لایشرك باللہ شیئا[5]۔	ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہے جو وہ اپنی امت کے بارے میں کرچکا ہے اور وہ قبول ہوئی ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ ہیں، اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ یوں ہیں کہ نہیں ہے کوئی نبی مگر یہ کہ اُسے ایک خاص دعا عطا ہوئی جسے اس نے دنیا میں مانگ لیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے لفظ ہیں کہ کوئی نبی نہ بچا جس کو خاص دُعا عطا نہ ہوئی ہو، ہم حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے الفاظ کی طرف رجوع کرتے ہیں، باقی راویوں کے الفاظ معنی کے اعتبار سے اُن ہی کی مثل ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا رکھا ہے۔" ابوموسٰی نے اضافہ کیا کہ میں ہر اُس امتی کے لیے شفاعت کروں گا جو اس حال پر مرا کہ اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔(ت)

یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اگرچہ ہزاروں دُعائیں قبول ہوتی ہیں مگر ایک دُعا انہیں خاص جناب باری تبارک و تعالٰی سے ملتی ہے کہ جو چاہے مانگ لو بے شک دیا جائے گا تمام انبیاء آدم سے عیسٰی تک (علیہم الصلوٰۃ والسلام) سب اپنی اپنی وہ دُعا دنیا میں کرچکے اور میں نے آخرت کے لیے اٹھا رکھی،

---

[1] صحیح بخاری کتاب الدعوات باب قول اللہ تعالٰی ادعونی استجب لکم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۳۲، صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۳، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۰۸

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۰

[3] السنن الکبرٰی کتاب الصلوۃ باب اینما ادرکتك الصلوۃ فصل الخ دار صادر بیروت ۲/ ۴۳۳

[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۳، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۰۸

[5] مسند احمد بن حنبل عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۱۶

وہ میری شفاعت ہے میری امت کے لیے قیامت کے دن، میں نے اسے اپنی ساری امت کے لیے رکھا ہے جو ایمان پر دنیا سے اُٹھی۔

اللّٰھم ارزقنا بجاھہ عندك اٰمین !	اے اللہ ! ہمیں ان کی اس وجاہت کے صدقے میں عطا فرما جواُن کو تیری بارگاہ میں حاصل ہے۔(ت)

اللہ اکبر ! اے گنہگاران اُمّت ! کیا تم نے اپنے مالک و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ کمال رافت و رحمت اپنے حال پر نہ دیکھی کہ بارگاہِ الٰہی عزوجلالہ سے تین سوال حضور کو ملے کہ جو چاہو مانگ لو عطا ہوگا۔ حضور نے ان میں کوئی سوال اپنی ذات پاک کے لیے نہ رکھا، سب تمہارے ہی کام میں صرف فرمادیئے دو سوال دنیا میں کیے وہ بھی تمہارے ہی واسطے، تیسرا آخرت کو اٹھا رکھا، وہ تمہاری اس عظیم حاجت کے واسطے جب اس مہربان مولیٰ رؤف و رحیم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی کام آنے والا، بگڑی بنانے والا نہ ہوگا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حق فرمایا حضرت حق عزوجل نے:

"عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾" [1]۔	اُن پر تمہارا مشقّت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان۔(ت)

واللہ العظیم ! قسم اس کی جس نے انہیں آپ پر مہربان کیا ہر گز ہر گز کوئی ماں اپنے عزیز پیارے اکلوتے بیٹے پر زنہارا اتنی مہربان نہیں جس قدر وہ اپنے ایک امتی پر مہربان ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) الٰہی ! تو ہمارا عجز و ضعف اور اُن کے حقوقِ عظیمہ کی عظمت جانتا ہے۔اے قادر ! اے واجد ! ہماری طرف سے اُن پر اور اُن کی آل پر وہ برکت والی درودیں نازل فرما جو ان کے حقوق کو وافی ہوں اور ان کی رحمتوں کو مکافی۔

اللھم صلّ وسلم وبارك علیه وعلی اله وصحبه قدر رأفته و رحمة بامته وقدر أفتك ورحمتك به اٰمین اٰمین اله الحق امین۔	اے اللہ ! درود و سلام اور برکت نازل فرما آپ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر جتنا کہ وہ اپنی اُمت پر مہربان ہیں اور جس قدر تو ان پر مہربان ہے۔اے معبود برحق ! ہماری دُعا قبول فرما۔(ت)

سبحٰن اللہ ! امتیوں نے ان کی رحمتوں کا یہ معاوضہ رکھا کہ کوئی افضلیت میں تشکیلیں نکالتا ہے۔ کوئی ان کی تعریف اپنی سی جانتا ہے، کوئی ان کی تعظیم پر بگڑ کر کرّاتا ہے۔ افعالِ محبت کا بدعت نام اجلال وادب

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸

پر شرک کے احکام،

انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون،وسیعلم الذین ظلموااىّ منقلب ینقلبون،ولا حول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔	بے شک ہم اللہ تعالٰی کے لیے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے، عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹتے ہیں،اور اللہ بُلند و عظیم کی توفیق کے بغیر نہ توگناہ سے بچنے کی طاقت ہےاور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت۔(ت)

حدیث ۲۴: صحیح مسلم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ تعالٰی نے مجھے تین سوال عطافرمائے،میں نے دو بار تو دنیامیں عرض کرلی: **اللّٰھم اغفرلامّتی اللھم اغفرلامتی** الھی! میری اُمت کی مغفرت فرما،الٰہی میری اُمت کی مغفرت فرما۔الٰہی! میری اُمت کی مغفرت فرما۔" **واخّرت الثالثۃ لیوم یرغب الیّ فیہ الخلق حتی ابراھیم** [1]۔اور تیسری عرض اس دن کے لیے اٹھارکھی جس میں مخلوقِ الٰہی میری طرف نیاز مند ہو گی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام۔

وصل وسلم بارك علیہ والحمد للّٰہ رب العلمین۔	اور درود وسلام وبرکت نازل فرمااُن پر،اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کاپروردگار ہے۔(ت)

حدیث ۲۵: بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شبِ اسرٰی اپنے رب سے عرض کی۔تُو نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو یہ یہ فضائل بخشے،رب عزمجدہ،نے فرمایا: **اعطیتك خیرًا من ذلك (الٰی قولہ) خبأت شفاعتك ولم اخبأھالنبی غیرك** [2]۔

میں نے تجھے جو عطافرمایاوہ ان سب سے بہتر ہے،میں نے تیرے لیے شفاعت چھپارکھی اور تیرے سوادوسرے کو نہ دی۔

حدیث ۲۶: ابن ابی شیبہ وترمذی بافادہ تحسین و تصحیح اور ابن ماجہ وحاکم بحکم تصحیح حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی بن کعب المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۲۷،صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب بیان ان القرآن انزل علٰی سبعۃ حرف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۳

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۳۴

اذاکان یوم القیمة کنت امام النبیین وخطیبهم و صاحب شفاعتهم غیر فخر [1]۔	قیامت کے دن میں انبیاء کا پیشوا اور ان کا خطیب اور ان کا شفاعت والا ہوں اور یہ کچھ فخر کی راہ سے نہیں فرماتا۔

حدیث ۲۷ تا ۴۰: ابن منیع، حضرت زید بن ارقم وغیرہ چودہ ۱۴ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیمة حق فمن لم یؤمن بها لم یکن من اهلها [2]۔	میری شفاعت روزِ قیامت حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اس کے قابل نہ ہوگا۔

منکر مسکین اس حدیثِ متواتر کو دیکھے اور اپنی جان پر رحم کرکے شفاعتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

"اللّٰهم انك تعلم هدیت فاٰمنّا بشفاعة حبیبك محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم فاجعلنا من اهلها فی الدنیا والاخرة یا اهل التقوٰی واهل المغفرة واجعل اشرف صلواتك وانمی برکاتك وازکٰی تحیاتك علٰی هذا الحبیب المجتبٰی والشفیع المرتضٰی وعلٰی اٰله و صحبه دائمًا ابدًا امین یا ارحم الرحمین، والحمد لله رب العلمین۔	اے اللہ! تُو جانتا ہے، بے شک تُو نے ہدایت عطا فرمائی ہے، تو ہم تیرے حبیب محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت پر ایمان لائے ہیں۔ اے اللہ! تو ہمیں دُنیا وآخرت میں لائق شفاعت بنادے۔ اے تقوٰی ومغفرت والے! اپنا افضل درود، اکثر برکات اور پاکیزہ تحیات بھیج اس منتخب محبوب پر جس کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے، اے بہترین رحم فرمانے والے! ہماری دُعا کو قبول فرما۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب منه امین کمپنی دہلی ۲ /۲۰۱، سنن ابن ماجه ابواب الزہد باب ذکر الشفاعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۰، المستدرک للحاکم کتاب الایمان باب اذاکان یوم القیمة الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۷۱

[2] کنزالعمال بحواله ابن منیع عن زید بن ارقم الخ حدیث ۳۹۰۵۹ مؤسسته الرساله بیروت ۱۴/ ۳۹۹

مسئلہ ۱۶۶: مسئولہ مولوی احمد شاہ ساکن موضع سادات

شبِ قدر میں تمام چیزیں مثل درخت و پتھر وغیرہ کے سجدہ کرتی ہیں یا نہیں؟

الجواب:

ہاں ہر چیز سجدہ کرتی ہے، اولیاء نے اسے مشاہدہ کیا ہے، **واللہ تعالٰی علمہ۔**

مسئلہ ۱۶۷: از اودے پور میواڑ راجپوتانہ مدرسہ اسلامیہ، مسئولہ مولانا مولوی سید احمد صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ ۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ

قدوۃ العلماء زبدۃ الفقہاء حضرت مولانا صاحب دام فیوضہم، بعد سلامِ مسنون نیاز مشحون، معروض خدمت بندگان والا ہوں، آپ کا مکرمت نامہ جس روز پہنچا اُسی روز مولوی ظہیر حسن صاحب بھی پہنچے اور بخیریت ہیں، کارِ درس و تدریس انجام دے رہے ہیں، حضور نے یاد آوری بزرگانہ سی مشکور فرمایا۔ کارِ خدمت سے یاد فرمائیں۔

دیگر مکلّف ہوں کہ مولوی عبدالرحیم صاحب احمد آبادی مع مولوی علاؤالدین صاحب سندھی ساداتِ عظام و فقراء ذوی الاحترام کے پیچھے بلاوجہ پڑ رہے ہیں اور طرح طرح کے الزام ان کے ذمہ لگا کر تکفیر کے فتوے منگا لیے ہیں۔

اسی طرح سے فقراء سے غرضیکہ ایسی فضول باتیں کرکے بزرگانِ دین کا دل دکھاتے ہیں وجہ خاص اس کی یہ ہے کہ ان کو احمد آباد کے لوگ پہلے نہیں مانتے تھے۔ سادات اور فقراء کی حقارت کرنے میں اب پہنچ گئے۔ اس بارہ میں حضور کو اشارہ کافی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے معاملہ میں جب تک فریقین کی جانب سے تحقیق نہ ہو تکفیر وغیرہ کا حکم نہ بخشا جائے، اور بلاوجہ سادات و فقراء کے پیچھے پڑنا اور جڑ بنیاد حقارت کے واسطے اکھیڑنا شرعًا ناجائز ہے، چنانچہ حضرت فرید میاں صاحب سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد حسین چشتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی اولاد میں ہیں۔ اور اسی طرف سے قاضی احمد میاں قادر میاں صاحب قادری کی نسبتِ سادات نہ ہونے کی وعظ وغیرہ کہہ کر دل دکھاتے ہیں۔ سو اب بطورِ فتوٰی ارقام فرمادیں کہ حضرت شاہ فرید میاں صاحب اور قادر میاں صاحب اور احمد میاں صاحب سادات کا دکھانا اور کسرِ شان سادات و فقیراء کی کرنا اور ان سے سند طلب کرنا اور نہ ملنے پر برا کہنا کہاں تک جائز ہے۔ اور ایسا کہنے والے کی نسبت شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ سو برائے کرم اس کا فتوٰی صاف تحریر فرمائیں زیادہ حدِ ادب، فقیر کو بھی بوجہ غامانِ سادات ہونے کے سخت رنج ہے۔

الجواب:

بگرامی ملاحظہ مکرم ذی المجد والکرم جناب مولانا مولوی سید قاضی احمد علی صاحب مدنی دام مجد ہم۔بعد ادائے ہدیہ سنّت ملتمس، نوازش نامہ تشریف لایا، ممنون یادآوری فرمایا، مولوی عبدالرحیم صاحب نے صرف ایک شخص کی نسبت مجھ سے دو بار فتوٰی لیا، ایک اس بارہ میں کہ اس نے حضرات ائمہ اطہار کو نبی و رسول بتایا، اس کے بارے میں میں نے "جزاء اللہ عدوہ" لکھی جس کو طبع ہوئے بارہ ۱۲ برس گزرے۔ دوسرا اس بارے میں کہ وہ معوذتین کو قرآن نہیں مانتا اس پر میرا فتوٰی نذیر المنافقین میں چھپا جسے سال ہوئے۔ ان کے سوا میں نے ان کو کوئی فتوٰی کسی کے کفر پر لکھ کر نہ بھیجا۔ ہاں ایک شخص کے کچھ اشعار کی نسبت سوال تھا جس میں اس نے اپنے پیر کی تعریف میں بہت غلو و افراط کیا۔ اس پر میں نے صریح کفر ہونے کا فتوٰی نہ دیا بلکہ اس میں تاویلات کی طرف اشارہ کیا۔ اور یہ دو نام جو آپ نے تحریر فرمائے ان کی بابت مجھے اصلاً یاد نہیں کہ کسی امر کا کوئی فتوٰی کیسا ہی لکھا گیا ہو۔ ہاں زید و عمر کرکے کوئی سوال انہوں نے بھیجا اور میں نے جواب لکھا ہو تو معلوم نہیں، مگر کفر کا فتوٰی صرف انہیں باتوں پر لکھا نہیں بلکہ چھاپ کر بھیجا ہے جسے ۲ اور ۷ برس ہوئے، اور اشعار والا فتوٰی بھی غالبًا وہیں طبع ہو گیا ہے۔

یہ فقیر ذلیل بحمدہ تعالٰی حضرات ساداتِ کرام کا ادنٰی غلام و خاکپا ہے۔ ان کی محبت و عظمت ذریعہ نجات و شفاعت جانتا ہے، اپنی کتابوں میں چھاپ چکا ہے کہ سیّد اگر بدمذہب بھی ہو جائے تو اس کی تعظیم نہیں جاتی جب تک بدمذہب حدِ کفر تک نہ پہنچے، ہاں بعدِ کفر سیادت ہی نہیں رہتی، پھر اس کی تعظیم حرام ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی فقیر بارہا فتوٰی دے چکا ہے کہ کسی کو سید سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لیے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سید جاننا ضروری نہیں، جو لوگ سید کہلائے جاتے ہیں ہم ان کی تعظیم کریں گے، ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں، نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ اور خواہی نخواہی سند دکھانے پر مجبور کرنا اور نہ دکھائیں تو بُرا کہنا مطعون کرنا ہرگز جائز نہیں۔ " الناس امناً علی انسابھم (لوگ اپنے نسب پر امین ہیں)، ہاں جس کی نسبت ہمیں خوب تحقیق معلوم ہو کہ یہ سیّد نہیں اور وہ سید بنے اس کی ہم تعظیم نہ کریں گے نہ اسے سید کہیں گے اور مناسب ہوگا کہ ناواقفوں کو اس کے فریب سے مطلع کر دیا جائے۔ میرے خیال میں ایک حکایت ہے جس پر میرا عمل ہے کہ ایک شخص کسی سیّد سے الجھا، انہوں نے فرمایا میں سیّد ہوں کہا۔

کیا سند ہے تمہارے سیّد ہونے کی۔ رات کو زیارتِ اقدس سے مشرف ہوا کہ معرکہ حشر ہے یہ شفاعت خواہ ہوا، اعراض فرمایا: اس نے عرض کی: میں بھی حضور کا امتی ہوں۔ فرمایا: کیا سند ہے تیرے امتی ہونے کی، میں مولوی عبدالرحیم صاحب کو اس بارے میں لکھوں گا۔ اور اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو منع کروں گا، امید ہے کہ وہ میری گزارش قبول کریں گے۔ آپ فقیر کی اسی تحریر کو فتوٰی تصوّر فرمائیں۔ فقیر احمد رضا غفرلہ از بریلی ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۲۹ھ

مسئلہ ۱۶۸:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علی رسول الرؤف الرحیم ط

امابعد! سوال از فاضلِ اجل عالمِ بے بدل حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب ساکن بریلی عم فیضہ الصوری والمعنوی۔

مخدومی مکرمی معظمی مفخمی حضرت حامی دین متین مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب دام مجدکم، بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح رائے عالی ہو کہ ہمارے یہاں شہر احمد آباد میں ایک رسالہ آٹھ صفحہ کا مطبع حمیدی پریس واقع احمد آباد بازار کالوپور میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ اس کے مشتہر مولوی شیر محمد بن شاہ محمد ساکن احمد آباد محلّہ مرزاپور متصل قصابانِ گاؤ ہیں۔ اور اس میں رسالہ کی اشاعت کی تاریخ یہ لکھی ہے " مورخہ ۲ جمادی الاخری ۱۳۳۰ھ روز وشنبہ " اور اس رسالہ کے صفحہ ۵ سے صفحہ ۷ تک ایک فتوٰی ہے اور وہ فتوٰی تاریخ ۱۱ جمادی الاولٰی یوم الاربعا ۱۳۲۴ھ کو لکھا گیا ہے۔

جناب مولانا صاحب! دست بستہ خدمت میں عرض یہ ہے کہ چھپا ہوا فتوٰی آپ کی خدمت میں رجسٹرڈ حاضر کیا جاتا ہے۔ یہ فتوٰی آپ نے تحریر فرمایا ہے یا نہیں؟ یہاں بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ فتوٰی نہیں لکھا۔ یہ فتوٰی مولانا صاحب کی طرف منسوب کردیا ہے۔ مولانا اس فتوٰی کے لکھنے سے انکار فرماتے ہیں۔ یہ فرمانا ان حضرات کا صحیح ہے یا غلط ہے؟ اور یہ فتوٰی آپ نے چھ سال پہلے لکھا ہے یا نہیں، اور ہم نے آپ کا قلمی مہر کیا ہوا فتوٰی بھی مولوی شیر محمد صاحب کے پاس دیکھا ہے اس کو ہم سچا سمجھیں یا نہیں؟ آپ ہم کو سمجھا دیجئے رب العالمین آپ کو اجرِ عظیم وثوابِ جزیل عطا فرمائے گا۔

رقیمہ آپ کا خادم مہرباز خاں بن محمد خاں ساکن احمد آباد محلّہ جمال پور کھاڑیہ متصل مسجد

دادی بی مورخہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ چہار شنبہ۔

الجواب:

فقیر غفرلہ المولٰی القدیر جب جمادی الاولٰی ۱۳۲۴ھ میں بعدِ سفر مدینہ طیبہ کراچی آیا اور وہاں سے احباب احمد آباد لانے پر مصر ہوئے۔ یہاں میرے معظم دوست حامیِ سنت ماحی بدعتِ مولانا مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم و مغفور کے دو معزز شاگردوں مولوی عبدالرحیم صاحب و مولوی علاؤالدین صاحب سلمہا اللہ تعالٰی میں نزاع تھی، دو فریق ہو رہے تھے۔ اور اس سے پہلے مولوی علاؤالدین صاحب غریب خانہ پر تشریف لائے تھے اور ایک رسالہ پیش کیا جس میں مولوی عبدالرحیم صاحب پر سخت الزام قائم کرنے چاہے حتی کہ نوبت بہ تکفیر پہنچائی تھی، فقیر نے انہیں سمجھایا اور اس رسالہ کی اشاعت سے باز رکھا اور ان الزامات کی غلطی پر دوستانہ متنبہ کیا۔ الحمدللہ مولوی علاؤالدین صاحب نے گزارشِ فقیر کو قبول کیا مگر باہم فریق بندی اس وقت تک تھی کہ فقیر حج سے واپس آیا اس وقت مولوی عبدالرحیم صاحب نے یہ سوال پیش کیا جس کا میں نے وہ جواب لکھا، وہ جواب میرا ہی ہے مگر اس وقت کی حالت سے متعلق تھا۔ میں نے اس جواب ہی میں بتادیا تھا کہ مولوی علاؤالدین صاحب نے مولوی عبدالرحیم صاحب کی تکفیر عنادًا نہ کی تھی بلکہ مسئلہ ان کی سمجھ میں یوں ہی آیا تھا جس سے انہوں نے بعد تفہیم فقیر رجوع کی تو ان پر کوئی حکم سخت نہیں، ہاں اگر وہ بعد اس کے کہ حق سمجھ لیے پھر بلاوجہ شرعی تکفیر کی طرف رجوع کریں تو اُس وقت حکم سخت ہونا لازم ہے۔ اس کے بعد وہیں ایام اقامت فقیر میں فریقین فیصلہ فقیر پر راضی ہوئے اور بحمداللہ تعالٰی باہم صلح کرادی گئی، میں نے اس وقت تک صلح شکن نہ پایا بلکہ قریب زمانہ میں جب کہ بعض فساد پسندوں نے تکفیر مولوی عبدالرحیم صاحب کا باطل و بے معنی غلغلہ پھر اٹھایا اور پرانا مہمل اشتہار مولوی قندھاری نے دوبارہ کسی شخص وزیر الدین کے نام سے چھاپا، زاور مولوی عبدالرحیم صاحب کو دفع فتنہ کے لیے یہاں کے فتوٰی کی ضرورت ہوئی ہے اور اس پر ان سے واقعات پوچھے گئے جس کا مفصل جواب انہوں نے ہفتم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ کو بھیجا، اُس خط میں بھی یہ لفظ موجود ہیں "احمد آباد میں آپ کے قدم مبارک کراچی سے رونق افروز ہوئے تھے اور آپ نے صلح بندی کی اور مولوی علاؤالدین صاحب کی کرائی تھی، جب سے اب تک بحمداللہ تعالٰی صلح ہے وہ میرے موافق ہیں انتھی بلفظہ"۔ اس کے بعد میرا یہی فتوٰی جواب شیر محمد صاحب نے چھاپا مولوی عبدالرحیم نے اس کی نقل مجھے بھیجی تھی اور اس میں سے اُن تمام سطروں پر کہ مولوی علاوہ الدین صاحب کے متعلق تھیں سُرخی سے قلم پھیر دیا کہ اب اُن کی ضرورت نہیں۔ مولوی علاؤالدین صاحب

کا جو خط فقیر کے نام آیا اس میں وہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ہم اس وقت تک بدستور صلح پر قائم ہیں۔ یوں ہی اس سے بھی تازہ تر عنایت نامہ جناب شاہ صاحب وجیہی علوی میں ہے، پھر فقیر نہیں کہہ سکتا کہ اس فتوے کے چھاپنے کی کیا ضرورت ہوئی اور اس سے کیا نفع ہو سکتا ہے، اس میں تو مولوی علاؤالدین صاحب پر حکم سخت ہونا اس شرط سے مشروط تھا کہ وہ بعد کشف شبہہ تکفیر مسلم کی طرف معاذ اللہ پھر عود کریں، جب یہ شرط نہیں تو ہر گز اس فتوے سے نہ مولوی علاؤالدین صاحب کو ضرر نہ چھاپنے والے کو نفع، اور خدانخواستہ شرط متحقق ہوئی تو اس کا حال اللہ جانتا ہے۔ بالجملہ یہ امر دین ہے اور دین میں کسی کی رعایت نہیں۔ دونوں صاحب میرے دوست ہیں اور دونوں صاحب ذی علم اور ایک استاد کے شاگرد ہیں، میں امید کرتا ہوں کہ بدستور صلح پر قائم ہوں گے جیسا کہ دونوں صاحبوں کی تحریر سے مجھے معلوم ہوا، ورنہ جس طرف سے نقض عہد واقع ہو وہ ضرور اپنے حکم شرعی کا مستحق ہوگا کائنا من کان (جو کوئی بھی، ت) فریقین اس آیہ کریم کو پیش نظر رکھیں۔

"وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾" [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور میرے بندوں سے فرمادو وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے، بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بیان کرتا ہے کہ فخر عالم سلطان الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نورِ مبارک کو اللہ تعالٰی نے اپنے نورِ ذاتی سے پیدا کیا، اور وہ نورِ مقدس قدیم ہے۔ اور بکر بیان کرتا ہے اپنے نورِ مبارک سے مراد نورِ قدرت اس کی کا ہے اور وہ نور حادث ہے۔

اور مسئلہ دیگر یہ کہ زید بیان کرتا ہے کہ "ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ﴿۹﴾" [2]۔ (پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا اور اس جلوے اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ ت) سے مراد قرب اللہ تعالٰی کا ہے کہ معراج شریف میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتنے قریب ہوئے اللہ سے کہ درمیان فرق دو کمان کا رہ گیا۔ اور اکثر یہ بیان مولود شریف میں ذکر ہوتا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۵۳

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۹

اور بکر بیان کرتا ہے کہ یہ قریب ہونا رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُس مقام پر مراد جبرئیل علیہ السلام سے ہے نہ خدائے تعالٰی سے، بیّنوا توجروا۔ (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤگے)

الجواب:

عوام مسلمین کو نماز، روزے، وضو، غسل، قراءت کی تصحیح فرض ہے جس سے روزِ قیامت ان پر مطالبہ و مواخذہ ہوگا، اپنے مرتبہ سے اونچی باتوں میں کچہریاں جمانا اور کھچڑیاں پکانا اور رائیں لگانا گمراہی کا پھاٹک ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۰ تا ۱۷۹: ازلاہور، انجمن نعمانیہ مرسلہ مولانا شاہ محرم علی صاحب چشتی صدر ثانی انجمن ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۳۰ھ

جناب مخدوم معظم من حضرت مولانا صاحب ادام اللہ فیوضکم، بعد ہدیہ سلام سنت الاسلام گزارش، والا نامہ رجسٹری شدہ پہنچا، مولانا مولوی حاجی خلیفہ تاج الدین احمد صاحب وہ افتخار نامہ لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے باوجودیکہ حضرت مولانا محمد اکرام الدین صاحب بخاری کی طبیعت پندرہ بیس روز سے سخت ناساز ہے اسی وقت ان کو تکلیف دی گئی، اور وہ بھی تشریف لائے، عریضہ ہذا لکھنے کے وقت پر دو صاحبان غریب خانہ پر موجود ہیں، جناب نے جس روشن ضمیری اور امدادِ باطنی سے قلم برداشتہ اس قدر عجلت میں ایسا بے نظیر و مستند فتوی عــــہ بنصوصِ صریحہ رقم فرمایا ہے اس کو دیکھ کر میرے دونوں ہم جلیس حاضرِ وقت تاحال حالتِ وجد میں ہیں اور بار بار **اللّٰھم بارك فی عمرھم و واقبالھم و مجدھم وایمانھم وعلوشانھم فی الدارین** (اے اللہ ! ان کی عمر، بخت، بزرگی، بُلند شان اور ایمان میں دونوں جہانوں میں برکت عطافرماـت) کا وظیفہ کررہے ہیں۔ مجھے تا حال بغور مطالعہ کا موقع نہ ملا کیونکہ دونوں حضرات اس کو حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں اور دو دن تک اپنے پاس رکھنے کا اصرار کر رہے ہیں۔ اب آنجناب براہ عنایت میرے سوالات کا جواب بھی ارشاد فرمائیں۔

(۱) کیا اس مسئلہ میں جو غلطی فتوٰی دینے والوں کو ہوئی وہ بہت کھلی اور فاش ہے یا بہت باریک قسم کی غلطی ہے جہاں اعلٰی درجہ کے علماء بھی مغالطہ میں پڑھ سکتے ہیں؟

(۲) بریلی، بدایوں اور پیلی بھیت وغیرہ کے مستند علماء اور ان کے فیض یافتوں پر کس حد تک آنکھیں بند کرکے اعتماد کرنا چاہیے۔ یہ سوال ان بیچارے حنفی مسلمانوں کی طرف سے ہے۔

عــــہ: یعنی فتوٰی مسمّٰی بہ "**الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن**" کہ کتاب النکاح میں ہے۔ یہ رسالہ فتاوی رضویہ مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور کی جلد ۱۱ صفحہ ۴۸۷ پر ہے۔

جو میری طرف علم کی آنکھیں نہیں رکھتے اور جن کی تعداد کثیر ہے۔

(۳) ہمارے ہم اعتقاد حنیف حنفیوں کے مدرسہ کے علماء ومدرسین کا مصالحہ ہمیں کہاں سے فراہم کرنا چاہیے۔

(۴) یہ کہ انجمن نعمانیہ کو تاحال جناب کی خدمت میں اس قدر خصوصیت حاصل نہیں ہوئی کہ کم از کم آنجناب کی تصانیف مبارکہ طبع شدہ انجمن کے کتب خانے کے لیے باوجود متواتر تحریری تقاضوں اور خود جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب کی زبانی تقاضوں کے بھی ارسال کی جائیں حالانکہ انجمن ان کا ہدیہ ادا کرنے پر بھی ہمیشہ تیار رہی ہے۔ اگر اس فتوٰی کے وقت "سیف المصطفٰی علی ادیان الافتراء" و "نقد البیان لحرمۃ ابنۃ اخی اللبان" اور "کاسر السفیہ الواھم" کتب خانہ میں موجود ہوتیں تو یہی خاکسار ان کو نکال کے۔۔۔۔۔ کی خدمت میں پیش کردیتا۔

(۵) کیا جناب کی رائے میں حنیف حنفیوں کا مجموعی مرکز بنانے اور ان کو تقویت دینے کی ضرورت ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس کی کیا تدبیر اور سامان جناب کے خیال میں ہیں؟

(۶) لامذہبوں کے پنجاب میں بالخصوص اور بدمذہبوں کے بالعموم حملوں کی مدافعت کی کیا تدابیر جناب کے خیال مبارک میں ہیں؟

(۷) عقائدِ حنفیہّ کے متعلق جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں بالمشافہ گفتگو ہو کر قرار داد ہونے کے بعد بھی مسودہ عقائد حنفیہّ آنجناب کی طرف سے نہ بھیجا، اور اس کے نہ پہنچنے پر مجبورًا یہاں سے مسودہ تیار کرکے آنجناب کی خدمت میں بھیجا گیا جس کی کوئی ترمیم واصلاح یا تصدیق تو درکنار اس کی رسید بھی مرحمت نہ ہوئی۔ اس کم توجہی کی اصل وجہ کیا ہے؟ اب عقائد حنفیہّ جو حسب مشورہ علماء ہم لوگوں نے شائع کیے ہیں ارسالِ خدمت ہیں وہ بھی اس عریضہ کے ساتھ منسلک ہیں، اگر وہ صحیح ہیں تو اس پر دستخط تصدیق فرما کر واپس فرمائیں، دوسری زائد کاپی اپنے پاس رکھیں، ورنہ اصلاح فرما کر واپس فرمائیں۔

(۸) لامذہبوں یا بدمذہبوں کے ساتھ اگر زبانی مباحثہ کی ضرورت پڑے تو آنجناب کون کون سے علماء کو اس قابل سمجھتے ہیں جو علاوہ قابلیت کے تکلیف سفر وغیرہ بھی خالصًا للہ اٹھانے کے لیے امادہ ہوں۔

(۹) ایک فہرست ایسے علماء اسلام کی جو بالکل آپ کے ہم خیال اور مستند ہوں، مع ان کے پورے پتہ کے کس لیے تاحال باوجود جناب مولانا مولوی محمد حامد رضاخان صاحب کی خدمت میں گزارش کرنے کے نہیں پہنچی، اور کب تک وہ بہم پہنچ سکتی ہے؟

(۱۰) باوجود انجمن نعمانیہ کی آنجناب کے ساتھ تمام ہندوستان میں خصوصیات مشہور ہوجانے اور اراکین انجمن کو آنجناب کے ساتھ ایسا دلی خلوص اور نیاز ہونے کے احباب کی طرف سے کسی خاص التفات کا اس کی نسبت ظاہر نہ ہونا کون سی وجوہات پر مبنی ہے، اگر انجمن میں کوئی امور قابل اصلاح ہیں تو وہ کیا ہیں۔

الجواب:

(۱) نظر بحال زمانہ تو یہ غلطی نہایت دقیق و عمیق بات میں خطاء فی الکفر کے قبیل سے ہونی چاہیے کہ مولوی اسحٰق صاحب دہلوی کے شاگرد رشید مولوی عالم صاحب مرادآبادی نے کھائی۔ پھر غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل مجتہد العصر نذیر حسین صاحب نے کھائی، پھر ایک مدعی، انا ولا غیر مولوی، بردوانی صاحب نے کھائی اور ایک طویل تحریر بزعم خود اس کے اثبات میں لکھی، پھر زمانہ حال میں ان حصرات کے آڑے آئی۔ مگر نظر بواقع وہ بہت کھلی فاحش جبیں میں ہمارے سُنی ذی علم حضرات کا وقوع صرف وہی جواب رکھتا ہے جو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا جب کہ اس جناب سے سوال ہوا: اَیزنی العارف (کیا عارف زناء کرسکتا ہے؟ت) دیر تک سر بگریباں رہے، پھر سر اٹھا کر فرمایا: "وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﹰ۟ۙ۳۸" [1]۔ (اللہ تعالٰی کا حکم تو ہو کر رہے گا) چونکہ قضا آید طبیب ابلہ شود اذا جاء القدر عمی البصر واذا جاء القضاء ضاق الفضاء (حکم تقدیر آتا ہے تو آنکھ اندھی ہوجاتی ہے اور حکمِ ربانی کے وقت فضا تنگ ہوجاتی ہے)

نسأل اللہ العفو والعافیۃ. انا للہ وانا الیہ راجعون لا عاصم الیوم الامن رحم ربی۔ ہم اللہ تعالٰی سے درگزر اور سلامتی طلب کرتے ہیں، بے شک ہم اللہ تعالٰی کا مال ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں آج وہی بچے گا جس پر اللہ تعالٰی رحم فرمائے۔ت) لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر بُلندی اور عظمت والے معبود کی توفیق سے۔ت) مولانا اس فتوٰی باطلہ کا ابقاء ہر گز ٹھیک نہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۸

باطل کا اعدام و اخفاء چاہیے نہ کہ تحفظ و ابقاء بدمذہبوں گمراہوں سے جو اباطیل خارج از مسائل مذہب واقع ہوں ان کی اشاعت مصلحتِ شرعی ہے کہ مسلمانوں کا ان پر سے اعتبار اٹھے۔ان کی ضلالات میں بھی اتباع نہ کریں۔حدیث شریف میں ہے:

اترغبون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا للفاجر بما فیه یحذرہ الناس[1]۔	کیا فاجر کی برائیاں بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہو، لوگ اسے کب پہچانیں گیں، فاجر میں جو برائیوں ہیں بیان کرو کہ لوگ اس سے حذر کریں۔

اور اہلسنت سے بتقدیرِ الٰہی جو ایسی لغزشِ فاحش واقع ہو اس کا اخفاء واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بداعتقاد ہوں گے تو جو نفع ان کی تقریر اور تحریر سے اسلام و سنت کو پہنچتا تھا اس میں خلل واقع ہوگا۔اس کی اشاعت اشاعتِ فاحشہ ہے۔اور اشاعتِ فاحشہ بنصِ قرآن عظیم حرام، **قال اللہ تعالٰی**:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ"[2]۔	جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فاحشہ کی اشاعت ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

خصوصًا جب کہ وہ بندگانِ خدا حق کی طرف بے کسی عذر و تامل کے رجوع فرماچکے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعمله[3]۔ قال ابن المنیع وغیرہ المراد ذنب تاب عنه، **قلت** وقد جاء کذا مقید فی الروایة کما فی الشرعة[4] ثم فی الحدیقة الندیة۔	جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے عار دلایا وہ مرنے سے قبل اسی گناہ میں ضرور مبتلا ہوگا۔ ابن منیع وغیرہ کہتے ہیں کہ گناہ سے مراد وہ ہے کہ اس سے توبہ کرلی گئی ہو۔**میں کہتا ہوں** شرعہ اور حدیقہ میں روایت میں توبہ کی قید لگی ہوئی ہے۔ت)

[1] نوادر الاصول الاصل فی ذکر الفاجر بما فیه للتحذیر منه دار صادر بیروت ص ۲۱۳

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹

[3] جامع الترمذی ابواب صفة القیلة باب منه امین کمپنی دہلی ۲ /۷۳

[4] شرح شرعة الاسلام فصل فی سنن الکلام وآدابه مکتبہ الاسلامیہ کوئٹہ ص ۳۳۳

ولہذا ابتاکید اکید گزا عمائد و مشاہیر علمائے اہلسنت و جماعت جس امر میں متفق ہیں یعنی عقائد مشہورہ متداولہ ان میں ہمارے عام بھائی بلاد غدغہ ان کے ارشادات پر عامل ہوں۔ یوں ہی وہ فرعیات جو اہل سنت اور ان کے مخالفین میں مابہ الامتیاز ہو رہے ہیں جیسے مجلس مبارک و فاتحہ و عرس واستمداد و نداء وامثالہا باقی رہیں فرعیات فقہیہ جن میں وہ مختلف ہو سکتے ہیں خواہ بسبب اختلاف روایات، خواہ بوجہ خطاء فی الفکر یا بسبب عجلت و قلّتِ تدبر یا بوجہ کمی ممارست ومزاولتِ فقہ، ان میں فقیر کیا عرض کرے۔

مرا سوزیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد و گردم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

(میرے دل میں جلن ہے اگر کہتا ہوں تو زبان جلتی ہے اور اگر چپ رہوں تو ڈر ہے کہ ہڈیوں کا مغز جل جائے گا، ت)

آہ آہ آہ آہ! ہندوستان میں میرے زمانہ ہوش میں دو بندہ خدا تھے جن پر اصول و فروع و عقائد و فقہ سب میں اعتمادِ کلی کی اجازت تھی۔ اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد حاش للہ نہ اس لیے کہ وہ میرے والد و والی ولی نعمت تھے بلکہ اس لیے کہ **الحق و الحق اقول، الصدق واللہ یحب الصدق** (یہ حق ہے اور میں حق کہتا ہوں، یہ صدق ہے اور اللہ تعالٰی صدق کو محبوب رکھتا ہے۔ت) میں نے اس طبیبِ صادق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب و عجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا اس جناب رفیع قدس سرہ البدیع کو اصولِ حنفی سے استنباطِ فروع کا ملکہ حاصل تھا۔ اگرچہ کبھی اس پر حکم نہ فرماتے، مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادر و دقیق و معضل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتب متداولہ میں جس کا پتہ نہیں، خادم کمینہ کو مراجعتِ کتب و استخراج جزئیہ کا حکم ہوتا اور ارشاد فرماتے "ظاہرًا حکم یوں ہونا چاہیے" جو وہ فرماتے وہی نکلتا، یا بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا تو زیادتِ مطالعہ نے واضح کر دیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔ عجم کی حالت تو آپ ملاحظہ ہی فرماتے ہیں۔ عرب کا حال یہ ہے کہ اس جنابِ قدس سرہ کا یہ ادنٰی خوشہ چیں وزلہ رہا، جو مکہ معظّمہ میں اس بار حاضر ہوا، وہاں کے اعلم العلماء وافقہ الفقہاء سے چھ چھ گھنٹے مذاکرہ علمیہ کی مجلس گرم رہتی، جب انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ فقہ حنفی کے دو حرف جانتا ہے اپنے زمانہ کے عہدِ افتاء کے مسائل کثیرہ جن میں وہاں کے علماء سے اختلاف پڑا یا اشتباہ رہا، اس ہیچ میرز پر پیش فرمانا شروع کیے جس مسئلہ و حکم میں اس احقر نے انکی موافقت عرض کی آثار بشاشت ان کے چہرہ نورانی پر ظاہر ہوئے اور جس میں عرض کر دیا کہ فقیہ کی رائے میں حکم اس کے خلاف ہے، سماعِ دلیل سے پہلے آثارِ حزن نمایاں ہوئے اور

خیال فرمالیتے کہ ہم سے اس حکم میں لغزش واقع ہوئی یہ اسی طبیبِ حاذق کی کفش برادری کا صدقہ ہے۔

(۲) دوم والا حضرت تاج الفحول محبِ رسول مولانا مولوی عبدالقادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف، پچیس برس فقیر کو اس جناب سے بھی صحبت رہی ان کی سی وسعتِ نظر و قوتِ حفظ و تحقیق انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ان دونوں آفتاب و ماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کرکے اس کے فتوے پر عمل ہو۔

فقیر نے جواب میں عمائد و مشاہیر علمائے اہلسنت کی تخصیص کی اور جناب نے فیض یافتوں سے بھی سوال فرمایا ہے فیض کے لیے عرض عریض ہے۔میں یہاں مطلقًا اتنا بھی عرض نہیں کرسکتا جو حضرات عمائد کی نسبت گزارش کیا۔

مولانا! اس تقریر فقیر کو اصول کے ایک اختلافی مسئلہ میں اس قول پر محمول نہ فرمائیں کہ متکلم اپنے عمومی کلام میں داخل نہیں ہوتا۔حاشا فقیر تو ایک ناقص، قاصر، ادنٰی طالب علم ہے، کبھی خواب میں بھی اپنے لیے کوئی مرتبہ علم قائم نہ کیا۔اور بحمدہ تعالٰی بظاہر اسباب یہی ایک وجہ ہے کہ رحمتِ الٰہی میری دستگیری فرماتی ہے، میں اپنی بے بضاعتی جانتا ہوں، اس لیے پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوں، مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے کرم سے میری مدد فرماتے ہیں اور مجھ پر علم حق کا افاضہ فرماتے ہیں، اور انہیں کے رب کریم کے لیے حمد ہے، اور ان پر ابدی صلوۃ والسلام۔

(۳) مدرس کے لیے ذی علم، ذی فہم، سنّی صحیح العقیدہ ہونا کافی ہے صحت عقیدہ کی جانچ کی نسبت جواب نمبر ہفتم میں گزارش ہوگی۔اور یہ لوگ خود معروف نہ ہوں تو اہالی نمبر نہم کی معرفت لیے جائیں اور ان سے عرض کی جائے کہ حضرات کسی سفارش، خوشامد، رعایت پر کاربندی نہ فرمائیں المستشار موتمن پر۔

(۴) نیاز مند کی چار سو تصانیف سے صرف کچھ اوپر سو اب تک مطبوع ہوئیں اور ہزاروں کی تعداد میں بلامعاوضہ تقسیم ہوا کیں جس کے سبب جو رسالہ چھپا جلد ختم ہوگیا۔بعض تین تین چار بار چھپے۔انجمن نعمانیہ میں غالبًا رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ میں اس وقت تک کے تمام موجودہ رسائل میں نے خود حاضر کیے ہیں اور انجمن سے رسید بھی آگئی۔ان کی فہرست اب فقیر کو یاد نہیں، غالبًا دفتر انجمن میں ہو۔اگر وہ معلوم ہوجائے تو بقیہ رسائل جو ادھر چھپے اور مطبع میں ان کے نسخے رہے، بالراس والعین نذر انجمن بلامعاوضہ ہوں گے۔دو برس سے عنانِ مطبع ایک انجمن نے اپنے ہاتھ میں لی ہے جس نے طریقہ فقیر تقسیم کثیر بلا عوض کو منسوخ کردیا پھر بھی انجمنِ نعمانیہ کے لیے

ہدیہ حاضر کرنے سے اس انجمن کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔

(۵) خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرور ضرورت ہے، مگر اس کے لیے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے۔

(۱) علماء کا اتفاق **(۲)** تحمل ساق قدر بالطاق۔ **(۳)** امراء کا اتفاق لوجہ الخلاق۔

یہاں یہ سب باتیں مفقود ہیں، **فانّا للہ وانّا الیہ راجعون**، ہمارے اغنیاء نام چاہتے ہیں، معصیت بلکہ صریح ضلالت میں ہزاروں اڑادیں، خزانوں کے منہ کھول دیں، یونیورسٹی کے لیے کتنی جلد تیس لاکھ جمع ہوگیا۔ مدرسہ دیوبند کو ایک عورت نے پچاس ہزار دے دیا، مگر کسی سُنی مدرسہ کو بھی یہ دن نصیب ہوا؟ اوّل تو تائید دین ومذہب جن کا نام لیے گھبرائیں گے، میاں ! یہ ان مولویوں کے جھگڑے ہیں اور شرما شرمی خفیف وذلیل چندہ بھی مقرر کیا تو۔

"لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيۡكَ اِلَّا مَادُمۡتَ عَلَيۡهِ قَآٮِٕمًا" [1]۔	وہ تجھے پھیر کر نہ دے گا مگر جب تک سر پر سوار ہو۔ (ت)

بلکہ تقاضا کیجئے تو بگڑیں اور ڈھیل دیجئے تو سور ہیں، ادھر ہمارے کارکنوں کو وہ چال وہ چال معلوم نہیں جس سے وہابیہ **خذلھم اللہ تعالٰی**۔ (اللہ تعالٰی ان کو رسوا کرے، ت) بندگانِ خدا کو چھل کر نہ صرف اپنے ہم مذہبوں بلکہ اپنے ہم مشربوں سے روپیہ اینٹھتے ہیں، اس کے لیے ریا و نفاق ومکر وخداع و بے حیائی و بے عزتی لازم ہے، وہ نہ آپ میں ہے نہ آپ کی شریعت اس کی اجازت دے، پھر کیسے کام کیوں کر چلے۔ ابھی ایک نمبری وہابی ایک بااثر صوفی کے یہاں چندہ لینے گیا انہوں نے فرمایا سنا ہے تم احمد رضا کے مخالف ہو، کہا حاشا میں تو اسی در کا کتا ہوں، کتا بن کر پانچ سو لے آیا۔

علماء کی یہ حالت ہے کہ رئیسوں سے بڑھ کر آرام طلب ہیں، حمایتِ مذہب کے نام سے گھبراتے ہیں، جو بندہ خدا اپنی جان اس پر وقف کرے اسے احمق بلکہ مفسد سمجھتے ہیں۔ مداہنت ان کے دلوں میں پیری ہوئی ہے۔ ایامِ ندوہ میں ہندوستان بھر کا تجربہ ہوا۔ عباراتِ ندوہ سُن کر ضلالت ضلالت کی رَٹ لگادیں۔ اور جب کہئے حضرت لکھ دیجئے، بھائی لکھواؤ نہیں، ہمارے فلاں دوست برا مانیں گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۵

ہمارے فلاں استاد کو بُرا لگے گا، بہت کو یہ خیال کہ مفت میں اوکھلی میں سر دے کر موسل کون کھائے، بدمذہب دشمن ہو جائیں گے، دانتوں پر رکھ لیں گے۔ گالیاں، پھبتیاں اخباروں اشتہاروں میں چھاپیں گے، طرح طرح کے بہتان، افتراء اچھالیں گے۔ اچھی بچھی جان کو کون جنجال میں ڈالے۔ بعض کو یہ کد کہ حمایتِ مذہب کی تو صلح کھلی نہ رہے گی۔ ہر دل عزیزی جا کر پلاؤ، قورمے، نذرانہ میں فرق آئے گا۔ یا کم از کم آؤ بھگت تو عام نہ رہے گی۔

اتفاقِ علماء کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم، ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہتیرے سچے اس کے مخالف ہو گئے اس کی توہین تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے کہ "ہیں" لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے۔ اب فرمائیں کہ وہ قوم کو اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی۔ حاشا یہ کلیہ نہیں مگر للاکثر حکم الکل (اکثر کا حکم وہی ہوتا ہے جو کل کا ہوتا ہے۔ت)

الحمدللہ یہاں متکلم عموم کلام سے ضرور خارج ہے۔ **ولوجہ ربی الحمد ابدا** (میرے پروردگار کی ذات کے لیے ہمیشہ حمد ہے۔ت) فقیر میں لاکھوں عیب ہیں مگر میرے رب نے مجھے حسد سے بالکل پاک رکھا ہے، اپنے سے جسے زیادہ پایا اگر دنیا کے مال و منال میں زیادہ ہے قلب نے اندر سے اسے حقیر جانا، پھر حسد کیا حقارت پر؟

اور اگر دینی شرف و افضال میں زیادہ ہے اس کی دست بوسی و قدم بوسی کو اپنا فخر جانا، پھر حسد کیا اپنے معظم بابرکت پر؟ اپنے میں جسے حمایتِ دین پر دیکھا اس کے نشر فضائل اور خلق کو اس کی طرف مائل کرنے میں تحریرًا و تقریرًا ساعی رہا۔ اس کے لیے عمدہ القاب وضع کرکے شائع کیے جس پر میری کتاب "المعتمد المستند" وغیرہ شاہد ہیں، حسد شہرت طلبی سے پیدا ہوتا ہے اور میرے رب کریم کے وجہِ کریمہ کے لیے حمد ہے کہ میں نے کبھی اس کے لیے خواہش نہ کی بلکہ ہمیشہ اس سے نفور اور گوشہ نشینی کا دلدادہ رہا۔ جلسوں انجمنوں کے دوروں سے دور رہنا انہیں دو وجہ پر تھا۔ اول حُبِّ خمول دوم ؎

زمانہ می نخرد عیب و غیر از نیم نیست　　جا برم خر خود را بایں کساد متاع[1]

(زمانہ عیب دار کو خریدتا نہیں اور میرے پاس اس کے علاوہ نہیں ہے۔ اس کھوٹے سامان کے ساتھ اپنے گدھے کو کہاں لے کر جاؤں۔ت)

اور اب تو سالہاسال سے شدت ہجوم کار و انعدامِ کلی فرصت و غلبہ ضعف نقاہت نے بالکل ہی

1

بٹھادیا ہے، جسے میرے احباب نے نازک مزاجی بلکہ بعض حضرات نے غرور و تکبر پر حمل کیا۔اور اﷲ اپنے بندہ کی نیت جانتا ہے، بالجملہ اہل سنت سے امور ثلٰثہ مفقود ہیں پھر فرمائیں صورت کیا ہو۔

دفع گمراہانِ میں جو کچھ اس حقیر ہیچ میرز سے بن پڑتا ہے بحمداﷲ تعالٰی ۱۴برس کی عمر سے اس میں مشغول ہے۔اور میرے رب کریم کے وجہِ کریم کو حمد کہ اس نے میری بساط، میرے حوصلے، میرے کاموں سے ہزاروں درجہ زائد اس سے نفع بخشا۔ باقی جو آپ چاہتے ہیں اسی قوت متفقہ پر موقوف ہے جس کا حال اوپر گزارش ہوا۔بڑی کمی امراء کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے، حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ: " وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا[1]۔

کوئی با قاعدہ عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں، کوئی اخبار پرچہ آپ کے یہاں
نہیں،مدرسین، واعظین، مناظرین، مصنفین کی کثرت بقدرِ حاجت آپ کے پاس نہیں۔جو کچھ کر سکتے ہیں فارغ البال نہیں۔جو فارغ البال ہیں وہ اہل نہیں۔بعض نے خونِ جگر کھا کر تصانیف کیں تو چھپیں کہاں سے۔ کسی طرح سے کچھ چھپا لو کی اشاعت کیونکر ہو۔دیوان نہیں، ناول نہیں کہ ہمارے بھائی دو آنے کی چیز کا ایک روپیہ دے کر شوق سے خریدیں، یہاں تو سر چپیٹنا ہے روپیہ وافر ہو تو ممکن کہ یہ سب شکایت رفع ہوں۔

اول عظیم الشان مدارس کھولے جائیں باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

ثانیًا طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نخواہی گرویدہ ہوں۔

ثالثًا مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں کہ لالچ سے جان توڑ کر کوشش کریں۔

رابعًا طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔یوں ان میں کچھ مدرسین بنائے جائیں، کچھ واعظین کچھ مصنفین، کچھ مناظرین، پھر تصنیف و مناظرہ میں بھی توزیع ہو، کوئی کسی فن پر کوئی کسی پر۔

خامسًا ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریرًا و تقریرًا وعظًا و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔

مولانا! اس گئی گزری حالت میں تو کوئی بفضلہٖ تعالٰی آپ کے سامنے آنہیں سکتا۔دور سے غُل مچاتے اور وقت پر دم دباتے ہیں۔جب آپ کے اہل علم یوں مل میں پھیلیں اس وقت کون

[1] کشف الخفاء حدیث ۳۲۶۹ دارلکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۶۶

ان کی قوت کا سامنا کر سکتا ہے۔

سادسًا حمایت (مذہب) وہ رَدِّ بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

سابعًا تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت شائع کیے جائیں۔

ثامنًا شہروں شہروں آپ کے سفیر نگران رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں۔آپ سرکوبی اعداء کے لیے اپنی فوجیں میگزین رسالے بھیجتے رہیں۔

تاسعًا جو ہم میں قابل کار، موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کرکے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جوئیں۔

عاشرًا آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتًا فوقتًا ہر قسم کے حمایت مذہب ممیں مضامین تمام ملک میں بقمیت و بلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

میرے خیال میں تو یہ تدابیر ہیں،آپ اور جو کچھ بہتر سمجھیں افادہ فرمائیں،بلکہ مولانا! روپیہ ہونے کی صورت میں اپنی قوت پھیلانے کے علاوہ گمراہوں کی طاقتیں توڑنا بھی اِن شاء اللہ العزیز آسان ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گمراہیوں کے بہت سے افراد صرف تنخواہوں کے لالچ سے زہر اگلتے پھرتے ہیں۔ان میں جسے دس کی جگہ بارہ دیجئے اب آپ کی سی کہے گا،یا کم از کم بہ لقمہ درختہ بہ تو ہوگا۔

دیکھئے حدیث کا ارشاد کیسا صادق ہے کہ: "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درہم ودینار سے چلے گا[1]۔

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے،عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر ہے۔

(۷) مسودہ عقائد حنفیّہ کہ یہاں بنظر استصواب آیا تھا بعد بعض ترمیمات ضرور یہ گیا بھی،اور انجمن کو پہنچا بھی۔اور انجمن نے اس میں اکثر ترمیمات کو قبول فرمایا بھی،اس پر گواہ خود یہ مسودہ تازہ ہے کہ جناب نے اب ارسال فرمایا ہے،یہ اکثر انہیں ترمیمات پر مشتمل ہے جو فقیر نے ایک نہایت سرسری نگاہ میں عرض کی تھیں،مگر جناب کا یہ فرمانا بھی کہ ترمیم یا تصدیق درکنار تو نے رسید بھی نہ بھیجی بجائے خود ہے۔واقعی فقیر ترمیم کرکے بھیج چکا اور واقعی ترمیم کرکے فقیر نے نہ بھیجا۔اس معمہ کا حل یہ ہے کہ فقیر بے حد عدیم الفرصت ہے خاطر خواہ ترمیمیں (مگر دفترے دیگر

[1] کشف الخفاء حدیث ۳۲۶۹ دارلکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۶۶

املا کنند) کی مصداق ہوتیں۔اس کے لیے وقت نہ ملتا تھا ایک ضرور شدیدہ سے پیلی بھیت جانا ہوا۔حضرت مولانا محدث سورتی دامت برکاتہم نے اس کا ذکر فرمایا۔فقیر نے عرض کی وقتِ فرصت سن لوں گا۔نصف شب کے قریب وہاں کی ضروریات اور احباب کی ملاقات سے فارغ ہوا اس وقت وہ مسودہ فقیر کو سُنایا گیا، جابجا تبدیلات و نقص وزیادات و محو واثبات عرض کرتا گیا اور حصرت ممدوح تحریر فرماتے گئے۔۱۸ صفحہ تک اس وقت ہوا پھر صبح بعدِ فراغ وظائف،جب کہ ریل کا وقت قریب تھا۔بقیہ بعجلتِ تام تمام کیا۔مولوی ابوالعلاء امجد علی صاحب سلمہ بھی ہمراہ تھے ان سے گزارش کی کہ آپ کے پاس بھی ایک مسودہ آیا ہوا ہے یہی ترمیمات آپ بھی لکھ بھیجنا،اور اتفاق رائے فقیر سے بھی انجمن مبارک کو اطلاع دیں۔مگر بریلی آکر مولوی صاحبِ کو کثرت کار میں یاد نہ رہا۔یوں وہ اصلاحاتِ فقیر کی طرف سے پہنچیں بھی اور نہیں بھی۔

اب **اوّلاً** اس مسودہ ثانیہ میں بعض تو اغلاطِ کاتب ہیں انہیں فقیر نے بنادیا ہے۔ان میں بعض بہت ضروری اللحاظ ہیں۔

ثانیاً بعض نئی ترمیمات اور خیال میں آئی ہیں،خواہ عبارت سابقہ پر،یا اب جو مسودہ ثانیہ میں خود انجمن نے محو واثبات کیا اس پر۔

ثالثاً اصلاحاتِ سابقہ میں سے اکثر تو قبول فرمائی گئیں مگر بعض وہ بھی ہیں کہ اس مسودہ ثانیہ میں بھی متروک ہوئیں یا نظر سے رہ گئیں خصوصًا ان میں بعض کا نہ پانا زیادہ مشوش خیال ہوسکتا ہے کہ بحال عمر اقل رعایت و مداہنت کا سخت پہلو نکلتا ہے۔ہاں سہوًا ترک ہوا تو "**رفع عن امتی الخطاء والنیسان**"[1]۔(میری امت سے خطاء ونسیان کو معاف کردیا گیا ہے۔ت) ارشادِ والا ہے۔

رابعاً ان سب کے بعد بھی بحکم "**المستشار مؤتمن**"[2]۔(جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ت) مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔یہ سب مقاصد اجمالًا یہاں گوش گزار کروں۔ (اگلا صفحہ ملاحظہ ہو)

[1] کشف الخفاء حدیث ۱۳۹۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۸۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی المشورۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۳،جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان المستشار مؤتمن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۵

ترمیمات جدیدۃ یاترمیماتِ جدیدہ مع بیان وجہ

صفحہ	سطر	مبدل	بدل	وجہ
۳	۹	کوئی لطف جزئی یا اصلاح جزئی	کوئی لطف یا اصلاح یا کوئی شے	قید جزئی احترازی نہ سمجھی جائے کہ وجوب کلی متوہم ہو حالانکہ لایجب علی اللہ شیئ (اللہ پر کچھ واجب نہیں۔ت)
۴	۴	کئی	بہت	کئی ترجمہ چند کا ہے
۶	۷	ختم نبوت	ختم نبوت و افضیلت مطلقہ و خلافت کبرٰی و اولویت فی الشفاعة وفی دخول الجنة واصالت فی کل فضل وساطة فی کل نعمة وغیرھا صفات کثیرة ناممکنة الاشتراک	اعلائے شان اقدس و تفریح خاطر مومنین ورغم انف عدو
۶	۲۲	علم الٰہی غیر متناہی	علم الٰہی غیر متناہی بالفعل	بیان تمایز
۶	۲۲	آپ کا علم متناہی	حضور کا علم متناہی بالفعل وغیر متناہی بالقوۃ	عوام متناہی کو بمعنی منتہی ومنقطع نہ سمجھ لیں
۷	۲۰	زندہ بحیات خاصہ ہیں	زندہ بحیات حقیقیہ دنیاو جسمانیہ ہیں	حیاتِ خاصہ حیاتِ برزخیہ روحانیہ بھی ہے کہ ہر شخص کو حاصل۔
۸	۱۱و۱۲	تمام روئے زمین کی مخلوقات عاجز ہے	تمام مخلوقات عاجز ہے	تحدی اگرچہ جن وانس سے ہوئی مگر عجز سب کو شامل ہے۔
ج۹ عـــہ	۲۱	حضرت مہدی علیہ السلام	حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ	صلوۃ والسلام بالاستقلال مخصوص بانبیاء و ملائکہ ہے
۱۱	۹تا۱۱	مختلفہ اقوال امام میں ترجیح کے لیے	مختلفہ اقوال امام بحضور امام خلاف قول مستقر امام کو ترجیح کے لیے	مجتہدین فی الفتوی سے امتیاز

عـــہ: ج علامت جدید ترمیم کی ہے ۱۲۔

۱۱	۱۴	ان کا کام صرف بعض کو ترجیح دینا	ان کا کام صرف بعض کو بحضور امام مستقر امام پر ترجیح دینا اور اصول امام کے موافق تازہ	حصر کی تصحیح اور مجتہدین فی الفتوی و مجتہدین فی المسائل سے امتیاز
۱۱	۱۵	ان کے بعد رحمت کا ظہور ہوا	ان کے بعد رحمت کا اور ظہور ہوا	یہ رحمتِ جدید ہے نہ کہ رحمت جدید ہے
ج۱۱	۲۱	امام فخر الدین رازی	امام ابوبکر احمد ابن علی رازی	پہلے مسودہ میں صرف رازی تھا، اور وہ صحیح تھا اس مسودہ میں فخر الدین بڑھایا گیا، اور یہ بھی باری غلطی ہے امام فخر الدین رازی حنفی نہیں شفاعی ہیں۔

ترمیمات سابقہ متروکہ (یہ دو قسم ہیں) (قسم اوّل)

صفحہ	سطر	مبدل	بدل	وجہ
۱	۱۱	باقی صفات فعلیہ میں ان سب سے ازلاً متصف تھا	ان سب سے ازلاً متصف ہے باقی صفات وفعلیہ و نفسیہ و سلبیہ واضافیہ ہیں۔	باقی سب فعلیہ نہیں نہ باقیات ازلیہ
۳	۱۵	عدل کی چھ صورتیں ہیں	عدل و فضل کی الخ	ان میں یہ بھی محدود ہوا کہ کسی کے اعمالِ حسنہ سے ذرہ بھر نقصان نہیں فرماتا۔ یہ عدل ہو تو اس کا خلاف ظلم ہوا اور ظلم محال ہے، تو اثابت واجب ہو حالانکہ لایجب علی اللہ شیئ (اللہ پر کچھ واجب نہیں۔ت) مسودہ سابقہ میں بغیر غرض صحیح کا لفظ تھا، وہ تو بہت ہی بے جا تھا، اب اسے مصلحت سے بدلا یہ مصلحت راجع الی العبد ہے یا الی اللہ، ثانی محال ہے، بہر تقدیر
۳	۱۹	اپنے بندوں میں سے کسی کو مصلحت یا اجرِ جزیل کوئی مصیبت نہیں دیتا	اس کا فضل ہے کہ اپنے مسلمان بندوں پر جو مصیبت بھیجے اس میں بھی ان کے لیے اجر رکھتا ہے۔	

(ا)

۸	۲۲	ہر دو وحی سے جو اخبار و معارف قطعًا مفہوم ہوتے ہیں حق ہیں کوئی شبہ نہیں۔	ہر دو وحی سے جو معنی قطعًا ثابت ہیں حق ہیں کوئی شبہ نہیں	اول کافر کہ شاہی جہل یا جزیرہ بعیدہ میں رہتا ہو جس سے مسلمانوں کو کوئی ضرر نہ ہو بلکہ ذمی مطیع خدمت گار اسلام جس سے مسلمانوں کو منافع ملتے ہوں اس پر مصائب ڈالنے میں کس کی مصلحت یا کوئی اجر ہے ایلام بلا عوض کو خلافِ عدل ماننا معتزلہ کامسلک ہے اہلِ سنت کے نزدیک "یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ"[1] (اللہ تعالٰی جو چاہے کرتا ہے۔ت) ہاں اس کا فضل ہے کہ مومن کو مصیبت پر بھی ماجور فرماتا ہے **ولہ الحمد**، انتفائے شبہ قطعیت دلالت و ثبوت دونوں سے ہے، مجرد قطعًا ہونا کافی نہیں۔
۹	۱۵	سوال منکر و نکیر ضرور ہونے والا ہے۔	سوال منکر نکیر جس سے خدا چاہے ضرور ہونے والا ہے۔	روئے سخن سوئے عوام ہے اور اطلاق میں عموم کا ایہام تو تصریح اوضح و امکن فی الافہام،
۱۲	۱۳	ثقاہت	ثقہ ہونا	**ثقۃ علۃ** ہے نہ **فِعَل**
۱۳	۱۰	حضرت امام حسن و امام حسین قطعی جنتی ہیں	حضرت امام حسن و امام حسین و اصحابِ بدر و بیعۃ الرضوان قطعی جنتی ہیں۔	ان کا قطعی جنتی ہونا بھی نصوص سے ثابت اور کتب میں مصرح ہے۔
۱۴	۱۵	خوش آوازی سے سن کر محبت بھڑکانا مستحسن ہے۔	مستحسن ہے جب کہ مزامیر وغیرہا منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔	علماء فرماتے ہیں الاطلاق فی محل التقیید غیر سدید (تقید کے محل میں اطلاق درست نہیں۔ت) خصوصًا جہاں عوام و خواص کالعوام اطلاق سے عموم تک پہنچتے ہوں، صرف اتنا ہی رہتا کہ جب منکراتِ شرعیہ سے پاک ہو جب بھی سد اطلاق کرتا ورنہ خوش آوازی میں غنائے زناں بھی داخل۔اور بعض متصوفہ زمانہ اس پر عامل۔

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۷

۱۵	۲۲	بصورت انکار صریح مطلقًا کافر ہے	فقہاء کے نزدیک مطلقًا کفر ہے۔	متکلمین صرف انکار ضروریاتِ دین کو کفر جانتے ہیں **وھو الاحوط** (اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔ ت) اور انکار اجماع میں نزاع طویل ہے۔

"**قسم دوم**"

صفحہ	سطر	مبدل	بدل	وجہ
۱	۸	تدبیر کائنات جزئی و کل اسی کی ذات سے مختص	باختیارِ خود تدبیر کائنات الخ	اس کے دو محمل تھے تبخیص تعیم و تعیم و تخصیص۔ **اول** یہ کہ تدبیر کا ہر فرد کائنات کو عام و شامل ہوتا، مختص بحضرت الوہیت ہے، **دوم** یہ کہ کسی فرد میں کیسی ہے تدبیر مطلقًا مختص بذاتِ احدیت ہے۔ **اوّل** پر غیر خدا سے سلب عموم ہوگا اور ثانی پر عموم سلب، **ثانی** میں جب تک بالا ستقلال یا باختیار خود کی قید نہ لگائیں عین مسلک وہابیت و مخالف کریمہ "**فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ﴿﴾**"[1] (پھر کام کی تدبیر کریں۔ ت) وغیرہا نصوص قاطعہ ہے، بلکہ اہلِ حقیقت کے نزدیک اول بھی کہ حقیقت مجریہ علٰی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ مدبرۃ الکل ہے **بالخلافۃ المطلقۃ عن حضرۃ الاحدیۃ** (بارگاہِ احدیت سے خلافت مطلقہ کے سبب سے۔ ت) تو اس قید کا ترک وہابیہ کو گنجائش دے گا۔

[1] القرآن الکریم ۷۹/ ۵

۲	۱۰	ذاتِ حق ان سے منزہ ہے	ذاتِ حق پر سب محال بالذات ہیں۔	لفظ تنزیہہ استحالہ ذاتیہ کی تعیین نہیں کرتا۔اور بعدِ گزارش پھر وہی نگارش معلوم نہیں کس بنا پر ہے۔کیا جہل و کذب وغیرہ وغیرہ میں کوئی عیب باری عزوجل کے لیے ممکن ہے یا اس زمانہ فتن میں کہ امکانِ کذب پر مکذبین جان دیتے ہیں۔تصریح استحالہ سے پہلو تہی چاہیے۔
۵	۲۱	ان میں باتباعِ سلف جو وجوہ مباح تعظیم مروجہ ہر ملک ہوں	مسلمانوں میں جو الخ	کلام قابل تاویل ضرور تھا کہ غیر محل منع میں اطلاق تجویز ہی اتباعِ سلف ہے مگر وہابیہ کے لیے گنجائش تھی کہ فلاں فلاں امور سلف میں کب تھے تو ان میں اتباعِ سلف کہاں۔
۱۰	۳	عامۃ الناس احکام غیر منصوصہ میں تقلید پر مامور ہیں۔	عامۃ الناس احکام غیر منصوصہ قطعیہ میں الخ	غیر مقلد کہہ سکتے ہیں کہ رفع یدین وقراءت خلف الامام وجہر یہ آمین وامثالہا سب منصوصہ ہیں تو ائمہ مجتہدین کی تقلید نہیں،یہ وہی بات تو ہے کہ حدیث کے ہوتے ہوئے قولِ امام کی کیا حاجت !
۱۶	۱۴	قوائے انسانیہ کو ملائکہ قوت نظریہ کو جبرئیل ماننا خلاف نص و اجماع ہے	خلاف نص و اجماع اور کفر قطعی ہے کہ ضروریات دین کا انکار ہے۔	اس اضافہ کے اسقاط میں مصلحت سمجھ میں نہ آئی کیا یہ کفر قطعی نہیں کیا یہ انکار ضروریات دین نہیں یا کافر کو کافر کہنا خلافِ تہذیب ہے۔
۱۶	۷	بعدِ بعثت اقدس بعثت نبی کا قائل ہونا کفر ہے	بعد بعثتِ اقدس بعثت نبی کو جائز ماننا یا اس کو ختمِ نبوت میں مخل نہ جاننا کفر ہے	اس سے عدول کی مصلحت بھی مفہوم نہ ہوئی کیا صرف قائل ہونا کفر ہے جائز ماننا کفر نہیں یا اسے ختم نبوت میں مخل نہ جاننا کفر نہیں؟ یا کفار کی رعایت کرنی چاہیے۔ "وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ"[1] اور

[1] القرآن الکریم ۹/۷۳ و ۶۶/۹

"وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً"[1] اور "لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ"[2] اور "لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ"[3]۔ اور "كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ"[4]۔ اور "لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ"[5] وغیرہا آیات کا حکم؟ اور اس پر عمل فرض قطعی ہے یا نہیں؟				

عرضِ اخیر

خوں شدم زاندیشہ انجام ایں معیارِ حق کایں ہمہ اصلاحہا گر ہست وحاصل شد چہ شد

ہر کہ چوں من آزماید روشناسہ ہمچو من ورنہ گر ابلیس آدم روئے شامل شد چہ شد

(اس معیارِ حق کے انجام کے اندیشہ سے میں خون ہوگیا ہوں۔ یہ تمام اصلاحات اگر حاصل ہوگئیں تو کیا ہوا، جو میری طرح آزمائے وہ میری طرح آشنا ہوگا۔ ورنہ اگر ابلیس انسانی شکل اختیار کرکے شامل ہوگیا تو کیا ہوا۔ ت)

"من جرّب بتجربتی عرف معرفتی"۔	جس نے میری طرح آزمایا وہ میری طرح جان لے گا۔

مولانا! اس مسودہ سے بعض عقائدِ اہلسنت پر عوام کو صرف اطلاع دینا مقصود نہیں بلکہ ایک معیارِ سنیت قائم فرمانا ہے کہ اس پر تصدیق کردے ہمارا ہے۔ ع

چشم ودل راز دست نور سرور

(اس سے آنکھ اور دل کو خوشی کا نور حاصل ہوگا۔ ت)

اور جو نہ مانے بیگانہ ہے۔ ع

---

[1] القرآن الکریم ۹ /۱۲۳

[2] القرآن الکریم ۳ /۱۸۷

[3] القرآن الکریم ۵ /۵۴

[4] القرآن الکریم ۴ /۱۳۵

[5] القرآن الکریم ۲۴ /۲

سایہ اش دُور باد ازما دور

(اس کا سایہ ہم سے دُور ہے۔ت)

مگر بہ ہزار افسوس یہ گزارش کہ یہ غرض اس مسودہ سے ہر گز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ ضلالتیں کہ آج کل مدعیانِ اسلام بلکہ مدعیانِ سنیت میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تصریحًا ان کا ذکر اور ان سے تبریہ نہ ہو۔

مولانا! مجھے تجربہ ہوا ہے، ایک دو نہیں صدہا ایسے ابلیس آدم رو ملیں گے کہ ان مسائل پر دستخط کر دیں گے اور وہ نہ صرف سنیت بلکہ اسلام کے کٹر دشمن اور آپ کے جرگہ حق میں شامل ہو کر آپ کے مذہب کے بیخ کن ہوں گے۔ اسی لیے تو ائمہ کرام نے ایسوں کے اسلام کو کلمہ شہادت ہر گز کافی نہ جانا، جب تک اپنے مسلک خبیثہ سے صراحۃً براءت نہ کریں۔ جامع الفصولین و وجیز کردری و بحر الرائق و در مختار وغیرہا میں ہے:

ولواتی بهما(ای بالشهادتین)علٰی وجه العادة لم ینفعه مالم یتبرأ [1]۔	عادۃً کلمہ شہادت کا پڑھنا گمراہ کو مفید نہیں جب تک وہ اپنی ضلالتوں سے براءت نہ کرے۔

چند سال ہوئے ایک مولی صاحب، شاہ صاحب، واعظ صاحب نے فقیر سے اپنی سنیت کی سند تحریر مانگی، فقیر نے انہیں لکھا۔ حضرت! تصریح نفی فتن دائرہ چاہیے۔

"الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ هُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۲﴾" [2]۔	کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اٰمنا کہنے سے چھٹی مل جائے گی اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔

پھر امور عشرین لکھ کر بھیجے، انہوں نے بے تکلف دستخط فرمادیئے، فقیر نے سندِ سنیت انہیں بھیج دی۔ وہ امور بعض اضافات جدیدہ (کہ ان برسوں میں ان کی حاجت ہوئی کہ فتن روزانہ متجدد ہیں۔) عرض کروں انہیں غور فرمائیں۔ انجمن اگر ان کی اشاعت پسند فرمائے اور ان پر بلاد غدغہ تصدیق کو معیارِ سنیت ٹھہرائے تو ان شاء اللہ العزیز یہی کافی و وافی ہے، زیادہ کی ضرورت نہیں، اور یہ نہ ہوں تو شرح عقائد و مقاصد و مواقف کے ترجمے چھاپ کر اس پر دستخط لیجئے ہر گز کفایت نہیں۔ مولانا! بحمد اللہ میں نے

[1] در مختار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[2] القرآن الکریم ۲۹/ ۲

آپ کے رنگ تحریر سے سمجھا کہ آپ صاف گو ہیں اور امرِ حق میں اسی کو پسند فرماتے ہیں اور الحق کو یہی پسند حق ہے:

"فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۴﴾ "[1]۔	جس کا حکم دیا گیا وہ علی الاعلان فرمادیں اور مشرکین سے اعراض فرمائیں۔

بحمدہ سبحٰنہ یہی طریقہ فقیر کا ہے۔

فاش میگویم واز گفتہ خود دلشادم ۔۔۔ بندہ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم

(میں کھلی بات کرتا ہوں اور اپنے کہے ہوئے پر میرا دل خوش ہے، میں عشق کا غلام ہوں اور دونوں جہاں سے آزاد ہوں۔ت)

اب یہاں پانچ صورتیں ہیں۔

(ا) اقوالِ ضلال کے قائلین اور حاشیہ پر نامِ قائل وکتاب۔

(ب) صرف نام کتب

(ج) متن میں صرف اقوال اور حاشیہ پر نام قائل وکتاب۔ **(د)** حاشیہ پر صرف نام کتاب

(ہ) مجرد اقوال بے اشعار نام قائل وکتاب۔

حاش للہ ! طریقہ خامسہ میں کفایت نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے متعدد بار متعدد شہروں میں وہ دیکھے ہیں کہ ان عبارات کی نسبت ان سے سوال ہوا، صاف صاف حکم کفر وضلال لکھ دیا۔ جب کہا گیا کہ یہ قول فلاں شخص یا فلاں کتاب کا ہے۔ فوراً اپلٹ گئے کہ ان کو تو ہر گز نہ کہوں گا۔

مولانا! آج کل تو یہ حالتِ ایمان رہ گئی ہے، اللہ ورسول کو گالی دینا ضرور کفر ہے مگر زید گالی دے تو معاف ہے۔

"**انّاللہ وانّا الیہ راجعون**" بہر حال میں یہاں طریقِ اوسط اختیار کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ مبارک انجمن کون سا پسند فرماتی ہے۔ **وحسبنا اللہ ونعم الوکیل** اور اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ت)

میں نے قصد کیا تھا کہ امورِ عشرین سے وہ باتیں کہ مسودہ میں آگئی ہیں ساقط اور بعض جدید اضافہ کروں۔ اب یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ تمام پہلے سے نفیس تر پیرایہ میں مع زیاداتِ کثیرہ جلیلہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

جزیلہ ذکر کروں کہ انجمن پسند فرمائے تویہی بس ہے، ورنہ یادگار رہے گی۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ جس کے لیے چاہے گاکام دے گی وباللہ التوفیق۔

یہاں اسے لکھنا چاہا تھا مگر یہ بفضلہٖ تعالیٰ ایک کافی وافی نفیس مستقل رسالہ ہوگیا جس کا نام "**نورالفرقان بین جندالالٰہ واحباب الشیطٰن**" رکھا گیا۔ بعد تبییض ان شاء اللہ العزیز اگر انجمن مبارک کی خواہش ہوئی جداگانہ مرسل ہوگا۔ وللہ الحمد

(۸و۹) کے جوابات اس فہرست سے واضح ہوں گے جسے لکھنے کے لیے فقیر نے ابوالعلاء امجد علی صاحب سے گزارش کردی ہے اوران شاء اللہ تعالیٰ اسی نیاز نامہ کے ساتھ مرسل ہوگی، وہ امور کہ بعض جوابات سابقہ میں گزرے ضرور ملحوظِ خاطر رہیں۔

(۱۰) "**تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ**"[1]۔ (یہ پورے دس ۱۰ ہوئے۔ت) اللہ عزوجل انجمن کو مبارک ترکرے اور اہل سنت کو اس سے نفع عظیم پہنچائے۔ کئی سال سے بحمدہ تعالیٰ فقیر اسے خالص انجمن اہل سنت وجماعت سمجھتا ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ کوئی امر قابلِ شکایت معلوم نہ ہوا، مگر مولانا اس فقیر حقیر کے ذمہ کاموں کی بے انتہا کثرت ہے، اور اس پر نقاہت وضعفِ قوت اور اس پر محض تنہائی ووحدت، ایسے امور ہیں کہ فقیر کو دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونے سے مجبورانہ باز رکھتے ہیں۔ خود اپنے مدرسہ میں قدم رکھنے تک کی فرصت نہیں ملتی۔ یہ خدمت کہ فقیر سراپا تقصیر سے میرے مولائے اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محض اپنے کرم سے لے رہے ہیں۔ اہل سنت ومذہب اہل سنت ہی کی خدمت ہے جو صاحب چاہیں جتنے دن چاہیں فقیر کے یہاں اقامت فرمائیں۔ مہینہ دو مہینہ سال دوسال اور فقیر کا جو منٹ خالی دیکھیں یا جس وقت فقیر کو کوئی ذاتی کام کرتے دیکھیں اسی وقت مواخذہ فرمائیں کہ تو اتنی دیر میں دوسرا کام کرسکتا تھا۔ اور جب بحمدہ تعالیٰ سارا وقت آپ ہی کے مذہب کی خدمت گاری میں گزرتا ہے تواب یہ کام اگر فضول یا دوسرا اس سے اہم ہو تو مجھے ہدایت فرمائی جائے، ورنہ فقیر کا عذر قابل قبول ہے۔

مولوی سید دیدار علی صاحب ومولوی ابوالفرح عبدالمحید صاحب نے فقیر سے ایک انجمن قائم کرکے اس کی خدمات انجام دینے کو فرمایا۔ فقیر نے گزارش کی کہ جو کام اللہ عزوجل یہاں سے لے رہا ہے۔ ضروری ہے یا نہیں؟ فرمایا: سخت ضروری، فقیر نے عرض کی۔ دوسرے کوئی صاحب

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۶

اس پر مقرر فرمادیجئے اور مجھ سے کوئی اور خدمت اہل سنت لیجئے، فرمایا نہ دوسرا کوئی اسے کر سکتا ہے۔ نہ دس آدمی مل کر انجام دے سکتے ہیں۔ فقیر نے گزارش کی پھر عذر واضح ہے۔

غرض انجمن اہلِ سنت جو اہم مقاصد چاہے ان میں سے ایک میرے مقدور بھر بالفعل موجود ہے تو اسی کو خدمتِ انجمن تصور فرمائیں، میں جہاں ہوں اور جس حال میں ہوں مذہب اہل سنت کا ادنٰی خدمت گار اور اپنے سنی بھائیوں کا خیر خواہ ہوں۔ البتہ وجوہِ مذکورہ بالا سے نہ کہیں آنے جانے کی فرصت نہ طاقت، نہ اپنا کام چھوڑ کر دوسرا کام لینے کی لیاقت۔

"وحسبنا اللہ و نعم الوکیل، واللہ یقول الحق و یھدی السبیل"۔	اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور سیدھی راہ کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ (ت)

اس نیاز نامہ میں جو امور معروض ہوئے ہیں، جہاں کہیں مشورہ خیر ہو ضرور مطلع فرمائیں۔ فقیر کی کیا حاجت ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے زمانہ خلافتِ راشدہ میں فرماتے ہیں:

لاخیر فیکم مالم تقولوا ولا خیر فی مالم اسمع [1]۔ وفقنا اللہ تعالٰی وایاکم وسائر اخوانہ لکل خیر وحفظنا وایاکم من کل شر، وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و مولانا محمد والہ وصحبہ و ابنہ وحزبہ اجمعین و بارك وسلم امین۔ ۲۷ جمادی الاُخرٰی ۱۳۳۰ھ	تم مشورہ خیر نہ دو تو تم میں بھلائی نہیں اور میں اس کو نہ سنوں تو مجھ میں بھلائی نہیں۔ اللہ تعالٰی ہمیں تمہیں اور ہمارے تمام بھائیوں کو ہر خیر کی توفیق عطا فرمائے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالٰی ہمارے آقا و مولٰی محمد مصطفٰی، آپ کی آل، اصحاب، اولاد اور تمام امت پر درود و سلام اور برکت نازل فرمائے۔ آمین (ت)

1

امورِ عشرین در امتیازِ عقائد سُنّیین

(سُنیوں کے عقائد کی پہچان میں بیس ۲۰ امور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب الانس والجنة، والصلوٰة والسلام علٰی نبینا العظیم والمنّة، المنقذ من النار والمعطی الجنّة الذی ذکرہ حرز وحبہ جُنّة وعلٰی اٰلہ وصحبہ واَھل السّنة۔	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو انسانوں اور جِنّوں کا رب ہے، اور درود وسلام ہو ہمارے عظمت واحسان والے نبی پر جو جہنم سے بچانے اور جنت عطا فرمانے والا ہے، جس کا ذکر حفاظت اور اس کی محبت ڈھال ہے، اور آپ کی آل پر اور صحابہ پر اور اہلسنت پر۔ (ت)

ماہِ رمضان المبارک ۱۳۱۸ ہجریہ قدسیہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں فقیر کے پاس سانبھر علاقہ ریاست جے پور (راجستھان) سے ایک خط بایں تلخیص آیا۔

نقل نامہ حافظ محمد عثمان صاحب بنام فقیر (مصنّف علیہ الرحمہ)

بخدمتِ فیض درجت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی محدّث وامام اہلِ سنت وجماعت بعد سلام سنت الاسلام کے عرض خدمت ہے کہ دریں ولا ہماری ملک مارواڑ (راجستھان) کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ آج کل یہاں سانبھر میں جناب مولانا مولوی احمد علی شاہ صاحب حنفی نقشبندی اویسی

تشریف لائے ہیں، ہم لوگ آپ کی تصنیفات گونا گو سے مستفیض ہو چکے تھے۔اب خوش بیانی، اثر پنہانی و توجہ قلبی سے فیض یاب ہورہے ہیں، غیر مقلدین و دیگر عقائد باطلہ والے توبہ کرکے وعظ سے اُٹھتے ہیں کوئی وعظ ایسا نہیں ہوتا جس میں آپ ندوہ (یعنی صلہ کلی الحاد) کی برائی بیان نہ کرتے ہوں، یہاں کے لوگ ندوے کے بڑے ثناخواں تھے اب ایسے متنفر ہوگئے جیسے کسی خبیث (جن) سے کوئی متنفر ہوتا ہے۔ایک مولوی ندوی بھی یہاں آگیا ہے وہ کہتا ہے اگر مولوی احمد علی شاہ صاحب مخالف ہیں توخود جاہل وبددین ہیں۔چند لوگ اس کے کہنے سے بہک گئے، وہ کہتے ہیں اگر مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی دربارہ مولوی احمد علی شاہ صاحب لکھ دیں توہم ان کی باتیں سنیں گے اور اپنے خیالات سے توبہ کریں گے، لہٰذا عرض خدمت ہے کہ مولوی احمد علی شاہ صاحب آپ کے علم میں جیسے ہوں تحریر فرمایئے، آپ کی یہ تحریر سرکشوں کے لیے بہت مفید ہوگی۔العبد محمد عثمان۔

(سیدامام اہل سنت اعلحضرت رحمۃاللہ تعالٰی علیہ تحریر فرماتے ہیں) فقیر کو اس سے پہلے مولانا موصوف سے تعرف تفصیلی نہ تھااور امر شہادت خصوصًا دربارہ عقائد اہم واعظم، لہٰذا جواب میں یہ خط ارسال فرمایا۔(مکتوبِ اعلحضرت)

نامہ فقیر (مصنّف علیہ الرحمہ) بنام حافظ (محمد عثمان) صاحب

بملاحظہ کرم فرماحافظ محمد عثمان صاحب زید لطفہم، السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ،

لطف نامہ آیا، ممنون یادآوری فرمایا، مولوی احمد علی شاہ صاحب نے غریب خانہ پر کرم فرمایا تھا، پہلی ملاقات تھی، بعدہ، جلسہ عظیم آباد (پٹنہ بہار) میں نیاز حاصل ہوا۔وہ اس سے بھی مجمل تھا کہ سوائے سلام و مصافحہ کے کسی مکالمہ کی نوبت نہ آئی۔امرِ شہادت عظیم ہے، میں معاذ اللہ کوئی سوءِ ظن نہیں کرتا بلکہ مولانا موصوف کے جن فضائل کو اب اجمالًا وسماعًا (بذریعہ حافظ مذکور) جانتا ہوں تفصیلًا وعیانًا جان لوں۔مولانا کی حق پسندی سے امید ہے کہ فقیر کی اس عرض پر کمال خوش و مسرور، آج کل غیر مقلدین یا ندوے ہی کا فتنہ ہندوستان میں ساری نہیں بلکہ معاذ اللہ صدہاآفتیں ہیں، فقیر بیس امور حاضر کرتا ہے مولانا موصوف ان پر اپنی تصدیق کافی ووافی جس سے بکشادہ پیشانی تسلیم کامل روشن طور پر ثابت ہو تحریر فرما کر اپنی مہر سے مزین فرما کر فقیر کے پاس روانہ کردیں۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۷۲ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اُمور عشرین تصدیق طلب از جناب مولانا مولوی احمد علی شاہ صاحب مرزا پوری

(۱) سید احمد خاں علی گڑھ اور اس کے متبعین سب کفار ہیں۔

(۲) رافضی کہ قرآن عظیم کو ناقص کہے یا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ یا کسی غیر نبی کو انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی سے افضل بتائے کافر و مرتد ہے۔

(۳) رافضی تبرائی فقہاء کے نزدیک کافر ہے اور اس کے گمراہ، بدعتی، جہنمی ہونے پر اجماع ہے۔

(۴) جو مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر قربِ الٰہی میں تفضیل دے وہ گمراہ مخالفِ سنت ہے۔

(۵) جنگِ جمل و صفین میں حق بدست حق پرست امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تھا۔ مگر حضرات صحابہ کرام مخالفین کی خطا خطائے اجتہادی تھی جس کی وجہ سے ان پر طعن سخت حرام، ان کی نسبت کوئی کلمہ اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بے شک رفض ہے اور خروج از دائرہ اہلسنت جو کسی صحابی کی شان میں کلمہ طعن و توہین کہے، انہیں بُرا جانے، فاسق مانے، ان میں سے کسی سے بغض رکھے مطلقاً رافضی ہے۔

(۶) صدہا سال سے درجہ اجتہاد مطلق تک کوئی واصل نہیں ہے بے وصول درجہ اجتہاد تقلید فرض، غیر مقلدین گمراہ بددین ہیں۔

(۷) اہلسنت صدہا سال سے چار گروہ میں منحصر ہیں جو ان سے خارج ہے بدعتی ناری ہے۔

(۸) وہابیہ کا معلّمِ اوّل ابن عبدالوہاب نجدی اور معلمِ ثانی اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان دونوں سخت گمراہ بددین تھے۔

(۹) تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم و رسالہ یکروزی و تنویر العینین تصانیف اسمٰعیل دہلوی صریح ضلالتوں، گمراہیوں اور کلماتِ کفریہ پر مشتمل ہیں۔

(۱۰) مأتہ مسائل مولوی اسحٰق دہلوی غلط و مردود مسائل و مخالفاتِ اہل سنّت و مخالفات جمہور سے پُر ہیں۔

(۱۱) انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیاء قدست اسرارہم سے استمداد و استعانت اور انہیں وقتِ حاجت توسل واستمداد کے لیے ندا کرنا یارسول اللہ، یا علی،

یا شیخ عبدالقادر الجیلانی کہنا اور انہیں واسطہ فیضِ الٰہی جاننا ضرور حق و جائز ہے۔

(۱۲) عالم میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء قُدِّسَتْ اَسْرارُھُم کا تصرف حیاتِ دنیوی میں اور بعد وصال بھی بعطاءِ الٰہی جاری اور قیامت تک اُن کا دریائے فیض موجزن رہے گا۔

(۱۳) عام اموات احیاء کو دیکھتے، ان کا کلام سُنتے سمجھتے ہیں، سماعِ موتی حق ہے، پھر اولیاء کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے۔

(۱۴) اللہ عزوجل نے روزِ اوّل سے قیامت تک کے تمام ماکان و مایکون ایک ایک ذرّے کا حال اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو بتادیا حضور کا علم ان تمام غیبوں کو محیط ہے۔

(۱۵) امکانِ کذبِ الٰہی جیسا کہ اسمٰعیل دہلوی نے رسالہ یکروزی اور اب گنگوہی نے براہین قاطعہ میں مانا صریح ضلالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کذب قطعًا اجماعًا محال بالذات ہے۔ مسئلہ خلفِ وعید کو ان کے اس ناپاک خیال سے اصلًا علاقہ نہیں۔

(۱۶) شیطان کے علم کو معاذ اللہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زائد وسیع تر ماننا جیسا کہ براہین قاطعہ گنگوہی میں ہے صریح ضلالت و توہین حضرت رسالت علیہ افضل الصلوۃ والتحیۃ ہے۔

(۱۷) مجلس میں میلاد مبارک اور اس میں قیام تعظیمی جس طرح صدہا سال سے حرمین محترمین میں شائع وذائع ہے جائز ہے۔

(۱۸) گیارھویں شریف کی نیاز اور اموات کی فاتحہ اور عرسِ اولیاء کہ مزامیر وغیرہا منکرات سے خالی ہو سب جائز و مندوب ہے۔

(۱۹) شریعت و طریقت دو متبائن نہیں ہیں، بے اتباعِ شرع وصول الی اللہ ناممکن، کوئی کیسے ہی مرتبہ عالیہ تک پہنچے، جب تک عقل باقی ہے احکامِ الٰہیہ اس پر سے ساقط نہیں ہوسکتے، جھوٹے متصوف کہ مخالف شرع میں اپنا کمال سمجھتے ہیں سب گمراہ مسخر گان شیطان ہیں، وحدتِ وجود حق ہے اور حلول واتحاد کہ آج کل کے بعض متصوفہ (بناوٹی صوفی) بکتے ہیں صریح کفر ہے۔

(۲۰) ندوہ سرمایہ ضلالت و مجموعہ بدعات ہے، گمراہوں سے میل جول اتحاد حرام ہے، ان کی تعظیم موجبِ غضبِ الٰہی اور ان کے رَد کا انسداد لعنتِ الٰہی کی طرف بلانا، انہیں دینی مجلس کا رکن بنانا دین کو ڈھانا ہے۔ ندوہ کے لیکچروں اور روائیداد میں وہ باتیں بھری ہیں جن سے اللہ ورسول بیزار و بَری ہیں جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ سب بدمذہبوں و گمراہوں

سے پناہ دے اور سنّتِ حقّہ خالص پر ثابت قدم رکھے۔

○۔ حضرت فاضل بریلوی مدظلہ العالی کے ان امور مقررئہ مذکورہ کی تصدیق جناب مولانا شاہ احمد علی صاحب مرزاپوری نے فرمائی اور یہ عبارت لکھی۔ "امورِ عشرین مندرجہ بالا بہت درست و ٹھیک ہیں۔ وحدت وجود حق ہے مگر اس میں بحث و مباحثہ فقیر کے نزدیک خوب نہیں، یہ امور کشفیہ سے ہیں اور متعلق بکفیت ایسے امور کو اولیاء اللہ ہی خوب سمجھے ہوئے ہیں چونکہ فقیر کے پاس مُہر نہیں لہٰذا دستخط ہی پر اکتفاء کیا۔"

۲ شوال ۱۳۱۸ھ روز چہار شنبہ۔

○ پھر امام اہلسنت فاضل بریلوی مدظلہم نے یہ تحریر فرما کر اپنے دستخط اور مہر ثبت فرمائی۔ "آج کل بہت لوگ اعادئے سنیت کرتے اور عوام بیچارے دھوکے میں پڑتے ہیں۔ بعض مصلحت وقت کے لیے زبان سے کچھ کہہ جاتے اور موقعہ پا کر پھر پلٹا کھاتے ہیں، اکثر جگہ امتحان کے لیے ان شاء اللہ العزیز یہ امور عشرین بطورِ نمونہ کافی ہیں جو بعونہ تعالٰی فراز سنیت پر سچا فائز ہے۔ بے تکلف دستخط کر دے گا، ورنہ پانی مرنا آپ ہی نشیب ضلالت کی خبر دے گا۔

"فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ"[1] "وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ"[2] "وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾"[3]۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔	اور جس نے عہد توڑا اس عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، اور جو منہ پھیرے تو بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا، اور سب تعریفیں رب العالمین کے لیے ہیں۔ (ت)

کتبـــــــــــــــــــــــــه

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه

بمحمدؐ المصطفٰی النبی الامّی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۴

[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۴

مسئلہ ۱۸۰: از ضلع میرٹھ مسئولہ محمد فضل الرحمٰن صاحب ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ایک قطعہ اشتہار "پروانہ خداوندی" مجھے اس قصبہ میں دستیاب ہوا ہے، لہٰذا ارسال بحضور ہے، امید کہ مفصل مطلع فرمایا جائے کہ یہ اشتہار کہاں تک صحیح ہے۔

"پروانہ خداوندی"

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، صلی اللہ علی سیّدنا محمد وعلٰی اٰلہ واصحابہ وسلم ۔ یہ وصیت حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے شیخ احمد خادمِ روضۃ النبی علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف ہے کہ جمعہ کی رات کو خواب میں قرآن شریف کی تلاوت فرماتے ہوئے دیکھا اور فرمایا: اے شیخ احمد! یہ دوسری وصیت تیری طرف ہے علاوہ اس پہلی وصیت کے، وہ یہ ہے کہ تم جملہ مسلمین کو رب العالمین کی طرف سے خبر کردو کہ میں ان کے بابت ان کے کثرتِ گناہ و معاصی کے سخت بیزار ہوں، جس کا سبب یہ ہے کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک (کلمہ گو) نوّے ہزار اموات ہوئی ہیں جن میں ستّر ہزار اسلام باقی تمام غیر اسلام یعنی کفر پر مرے ہیں۔ جس وقت ملائکہ نے یہ بات سُنی تو انہوں نے کہا: یا محمد! آپ کی امت گناہوں کی طرف بہت مائل ہوگئی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالٰی کی عبادت چھوڑدی ہے پس اللہ تعالٰی نے ان کی صورتوں کی تبدیلی کا حکم فرمادیا۔ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے رب! ان پر تھوڑا صبر کر اور ان کو مہلت دے جب تک یہ خبر میں ان کو پہنچادوں، پس اگر وہ تائب نہ ہوئے تو حکم تیرے ہاتھ میں ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ دائمی گناہوں، کبیرہ گناہوں، زناکاری، کم تولنے، کم میزان رکھنے، سود کھانے، شراب کے پینے کی طرف بہت مائل ہوگئے ہیں، اور فقراء و مساکین کو خیرات نہیں دیتے، اور دنیا کی محبت آخرت کی نسبت زیادہ کرتی ہیں اور نماز کو ترک کر بیٹھے ہیں، اور زکوۃ نہیں دیتے پس اے شیخ احمد! تُو ان کو اس بات کی خبر دے، ان کو کہو کہ قیامت قریب ہے، اور وہ وقت قریب ہے کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے ان شاء اللہ تعالٰی اور ہم نے اس سے پہلے بھی وصیت پہنچائی تھی لیکن یہ لوگ نافرمانی اور غرور میں زیادہ دلیر ہوگئے۔ اور یہ آخری وصیت ہے۔ شیخ احمد خادمِ حجرہ شریف نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ جو کوئی اس کو پڑھے اور اس کی نقل کرکے ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچائے وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا اور اس کی میں شفاعت کروں گا دن قیامت کے، اور جو اس کو پڑھے اور اس کی نقل نہ کرے وہ قیامت کو میرا دشمن ہوگا۔ اور کہا شیخ احمد نے میں اللہ سبحانہ، و تعالٰی کی تین مرتبہ قسم کھاتا ہوں کہ یہ بالکل سچی بات ہے، اور

میں اس میں جھوٹا ہوں تو خدا مجھ کو دنیا سے کافر کرکے نکالے، اور جو اس کی تصدیق کرے گا وہ دوزخ کی آگ سے نجات پائے گا۔ صلی اللہ علٰی سیدنا محمد و علٰی آلہ واصحابہ وسلم۔

الجواب:

جن باتوں کی اس میں ہدایت ہے وہ باتیں اچھی ہیں، انکے احکام قرآن و حدیث میں موجود ہیں، ان پر عمل ضرور ہے۔ باقی یہ تمہید جو اشتہار میں لکھی گئی ہے بے اصل ہے۔ بارہا اس قسم کے اشتہار شائع ہوئے ہیں، کسی میں خادمِ روضہ انور کا نام صالح ہے کسی میں شیخ احمد ہے۔ اور ایسے ہی بے باکی کے کلمات لکھے ہیں کہ اتنے مسلمان مرے ان مین سے صرف اتنے ایمان کے ساتھ گئے اور باقی معاذ اللہ بے ایمان مرے۔ اس اشتہار میں تو اتنی رعایت ہے کہ نوے ہزار اموات میں صرف بیس ہزار معاذ اللہ کافر رکھے ہیں۔ اور اشتہاروں میں تو گنتی کے مسلمان رکھے۔ رب عزوجل سے جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عرض نسبت کی ہے، کس قدر بے معنی ہے۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور سلامتی کے طلبگار ہیں، ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: ۷ اربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جاہل نے کوئی گناہ کیا جس کو قطعی نہ جانتا تھا کہ حلال ہے یا حرام۔ اور اسی یا دوسرے گناہ کو عالم نے کیا، تو ان دونوں کے لیے از جانبِ شریعت حکم مختلف ہے، یا نہیں؟ اور اگر مختلف ہے تو کیوں؟ اور اگر مختلف نہیں ہے تو کیوں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب:

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذنب العالم ذنب واحد وذنب الجاھل ذنبان[1]۔ قیل ولم یارسول اللہ، قال العالم یعذب علٰی رکوبه الذنب و الجاھل یعذب علٰی رکوبه الذنب وترك التعلم[2]۔	عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا گناہ، عرض کی: یارسول اللہ! یہ کس لیے؟ فرمایا: عالم پر گناہ کرنے کا عذاب ہے اور جاہل پر ایک عذاب گناہ کرنے کا ہے اور ایک علم نہ سیکھنے کا۔

[1] الجامع الصغیر حدیث ۴۳۳۵ دار الکتب العلمیة بیروت ۲ / ۲۶۴

[2] فیض القدیر تحت حدیث ۴۳۳۵ دار المعرفة بیروت ۴/ ۵۶۵

مسئلہ ۱۸۲: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ دوشنبہ
مولانا المعظم ذوالمجد والکرم معظم ومکرم دام مجدھم، پس از سلامِ مسنون عارضِ خدمت ہوں۔بفضلہٖ تعالٰی جناب کی صحت و عافیت کا مستدعی بخیر ہوں۔میں نے جناب سے سیّد ظہور حیدر صاحب مرحوم کے لیے جو اُن کے نام سے ایک عدد کم کرکے تاریخ وفات ان کی کردینے کو کہہ آیا تھا اور جناب نے وعدہ فرمایا تھا۔اب اگر ہوگئی ہو تو روانہ فرمائیں۔ تقریظات الحدوث والقدوم اور التناسخ بھی روانہ ہوں جو بدایونی رسائل ہیں،اور اگر کوئی جدید رسالہ مبحث اذان میں شائع ہوا ہو تو روانہ ہو، کنزالآخرۃ جو چودھری صاحب سہاروی کی ہے وہ جدید الطبع سُنا ہے کہ جناب کی نظر و اصلاح سے بتمامہا گزری ہے،آیا یہ درست ہے؟اور اس میں جو صفحہ ۷۲ پر امامت کے مسائل ہیں،قبروں پر چادریں چڑھانے کو بدعت سیئہ کے قسم اعتقاد یہ اور باب زیادۃ القبور میں قبروں پر کچھ چڑھانے یاچُومنے کو جو حرام اور بدعت لکھ دیا ہے۔آیا یہ بھی جناب کے نزدیک صحیح ہے؟ اس سے مطلع فرمائیے۔والسلام

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت صاحبزادہ والا قدر بالافخر حضرت جناب مولانا مولوی سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم بعد تسلیم مع التکریم ملتمس والا حضرت سیدنا شاہ مہدی میاں صاحب قبلہ کے حکم سے ان عظیم بے فرصتیوں میں یہ کتاب فقیر نے بنائی۔اغلاطِ شدیدہ کثیرہ عظیمہ شرعیہ کا نکالنا تولازم وواجب ہی تھا۔حکم یہ ہوا کہ اشعار کی بھی اصلاح کر۔جس سے بلا مبالغہ اتنی بڑی کتاب نظم اور اتنے کثیر حواشی از سرِ نو تصنیف کرنی ہوئی،بلکہ تصنیفِ جدیدہ میں اس کی نصف محنت بھی نہ ہوتی جو اس کے بنانے میں ہوئی، طبع اول صفحہ ۱۲۳ تک کہ طبع جدید کے صفحہ ۱۳۳ ہے، تمام اصلاحات کی نقل میں نے اپنے پاس رکھی،اور جناب چودھری صاحب کی خدمت میں گزارش کی کہ بعد تبییضیں یہاں پھر دیکھنے کو بھیج دیا کریں۔جناب موصوف نے کچھ اجزاء کافی شدہ دیکھنے کو بھیجے۔اس کے مطالعہ سے واضح ہوا کہ اصلاح میں شدید تبدیلیں فرمادیں ہیں۔اس کے بعد مجھے چاہیے تھا کہ باقی کتاب واپس کرتا۔مگر حکمِ حاکم

سے چارہ نہ تھا۔ باقی کی بھی اسی محنت سے اصلاح کی اور چودھری صاحب سے عرض کر بھیجی کہ اب مبیضہ یہاں بھیجنے کی حاجت نہیں۔ یہ مسئلہ چادر وغیرہ کا جو حضرت نے دریافت فرمایا ہے **الحمدللہ** کہ اسی صفحہ ۱۲۳ پر تھا جسے میں یہ دکھا سکتا ہوں کہ میری اصلاح یہ تھی، اور یہ حضرت خود ملاحظہ فرمالیں گے کہ طبع جدید میں اس کی کیا گت ہو گئی ہے۔

طبع اول کے صفحہ ۸۵ و ۸۶ پر کہ اب صفحہ ۹۲ تا ۹۴ ہے، اس میں یہ شعر "کچھ چڑھانا قبر پر یا چومنا الخ

سجدہ قبر اور طوافِ باخضوع

اُن کے آگے جھکنا تا حدِ رکوع[1]

طبع دوم میں وہی اپنا شعر رہا، یہیں میں نے یہ اشعار اضافہ کیے تھے۔

اولیاء سے استعانت ہے روا
وہ وسائل ہیں ترے پیشِ خدا

معطی و مالک فقط اللہ ہے
واسطہ اپنا ولی اللہ ہے

ہے توسّل کی طلب القرآن میں
وابتغوا آیا ہے اس کی شان میں

دیکھ تفسیر عزیزی پارہ عم
لکھتے ہیں یوں شاہ صاحب محترم

اولیاء کرتے ہیں امدادِ بشر
جارحہ ہیں بہرِ امداد بشر

اہلِ حاجت ان سے حاجت مانگ کر
اپنی مشکل کرتے ہیں حل سر بسر

یہ بھی فرمایا کہ نذرِ اولیاء
ہے تمام امت میں رائج بے خطا

ہے یہ مقصودِ شہ عبدالعزیز
نذر عرفی ہے، نہ شرعی اے عزیز

تحفہ جو لے جائیں شاہوں کے حضور
نذر کہتے ہیں اسے اہل شعور

فرقِ عُرف و شرع سے غافل نہ ہو
کہہ نہ مشرک اہلِ الااللہ کو

اُمت احمد کو جو مشرک کہے
خود ہے وہ نزدیک شرک و کفر سے

اور سماع و علمِ موتی مطلقًا
اہلِ سنت کا ہے اجماع اے فتٰی

مُردے مومن ہوں کہ کافر لاکلام
دیکھتے سُنتے سمجھتے ہیں مُدام

اس پہ ناطق ہے تواتر سے حدیث
ہے فنائے رُوح تو قولِ خبیث

---

[1] کنزالاخرۃ

وہ نہیں سُنتے تو کیوں اُن پر سلام　　کیا شریعت چاہے پتھر سے کلام
عام کے یہ دھڑ نہیں سُنتے ضرور　　ہیں یہی موتی یہی **من فی القبور**

یہ بھی جب حق چاہے سُنتے ہیں ندا کیونکہ انّ اللہ **یسمع من یشاء**[1]

ملاحظہ ہو طبعِ دوم میں ان کی کیا تبدیلی ہوئی ہے، سب سے زیادہ سخت افسوس مجھے ان اشعار کا ہوا کہ نعت شریف میں میں نے اضافہ کیے تھے وہ یہ ہیں۔

حضرتِ علّامِ کُل بے شک وریب　　بخشا ہے انبیاء کو علم غیب
ان کو کرتا ہے مسلط غیب پر　　اوروں کو ان کے توسط سے خبر
ان پہ کردیتا ہے روشن لاکلام　　ختم تک دنیا و مافیہا تمام
مصطفٰی کو جس سے بخشا ہے سِوا　　مایکون ماکان جس کا جز ہوا
علم مانے شہ سے شیطاں کا وسیع　　کس سے جز شیطاں ہو یہ کفر شنیع
علمِ غیب اُن کا سا جو ثابت کرے　　بچے پاگل جانور کے واسطے
وہ شقی مرتد عدو اللہ ہے　　کافروں سے بھی سوا گمراہ ہے
جو کریں تنقیصِ شانِ شاہ دیں　　لعنۃ اللہ علیہم اجمعین
مصطفٰی ہی ہیں، قیامت میں شفیع　　ہے انہیں کا حصہ یہ شان رفیع
فاتحِ بابِ شفاعت ہیں وہی　　کہفِ اربابِ شفاعت ہیں وہی
جو کبائر والے بے توبہ مریں　　وہ کریم ان کی شفاعت بھی کریں
جو کہے اس دن کے وہ شافع نہیں　　وہ ہے گمراہ و خبیث اے اہلِ دیں
فضلہ خورانِ سگانِ اعتزال　　بکتے ہیں ایسے بد اقوال ضلال
اُن کی گمراہی سے تم مُنہ موڑنا　　اپنے مولا کا نہ دامن چھوڑنا
وہ نہ ہوں شافع ہمارے گر وہاں　　کہیے ہم سوں کا ٹھکانہ پھر کہاں[2]

ملاحظہ ہو کہ اس میں کتنا اور کیا باقی رہا، ان تمام اضافات پر حواشی تھے جن میں ہر لفظ کا آفتاب سے

---

[1] کنز الآخرۃ

[2] کنز الآخرۃ

زیادہ ثبوت تھاوہ بھی اکثر حذف ہوگئے، اب حضرت اپنی مسئول عبارت ملاحظہ فرمائیں، اشاعتِ اولیٰ میں اس حاشیہ کی عبارت یہ تھی۔
ص ۵ ہوتی ہے مگروہ الخ یعنی فاسق فاجر اور نابینا اور اہلِ بدعت اور جاہل کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے ولیکن بعض کے پیچھے مکروہ تحریمہ اور بعض کے پیچھے مکروہ تحریمہ اور بعض کے پیچھے مکروہ تنزیہی یعنی اہل بدعت اور وہ جاہل جو قراءت توڑے اور ادھ کٹ حرفوں سے پڑھے، ان کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمہ ہوتی ہے اور نابینا و فاسق کے پیچھے اگر وہ اہل بدعت اور جاہل نہ ہو تو نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے، اہل بدعت کے پیچھے اس لیے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من احدث فی امرنا ھٰذا الیس منه فھورد [1]۔	یعنی جس شخص نے نئی بات نکالی اپنی طرف سے بیچ دین میں ہمارے کے جو کہ کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہے۔ (مراد اس سے بدعت سیئہ ہے) پس وہ شخص یعنی بدعتی مردود ہے۔

اور ایک جگہ فرمایا:

کل بدعة ضلالة [2]۔	یعنی ہر بدعت گمراہی کا راستہ ہے۔

پس جو شخص مرتکب ایسی بدعت کا ہو اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنا چاہیے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہوگی۔
واضح ہو کہ قبروں کو سجدہ کرنے والے اور اہل قبور سے منت ماننے والے اور فرقہائے باطلہ مثل خوارج وجبریہ وقدریہ کے، اور وہ اَن پڑھ جاہل جو کہ کتاب و سنت سے بالکل ناواقف و بے بہرہ ہیں اور پھر ترک تقلید کرتے ہیں، یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں انکی صحبت سے بچنا چاہیے، غرضیکہ جن باتوں پر صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع ہوچکا ہے انکے خلاف عقیدہ رکھنا یہی بدعت ہے۔

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیة باب نقض الاحکام الباطلة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۷۷

[2] صحیح مسلم کتاب الجمعة باب تخفیف الصلوة والخطبة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۲۸۴، سُنن ابن ماجة باب اجتناب البدع والجدل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶

اس فقیر نے یوں بنایا تھا۔

نمبر ۵: پچھلے دور میں الخ یعنی جاہل اور نابینا اور ولدالزنا اور غلام، فاسق اور اہلِ بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے لیکن اگلے چار کے پیچھے مکروہِ تنزیہی اور پچھلے دو کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوتی ہے، جب کہ وہ فاسق معلن ہو یعنی اس کا فسق ظاہر اور مشہور ہو، ورنہ اس کے پیچھے بھی مکروہ تنزیہی ہوگی۔ اور جب کہ اس مبتدع کی بدعت و بدمذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو، ورنہ اس کے پیچھے باطل محض ہوگی، جیسے آج کل کے روافض و وہابی و نیچری و قادیانی و چکڑالوی کہ اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہتے ہیں، اور غیر مقلد، حدیث میں فرمایا:

کل بدعة ضلالة	یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور اس سے مراد بدعت سیئہ ہے، پس جو شخص مرتکب ایسی بدعت کا ہو اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنا چاہیے اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ادا ہوگی۔

واضح ہو کہ بدعتِ سیئہ دو قسم ہے: عملی اور اعتقادی، عملی جیسے عَلَم، تعزیے اور قبروں کو سجدہ، اور اعتقادی جیسے تفضیلیہ و خوارج وجبریہ وقدریہ وغیرہ، یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں ان کی صحبت سے بچنا چاہیے، غرضیکہ جن باتوں پر صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا اجماع ہوچکا ہے ان کے خلاف عقیدہ رکھنا یہی بدعت ہے۔ پھر ان میں جن کی بدعتِ حد کفر کو نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ، اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے ورنہ باطل محض ۱۲منہ۔

اب اشاعتِ ثانیہ میں جس طرح کرلیا گیا ہے وہ پیش نظر ہے۔ اسی طرح بیشمار تبدیلات ہیں، اشعار میں بھی پھر اسی قسم کی اغلاط نے عود کیا ہے۔ صفحہ ۱۲۳ کے بعد کی اصلاحات یہاں نہ رہیں اگر وہ بھی ہوں اور یہ کتاب مطابق اصلاح فقیر کوئی صاحب چھاپیں تو کتابِ ثالث ہوگی اور بفضلہٖ تعالٰی اغلاطِ شرعیہ و شعریہ سے پاک۔

حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تاریخِ وصال جبھی خیال میں آگئی تھی معروض ہے: ع

نحو لقاء جدہ ۔۔۔ اُم ظہور حیدر

حسن الی الجنان اذ ۔۔۔ ثمّ ظہور حیدر

قیل متٰی ھذا السفر	ھمَّ ظھور حیدر
قلت لان بقی السنۃ عـــہ	ثمَّ ظھور حیدر
۱۳۳۲	۱۳۳۳

بدایوں کے رسالہ تناسخ اور رسالہ حدوث و قدوم پر جو الفاظ نیاز مند نے لکھے تھے ان کی نقل حاضر ہے، مولانا کے خط کی نقل گر بدایوں سے مل گئی ہو تو میں بھی دیکھتا۔

والا خدمت حضرت جناب سیدنا شاہ ابوالقاسم حاج سید اسمٰعیل حسن میاں صاحب قبلہ تسلیم معروض رسالہ ہزار ضرب اقوی جس میں مولوی عبدالغفار خاں صاحب کے چوتھے رسالہ آثار المتدعین پر کامل ایک ہزار رد ہیں، تین چار روز میں ان شاء اللہ تعالٰی طبع ہو جائے گا بعونہ تعالٰی حاضر کیا جائے گا۔ کلکتہ والوں کا رَد حاضر ہے حسب تحریر اسماء تقسیم فرمادیا جائے فقط۔

مسئلہ ۱۸۳: مسئولہ احمد علی معمار محلّہ برہی، روز پنجشنبہ تاریخ ۹ محرم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد شیرینی اور کھانے کی چیزوں پر فاتحہ پڑھنے سے انکار کرتا ہے۔ اور عذر یہ پیش کرتا ہے کہ فاتحہ دی ہوئی چیز کا اگر کچھ حصہ زمین پر گر گیا یا اور کسی قسم کی بے ادبی ہوئی تو فاتحہ دینے والا گنہگار ہوگا۔ ایسے شخص پر شرعًا کوئی عذاب یا ثواب ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

اس کا یہ خیال باطل اور یہ عذر لاطائل ہے، زمین پر بلاقصدِ گر جانے میں کچھ گناہ کسی کے ذمہ نہیں، اور اگر کوئی وہابی یا رافضی معاذ اللہ قصدًا بے ادبی کرے تو اس کا گناہ اس کے سر کیوں باندھا جائے۔ قال اللہ تعالٰی:

"لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ج" [1]۔	اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

ہاں اگر دینے الا جان کر وہابی یا رافضی اور کسی کافر کو دے تو وہ بے ادبی کہ یہ لوگ کریں اس دینے والے

عـــہ: بقی یبقٰی، سمع اور ضرب دونوں سے آتا ہے، علاوہ ازیں ضرب سے بمعنی انتظار لغتِ معروف ہے۔

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

کی طرف عائد ہوگی۔ شخصِ مذکور اگر واقعی یہ عقیدہ رکھتا ہے جو زبان سے کہا تو قرآن مجید کا مخالف ہے کما تلونا۔ ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ باطن میں فاتحہ اولیاء کرام کا منکر ہے۔ اور براہِ تقیہ یہ عذر بے ہودہ گھڑتا ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ شخص مستحق عذاب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴: مسئولہ جناب حکیم مقیم الدین صاحب بہیڑی ضلع بریلی ۱۱رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب نیکی بدی میزان میں تولینگی تو نیکی کا پلہ بھاری ہوگا یا بدیوں کا، کیونکہ قاعدے سے جب نیکیاں زیادہ ہوں نیکیوں کا پلہ بھاری اور نیچا ہوگا اور بدیاں زیادہ ہوں تو بدی کا پلہ بھاری اور نیچا ہونا چاہیے، اور کتابوں میں لکھا بھی ایسا ہی ہے کہ جب نیکیاں زیادہ ہوں گی تو نیکوں کا پلہ بھاری ہوگا اور جھکے گا تو کیا واقعی نیکیاں زیادہ ہوں گی تو نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔ مفصل بیان ہو کیونکہ نیکیاں بمقابلہ گناہوں کے ہلکی ہونا چاہیں۔

الجواب:

وہ میزان یہاں کے ترازو کے خلاف ہے وہاں نیکیوں کا پلہ اگر بھاری ہوگا تو اُوپر اُٹھے گا اور بدی کا پلہ نیچے بیٹھے گا۔ قال اللہ تعالٰی عزوجل:

اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اس کو بُلند کرتا ہے۔ (ت)	" اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ ؕ "[1]۔

مسئلہ ۱۸۵: از گونڈل علاقہ کاٹھیاوار مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل بروز سہ شنبہ تاریخ ۱۳رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

بعض متصوفہ زندیقہ جو زید، عمر، بکر یہ وہ سب کا خدا ہی خدا کہتے ہیں وہ یہ دلیل لاتے ہیں کہ اس وجہ سے منصور نے دعوی انا الحق کا کیا، بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسی لیے سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں اور کتنی عظیم میری شان ہے۔ت) فرمایا۔ اور شمس تبریزی نے اسی وجہ سے قم باذنی (اٹھ میرے حکم سے۔ت) کہہ کر مردہ زندہ کیا۔ اب عرض یہ ہے کہ کیا واقعی یہ کلمات اوپر کے بزرگوں سے صادر ہوئے ہیں؟ اور کیا اس صوفی زندیق کا یہ کہنا صحیح ہے؟ اور اگر ہے تو کیا یہ کلمات عندالشرع مردود ہیں یا نہیں؟ اور

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۱۰

اگر مردود ہیں تو اُوپر کے تینوں بزرگوں کے ساتھ اہلِ سنت وجماعت کس طرح کا عقیدہ رکھیں؟

الجواب الملفوظ

اُن زنادقہ کا یہ قول کفر صریح ہے اور ان کے قول کی صحت کا شک واقع ہونا سائل کے ایمان کا مضر ہے تجدید اسلام چاہیے، وہ تینوں حضرات کرام اکابر اولیائے عظام سے ہیں۔ قدسنا اللہ باسرارھم، حضرت شمس تبریزی قدس سرہ، سے یہ کلمہ ثابت نہیں، اور ثابت ہو تو معاذ اللہ اُسے ادعائے الوہیت سے کیا علاقہ! ایسی اضافات مجازیہ شائع ہیں۔

حضرت حسین منصور انا الحق نہیں کہتے تھے بلکہ انا الاحق (میں ہی احق ہوں۔ت) ابتلائے الٰہی کے لیے سامعین کی فہم کی غلطی تھی ان کی بہن اکابر اولیائے کرام سے تھیں۔ ہر روز اخیر شب میں جنگل کو تشریف لے جاتیں اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوجاتیں، ایک روز حضرت حسین منصور کی آنکھ کھلی اور بہن کو نہ پایا، شیطان نے شبہہ ڈالا۔ دوسری رات قصداً جاگتے رہے، جب وہ اپنے وقتِ معمول پر اٹھ کر باہر چلیں یہ آہستہ اٹھ کر پیچھے ہولیے، وہ جنگل میں پہنچیں اور عبادت میں مشغول ہوئیں۔ یہ پیڑوں کی آڑ میں چھپے دیکھتے تھے، قریبِ صبح انہوں نے دیکھا کہ آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اُترا اور وہ ان کی بہن کے دہن مبارک کے پاس آگیا۔

انہوں نے پینا شروع کیا، یہ بے چین ہوئے اور چلا کر کہا۔ بہن! تمہیں خدا کی قسم تھوڑا میرے لیے بھی چھوڑ دو۔ انہوں نے صرف ایک جرعہ ان کے لیے چھوڑا جس کے پیتے ہی ان کو ہر شجر و حجر و در و دیوار سے آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ احق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے؟ یہ اس کا جواب دیتے انا الاحق بے شک میں احق ہوں۔ لوگوں نے کچھ سنا اور جو منظور تھا واقع ہوا۔

حضرت سیّدی بایزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس سوال کا خود جواب ارشاد فرمادیا، فرمایا: میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا زیبا ہے، سائلوں نے اس پر دلیل چاہی۔ فرمایا: تم سب ایک ایک خنجر ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاؤ اور جس وقت مجھے ایسا کہتے سنو بے تامل خنجر مارو کہ ایسے قائل کی سزا قتل ہے انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت پر حالت وارد ہوئی اور وہی کلمہ نکلا اُن سب نے بے محابا خنجر مارے۔ جس نے جس جگہ کے قصد پر خنجر مارا تھا خود اس کے اسی جگہ لگا۔ جب حضرت کو افاقہ ہوا ملاحظہ فرمایا کہ وہ سب گھائل پڑے ہیں۔ فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ کہتا ہے جس کا کہنا بجا ہے، سیدنا موسٰی کلیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والتسلیم نے کوہِ طور پر اُس درخت میں سے ندا سنی کہ "یٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللہُ

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ"[1]۔ (اے موسٰی میں ہوں، اللہ رب سارے جہانوں کا، ت) کیا یہ درخت نے کہا تھا، حاشا بلکہ رب العالمین نے درخت پر تجلی فرمائی اور حضرت کلیم کو اُس میں سے ندا مسموع ہوئی، کیا وہ ایک درخت پر تجلی فرماسکتا ہے۔ اور بایزید پر نہیں؟ کیا محال ہے کہ بایزید پر تجلی کرے اور سبحانی ما اعظم شانی[2]۔ (میں پاک ہوں اور کتنی عظیم میری شان ہے۔ ت) اور لوگوں کو ان میں سے ندا آئے۔

حضرت مولوی معنوی قدس اللہ سرہ الشریف فرماتے ہیں۔ ایک جن جس پر تسلط کرتا ہے اس کی زبان سے کلام کرتا ہے اس کے جوارح سے کام کرتا ہے[3]۔

کیا تمہارے نزدیک رب عزوجل ایسا نہیں کر سکتا۔ کلام اس کا ہے اور زبان بایزید کی، بایزید شجرہ موسٰی ہیں اور متکلم وہ جس نے فرمایا انی انا اللہ رب العلمین۔ فللّٰہ الحجۃ البالغۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۶: علمائے عظام و مشائخ کرام نے منصور کو کیوں سُولی دی؟ اگر بوجہ کفر سُولی دی گئی ہے تو کیا منصور کو اب مسلمان اور کاملین میں سے شمار کریں یا اُن کی نسبت کیا عقیدہ رکھیں؟

الجواب الملفوظ

ظاہر مسموع اُن کا کلام سے وہ تھا جس پر شرعاً تعزیر قتل ہے لہٰذا حکمِ شرع پورا کیا گیا۔

نہ بر حکم شرع آب خوردن خطاست   دگر خون بہ فتوے بریزی رواست[4]

(کیا ایسا نہیں شرع کے حکم کے بغیر پانی پینا گناہ ہے، اور اگر شرعی فتوی کے ساتھ تو خون بہائے تو جائز ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۸۷: از ریاست رامپور کونچہ قاضی مرزا صابر حسین   بروز شنبہ ۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین و مشائخ کرام اور اولیائے عظام اس مسئلہ میں کہ حضرت بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چند مشہور کرامتیں جو کہ مولود شریف و وعظ وغیرہ میں بیان کی جاتی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک بڑھالبِ دریا بیٹھی روتی تھی، اتفاقاً حضرت کا

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۰

[2] تذکرۃ الاولیاء (اردو) شیخ فریدالدین عطار ملک اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور ص ۸۳

[3] مثنوی معنوی دفتر چہارم قصہ سبحانی ما اعظم شانی مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور ۴/ ۲۰۵

[4] بوستانِ سعدی باب اول پہلی گفتار مکتبہ شرکت علمیہ ملتان ص ۲۹

اس طرف سے گزر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس قدر کیوں روتی ہو؟ بڑھیا نے عرض کیا: حضرت! میرے لڑکے کی بارہ برس ہوئے یہاں دریا میں مع سامان کے برات ڈوبی ہے میں یہاں آکر روزانہ روتی ہوں، آپ نے دعا فرمائی آپ کی دعا کی برکت سے بارہ برس کی ڈوبی ہوئی برات مع کل سامان کے صحیح وسالم نکل آئی اور بڑھیا خوش وخرم اپنے مکان کو چلی گئی۔
دوسرے یہ کہ حضرت کے ایک مرید کا انتقال ہوگیا، موتی کا لڑکا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ اس پر لڑکا زیادہ رویا پیٹا اور اُڑ گیا۔ تو آپ کو رحم آیا آپ نے وعدہ فرمایا اور لڑکے کی تسکین کی۔ بعدہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو مراقب ہو کر روکا، جب حضرت عزرائیل علیہ السلام رکے آپ نے دریافت کیا کہ ہمارے مرید کی روح تم نے قبض کی ہے؟ جواب دیا کہ ہاں آپ نے فرمایا۔ روح ہمارے مرید کی چھوڑ دو عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے بحکم رب العالمین رُوح قبض کی ہے۔ بغیر حکم نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر جھگڑا ہوا۔ آپ نے تھپڑ مارا، حضرت کے تھپڑ سے عزرائیل علیہ السلام کی ایک آنکھ نکل پڑی اور آپ نے ان سے زنبیل چھین کر اس روز کی تمام رُوحیں جو کہ قبض کی تھیں چھوڑ دیں۔ اس پر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے رب العالمین سے عرض کیا وہاں سے حکم ہوا کہ ہمارے محبوب نے ایک رُوح چھوڑنے کو کہا تھا تم نے کیوں نہیں چھوڑی ہم کو ان کی خاطر منظور ہے اگر انہوں نے تمام روحیں چھوڑ دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔
شرعًا ان روایتوں کا بیان کرنا مجلس مولود شریف یا وعظ وغیرہ میں درست ہے، یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبر تحریر فرمائیے۔ **بینوا توجروا**۔ (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب الملفوظ:

پہلی روایت اگرچہ نظر سے کسی کتاب میں نہ گزری مگر زبان پر مشہور ہے، اور اُس میں کوئی امر خلافِ شرع نہیں، اس کا انکار نہ کیا جائے۔
اور دوسری روایت ابلیس کی گھڑی ہوئی ہے اور اُس کا پڑھنا اور سُننا دونوں حرام۔ احمق، جاہل بے ادب نے یہ جانا کہ وہ اس میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تعظیم کرتا ہے حالانکہ وہ حضور کی سخت توہین کر رہا ہے، کسی عالم مسلمان کی اس سے زیادہ توہین کیا ہوگی کہ معاذ اللہ اُسے کفر کی طرف نسبت کیا جائے نہ کہ محبوبانِ الٰہی سیدنا عزرائیل علیہ السلام مرسلین ملائکہ میں سے ہیں اور مرسلین ملائکہ بالاجماع تمام غیر انبیاء سے افضل ہیں کسی رسول کے ساتھ ایسی حرکت کرنا توہین رسول کے سبب معاذ اللہ اس کے لیے باعثِ کفر ہے، اللہ تعالٰی جہالت وضلالت

سے پناہ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸: مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل شہر گونڈل علاقہ کاٹھیاوار یکشنبہ ۹ شعبان ۱۳۳۴ھ

ان دنوں اکثر احباب کو گمنام خطوط بدیں مضمون ملے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قل ھواللہ احد اللہ الصمد، ایاك نعبدو ایاك نستعین، انعمت علیھم عرصہ تین روز میں نو خط نو جگہ بھیجئے اس سے آپ کو بہت فائدہ ہوگا ورنہ نقصان۔

اب عرض یہ ہے کہ اس مضمون کا عندالشرع کیا اصل ہے؟ اس پر عمل ضروری ہے یا نہیں؟ اگر واجب العمل ہے تو بلا نام و نشان کے گمنام خط لکھنے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب الملفوظ:

یہ بدعتِ شنیعہ ہے کہ کسی جاہل نے ایجاد کی جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے اور قرآن عظیم کے ساتھ بے ادب کھلے ہوئے کارڈوں پر کلام الٰہی لکھ کر بھیجا جاتا ہے کہ چھٹی رساں جو اکثر ہنود اور عموماً بے وضو ہوتے ہیں اُسے مس کرتے ہیں، ڈاکخانوں میں مہریں لگانے والے بے وضو یا نجس ہاتھوں سے چھوتے ہیں زمین پر رکھ کر مہر لگاتے ہیں اور خصوصاً زمین پر وہی رُخ ہوتا ہے جس پر آیات ہیں، یہ سب ناپاکیاں اس بدعتِ خبیثہ کے سبب ہیں، اور پھر یہ اللہ پر افترا ہے کہ ایسا کروگے تو نو دن میں خوشی ہوگی ورنہ آفت میں مبتلا ہوگے۔

"اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝" [1]۔	یا اللہ تعالٰی پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۹: الف خان مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ قصبہ سانگور ریاست کوٹہ راجپوتانہ یکشنبہ ۱۳۳۴ھ

ارواح مومنین یا کافر کا کسی وقت اپنے اپنے مکان میں آنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب الملفوظ:

ارواح کفار کا آنا کیونکر ہوسکتا ہے وہ محبوس و مقید ہیں، اور روح مومنین کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

اذا مات المؤمن یخلٰی سربہ حیث شاء [1]۔	اس کی راہ کھول دی جاتی ہے، جاتی ہے جہاں چاہے۔

جہاں چاہے میں اپنا گھر بھی داخل ہے، اور بارہا ارواح صالحین کا اپنے اور اپنے متعلقین کے گھر آنا اور مدد کرنا ثابت ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ایک مریض کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ صاحبِ فراش تھے، رات کو جب سو رہے تھے انہیں پیاس لگی اور کپڑا اوڑھنے کی ضرورت ہوئی، کوئی پاس نہ تھا، ان کے ایک بزرگ کی روح ظاہر ہوئی اس نے پانی پلایا اور کپڑا اڑھایا [2]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۰: مرسلہ محمد عبدالواحد خاں مسلم کمیٹی اسلام پورہ معرفت عبداللطیف ہیڈ ماسٹر میونسپل اردو اسکول ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

واجب الاحترام والتعظیم اعلیحضرت مدظلہم، قادیانی نے جس قدر تحریرات رسائل کتب اپنے دعوے کی تائید میں لکھے ہیں اگر آپ کے پاس ہوں اور ممکن ہو تو روانہ فرمادیجئے تاکہ اس کی تمام باتوں پر میں غور کرکے ایک رائے قائم کرلوں اور مباحثہ کے وقت سہولیت پیدا ہو جائے کیونکہ مخالف کتابیں دینے سے انکار کرتا ہے اگر یہ نہیں ہوسکتا ہے تو کم از کم ان کی کتابوں کے نام اور جگہ جہاں سے وہ دستیاب ہوسکتی ہیں تحریر فرمادیں، یہ تکلیف آپ کو دینا جائز نہیں مگر کوئی اور شخص ایسا نظر نہیں آتا جو اس کام کو انجام دے سکے۔ اب دوسری بات تردید یعنی جس قدر رسائل اشتہارات وغیرہ اس کے رد میں لکھے گئے ہوں روانہ فرمائے جائیں، ورنہ آخر درجہ ان کی فہرست ہی سہی۔ اور مندرجہ ذیل شکوک رفع کردیجئے۔ (قرآن، صحاح ستّہ ہی کے دلائل ہوں تو خوب ہے۔)

(۱) میں صحاح ستہ کو دیکھنا چاہتا ہوں مگر عربی نہیں جانتا، کیا کوئی اردو ترجمہ تحت اللفظ اس کا فراہم ہوسکتا ہے اور کون سی کتاب زیادہ معتبر اور فائدہ رساں ہے؟

(۲) مشکوۃ شریف میں کیا بیان ہے اس سے کیا مدد مل سکتی ہے؟

(۳) ہمارے یہاں سب سے زیادہ کون کون سی کتابیں معتبر ہیں۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مذہب پر آپ کی کیا رائے ہے؟

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب ذکر الموت فضیلۃ ذکر الموت دار الفکر بیروت ۱۰ /۲۲۷

[2] انفاس العارفین مترجم اردو امداد اولیاء ص ۳۶۹

(۵) حضرت مسیح (علیہ السلام) کے زندہ ہونے کی کن کن حدیثوں سے دلیل مل سکتی ہے؟

(۶) سُبحان الذی الخ میں سبحان کے لفظ میں کیا خوصیت ہے؟

(۷) اور آپ کو رات کو کیوں معراج ہوا، دن کو کیوں نہ ہوا؟

(۸) ادریس، خضر، عزیز، الیاس (علیہم السلام) ان کے قصص قدرے صراحت کے ساتھ بیان کیجئے۔

(۹) حضرت مہدی اور عیسٰی (علیہما السلام) دونوں جدا جدا اشخاص قدرے صراحت کے ساتھ بیان کیجئے۔

الجواب:

(۱) صحاح ستّہ کے اردو میں ترجمے ہوئے ہیں مگر عموماً وہابیہ نے کیے ہیں، اور ترجمہ دیکھ کر کوئی شخص قرآن و حدیث نہیں سمجھ سکتا۔

(۲) مشکوٰۃ شریف ایک جامع کتاب ہے، بہت باتوں میں مدد دیتی ہے، مگر تنہا کوئی کتاب سوا قرآن عظیم کے کافی نہیں۔

(۳) ہمارے یہاں قرآن عظیم کے بعد حدیث میں صحیحین اور سننِ اربعہ، مسانید امام اعظم، موطا و کتاب الآثار امام محرر، کتاب الخراج امام ابویوسف، کتاب الحج امام عیسٰی بن ابان، شرح معانی الاثار امام طحطاوی، مشکلات الاثار امام طحطاوی _____ عقائد میں فقہ اکبر، وصایائے امام اعظم، عقائد امام مفتی الانس والجن نجم الدین عمر نسفی _____ فقہ میں ہدایہ، بدائع مبسوط۔ جامع صغیر، جامع کبیر، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، غرر، درر، تنویر الابصار، درمختار، غنیہ، حلیہ اور ہزار ہا کتب بے شمار۔

(۴) ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا شبِ معراج تک خدمت اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بہت صغیر السن بچی تھیں۔ وہ جو فرماتی ہیں، ان روحانی معراجوں کی نسبت فرماتی ہیں جو اُن کے زمانے میں ہوئیں۔ معراج جسمانی انکی حاضری سے کئی سال پیشتر ہو چکا تھا۔

(۵) اس کے لیے دُر منثور و ابن جریر و تفاسیر دیکھنی چاہیئں، ابھی میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ ان مسائل میں بحث یہ قادیانیوں کا دھوکا ہے بحث اس کے ان کفریات میں چاہیے جس کا نمونہ اوپر مذکور ہوا۔

(۶) حضرت عزّت جل وعلا اپنے محبوبوں کی مدح سے اپنی حمد فرمایا کرتا ہے۔ اس کی ابتداء

کہیں ھو الذی سے ہوئی ہے، جیسے:

"ھُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا"[1]۔	جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ت)
"ھُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡھُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ"[2]۔	وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ (ت)

کہیں تبارك الذین سے:

"تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ۙ﴿۱﴾"[3]۔	بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔ (ت)

کہیں حمد سے، جیسے:

"اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ﴿۱﴾"[4]۔	سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی۔ (ت)

یہاں تسبیح سے ابتداء فرمائی ہے کہ:

"سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ"[5]۔	پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے۔ (ت)

اس میں ایک صریح نکتہ یہ ہے کہ جو بات نہایت عجیب ہوتی ہے اس پر تسبیح کی جاتی ہے، سبحن اللہ الذی کیسی عمدہ چیز ہے۔ سبحن کیسی عجیب بات ہے جسم کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے جانا کوئی زمہریر طے فرمانا، کُرہ نار طے فرمانا، کروڑوں برس کی راہ کو چند ساعت میں طے فرمانا۔ تمام ملک وملکوت کی سیر فرمانا۔ یہ تو انتہائی عجیب آیات بینات ہی ہیں۔ اتنی بات کہ کفارِ مکہ پر حجت قائم فرمانے کے لیے ارشاد ہوئی کہ شب کو مکہ معظّمہ میں آرام فرمائیں صبح بھی مکہ معظّمہ میں تشریف فرما ہوں، اور رات ہی رات بیت المقدس تشریف لے جائیں اور واپس تشریف لائیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۲

[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۸ و ۶۱/ ۹

[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۱

[4] القرآن الکریم ۱۸/ ۱

[5] القرآن الکریم ۱۷/ ۱

کیا کم عجیب ہے، اس لیے **سبحن الذی** ارشاد ہوا، کفار نے آسمان کہاں دیکھے، ان پر تشریف لے جانے کا اُن کے سامنے ذکر ایک ایسا دعوی ہوتا جس کی وہ جانچ نہ کرسکتے، بخلاف بیت المقدس جس میں ہر سال اُن کے دو[۲] پھیرے ہوتے۔ "رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ ۚ"[1]۔ (سردی اور گرمی میں کوچ کرنا۔ت) اور وہ خوب جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی وہاں تشریف نہ لے گئے تو اس معجزے کی خوب جانچ کرسکتے تھے اور ان پر حجت الٰہی پوری قائم ہوسکتی تھی۔ چنانچہ بحمداللہ تعالٰی یہ ہی ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بیت المقدس تشریف لے جانا اور شب ہی شب میں واپس آنا بیان فرمایا، ابوجہل لعین اپنے دل میں بہت خوش ہوا کہ اب ایک صریح حجت معاذاللہ ان کے غلط فرمانے کی مل گئی، ولہذا ملعون نے تکذیب ظاہر نہ کی بلکہ یہ عرض کی کہ آج ہی رات تشریف لے گئے؟ فرمایا: ہاں۔ کہاں اور آج شب میں واپس آئے؟ فرمایا: ہاں کہاں: اروں کے سامنے بھی ایسا ہی فرمادیجئے گا؟ فرمایا: ہاں اب اس نے قریش کو آواز دی اور وہ جمع ہوئے اور حضور سے پھر اس ارشاد کا اعادہ چاہا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعادہ فرمادیا۔ کافر بغلیں بجاتی صدیق اکبر کے پاس حاضر ہوئے۔ یہ گمان تھا کہ ایسی ناممکن بات سن کر وہ بھی معاذ اللہ تصدیق سے پھر جائیں گے۔ صدیق سے عرض کی۔ آپ نے کچھ اور بھی سنا آپ کے یار فرماتے ہیں کہ میں آج کی رات بیت المقدس گیا اور شب ہی میں واپس ہوا۔ صدیق اکبر نے فرمایا: کیا وہ ایسا فرماتے ہیں؟ کہاں: ہاں وہ یہ حرم میں تشریف فرما ہیں۔ صدیق نے فرمایا۔ تو واللہ حق فرمایا یہ تو مکہ سے بیت المقدس تک کا فاصلہ ہے میں تو اس پر ان کی تصدیق کرتا ہوں کہ صبح شام آسمان کی خبر ان کے پاس آتی ہے، پھر کافروں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے نشان پوچھے، جانتے تھے کہ یہ تو کبھی تشریف لے گئے نہیں کیونکر بتائیں گے وہ جو کچھ پوچھتے گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے گئے۔ کافروں نے کہا: واللہ! نشان تو پورے صحیح ہیں۔ پھر اپنے ایک قافلہ کا حال پوچھا جو بیت المقدس کو گیا ہوا تھا کہ وہ بھی راستہ میں حضور کو ملا تھا اور کہاں ملا تھا اور کیا حالت تھی کب تک آئے گا؟ حضور نے ارشاد فرمایا: فلاں منزل میں ہم کو ملا تھا اور یہ کہ اُتر کر ہم نے اس میں ایک پیالہ سے پانی پیا تھا اور اس میں ایک اونٹ بھاگا اور ایک شخص کا پاؤں

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۶/ ۲

ٹوٹ گیا اور قافلہ فلاں دن طلوع شمس کے وقت آئے گا۔ یہ مدت جو ارشاد ہوئی منزلوں کے حساب سے قافلہ کے لیے بھی کسی طرح کافی نہ تھی۔ جب وہ دن آیا کفار پہاڑ پر چڑھ گئے کہ کسی طرح آفتاب چمک آئے اور قافلہ نہ آئے اور قافلہ نہ آئے تو ہم کہہ دیں کہ دیکھو معاذ اللہ وہ خبر غلط ہوئی۔ کچھ جانبِ شرق طلوع آفتاب کو دیکھ رہے تھے کچھ جانبِ شام راہ قافلہ پر نظر رکھتے تھے اُن میں سے ایک نے کہا: وہ آفتاب چمکا، کہ اُن میں سے دوسرا بولا کہ وہ قافلہ آیا۔ یہ ہوتی ہے سچی نبوت جس کی خبر میں سر مُوفرق آنا محال ہے۔

قادیانی سے زیادہ تو اُن کفارِ مکہ ہی کی عقل تھی وہ جانتے تھے کہ ایک بات میں بھی کہیں فرق پڑ جائے تو دعوی نبوت معاذ اللہ غلط ہو جائے گا۔ مگر یہ جھوٹا نبی ہے کہ جھوٹ کے چھینکے اڑاتا ہے اور نہ وہ شرماتا ہے۔ اور نہ اس کے ماننے والوں کو اس کا حس ہوتا ہے بلکہ دریکمال شوخ چشمی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا ہے کہ ہاں ہاں اگلے چار سو انبیاء کی بھی پیشگوئیاں غلط ہوئیں اور وہ جھوٹے یعنی پنجاب کا جھوٹا کذاب نبی اگر دروغ گو نکلا کیا پرواہ ہے اس سے پہلے بھی چار سو نبی جھوٹے گزر چکے ہیں۔ یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ جب نبوت اور جھوٹ جمع ہو سکتے ہیں تو انبیاء کی تصدیق شرطِ ایمان کیوں ہوئی انکی تکذیب کفر کیوں ہوئی۔

ولٰکن لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین الذین یکذبون المرسلین۔	لیکن اللہ تعالٰی کی لعنت ہو ان ظالموں پر جو رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ (ت)

ان عظیم وقائع نے معراج مبارک کا جسمانی ہونا بھی آفتاب سے زیادہ واضح کر دیا اگر وہ کوئی روحانی سیر یا خواب تھا تو اس پر تعجب کیا۔ زید و عمر و خواب میں حرمین شریفین تک ہو آتے ہیں اور پھر صبح اپنے بستر پر ہیں۔ رؤیا کے لفظ سے استدلال کرنا اور الاّفتنۃ للناس نہ دیکھنا صریح خطا ہے۔ رؤیا بمعنی رویت آتا ہے۔ اور فتنہ و آزمائش بیداری ہی میں ہے نہ کہ خواب میں و لہٰذا ارشاد ہوا۔

"سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ"[1]۔	پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو لے گیا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۷) رات تجلی لطفی ہے اور دن تجلی قہری، اور معراج کمالِ لطف ہے جس سے مافوق متصور نہیں، لہٰذا تجلی لطفی ہی کا وقت مناسب تھا۔ معراج وصلِ محب و محبوب ہے اور وصال کے لیے

[1] القرآن الکریم ۱۷/۱

عادۃً شب ہی انسب مانی جاتی ہے معراج ایک معجزہ عظیم قاہرہ ظاہرہ تھا۔ اور سنتِ الٰہیہ ہے کہ ایسے واضح معجزہ کو دیکھ کر جو قوم نہ مانے ہلاک کردی جاتی ہے اُن پر عذاب عام بھیجا جاتا ہے، جیسے اگلی امتوں میں بکثرت واقع ہوا۔ معراج کو شریف لے جانا اگر دن میں ہوتا تو یا سب ایمان لے آتے یا سب ہلاک کیے جاتے، ایمان تو کفار کے مقدر میں تھا نہیں تو یہ ہی شق رہی کہ اُن پر عذاب عام اُترتا اور حضور بھیجے گئے سارے جہان کے لیے رحمت، جنہیں اُن کا رب فرماتا ہے:

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ"[1]۔	اے رحمت عالم! جب تک تم ان میں تشریف فرما ہو اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں۔

لہٰذا شب ہی مناسب ہوئی۔

(۸) تصانیف علماء میں قصص الانبیاء دیکھئے اگر کوئی خاص بات دریافت کرنی ہو تو پوچھیے۔

حضرت عزیز علیہ السلام کا قصہ قرآن عظیم ہی میں مذکور ہے کہ اُن کی روح قبض فرمائی پھر سو برس بعد زندہ فرمایا، کھانا پانی جو ساتھ تھا وہ اس سو برس میں نہ بگڑا۔ اور سواری کے لیے جانور کی ہڈیاں بھی گل چکی تھیں، ان کی نظر کے سامنے اس کی ہڈیاں اُبھاریں اُن پر گوشت چڑھایا اسے زندہ فرمایا[2]۔

حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ سیدنا موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ بھی قرآن عظیم میں ہے[3]۔

حضرت ادریس علیہ الصلوۃ والسلام کو دنیا سے مع جسم بہشت بریں میں اٹھالیا،

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾"[4]۔	اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بے شک وہ صدیق تھا، غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بُلند مقام کی طرف اٹھالیا۔ (ت)

[1] القرآن لکریم ۸ / ۳۳

[2] القرآن لکریم ۲ /۲۵۹

[3] القرآن لکریم ۱۸/ ۶۵تا۸۲

[4] القرآن لکریم ۱۹/ ۵۶و۵۷

الیاس علیہ الصلوۃ والسلام مرسلین کرام میں ہیں، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سب بحیات حقیقی روحانی جسمانی زندہ ہیں، ان کی موت صرف ایک آن کو تصدیقِ وعدہ الٰہیہ کے لیے ہوتی ہے، جمہور علماء کے نزدیک چار نبی بے عروضِ موت اب تک زندہ ہیں، دو آسمان پر، سیدنا ادریس و سیدنا عیسٰی اور دو زمین میں، سیدنا الیاس و سیدنا خضر علیہم الصلوۃ والسلام[1] اور یہ دونوں حضرات ہر سال حج کرتے ہیں اور ختم حج پر زمزم شریف کے پاس باہم ملتے ہیں، اور آبِ زمزم شریف پیتے ہیں کہ آئندہ سال تک ان کے لیے کافی ہوتا ہے پھر کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی۔ ان کلمات پر باہم ملاقات ختم فرماتے ہیں:

سبحان اللہ ماشاء اللہ لایسوق الخیر الاّ اللہ ماشاء اللہ لایصلح السوء الا اللہ ماشاء اللہ ماکان من نعمۃ فمن اللہ ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ[2]۔	اللہ تعالٰی پاک ہے جو اللہ چاہے، بھلائی نہیں لاتا، مگر اللہ جس قدر چاہے جو بھی نعمت ہے وہ اللہ ہی کی طرف ہے جس قدر اللہ چاہے، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت ہے مگر اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ (ت)

الیاس علیہ الصلوۃ والسلام لشکرِ اقدس حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک غار میں یہ دعا کرتے ملتے۔

اللھم اجعلنی من امۃ احمد المرحومۃ المبارکۃ المستجاب لھا[3]۔	اے اللہ ! مجھے احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امت سے بنا دے جس پر تیری رحمت و برکت نازل ہوتی ہے اور جس کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ (ت)

خضر علیہ الصلوۃ والسلام بعد وصال اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعزیت کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے، مسجد نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے راستہ میں امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باتیں کرتے اور ان پر تکیہ لگاتے ہوئے راہ چلتے نظر آئے، اکابر اولیاء کے پاس اکثر تشریف لاتے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مجالس وعظ میں بکثرت کرم فرمایا، اور اب تک اولیاء سے ملتے ہیں، جنگل میں بے بسی کے وقت

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۰۰۴ الیاس بن عیسٰی علیہ السلام داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۱۵۵

[2] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۰۰۴ الیاس بن عیسٰی علیہ السلام داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۱۵۸

[3] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۰۰۴ الیاس بن عیسٰی علیہ السلام داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۱۵۹

مسلمانوں کی مدد فرماتے ہیں۔

(۹) ان احادیث کی تفصیل خصائص کبرٰی امام جلال الدین سیوطی وکتاب الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ سیدنا علامہ محمد ابن عبدالرسول برزنجی وغیرہما میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۹و۲۰۰: مرسلہ حکیم عبدالجبار خان دہام پور ضلع بجنور ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا سید پر دوزخ کی آنچ قطع حرام ہے، اور وہ کسی بداعمالی کی پاداش میں دوزخ میں جاہی نہ سکے گا؟

(۲) آل فاطمہ کا مخصوص اعزاز وامتیاز کیا حضرت فاطمہ خاتونِ جنت کے ذریعہ سے ہے کیونکہ جناب سیدہ موصوفہ سید کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں یا حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی ذات خاص کی بدولت یہ رُتبہ سادات ہے فقط۔

الجواب:

(۱) ساداتِ کرام جو واقعی علمِ الٰہی میں سادات ہوں ان کے بارے میں رب عزوجل سے امید واثق یہی ہے کہ آخرت میں اُن کو کسی گناہ پر عذاب نہ دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے:

انما سیت فاطمۃ لان اللہ تعالٰی حرمھا وذریتھا علی النار [1]۔	ان کا فاطمہ نام اس لیے ہوا کہ اللہ نے ان کو اور ان کی تمام ذریت کو نار پر حرام فرمادیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا:

ان اللہ غیر معذبك ولا ولدك اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [2]۔	اے فاطمہ! اللہ نہ تجھے عذاب کرے گا نہ تیری اولاد میں کسی کو، مگر حکم قطعی بے نص قطعی ناممکن ہے۔

(۲) امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی اولاد امجاد اور بھی ہیں قریشی ہاشمی علوی ہونے سے ان کا دامان فضائل مالامال ہے مگر یہ شرفِ اعظم حضرت سادات کرام کو ہے، اُن

---

[1] الجامع الصغیر حدیث ۲۳۰۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۳۹، المواھب الدنیۃ المقصد الثانیالفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۴

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۶۳

کے لیے نہیں یہ شرفِ حضرت بتول زہرا کی طرف سے ہے کہ۔

فاطمة بضعة منّی [1]۔	فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔
کل بنی اٰدم ینتمون الی عصبة ابیھم الابنی فاطمة فانا ابوھم [2]۔	سب کی اولادیں اپنے باپ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں سوائے اولادِ فاطمہ کے کہ میں ان کا باپ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۱: ازامروہہ مرسلہ رفیق احمد صاحب عباسی محلّہ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

مرشدی و مولائی مدفیوضکم العالی!

بعد آداب و نیاز غلامانہ گزارش ہے کہ یہاں بعض اشخاص اس امر کے مدعی ہیں کہ سادات بنی فاطمہ علیہا الصلوٰۃ والسلام میں سے کوئی متنفس خواہ وہ کوئی مشرب رکھتا ہو اور کیسے ہی اعمال کا ہو نارِ دوزخ سے بری ہے اور ثبوت میں آیت تطہیر و حدیث اکرموا اولادی [3]۔ الخ (میری اولاد کا احترام کرو۔ ت) وغیرہ کے علاوہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی فتوحات مکیہ کا باب سلمان فارسی پیش کرتے ہیں اس کے متعلق آں قبلہ کی جو کچھ رائے اقدس ہو اس سے مطلع فرمائیے۔ زیادہ آرزوئے قدمبوسی فقط۔

الجواب:

سیّد کوئی مشرب رکھتا ہو یہ لفظ بہت وسیع ہے، آج کل بہت مشرب صریح کفر و ارتداد کے ہیں جیسے قادیانی، نیچری، رافضی، وہابی، چکڑالوی، دیوبندی وغیرہم، جو مشرب رکھتا ہو ہرگز سید نہیں۔

"اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ﱪ" [4]۔	وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں، بے شک اس کے کام بہت نالائق ہیں۔ (ت)

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقبِ فاطمة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۳۲، صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب قرابت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۶، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل من فاطمہ رضی اللہ عنہما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۰

[2] الاسرار المرفوعة فی اخبار الموضوعة حرف الکاف حدیث ۶۷۸ دار الکتب العلمیة بیروت ص ۱۷۶

[3]

[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

ہاں سلامت ایمان کے اعمال کیسے ہی ہوں اللہ عزوجل کے کرم سے امید واثق یہ ہی ہے کہ جو اس کے علم میں سیّد ہیں اُن سے اصلًا کسی گناہ پر کچھ مواخذہ نہ فرمائے، حدیث ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان فاطمة احصنت فرجها فحرمها الله وذريتها على النار [1] رواه البزار و ابویعلی والطبرانی فی الکبیر و الحاکم وصح وتمام فی فوائده کلهم عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالٰی عنه۔	بے شک فاطمہ نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو اللہ تعالٰی نے اس پر اور اس کی اولاد پر دوزخ کی آگ حرام فرمادی۔اس کو بزار، ابویعلی، طبرانی نے معجم کبیر میں، اور حاکم نے روایت کیا اور اس کی تصیح کی۔یہ تمام اس کے فوائد میں ہے، سب نے اس کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اسی باب میں اور احادیث بھی وارد ہیں کہ ذریت بتول زہرا عذاب سے محفوظ ہے۔

و زعم المناوی اماهی وابناها فالمراد فی حقهم التحریم المطلق، واما من عداهم فالمحرم علیهم نار الخلود [2] اه ورأیتنی کتبت علیه **اقول**:قد علم المحفوظون من اهل السنة والجماعة ان نار الخلو: محرمة علی کل من قال لا اله الا الله فما خصوصية ذرية زهراء بل المعنی بحول العزیز المقتدر هو التعمیم والله ذوالفضل العظیم۔ والله تعالٰی اعلم	مناوی نے کہا کہ خود خاتونِ جنت اور ان کے دونوں بیٹوں کے حق میں تو مطلقًا دوزخ کا حرام ہونا مراد ہے۔لیکن ان کے غیر میں دائمی طور پر دوزخ میں رہنا حرام ہے اھ۔مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر یوں لکھا۔**اقول**: (میں کہتا ہوں) اہلِ سنت و جماعت جو کہ محفوظ ہیں جانتے ہیں کہ دوزخ میں دائمی طور پر رہنا تو ہر اس شخص پر حرام ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔اس میں سیدہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اولاد کی کیا تخصیص ہوئی بلکہ عزت واقتدار والے معبود کی توفیق سے معنی میں تعمیم ہے یعنی مطلقًا حرمت اللہ تعالٰی فضل وعظمت والا ہے۔(ت)

[1] الجامع الصغیر بحوالہ البزار وع، طب، ک، حدیث ۲۳۰۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۳۹

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر طب، ک، دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۴۶۲

مسئلہ ۲۰۲: مرسلہ از محمد ابراہیم موضع گردھرپور ڈاکخانہ رچھا ضلع بریلی

ایک شخص نجابت خاں جاہل اور بدعقیدہ ہے اور سود خوار بھی ہے، نماز روز خیرات وغیرہ کرنا بے کار محض سمجھتا ہے، اس شخص کی نسبت عام طور پر جملہ مسلمانانِ واہل ہنود میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر صبح کو اس کی منحوس صورت دیکھ لی جائے یا کہیں کام کو جاتے ہوئے یہ سامنے آجائے تو ضرور کچھ نہ کچھ وقت اور پریشانی اٹھانی پڑے گی اور چاہے کیسا ہی یقینی طور پر کام ہو جانے کا وثوق ہو لیکن ان کا خیال ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور رکاوٹ اور پریشانی ہوگی چنانچہ اُن لوگوں کو ان کے خیال کے مناسب بر بار تجربہ ہوتا رہتا ہے اور وہ لوگ برابر اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ اگر کہیں جاتے ہوئے سامنی پڑ گیا تو اپنے مکان کو واپس جاتے ہیں اور چندے توقف کرکے یہ معلوم کرکے وہ منحوس سامنے تو نہیں ہے جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ اور طرز عمل کیسا ہے؟ کوئی قباحتِ شرعیہ تو نہیں؟

الجواب:

شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں، لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے: **اذا تطیرتم فامضوا**[1]۔ جب کوئی شگون بدگمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو، وہ طریقہ محض ہندوانہ ہے مسلمانوں کو ایسی جگہ چاہیے کہ:

اللّٰھم لا طیر الا طیرك ولا خیرالا خیرك ولا الٰه غیرک[2]۔	اے اللہ! نہیں ہے کوئی برائی مگر تیری طرف سے اور نہیں ہے کوئی بھلائی مگر تیری طرف سے اور تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔ (ت) پڑھ لے، اور اپنے رب پر بھروسا کرکے اپنے کام کو چلا جائے، ہرگز نہ رُکے نہ واپس آئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۳ تا ۲۰۶: از اکبرآباد محلّہ گھٹا اعظم کان مکان منشی مظفر حسین خاں مختار مرسلہ محمد رضی الدین چشتی نظامی ۲ جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اِن مسائل میں کہ:

(۱) مشرک داخل سلسلہ کسی مشائخ سلسلہ سے کس حیثیت سے اور کس طرح پر داخل سلسلہ ہو سکتا ہے؟

---

[1] فتح الباری کتاب الطب باب الطیرۃ مصطفی البابی مصر ۱۲/ ۳۲۳

[2] فتح الباری کتاب الطب باب الطیرۃ مصطفی البابی مصر ۱۲/ ۳۲۳، کنزالعمال حدیث ۲۸۵۸۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۱۵

مشرک کی آلودگی ظاہر اُس میں نمایاں ہو جیسے اہلِ ہنود میں سی۔
(۲) ایسے شخص کی بیعت کسی مشائخ سلسلہ سے کب معتبر اور کیسی ہوگی؟
(۳) ایسا مشرک کسی مشائخ سلسلہ کا خلیفہ اور صاحبِ اجازت یا صاحبِ مجاز ہو سکتا ہے جس کی نسبت یقیناً بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کا پابند نہیں، نہ اس نے احکامِ شریعت کی بظاہر پابندی کی۔ دائرہ اسلام میں بظاہر شامل نہیں ہوا۔ نہ اس نے شرک و کفر و فسق و فجور سے کسی جلسہ عام مسلمانوں میں توبہ کی، نہ توبہ کا شاہد بنایا۔
(۴) عوام الناس اپنی اغراض نفسانی سے ایسے شخص کو جس کی نسبت عرض کیا جارہا ہے اس کو رشد و ہدایت کا اپنی ہادی بنا سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب:

لا الٰہ الا اللہ کوئی کافر خواہ مشرک ہو یا موحد ہرگز نہ داخل سلسلہ ہو سکتا ہے۔ نہ بے اسلام اس کی بیعت معتبر ہو سکتی ہے، نہ قبل اسلام اس کی بیعت معتبر ہوا گرچہ بعد کو مسلمان ہو جائے کہ بیعت ہو یا کوئی عمل، سب کے لیے پہلی شرط اسلام ہے قال تعالٰی:

"وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ "[1]۔	اور جو کچھ انہوں نے کام کیے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (ت)

جو اس کے کفر پر رہتے ہوئے اسے مجاز و ماذونِ بیعت و خلیفہ طریقت کرے اور جو اسے پیرِ رُشد و ہدایت سمجھے یہ سب کافر ہو جائیں گے۔ بزازیہ، مجمع الانہر و دُرمختار وغیرہ میں ہے:

من شك في كفره فقد كفر[2]۔	جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ کافر ہو گیا۔ (ت)

ہاں اگر وقتِ بیعت اس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور دینِ اسلام کا مقر ہوا تو بیعت صحیح ہوئی اور اس کے بعد قبل اظہار کفر ماذون کیا تو پیر پر الزام نہیں مگر جب بعد کو اس نے کفر کیا مرتد ہو گیا بیعت فسخ ہو گئی اب جو اُسے ہادی بنائے یہ کافر ہوگا، **والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

[2] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

مسئلہ ۲۰۷تا۲۱۱: از کلکتہ نمبر ۲۴۷ پوسٹ شملہ مانک تلہ مرسلہ منصور علی میاں بگاں قدمِ رسول ۱۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ،

(۱) مومن اور ولی میں کون سی نسبت ہے؟

(۲) درود شریف کے اندر بجائے علٰی ابراہیم وعلٰی آل ابراہیم کے علٰی ال داؤد یا علٰی اٰل زکریا وغیر ھمانہ آنے کی کیاوجہ ؟

(۳) جو مضمون قران شریف کے ہے اس کو مدلولِ قرآنی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کہہ سکتے ہیں تو **طهرا بیتی وطهر اقلبی** میں کیافرق ہے ؟ اور اگر مدلول نص نہیں تو کیوں؟

(۴) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اصحاب پر آل کو مقدم کیوں کیا؟

(۵) درجہ ولایت باقی رہنے اور نبوت کے ختم ہو جانے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب:

(۱) اگر ولایتِ عامہ مراد ہے تو تساوی، "اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" [1]۔ (اللہ تعالٰی ایمان والوں کا ولی ہے۔ت)

اور خاصہ تو عموم خصوص مطلق "اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ" [2]۔ (اس کے ولی تو پرہیزگار ہیں۔ت)

(۲) آل ابراہیم علیہ السلام میں آل داؤد وآل زکریا علیہما السلام سب داخل ولا عکس۔

(۳) جس مضمون پر قرآن عظیم دلالت فرمائے مدلولِ قرآنی ہے بیتی اور قلبی میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور متشابہات میں قیاس جاری کرنا ضلالت "اٰمَنَّا بِہٖ ۙ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ" [3]۔ (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس ہے۔ت) نہ کہ **من عند نفسك** (تیرے نفس کے پاس سے۔ت)

(۴) آل اصحاب کو بھی شامل ہے ولا عکس یہ تخصیص بعد تعمیم ہے۔

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۷

[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۴

[3] القرآن الکریم ۳/ ۷

(۵) اللہ عزوجل نے فرمایا:

"وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ "[1]۔	ہاں وہ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔(ت)

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خذلھم ولا خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذٰلک[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، ان کی رُسوائی کا ارادہ کرنے والا اور ان کا مخالف ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالٰی کا امر (قیامت) آجائے درآنحالیکہ وہ حق پر قائم ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۱۲: از تھانہ فتح پور چوراسی ضلع اناؤ۔ مرسلہ علی احمد خان صاحب ہیڈ محرر ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے تیسری لڑکی ہوئی، اس دن سے زید نہایت پریشان ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ تیسری لڑکی اچھی نہیں ہوتی تیسرا لڑکا نصیب ور اور اچھا ہوتا ہے۔ زید نے ایک صاحب سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا یہ سب باتیں اہل ہنود اور عورتوں کی بنائی ہوئی ہیں اگر تم کو وہم ہو صدقات کردو ایک گائے یا سات بکریاں قربانی کردو اور توشہ شاہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالٰی عنہ کردو، حق تعالٰی بتصدق سرکار غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ ہر طرح کی بلاو نحوست سے محفوظ رکھے گا۔ توشہ دو ہیں۔

ایک خشکہ گیلانی: برنج (۵ مِا)، روغن زرد (۵ مِا)، شکر (۵ مِا)، میوہ (۵ مِا) شیر گاؤ (۵ مِا) زعفران (۵ تولہ)، گلاب (ایک بوتل)، کیوڑا (ایک بوتل) الائچی خورد (۵ مِا)، لونگ (۳ تولہ)۔

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[2] الدرالمنثور بحوالہ مسلم والترمذی و ابن ماجہ تحت آیۃ ولولا دفع اللہ الناس الخ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۱/ ۳۲۱، صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۴۳

اس کو پکا کر نیاز شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کرکے مسلمانوں کو تقسیم کردیا جائے دوسرا حلوہ اس طرح کہ:
میدہ گندم (۵ما)، روغن زرد (۵ما) شکر (۵ما) میوہ (۵ما)
حلوہ پکا کر کیوڑا، گلاب، ورق نقرہ لگا کر فاتحہ دے کر تقسیم کردیا جائے۔ پانچ سیر سے کم ہونا اچھا نہیں زیادہ کا اختیار ہے۔ چونکہ زید اور اس کی اہلیہ متبع حضور کے ہیں اس وجہ سے حضور کو تکلیف دی جاتی ہے کہ یہ باتیں صحیح ہیں یا غلط آپ کچھ صدقات تحریر فرمادیجئے تاکہ ان کی تعمیل زید کرسکے کیونکہ ان صدقات میں مبلغ ایک سو روپے صرف ہوں گے اور زید کی تنخواہ صرف عہ روپے ہے یا ان صدقات میں کمی فرمادیں۔

الجواب:

یہ محض باطل اور زنانے ادہام اور ہندوانہ خیالات شیطانیہ ہیں ان کی پیروی حرام ہے۔ تصدیق اور توشہ سرکار ابدقرار رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت اچھی چیز ہے مگر اس نیت سے کہ اس کی نحوست دفع ہو جائز نہیں کہ اس میں اس کی نحوست مان لینا ہوا اور یہ شیطان کا ڈالا ہوا وہم تسلیم کرلینا ہوا والعیاذ باللہ تعالٰی، اس قسم کے خطرے وسوسے جب کبھی پیدا ہوں اُن کے واسطے قرآن کریم وحدیث شریف سے چند مختصر وبیشمار نافع دعائیں لکھتا ہوں انہیں ایک ایک بار خواہ زائد آپ اور آپ کے گھر میں پڑھ لیں۔ اگر دل پختہ ہوجائے اور وہ وہم جاتا رہے بہتر ورنہ جب وہ وسوسہ پیدا ہو ایک ایک دفعہ پڑھ لیجئے اور یقین کیجئے کہ اللہ و رسول کے وعدے سچے ہیں اور شیطان ملعون کا ڈرانا جھوٹا۔ چند بار میں بعونہ تعالٰی وہ وہم بالکل زائل ہوجائے گا اور اصلًا کبھی کسی طرح اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ وہ دعائیں یہ ہیں:

"لَّنۡ يُّصِيۡبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا‌ ۚ هُوَ مَوۡلٰٮنَا‌ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝" [1]۔	ہمیں نہ پہنچے گی مگر جو ہمارے لیے اللہ نے لکھ دی وہ ہمارا مولٰی، اور اللہ ہی پر بھروسا کرنا لازم۔
"حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ ۝" [2]۔	اللہ ہمیں کافی ہے اور کیا اچھا بنانے والا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۱

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۳

اللھم لایاتی بالحسنات الا انت ولا یذھب السیئات الا انت ولاحول ولاقوۃ الاّ بك[1]۔	الٰہی ! اچھی باتیں کوئی نہیں لاتا تیرے سوااور بُری باتیں کوئی دور نہیں کرتا تیرے سوا اور کوئی زور طاقت نہیں مگر تیری طرف سے۔
اللھم لا طیر الا طیرك ولا خیر الا خیرك ولا الٰہ غیرك[2]۔	الٰہی تیری فال فال ہے اور تیری ہی خیر، خیر اور تیری سوا کوئی معبود نہیں۔

یہ توشہ کہ انہوں نے بتایا نہایت مفید چیز ہے اور حاجتیں بر لانے کے لیے مجرب، ہمارے خاندان کے مشائخ میں اس کی ترکیب یوں ہے۔

میدہ گندم (۵ مِا)، شکر (۵ مِا)، گھی (۵ مِا) مغز بادام (امِا)، پستہ (امِا)، کشمش (ا۔مِا) ناریل (امِا)۔لوگ، دار چینی، چھوٹی الائچی ہر ایک سوا چھٹانک۔

حضور کی نیاز دے کر صالحین کو کھلائے اور اپنے مطلب کی دُعا کرائے۔اصل وزن یہ ہیں، بقدرِ قدرت ان میں کمی بیشی کا اختیار ہے۔نصف، چوتھائی، آٹھواں حصہ یا جتنا مقدور ہو کرے وہی اثر دے گا۔**واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۱۳: از مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ محلّہ فراشخانہ دہلی، مسئولہ محمد ابراہیم احمد آبادی ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ عبادت جس کے غیر خدا عزوجل کو کرنے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے اس کی کیا تعریف ہے جو جامع اور مانع ہو اور اپنی جنس و فصل یا عرض عام اور خاصہ پر مشتمل ہو۔

الجواب:

امام لامشی پھر ابوالسعود ازہری پھر سید احمد طحطاوی پھر سید محمد شامی فرماتے ہیں:

العبادۃ عبارۃ عن الخضوع و التذلل وحدھا فعل لایراد	عبادت انتہائی عاجزی اور انکساری کا نام ہے،اس کی تعریف یہ ہے وہ ایک ایسا فعل ہے

[1] کنزالعمال حدیث ۲۸۵۸۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۱۶

[2] کنزالعمال حدیث ۲۸۵۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۱۵

بہ الا تعظیم اللہ تعالٰی بامرہ[1]۔	جس سے اللہ تعالٰی کے حکم سے اس کی تعظیم کے بغیر کچھ بھی مراد نہیں ہوتا۔(ت)

امام شیخ الاسلام زکریا انصاری پھر علامہ سید احمد حموی غمز العیون نیز علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

العبادۃ مایثاب علٰی فعلہ ویتوقف علٰی نیتہ[2]۔	عبادت وہ ہے کہ جس کے کرنے پر ثواب دیا جاتا ہے اور وہ ثواب کی نیت پر موقوف ہوتی ہے۔(ت)

نیز شرح الاشباہ والنظائر میں ہے:

العبادۃ مایُعبَّد بہ بشرط النیۃ ومعرفۃ المعبود[3]۔	عبادت وہ فعل ہے جس کے ذریعے بندگی کا اظہار کیا جاتا ہے بشرطیکہ ثواب کی نیت ہو اور معبود کی معرفت حاصل ہو۔(ت)

تعریفات علامہ سیّد شریف میں ہے:

العبادۃ ھو فعل الملکف علٰی خلاف ھوی نفسہ تعظیما لربہ[4]۔	عبادت مکلّف کا وہ فعل ہے جو وہ اپنے رب کی تعظیم کے لیے اپنے نفس کی خواہش کے خلاف کرے۔(ت)

مفردات امام راغب میں ہے:

العبودیۃ اظہار التذلل والعبادۃ ابلغ منہا لانہا غایۃ التذلل ولا یستحقہا الا من لہ غایۃ الافضال وھو اللہ تعالٰی ولہذا قال لا تعبدوا الا ایاہ[5]۔	عبودیت، عجز و رسوائی کو ظاہر کرنا ہے، اور عبادت اس سے زیادہ بَلیغ ہے، کیونکہ وہ انتہائی عاجزی اور رسوائی کا نام ہے، چنانچہ عبادت کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا جو انتہائی فضل والا ہو اور وہ اللہ تعالٰی ہے۔ اسی لیے اس نے فرمایا ہے کہ مت عبادت کرو مگر صرف اسی کی۔(ت)

[1] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار مقدمۃ الکتاب المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/ ۴۴

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الاولی ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۴

[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الاولی ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۴

[4] کتاب التعریفات باب العین مطبعۃ الخیریۃ المنشأۃ بجمالیۃ مصر ص ۶۳

[5] المفردات فی غرائب القرآن العین کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۲۱

تاج العروس میں نقل کیا:

العبادۃ فعل مایرضی بہ الرب[1]۔	عبادت وہ فعل ہے جس کے کرنے پر رب راضی ہوتا ہے۔(ت)

یہ تعریفیں بجائے خود قابلِ تعریف ہیں **وانا اقول: وباللہ التوفیق** (اور میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ت) عبادت کسی کو اقصی غایات تعظیم کا مستحق جان کر اس کی تعظیم بجالانا ہے اور اسی سے باعتقاد مذکور اس کے لیے تذلّل نیز اس کے امر کا امتثال اس حیثیت سے کہ اس کا امر ہے، اس تعریف کی تسجیل اور اور اُن تحریفات کے مالہا وما علیہا کی تفصیل موجبِ تطویل یہاں بعض نکت کے طرف ایما کریں۔

فاقول: وبہ استعین (تو میں کہتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ت)

(۱) عبادت حقّہ کو مستحقِ عبادت عزّجلالہ، کے لیے ہو اس میں اُس فعل کا واقعی تعظیم ہونا ضرور، مجرد، زعم فاعل کافی نہیں، اور عبادتِ باطلہ میں اس کا زعم بس، مکاء وتصدیہ مشرکین عبادتِ الٰہی نہ تھا اور بُتوں کے سامنے اُن کا سنکھ اور گھنٹی بجانا عبادت، اگرچہ یہ بیہودہ افعال حقیقۃً تعظیم نہ ہوں، یونہی امتثال امر میں عبادت حقہ جب ہی ہے کہ واقعی وہ اس کا امر ہو، کفار کا "وَاللّٰہُ اَمَرَنَا بِہَا" [2]۔(اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا۔ت) کہنا اگر واقعی اُن کے زعم میں بھی ہو مراد وہی اور عبادتِ باطلہ میں صرف زعم کافی۔

(۲) عبادت کے لیے نیت شرط ہے اور معرفتِ معبود لازم، جیسا کہ اس کی تعریف سے ظاہر ہے، اور کوئی کافر اصلاً رب عزوجل کو نہیں جانتا جس کی تحقیق ہمارے رسالہ **باب العقائد والکلام** میں ہے۔ اور امام رستغفنی نے تصریح فرمائی کہ:

الکفر ھو الجھل باللہ تعالٰی[3]۔	کفر یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کو نہ جانے (ت)

ولہٰذا کافر نہ اہلِ نیت ہے نہ اہل عبادتِ حقہ "، **کما نصوا علیہ قاطبۃ** جیسا کہ اس پر سب نے نص فرمائی۔(ت) اور مشرک عبادت باطلہ کرتا ہے کہ اپنے معبود باطل کا تصور کرکے اس کی

---

[1] تاج العروس شرح القاموس فصل العین دار احیاء التراث العربی بیروت ۲ /۴۱۰

[2] القرآن الکریم ۷ /۲۸

3

تعظیم کا قصد رکھتا ہے۔

(۳) عبادتِ باطلہ میں التزامِ عبادت و قول بہ الوہیت غیر ہی اُسے اقصٰی غایات تعظیم کا مستحق جاننے پر دلیل واضح ہے اگرچہ مرتکب عناداً منکر ہو کر "مَانَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی ؕ"[1] (ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کردیں۔ت) کہے۔ رب عزوجل اُن کی تکذیب فرماتا ہے کہ "ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱﴾"[2]۔ (پھر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔ ت) خود مشرکین روزِ قیامت اعتراف کریں گے۔

"اِذۡ نُسَوِّیۡكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۸﴾"[3]۔	جب کہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ت)

(۴) بعض افعال کی وضع ہی عبادت کے لیے ہے تو ان سے تعظیمِ غیر کا قصد اور اس قصد باطل سے انہیں کرنا ہی مطلقاً حکم شرک لائے گا جیسے صلوٰۃ و صوم ورنہ قصد عبادت پر موقوف رہے گا، جیسے سجدہ کہ فی نفسہٖ عبادت نہیں ولہٰذا سجدات اربعہ صلوٰۃ و سہو و تلاوت و شکر کے سوا سجدہ بے سبب حنفیّہ کے نزدیک صرف مباح ہے کما فی الدر المختار (جیسا کہ در مختار میں ہے۔ت) اور شافعیہ کے نزدیک حرام کما فی الجوھر المنظم للامام ابن حجر المکی جیسا کہ جوہر المنظم للامام ابن حجر مکی میں ہے۔ت) ولہٰذا غیر خدا کے لیے سجدہ عبادت کفر ہوا اور سجدۂ تحیت حرام و کبیرہ ہے کفر نہیں کما فی الھندیۃ والدر وغیرھما من الاسفار الغر وقد حققناہ فی رسالتنا مستقلۃ فی الرد علی بعض المضلۃ۔ جیسا کہ ہندیہ اور درو غیرہ روشن کتابوں میں ہے اس کی تحقیق ہم نے بعض گمراہوں کے رَد میں اپنے ایک مستقل رسالہ میں کردی ہے۔ت)

(۵) عبادت کہ لغۃً خضوع ہے عبادت شرعیہ کو لازم ہے وہ تذلّل سے خالی نہیں اگرچہ بظاہر صورۃً تذلّل نہ ہو جیسے زکوٰۃ و جہاد کہ اسے حاکم و آمر و قاہر اور اپنے آپ کو محکوم و مامور و مقہور جان کے امتثال امر عین تذلّل ہے مگر اقصٰی غایات تذلّل ہونا ضرور نہیں کہ نماز زکوٰۃ سے زائد تذلّل ہے بلکہ نماز کا سجدہ اس کے رکوع، رکوع قیام، قیام قعود سے اگرچہ اجزائے نماز سب عبادت ہیں۔ ہاں اسے اقصٰی غایات تعظیم کا مستحق جاننا ضرور ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/۳

[2] القرآن الکریم ۶/۱

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۹۸

(۶) فقہاء کبھی نفسِ فعل پر نظر کرتے ہیں اگر وہ وضعًا عبادت نہیں اسے عبادت نہیں کہتے جیسے عتق ووقف اور کبھی نیت مخصوصہ کے ساتھ دیکھتے اور عبادت کہتے ہیں، جیسے قضاء عنایہ میں اسے منجملہ اشرف عبادات بتایا ہی حتی کہ در مختار وغیرہ میں نکاح کو بھی عبادت فرمایا۔علامہ حموی نے اس سے مراد جماع حلیلہ ٹھہرایا۔اشباہ میں ہے:

اما العتق فعندنا لیس بعبادۃ وضعا بدلیل صحته من الکافر و لاعبادۃ له فان نوی وجه الله تعالٰی کان عبادۃ مثابا علیه وان اعتق بلانیة صح ولاثواب له ان کان صریحا، واما الکنایات فلابد لها من النیة فان اعتق للصنم اوللشیطان صح واثم وان اعتق لاجل مخلوق صح و کان مباحا لاثواب ولا اثم وینبغی ان یخصص الاعتاق للصنم بما اذا کان المعتق کافرا، اما المسلم اذا اعتق له قاصدا تعظیمه کفر کما ینبغی ان یکون الاعتاق لمخلوق مکروها والتدبیر والکتابة کا لعتق، واما الجهاد فمن اعظم العبادات فلابد له من خلوص النیة، واما الوصیة فکان لعتق	لیکن عتق تو وہ ہمارے نزدیک وضع کے اعتبار سے عبادت نہیں اس دلیل کے ساتھ کہ عتق کافر سے بھی صحیح ہوجاتا ہے جب کہ کافر کا کوئی فعل عبادت نہیں ہوتا۔اگر آزاد کرنے والا اللہ کی رضا کی نیت کرے تو یہ عتق عبادت بن جائے گا جس پر ثواب دیا جائے گا اور اگر اس نے نیت کے بغیر آزاد کیا تو صحیح ہے اور اس کے لیے کوئی ثواب نہیں ہوگا اگر یہ صریح ہے، رہے کنایات تو ان میں نیت ضروری ہے اگر کسی نے بت یا شیطان کے لیے غلام کو آزاد کیا تو صحیح ہے اور وہ گنہگار ہوگا۔اور اگر مخلوق کے لیے آزاد کیا تو صحیح اور مباح ہے اس پر نہ تو اُسے ثواب ہوگا۔نہ ہی گناہ،اور بُت کے لیے آزاد کرنے میں یہ تخصیص ہونی چاہیے کہ جب آزاد کرنے والا کافر ہو۔رہا مسلمان اگر وہ بُت کے لیے آزاد کرے درانحالیکہ وہ بُت کی تعظیم کا ارادہ کرنے والا ہو تو وہ کافر ہوجائے گا۔جیسا کہ مخلوق کے لیے آزاد کرنا مکروہ ہونا چاہیے۔مدبر بنانا اور مکاتب بنانا عتق کی طرح ہے لیکن جہاد تو وہ سب سے بڑی عبادتوں میں سے ہے۔چنانچہ اس کے لیے خلوص نیت ضروری ہے، لیکن وصیت تو وہ عتق کی مثل ہے۔

| ان قصد التقرب فله الثواب والافهی صحیحة فقط واما الوقف فلیس بعبادة وضعا بدلیل صحته من الکافر فان نوی القربة فله الثواب والا فلا، واما النکاح فقالوا انه اقرب الی العبادات حتی الاشتغال به افضل من التخلی لمحض العبادة وهو عندالاعتدال سنة مؤکدة علی الصحیح فیحتاج الی النیة لتحصیل الثواب وهو ان یقصداعفاف نفسه وتحصینها و حصول ولد قدفسرنا الاعتدال فی الشرع الکبیر شرح الکنز ولما لم تکن النیة فیه شرط صحته قالوا یصح النکاح مع الهزل وعلٰی هذا سائر القرب لا بدفیها من النیة بمعنی توقف حصول الثواب علٰی قصد التقرب بها الی الله تعالٰی من نشر العلم تعلیما و افتاء وتصنیفا واما القضاء فقالوا انه من العبادات فالثواب علیه متوقف علیها وکذلك اقامة الحدود و التعازیر وکل | اگر تقرب کا ارادہ کرے گا تو اسے ثواب ملے گا ورنہ فقط وہ صحیح ہوجائے گی۔ رہا وقف، تو وضع کے اعتبار سے عادت نہیں ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ کافر کی طرف سے بھی صحیح ہوجاتا ہے، چنانچہ اگر تقرب کی نیت کرے گا تو اسے ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔ لیکن نکاح اس کے بارے میں تو مشائخ نے کہا کہ وہ عبادات کے قریب ترین ہے یہاں تک کہ اس میں مشغول ہونا محض عبادت کے لیے خلوت سے افضل ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق اعتدال کے وقت نکاح سنتِ مؤکدہ ہے۔ چنانچہ ثواب حاصل کرنے کے لیے اس میں نیت کی حاجت ہے اور وہ یہ کہ نفس کی پاکدامنی اور اولاد حاصل کرنے کا قصد کرے۔ اور اعتدال کی تفسیر ہم نے کنز کی شرح "شرح الکبیر میں کردی ہے۔ اور جب نکاح کے صحیح ہونے کے لیے نیت شرط نہیں ہے تو فقہاء نے کہا ہے کہ نکاح ہزل کے ساتھ بھی صحیح ہوجائے گا۔ اسی پر باقی عبادات کو قیاس کیا جائے گا کہ ان میں نیت ضروری ہے بایں معنی کہ ثواب کا حصول اس بات پر موقوف ہے کہ ان میں اللہ تعالٰی کے تقرب کا ارادہ کرے جیسے علم کو پھیلانا چاہیے کسی کو علم سکھا کر یا فتوٰی دے کر یا کوئی کتاب لکھ کر۔ رہا قاضی بننا تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ عبادات میں سے ہے چنانچہ اس میں ثواب عبادت کی نیت پر موقوف ہوگا۔ اسی طرح حدود و تعزیرات کا قائم کرنا اور |

مایتعاطاہ الحکام والولاۃ وکذا تحمل الشھادۃ و اداؤھا[1]۔	ہر وہ کام جس کو حاکم اور ولی سرانجام دیتے ہیں اور یونہی گواہی کو اپنے ذمے لینا اور اُسے ادا کرنا۔ (ت)

شرح التنویر للعلائی بلکہ خود اشباہ والنظائر فن ثانی میں:

لیس لنا عبادۃ شرعت من عھد اٰدم الی الاٰن ثم تستمر فی الجنۃ الا الایمان والنکاح[2]۔	ہمارے لیے کوئی عبادت ایسی نہیں جو آدم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک مشروع رہی ہو پھر وہ جنت میں بھی جاری رہے گی سوائے ایمان اور نکاح کے۔ (ت)

حموی میں ہے:

الظاھر ان المراد بالنکاح ھنا الوطئ لا العقد وان کان حقیقۃ فی العقد عندنا[3]۔	ظاہر یہ ہے کہ نکاح سے مراد یہاں پر وطی ہے نہ کہ عقد، اگرچہ ہمارے نزدیک نکاح عقد میں حقیقت ہے۔ت)

بلکہ اس کے فنِ اوّل میں ہے:

المراد بالنکاح ھنا الوطی المترتب علی العقد الصحیح بقرینۃ قولہ حتی ان الاشتغال بہ افضل من التخلی لمحض للعبادۃ[4] اھ **اقول:** لادلالۃ فربما یکون الاشتغال بتدبیر العقد اطول مکثا من الوطی بل القرینۃ قولہ	یہاں نکاح سے مراد وہ وطی ہے جو عقدِ صحیح پر مرتب ہوتی ہے اس پر قرینہ مصنف کا یہ قول ہے جہاں تک کہ نکاح میں مشغول ہونا محض عبادت کے خلوت سے افضل ہے، الخ میں کہتا ہوں یہ کوئی دلالت وقرینہ نہیں بسا اوقات عقد کی تدبیر میں مشغول ہونا وطی میں مشغول ہونے سے زیادہ طویل ہوتا ہے، بلکہ قرینہ اس پر مصنف

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الاولی ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۳۔۳۴

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب النکاح ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۴۶

[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب النکاح ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۴۶

[4] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الاولی ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۳۔۳۴

یستمر فی الجنة فلم یثبت وقوع العقد فیھا کما نقله الحموی فی النکاح عن العلامة محمد بن ابی شریف **اقول:** وای حاجة الیه بعد قوله تعالٰی "وَزَوَّجْنٰهُم بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۲۰﴾"[1] کما لم تحتج الیه ام المؤمنین زینب رضی الله تعالٰی عنها بعد قوله عزوجل "زَوَّجْنٰکَهَا"[2]۔	کا یہ قول ہے کہ پھر وہ جنت میں جاری رہے گی چنانچہ جنت میں وقوعِ عقد ثابت نہیں جیسا کہ اس کو علامہ حموی نے باب النکاح میں بحوالہ علامہ محمد بن ابوشریف نقل فرمایا ہے۔ **میں کہتا ہوں** اور اس کی کیا ضرورت ہے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے بعد اور ہم نے انہیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں کے ساتھ جیسا کہ نہیں محتاج ہوئیں اس کی طرف ام المومنین سیّدہ زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے بعد ہم نے وہ تمہیں نکاح میں دے دی۔ت)

اقول: تحقیق یہ ہے کہ یہ اختلافِ حیثیت ہے ورنہ وضعًا ان میں سے کچھ عبادات نہیں ولہذا قضا بھی کافر سے صحیح ہے جب کہ امام نے اُسے ذمیوں کا قاضی بنایا ہو اور عتق بھی عبادت ہے جب کہ نیت مذکورہ کے ساتھ ہو اور ثواب نیت پر مطلقًا موقوف اگرچہ فعل عبادت نہ ہو اور یہیں سے ظاہر کہ اخیر میں جو افعال ذکر کیے یعنی اقامت حدود و تعزیرات وافعال حکام و ولاۃ وادا و تحمل و شہادت سب کی تشبیہ قضا کے ساتھ بشرط عبادت ہو جانے میں بھی ممکن نہ صرف توقف ثواب علی النیتہ میں کہ مطلقًا ہر فعل کو حاصل۔۔۔۔۔۔ (جواب نامکمل دستیاب ہوا)

مسئلہ ۲۱۴: از بمبئی کلا باکافی شاپ سید وزیر علی صاحب مسئولہ محمد ابراہیم صاحب ۵ جمادی الاخر ۱۳۳۹ھ

بحضور فیض گنجور پیر روشن ضمیر جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی، بعد آدابِ خادمانہ کے عرض پرداز ہوں کہ یہاں پر عیسائیوں کا (عیسائی) بہت زور شور ہے اور ہر وقت یہ لوگ پریشان کرتے ہیں، فی الحال ان کے دو۲ سوال جن کے حل کرنے کے واسطے عرض کی جاتی ہی ہم لوگ حضور کے خادم اور نام لینے والے حضور کو ہی ہماری لاج ہے **(۱)** کلمہ شریف (لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ) یہ قرآن میں کس جگہ لکھا ہے اگر نہیں تو وہ اس کی تشریح مانگتے ہیں۔

(۲) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کہتے ہیں کہ وہ شافع محشر کس طرح سے؟ اس کا ثبوت

---

[1] القرآن الکریم ۵۲ / ۲۰

[2] القرآن الکریم ۳۳ / ۳۷

دو کہ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے؟ حضور اس کو نہایت ضروری تصور فرما کر جلدی جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب:

(۱) قرآن مجید سورہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"[1]۔ ہے اور اس کے متصل سورہ فتح میں "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"[2]۔

(۲) سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

"عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۝"[3]۔	قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کردے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔(ت)

مقامِ محمود مقامِ شفاعت کا نام ہے۔ سورہ نساء پارہ ۵ رکوع ۶ میں ہے:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۝"[4]۔	اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔(ت)

رسول کا گناہگاروں کے لیے استغفار کرنا شفاعت ہی ہے۔ بے علم آدمی کو کافروں سے بدمذہبوں سے الجھنا بحث کرنا سخت حرام ہے انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ حکم ہے **ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم**[5]۔ اُن سے دُور رہو انہیں اپنے سے دور کرو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم** (اور (اور اللہ تعالٰی کی پناہ، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۹

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

[4] القرآن الکریم ۴/ ۶۴

[5] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ۱/ ۱۰

رسالہ

شرح المطالب فی مبحث ابی طالب[۱۳۱۶ھ]

(مطالب کی وضاحت ابُوطالب کی بحث میں)

مسئلہ ۲۱۵: از بدایوں ۱۲۹۴ھ بعبارت سوال وثانیا بالاجمال از احمد آباد گجرات، محلّہ جمال پور قریب مسجد کانچ مرسلہ جماعت اہل سنت ساکنان احمد آباد ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۶ ہجری۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ابوطالب کو کافر اور ابولہب و ابلیس کا مماثل کہتا ہے اور عمرو بدین دلائل اس سے انکار کرتا ہے کہ انہوں نے جناب سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کفالت و نصرت و حمایت و محبت بدرجہ غایت کی اور نعت شریف میں قصائد لکھے حضور نے انکے لیے استغفار فرمائی اور جامع الاصول میں ہے کہ: اہل بیت کے نزدیک وہ مسلمان مرے۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے شرح سفر السعادۃ میں فرمایا:

کم ازان نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند وصرفہ نگہ دارند۔	کم از کم اس مسئلہ میں توقف کرتے ہیں اور احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ (ت)

اور مواہب لدنیہ میں ایک وصیّت نامہ اُن کا بنام قریشی منقول جو حرفاً حرفاً اُن کے اسلام پر شاہد، اِن دونوں میں کون حق پر ہے، اور ابوطالب کو مثل ابولہب و ابلیس سمجھنا کیسا اور اُن کے کفر میں کوئی حدیث

صحیح وارد ہوئی یا نہیں، بر تقدیر ثانی انہیں ضامن و کفیل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سمجھ کر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہیں یا مثلِ کفار سمجھیں؟ بیّنوا بسند الکتاب توجروا من الملك الوھاب بیوم القیٰمۃ والحساب۔ (کتاب کی سند کے ساتھ بیان فرمایئے قیامت اور حساب کے دن ملک الوہاب سے اجر دیئے جاؤگے۔ت)

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اللّٰھمّ ربنا ولوجھك الحمد احق ما قال العبد وکلنا لك عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا رادلما قضیت ولا ینفع ذا الجد منك الجد لك الحمد علٰی ما ھدیت وعفوت وعافیت و منحت واولیت تبارکت و تعالیت سبحٰنك ربّ البیت مستجیرین بجمال وجھك الکریم من عذابك الالیم و شاھدین بان لا حول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم انت العزیز الغالب لایعجزك ھارب ولا یدرك ما منعت طالب ما علیك من واجب قدرت الاقدار ودو رت الادوار و کتبت فی الاسفار ما انت کاتب، یعمل عامل بعمل الجنان فیظن الظان من الانس والجان ان سید خلھا و کأن قد کان فیغلبه الکتاب فاذا ھو خائب ویفعل فاعل افعال النیران فیحسب الجیران ومن طلع علیه النیران ان	اے اللہ ! ہمارے پروردگار! اور حمد تیری ذات کے زیادہ لائق ہے بنسبت اس کے جو بندے نے کہا۔ اور ہم سب تیرے بندے ہیں، جو تُو نے عطا فرمایا اُسے کوئی روکنے والے نہیں، اور جسے تُو نے روک دیا اُسے کوئی دینے والا نہیں، اور تیرے فی صلے کو کوئی رَد کرنے والا نہیں اور تیرے سامنے کسی تونگر کی تونگری اُس کے لیے نافع نہیں، اور تیرے سامنے کسی تونگر کی تونگری اسکے لیے نافع نہیں، تیرے لیے ہی حمد ہے اس پر جو تو نے ہدایت دی، معاف فرمایا، عافیت دی، عطا فرمایا اور والی بنایا، تو برکت والا ہے اور برتر ہے، اے ربِ کعبہ ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تیرے دردناک عذاب سے تیری ذات کی پناہ مانگتے ہوئے اور اس پر گواہی دیتے ہوئے کہ اللہ برتر و عظیم کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت تُو عزت والا غالب ہے، کوئی بھاگنے والا تیرے قابو سے باہر نہیں جاسکتا اور جو تُو روک دے کوئی طالب اس کو پا نہیں سکتا تجھ پر کچھ بھی واجب نہیں، تُو نے تقدیریں مقدر فرمائیں اور ادوار کو گردش دی۔ اور جو نے لکھنا تھا کتب تقدیر میں لکھ دیا۔ کوئی آدمی جنتیوں جیسے کام کرتا ہے تو انسانوں اور جِنّوں میں سے کچھ گمان کرنے والے

سیوردھا وکأن قد حان فیدرك القدر فاذا ھو تائب ارسلت خیر خلقك وسراج افقك محمدا المبعوث بیسرك ورفقك بشیرا و نذیرا و سراجا منیرا ملأ ضؤوہ المشارق والمغارب وعم نورہ الاباعد والاقارب وحرم بقرب حضرتہ من حضرۃ قربہ ابو طالب فلك الحجۃ السامیۃ صل علٰی محمد صلاۃ نامیۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ صلاۃ ترضیك وترضیہ وتحفظ المصلی عما یردیہ وبارك وسلم ابدا ابدا والحمدللہ دائما سرمدًا امین اٰمین یا ارحم الراحمین!	گمان کرنے لگتے ہیں کہ عنقریب یہ جنت میں داخل ہوجائے گا گویا کہ ایسا ہوگیا۔ پھر اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے تو وہ ناکام ہوجاتا ہے اور کوئی عامل جنہمیوں جیسے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے پڑوسی اور دیگر لوگ سمجھنے لگتے کہ عنقریب یہ اُس میں داخل ہوگا اور گویا کہ اس کا وقت قریب ہوچکا ہے، پھر تقدیر اُس کو پالیتی ہے تو وہ تائب ہوجاتا ہے، تُو نے اپنی مخلوق میں سے بہترین کو بھیجا جو تیرے افق کا سراج ہے یعنی محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو تیری طرف سے آسانی اور نرمی کے ساتھ مبعوث ہوئے خوشخبری سناتے، ڈر سناتے، چمکادینے والے چراغ جس کی روشن نے مشرقوں اور مغربوں کو بھر دیا، اس کا نور دور ونزدیک والوں کو عام ہے۔ اور ابو طالب اس کی بارگاہ کے قریب کے باوجود اس کی بارگاہ قرب سے محروم رہے۔ چنانچہ تیری ہی حجت بُلند ہے۔ محمد مصطفٰی آپ کی آل، آپ کے اصحاب، آپ کے اہلِ خانہ اور آپ کی جماعت پر ایسا پڑھنے والا درود نازل فرما جو تجھے بھی پسند ہو اور انہیں بھی پسند ہو جو درود پڑھنے والے کو ہلاکت سے بچائے اور برکت وسلام نازل فرما ہمیشہ کے لیے۔ اور ہر حمد ہمیشہ ہمیشہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ اے بہترین رحم فرمانے والے! ہماری دُعا کو قبول فرما (ت)

اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر حضور سیّد المرسلین سیّد الاولین والاخرین سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آل وسلم الی یوم القرار کی حفظ وحمایت وکفایت ونصرت میں مصروف رہے۔ اپنی اولاد سے زیادہ حضور کو عزیز رکھا، اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالم حضور کا دشمنِ جاں ہوگیا تھا، اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزون قریبیوں سے مخالفت گوارا کی، سب کو چھوڑ دینا قبول کیا، کوئی دقیقہ غمگساری وجاں نثاری کا نامرعی نہ رکھا، اور یقینًا جانتے تھے کہ حضور افضل المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، ان پر ایمان لانے میں جنت ابدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے، بنوہاشم کو مرتے وقت وصیت کی کہ محمد صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم کی تصدیق کرو فلاح پاؤ گے، نعت شریف میں قصائد ان سے منقول، اور اُن میں براہ فراست وہ امور ذکر کیے کہ اس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے۔ بعد بعثت شریف ان کا ظہور ہوا، یہ سب احوال مطالعہ احادیث و مراجعتِ کُتب سیر سے ظاہر، ایک شعر ان کے قصیدے کا صحیح بخاری شریف میں بھی مروی:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامٰی عصمة للارامل [1]

(وہ گورے رنگ والے جن کے رُوئے روشن کے توسّل سے مینہ برستا ہے، یتیموں کے جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ت)

محمد بن اسحٰق تابعی صاحبِ سیر و مغازی نے یہ قصیدہ بتمامہا نقل کیا جس میں ایک سو ۱۱۰ دس بیتیں مدح جلیل و نعتِ منیع پر مشتمل ہیں۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، شرح صراطِ مستقیم میں اس قصیدہ کی نسبت فرماتے ہیں:

دلالت صریح دار وبر کمال محبت ونہایت نبوت او، انتهی [2]۔	یہ قصیدہ ابوطالب کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت اور آپ کی نبوت کی انتہائی معرفت پر دلالت کرتا ہے۔(ت)

مگر مجرد ان امور سے ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ کاش یہ افعال واقوال اُن سے حالتِ اسلام میں صادر ہوتے تو سیّدنا عباس بلکہ ظاہرًا سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی افضل قرار پاتے اور افضل الاعمام حضور افضل الانام علیہ وعلٰی آلہ وافضل الصلوۃ والسلام کہلائے جاتے۔ تقدیر الٰہی نے بربنا اُس حکمت کے جسے وہ جانے یا اُس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہیں گروہِ مسلمین و غلامانِ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں شمار کیا جانا منظور نہ فرمایا "فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ۝" [3]۔ (تو عبرت لوائے نگاہ والو! ت) صرف معرفت گو کیسی ہی کمال کے ساتھ ہو ایمان نہیں، دانستن و شناختن اور چیز ہے اور اذعان و گرویدن اور، کم کافر تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سچے پیغمبر ہونے کا یقین نہ تھا "جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ" [4] (اور ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا۔ت) اور علمائے اہلِ کتاب تو عمومًا جزمِ کلی رکھتے تھے حتی کہ یہ امر ان کے نزدیک کالعیان سے بھی زائد تھا معائنہ میں بصر غلطی

---

[1] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۷

[2] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان عیادت بیماراں مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[3] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

[4] القرآن الکریم ۲۷/ ۱۴

بھی کرتی ہے اور یہاں کسی طرح کا شبہ واحتمال نہ تھا۔ قال جل وعلا (اللہ جل وعلا نے فرمایا): "یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ" [1]۔ وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ (ت) وقال عزمن قائل:

"فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ٘ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ (۸۹)" [2]۔	تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس کے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ (ت)

وقال جل ذکرہ:

"یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘" [3]۔	لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ (ت)

بعض کور چشم بد باطن وہابیہ عصر کہ اس میں کلام کرتے اور کہتے ہیں اگر اہل کتاب کے یہاں حضور کا ذکر رسالت ہوتا تو ایمان کیوں نہ لاتے۔ نصوص قاطعہ سے انکار اور خدا و رسول کی تکذیب اور یہودی و نصارٰی کی حمایت و تصدیق کرنے والے ہیں۔ اعوذ باللہ من وسواس الشیطان (میں شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ ت) شرح عقائد نفسی میں ہے:

لیست حقیقة التصدیق ان تقع فی القلب نسبة الصدق الی الخبر والمخبر من غیر اذعان وقبول بل هو اذعان وقبول لذٰلك بحیث یقع علیه اسم التسلیم علی ماصرح به الامام الغزالی [4]۔	حقیقت تصدیق یہ نہیں کہ دل میں خبر یا مخبر کی سچائی کی نسبت واقع ہو جائے بغیر اذعان وقبول کے، بلکہ وہ تو اذعان اور اس طرح قبول کرنا ہے کہ اس پر اسم تسلیم واقع ہو۔ جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

[4] شرح عقائد النسفی والایمان فی اللغة التصدیق دار الاشاعة العربیہ قندھار افغانستان ص ۸۹

بعض القدریة ذهب الی ان الایمان هو المعرفة واطبق علماؤنا علی فساده لان اهل الکتاب کانوا یعرفون نبوة محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم کما کانوا یعرفون ابناء هم مع القطع بکفرهم لعدم التصدیق ولان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا وانما کان ینکر عنادًا اواستکبارًا قال الله تعالٰی وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم [1]۔	بعض قدریہ اس طرف گئے ہیں کہ ایمان فقط معرفت کو کہتے ہیں، اور ہمارے علماء کا اس قول کے فساد پر اجماع ہے، کیونکہ اہل کتاب محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے، اس معرفت کے باوجود ان کا کفر قطعی ہے کیونکہ وہاں تصدیق نہیں پائی گی، اور اس لئے بھی کہ بعض کافر یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے اور محض عناد و تکبر کی وجہ سے انکار کرتے تھے، اللہ تعالٰی نے فرمایا؛ حالانکہ ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا(ت)

محقق دوانی شرح عقائد عضدی میں فرماتے ہیں:

التلفظ بکلمتی الشهادتین مع القدرة علیه شرط فمن اخل به فهو کافر مخلد فی النار ولا تنفعه المعرفة القلبیة من غیر اذعان وقبول فان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا وکان انکاره عنادا واستکبارا کما قال الله تعالٰی "وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ" [2]۔	شہادت (توحید و رسالت کی شہادت) کے دو کلموں کے ساتھ تلفظ کرنا جب کہ اس پر قادر ہو ایمان کی شرط ہے، تو جس نے اس میں کوتاہی کی تو وہ کافر ہے اور دائمی طور پر جہنم میں رہنے والا ہے، اور اذعان و قبول کے بغیر معرفتِ قلبی اس کو نفع نہیں دے گی۔ کیونکہ بعض کافر ایسے ہیں جو یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے۔ ان کا انکار عناد و تکبر کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا اور ان کے منکر ہوئے حالانکہ ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر کی وجہ سے۔ (ت)

[1] شرح عقائد النسفی والایمان لایزید ولا ینقص دار الاشاعت العربیه قندھار افغانستان ص ۹۳ و ۹۴

[2] الدوانی العقائد العضدیة والکفر عدم الایمان مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۱

آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ صحیحہ متوافرہ متظافرہ سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دم واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحاب نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سنی کو مجالِ دم زدن نہیں، ہم یہاں کلام کو سات فصل پر منقسم کریں۔

فصل اوّل ـــــــــ آیاتِ قرآنیہ

آیتِ اُولیٰ: قال اللہ تبارک و تعالٰی (اللہ تبارک و تعالٰی نے فرمایا۔ت):

" اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾ "[1]۔	اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے وہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔ معالم التنزیل میں ہے:

نزلت فی ابی طالب[2]۔	ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔(ت)

جلالین میں ہے:

نزل فی حرصه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علی ایمان عمّه ابی طالب[3]۔	یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آپ کے چچا ابو طالب کے ایمان لانے کی حرص میں نازل ہوئی۔(ت)

مدارک التنزیل میں ہے:

قال الزجاج اجمع المفسرون انها نزلت فی ابی طالب[4]۔	زجاج نے کہا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔(ت)

کشاف زمخشری و تفسیر کبیر میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۸۷

[3] تفسیر جلالین (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ اصح المطابع دہلی ص ۳۳۲

[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۴۰

قال الزجاج اجمع المسلمون انھا نزلت فی ابی طالب[1]۔	زجاج نے کہا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔(ت)

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں:

اجمع المفسرون علی انما نزلت فی ابی طالب و کذا نقل اجماعھم علی ھذا الزجاج وغیرہ[2]۔	مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی اور جیساکہ زجاج وغیرہ نے اس پر ان کا اجماع نقل کیا ہے۔(ت)

مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ہے:

لقولہ تعالٰی فی حقہ باتفاق المفسرین انک لا تھدی من احببت[3]۔	اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے جو باتفاق مفسرین اس (ابو طالب) کے بارے میں ہے: اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو(ت)

حدیث اول: صحیح حدیث میں اس آیہ کریمہ کا سبب نزول یوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا، صاف انکار کیا اور کہا مجھے قریش عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہوگیا ورنہ حضور کی خوشی کر دیتا۔ اس پر رب العزت تبارک و تعالٰی نے یہ آیت کریمہ اتاری یعنی اے حبیب تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا منصب تبلیغ ادا کرچکے ہدایت دینا اور دل میں نور ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الایمان و جامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مروی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ (زاد مسلم فی اخری	ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا (مسلم نے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ المطبعۃ البہیۃ مصر ۲۵/ ۲، تفسیر الکشاف تحت آیۃ ۲۸/ ۵۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۴۲۲

[2] شرح صحیح مسلم للامام النووی کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۱

[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب الفتن باب صفۃ النار و اھلھا تحت حدیث ۵۶۶۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۹/ ۶۴۰

عند الموت)قل لا اله الا الله اشهد لك بها يوم القيٰمة قال لولا ان تعيرنی قريش يقولون انما حمله علی ذلك الجزع لاقررت بها عينك فانزل الله عزوجل " اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ " [1] ۔	دوسری روایت میں یہ اضافہ کیا کہ بوقت موت فرمایا)لاالہ الا اللہ کہہ دو میں تیرے لئے قیامت کے دن اس کی گواہی دوں گا۔اس نے جواب دیا:اگر یہ بات نہ ہوئی کہ قریش مجھے عار دلائیں گے کہ موت کی شدت کے باعث مسلمان ہوگیا تو میں آپ کی آنکھ ٹھنڈی کردیتا۔اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:اے نبی ! "تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو،ہاں خدا ہدایت دیتاہے جسے چاہے"۔(ت)

معالم ومدارک وبیضاوی وارشاد العقل السلیم وخازن وفتوحات الٰہیہ وغیرھا تفاسیر میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

آیت ثانیہ:قال جل جلالہ (اللہ جل جلالہ نے فرمایا):

" مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۳﴾ " [2] ۔	روانہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہوچکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں جانیوالے ہیں۔

یہ آیت کریمہ بھی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔تفسیر امام نسفی میں ہے:

هم عليه الصلوة والسلام ان يستغفر لابی طالب فنزل ماكان للنبی [3] ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ابوطالب کے لئے استغفار کریں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ " نبی کو یہ روا نہیں"۔(ت)

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰، جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ القصص امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۵۰

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۱۳

[3] مدارك التنزيل(تفسير النسفی)تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۴۸

جلالین میں ہے:

نزل فی استغفارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ ابی طالب[1]۔	یہ آیت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اپنے چچا ابو طالب کے لیے استغفار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔(ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: قال الواحدی سمعت ابا عثمان الحیری سمعت ابا الحسن بن مقسم سمعت ابا اسحق الزجاج یقول فی ھذہ الایۃ اجمع المفسرون انھا نزلت فی ابی طالب[2]۔ یعنی واحدی نے اپنی تفسیر میں بسند خود ابو اسحاق زجاج سے روایت کی کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے حق میں اُتری۔

اقول: ھکذا اثرہ ھٰھنا والمعروف من الزجاج قولہ ھٰذا فی الایۃ الاولٰی کما سمعت والمذکور ھٰھنا فی المعالم وغیرھا فلیراجع تفسیر الواحدی فلعلہ اراد اتفاق الاکثرین ولم یلق للخلاف بالا لکونہ خلاف ماثبت فی الصحیح۔	**میں کہتا ہوں** یہاں تو وہ ایسا ہی منقول ہے حالانکہ زجاج کا یہ قول پہلی آیت کے بارے میں معروف ہے جیسا کہ تو سُن چکا ہے، اور معالم وغیرہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ آیت کے سبب نزول میں اختلاف ہے چنانچہ تفسیر واحدی کی طرف مراجعت کی جائے ہوسکتا ہے کہ اُس کی مراد اکثر مفسرین کا اتفاق ہو اور اس نے مخالفت کی اس بنیاد پر کوئی پروانہ کی ہو کہ اس کے مخالف ہے جو صحیح میں ثابت ہوچکا ہے۔(ت)

بیضاوی میں پہلا قول اس آیت کا نزول دربارہ ابی طالب لکھا۔

علامہ شہاب خفاجی اُس کی شرح عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں: ھوالصحیح فی سبب النزول[3]۔ یعنی یہی صحیح ہے۔
اسی طرح اس کی تصحیح فتوح الغیب وارشاد الساری میں کی ہے اور فرمایا یہی حق ہے۔ کماسیأتی

[1] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ اصح المطابع دہلی ص ۱۶۷

[2] عمدۃ القاری کتاب الجنائز تحت حدیث ۱۳۶۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۲۶۲

[3] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الایۃ ۹/ ۱۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۶۴۸

وھٰذہ التصحیحات ایضًا اٰیۃ الخلاف کما لیس بخاف۔ (جیسا کہ عنقریب آئے گا اور یہ تصحیحیں بھی مخالفت کی علامت میں جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ت)

حدیث دوم: صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن نسائی میں ہے:

واللفظ محمد قال حدثنا محمود فذکر بسندہ عن سعید بن المسیب عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنھما ان اباطالب لما حضرتہ الوفاۃ دخل علیھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعندہ ابوجھل فقال ای عم قال لا الٰہ الا اللہ کلمۃ احاج لك بھا عند اللہ فقال ابوجھل وعبداللہ بن امیّۃ یا اباطالب اترغب عن ملّۃ عبدالمطلب فلم یزالا یکلمانہ حتی قال اٰخر شیئ کلمھم بہ علی ملۃ عبدالمطلب (زادالبخاری فی الجنائز و تفسیر سورۃ القص ص کمثل مسلم فی الایمان وابی ان یقول لا الٰہ الا اللہ) فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا ستغفرن لك مالم انہ عنہ، فنزلت " مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ	اور لفظ محمد کے ہیں، انہوں نے کہا ہم کو حدیث بیان کی محمود نے، پھر اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے اور انہوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہما، کہ ابوطالب جب قریب الموت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جب کہ ابوجہل اور عبداللہ بن امیّہ وہاں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اے چچا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لو میں اس کے ذریعے تمہارے لیے جھگڑا کروں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا: اے ابوطالب ! کیا عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرلو گے؟ وہ دونوں مسلسل ابوطالب سے یہی بات کہتے رہے، یہاں تک کہ ابوطالب نے جو آخری بات انہیں کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں۔ (امام بخاری نے جنائز اور سورہ قص ص کی تفسیر میں یہ اضافہ کیا جیسا کہ امام مسلم نے کتاب الایمان میں کیا ہے کہ ابوطالب نے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کردیا) تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کردیا گیا میں تیرے لیے ضرور استغفار کروں گا۔، چنانچہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لیے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہوچکا کہ وہ

الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾ "، ونزلت " اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ " [1]۔	بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔ اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو۔ (ت)

اس حدیث جلیل سے واضح کہ ابو طالب نے وقتِ مرگ کلمہ طیبہ سے صاف انکار کردیا اور ابوجہل لعین کے اغوا سے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد قبول نہ کیا۔ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر بھی وعدہ فرمایا کہ جب تک اللہ عزوجل مجھے منع نہ فرمائے گا میں تیرے لیے استغفار کروں گا۔ مولٰی سبحنہ و تعالٰی نے یہ دونوں آیتیں اتاریں اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ابوطالب کے لیے استغفار سے منع کیا اور صاف ارشاد فرمایا کہ مشرکوں دوزخیوں کے لیے استغفار جائز نہیں۔

نسأل الله العفو والعافية، اما تزییف الزمخشری نزول الاية فیه بان موت ابی طالب کان قبل الهجرة و هذا اٰخر مانزل بالمدینة [2] اھ فمردود بما فی ارشاد الساری عن الطیبی عن التقریب انه یجوزان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان یستغفر لابی طالب الٰی حین نزولها والتشدید مع الکفار انما ظهر فی هذه السورة [3] اھ، قال اعنی القسطلانی	ترجمہ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، رہا زمخشری کا ابو طالب کے بارے میں اس آیت کے نزول کو اس بنیاد پر ضعیف قرار دینا کہ ابو طالب کی موت ہجرت سے پہلے ہوئی، جبکہ یہ آیت کریمہ آخری مرحلہ پر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، تو وہ مردود ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ارشاد الساری میں طیبّی سے بحوالہ تقریب مذکور ہے کہ ہوسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی وسلم اس آیت کے نزول تک ابو طالب کے لئے استغفار کرتے رہے ہوں۔ کافروں کے ساتھ

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذاقال المشرك عندالموت لا اله الا الله قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱، صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصه ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸، صحیح البخاری کتاب التفسیر سورة البراءة باب ماکان للنبی والذین اٰمنوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۵، صحیح البخاری کتاب التفسیر سورة القصص باب قوله تعالٰی انك لاتهدی من احببت قدیمی کتب خانہ ۲/ ۷۰۳، صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الدلیل علی صحة الاسلام من حضر الموت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰، سنن النسائی کتاب الجنائز النهی عن الاستغفار للمشرکین نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۱/ ۲۸۶

[2] الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل تحت آیة ۹/ ۱۱۳ مکتبة الاعلام الاسلامی فی الحورة العلمیة قم ایران ۲/ ۳۱۵

[3] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورة توبه دار الکتاب العربیة بیروت ۷/ ۱۵۸

قال فی فتوح الغیب وھذاھوالحق وروایۃ نزولھا فی ابی طالب ھی الصحیحۃ[1] اھوکذاردہ الامام الرازی فی الکبیر وقال العلامۃ الخفاجی فی عنایۃ القاضی بعد نقل کلام التقریب اعتمدہ من بعدہ من الشراح ولاینافیہ قولہ فی الحدیث فنزلت لامتداداستغفارہ لہ الی نزدلھا اولان الفاء للسببیۃ بدون تعقیب[2] اھ۔

شدت پسندی تو اس سورۃ میں ظاہر ہوئی ہے۔ اھ امام قسطلانی نے فرمایا کہ فتوح الغیب میں ہے کہ یہی حق ہے اور اس کے ابوطالب کے بارے میں نزول والی روایت ہی صحیح ہے اھ امام رازی نے تفسیر کبیر میں یونہی زمخشری کا رد کیا ہے، اور علامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی میں تقریب کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا کہ بعد والے تمام شارحین نے اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ حدیث میں وارد راوی کے قول فنزلت کے منافی نہیں اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نزول آیت تک ابوطالب کے لیے استغفار میں استمرار فرمایا یا اس لیے کہ فاء سببیت کے لیے ہے نہ کہ تعقیب کے لیے اھ (ت)

اقول: والدلیل علی الاستمرار واستدامۃ الاستغفار قول سیدالابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا ستغفرن لک مالم انہ عنہ[3] فھذا مقام الجزم دون التجویز والاستظھار، علا ان الامام الجلیل الجلال السیوطی فی کتاب الاتقان[4] عقد فصلالبیان

میں کہتا ہوں کہ استغفار کے استمرار و دوام پر دلیل سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں تیرے لیے ضرور استغفار کروں گا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا۔ لہٰذا یہ مقام جزم ہے نہ کہ مقام تجویز و تائید، علاوہ ازیں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاتقان میں یہ بیان کرنے کے لیے ایک فصل قائم فرمائی ہے کہ مکی

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ توبہ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۷ /۱۵۸

[2] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴ /۶۴۸

[3] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب ۱ /۵۴۸ و سورۃ التوبۃ ۲/ ۶۷۵ وسورۃ القصص ۲/ ۷۰۳، صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام من حضر الموت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۴۰

[4] الاتقان فی علوم القرآن فصل فی ذکر ما استثنی من المکی والمدنی دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۳

مانزل من اٰیات السور المکیة بالمدینة وبالعکس وذکر فیه عن بعضهم ان اٰیة ماکان للنبی اٰیة مکیة نزلت فی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لا بی طالب لا ستغفرن لك مالم انه عنه واقره [1] علیه فعلی هذا یزهق الاشکال من راسه ثم ان لفظ البخاری فی کتاب التفسیر فانزل الله بعد ذلك قال الحافظ فی فتح الباری الظاهر نزولها بعده بمدة الروایة التفسیر [2] اھ وهذاایضا یطیح الشبهة من راسها افاد هٰذین العلامة الزرقانی فی شرح المواهب وبعد اللتیا والتی اذقدافصح الحدیث الصحیح بنزولها فیه فکیف ترد الصحاح بالهوسات۔	سورتوں کی کون سی آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور اس کے برعکس (یعنی مدنی سورتوں کی کون سی آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں) اور اس میں بعض مفسرین کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ آیتِ کریمہ ماکان للنبی مکی ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بارے میں نازل ہوئی جو آپ نے ابو طالب سے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لیے استغفار کروں گا اور امام سیوطی نے اس کو برقرار رکھا اس بنیاد پر تو اشکال سرے سے ہی دفع ہو جائے گا۔ پھر کتاب التفسیر میں بخاری کے لفظ یہ ہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالٰی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی، حافظ نے فتح الباری میں کہا روایت تفسیر کی بنیاد پر ظاہر یہ ہے کہ اس کا نزول سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادِ مذکور سے کچھ مدت کے بعد ہوا اھ یہ بھی سرے سے شبہہ کا ازالہ کر دیتا ہے، علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ان دونوں کا افادہ فرمایا، اس لمبی اور مختصر گفتگو کے بعد جب حدیث صحیح نے ابو طالب کے بارے میں نزول آیت کی تصریح کر دی تو خواہشات کے ساتھ صحیح حدیثوں کو کیسے رَد کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

آیت ثالثہ: قال عزّ مجدہ (اللہ عزّ مجدہ نے فرمایا۔ ت):

"وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ	وہ اس نبی سے اوروں کو روکتے اور باز رکھتے ہیں اور خود اس پر ایمان لانے سے بچتے اور دور رہتے

[1] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة ذکر وفاة خدیجة وابی طالب دار المعرفه بیروت ۱/ ۲۹۳

[2] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة ذکر وفاة خدیجة وابی طالب دار المعرفه بیروت ۱/ ۲۹۳

مَایَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ "[1]۔	ہیں اور اس کے باعث وہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔

یعنی جان بوجھ کر جو بے شعوروں کے سے کام کرے اس سے بڑھ کر بے شعور کون۔ سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اُن کے تلمیذ رشید سیدنا امام اعظم کے استاد مجید امام عطاء بن ابی رباح و مقاتل وغیرہم مفسرین فرماتے ہیں، یہ آیت ابوطالب کے باب میں اُتری۔ تفسیر امام بغوی محی السنہ میں ہے:

قال ابن عباس و مقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی الناس عن اذی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و یمنعھم و ینأی عن الایمان بہ ای یبعد[2]۔	ابن عباس و مقاتل نے فرمایا کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی، وہ لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے روکتا تھا اور انہیں منع کرتا تھا اور خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دور رہتا۔ (ت)

انوار التنزیل میں ہے:

ینھون عن التعرض الرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ینأون عنہ فلا یؤمنون بہ کابی طالب[3]۔	وہ لوگوں کو رسول پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تعاقب کرنے سے روکتے اور خود آپ سے دور رہتے چنانچہ آپ پر ایمان نہیں لاتے جیسے ابوطالب (ت)

حدیث سوم: فریابی اور عبدالرزاق اپنے مصنف اور سعید بن منصور سنن میں اور عبد بن حمید اور ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ اور حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تفسیر میں راوی:

قال نزلت فی ابی طالب کان ینھٰی عن المشرکین ان یؤذوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	یعنی یہ آیت ابوطالب کے بارے میں اُتری کہ وہ کافروں کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت آیۃ ۶/ ۲۶ دار الکتب بیروت ۲/ ۷۵

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آیۃ ۶/ ۲۶ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۰۱

یتباعد عما جاء بہ[1]۔	ایذا سے منع کرتے باز رکھتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دور رہتے۔
قال فی مفاتیح الغیب فیہ قولان منھم من قال المراد انھم ینھون عن التصدیق نبوتہ والاقرار برسالتہ وقال عطاء ومقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی قریشا عن ایذاء النبی علیہ الصلوۃ والسلام ثم یتباعد عنہ ولا یتبعہ علی دینہ، و القول الاول اشبہ لوجھین الاول ان جمیع الایات المتقدمۃ علی ھٰذہ الایۃ تقتضی ذم طریقتھم فلذلک قولہ وھم ینھون عنہ ینبغی ان یکون محمولا علی امر مذموم فلو حملناہ علی ان ابا طالب کان ینھٰی عن ایذاءہ لما حصل ھذا النظم ،والثانی انہ تعالٰی قال بعد ذلک "وان یھلکون الا انفسھم" یعنی بہ ما تقدم ذکرہ ولا یلیق ذلک ان یکون المراد من قولہ "وھم ینھون عنہ" النھی	مفاتیح الغیب میں فرمایا اس میں دو قول ہیں ان میں سے بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ وہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق اور آپ کی رسالت کے اقرار سے روکتے ہیں جب کہ عطاء اور مقاتل نے کہا کہ وہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی وہ قریش کو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذارسانی سے روکتے تھے پھر خود آپ سے دور رہتے اور دین میں آپ کی اتباع نہیں کرتے تھے، قولِ اوّل دو وجہ سے زیادہ مناسب ہے۔**وجہ اوّل**: یہ ہے کہ اس آیۃ کریمہ سے ماقبل والی تمام آیتِ قریش کے طریقہ کی مذمت کا تقاضا کرتی ہیں۔اسی طرح یہ اللہ تعالٰی کا قول وھم ینھون عنہ (یعنی وہ اس سے روکتے ہیں) بھی امر مذموم پر محمول ہونا چاہیے اگر ہم اس کو اس معنی پر محمول کریں کہ ابو طالب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکتے تھے تو یہ نظم مذکور حاصل نہ ہوگا۔**وجہ ثانی** یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ وہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں۔اس سے مراد وہی ہے جس کا پہلا ذکر ہو چکا ہے۔

[1] الدر المنثور بحوالہ الفریابی و عبدالرزاق وغیرہ تحت آلایۃ ۶ /۲۶ داراحیاء التراث العربی ۳ /۷ ۲۳، جامع البیان (تفسیر طبری) تحت آیۃ ۶ /۲۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷ /۲۰۲، دلائل النبوۃ للبیھقی جماع ابواب المبعث باب وفاۃ ابی طالب، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲ /۳۴۰، تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیہ ۶/ ۲۶ مکتبہ نزار مصطفٰی البازمکہ مکرمہ ریاض ۴ /۷ ۱۲۷

عن اذیته لانّ ذلك حسن لایوجب الهلاك [1] اهـ	اور یہ مناسب نہیں کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "اور وہ اس سے روکتے ہیں" سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذاء رسانی سے روکنا ہو اس لیے کہ یہ تو حسن ہے جو موجبِ ہلاکت نہیں ہوتا اھ (ت)
اقول: اصل الذم النسائی وقد تشدد بالنهی فان الذنب بعد العلم اشد منه حین الجهل فذکر النهی لا بانة شدة ما یلحقه من الذم فی ذلك و عظمة ما یعتریه من الوزر فیما هنالك فان العلم حجة الله مالك وعلیك الا تری الی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی ابی طالب ولو لا انا لکان فی الدرك الا سفل من النار [2] کما سیأتی مع ما علم من حمایته وکفالته و نصرته ومحبته للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم طول عمره فانما کادیکون فی الدرك الاسفل لولا شفاعة رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لما ابی الایمان مع کما العرفان فالایة	**میں کہتا ہوں** اصل مذمت تو ناٴی یعنی دور رہنے کی وجہ سے ہے جو نہی کے سبب سے شدید ہو گئی، کیونکہ علم کے بعد گناہ اس گناہ سے زیادہ شدید ہو جاتا ہے جو زمانہ جہالت میں کیا گیا ہو۔ چنانچہ نہی کا یہاں ذکر اس شدت و عظمت کے اظہار کے لیے جو اس سے ملحق گناہ اور بوجھ سے متعلق ہوتی ہے کیونکہ علم اللہ تعالٰی کی حجرت ہے تیرے حق میں اور تیرے خلاف کیا تو ابو طالب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کو نہیں دیکھا دیکھا کہ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا ابوطالب کی طرف سے تمام عمر نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نہ ہوتی تو ابوطالب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے کیونکہ کمال معرفت کے باوجود نے انہوں سے انکار کیا۔

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آلایة ۲۶/۶ المطبعة البهیة مصر ۱۲/ ۱۷۹

[2] صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصه ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸، صحیح مسلم باب شفاعة النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵

علی وزان قوله تعالٰی " اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝۴۴ "[1]۔ فذکر فی سیاق الذم امرھم بالبر وتلاوتھم الکتاب وانما القصد الی وتلاوتھم الکتاب وانما القصد الی نسیانھم انفسھم وذکرھٰذین للتسجیل بل قال جل ذکرہ: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝۳ "[2]۔فشدد النکیر علی القول من دون عمل وان کان القول خیرا فی نفسه قال فی معالم التنزیل: قال المفسرون ان المؤمنین قالو ا لونعلم ای الاعمال احب الی الله عزوجل لعملناه ولبذلنافیه اموالنا و انفسنا فانزل عزوجل ان الله یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفافابتلوا بذلك یوم احد فولوا مدبرین فانزل الله تعالٰی: لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝[3]۔اھ وبه ینحل الوجھان لمن انصف لاجرم ان قال الخفاجی

چنانچہ آیت مذکورہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی طرف پر ہے کہ کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے جان کو کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ ان کے نیکی کا حکم دینے اور کتاب پڑھنے کو مذمت کے سیاق میں ذکر کیا۔ مقصود تو ان کا اپنی جانوں کو بھلانا ہے اور ان دونوں باتوں کا ذکر بطور تمہید ہے بلکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو ! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ تو یہاں پر قول بلا عمل پر سخت نفرت کا اظہار فرمایا اگرچہ فی نفسہ قول اچھا ہو۔ معالم التنزیل میں کہا کہ مفسرین نے فرمایا کہ مومنوں نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں محبوب ترین عمل کون سا ہے تو ہم اس کو ضرور کریں گے اور اس میں اپنے مال و جان قربان کردیں گے۔ تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر پھر غزوہ اُحد میں انہیں اس میں مبتلا کردیا گیا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے ہو۔ اور اس سے منصف کے لیے دونوں وجہیں کھل گئیں۔ علامہ خفاجی نے

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴۴

[2] القرآن الکریم ۶۱/ ۲و۳

[3] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت آیۃ ۶۱/ ۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۰۷

فی العنایة بعد نقله کلام الامام فیه نظر اھ[1]۔ بالجملة فعطاء اعلم منا ومنکم باسالیب القرآن ونظمه فضلا عن هذا الحبر العظیم الذی قد فاق اکثر الامة فی علم القرآن وفهمه واللہ تعالٰی اعلم۔	عنایۃ میں امام کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا۔اس میں نظر ہے۔اھ خلاصہ یہ کہ عطاء قرآن مجید کے اسالیب و نظم کو ہم سے اور تم سے زیادہ جاننے والا ہے۔چہ جائیکہ یہ عظیم عالم متبحر جو قرآن مجید کے علم و فہم میں اکثر امت پر فوقیت رکھتا ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

فصل دوم ـــــــــ احادیث

حدیث چہارم: صحیحین و مسند امام احمد میں حضرت سیدنا عباس عم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے۔

انه قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ما اغنیت عن عمك فواللہ کان یحوطك ویغضب لك قال هو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار[2]۔وفی روایة وجدته غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح[3]۔	یعنی انہوں نے خدمتِ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کی حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا؟ خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا اور حضور کے لیے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا۔فرمایا میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو اُسے کھینچ کر پاؤں تک آگ میں کر دیا اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔

امام ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

یؤید الخصوصیة انه بعد ان امتنع	یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خصوصیت سے

[1] عنایة القاضی حاشیة الشهاب علی تفسیر البیضاوی تحت الایة ۶/ ۲۶ دار الکتب العلمیة بیروت ۴/ ۶۵

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصة ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸ وصحیح البخاری کتاب الادب باب کنیة المشرك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۷، صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵، مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۷ و ۲۱۰

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لابی طالب ۱/ ۱۱۵

شفع لہ حتی خفف لہ العذاب بالنسبۃ لغیرہ [1]۔	ہوا کہ ابو طالب نے باآنکہ ایمان لانے سے انکار کیا پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نے اتنا کام دیا کہ بہ نسبت باقی کافروں کے عذاب ہلکا ہوگیا۔

حدیث پنجم: صحیحین و مسند امام احمد میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر عندہ عمہ ابوطالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیمۃ فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ [2]۔	یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ابوطالب کا ذکر آیا فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ روزِ قیامت میری شفاعت اسے یہ نفع دے گی کہ جہنم میں پاؤں تک کی آگ میں کردیا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک ہوگی جس سے اس کا دماغ جوش مارے گا۔

یونس بکر بکیر نے حدیث محمد بن اسحٰق سے یوں روایت کیا: **یغلی منہ دماغہ حتی یسیل علی قدمیہ** [3]۔ اس کا بھیجا اُبل کر پاؤں پر گرے گا۔ عمدۃ القاری وارشاد الساری شروح صحیح بخاری و مواہب الدنیا وغیرہا میں امام سہیلی سے منقول:

الحکمۃ فیہ ان اباطالب کان تابعا لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لجملتہ الا انہ استمر ثابت القدم علی دین قومہ فسلط العذاب علی قدمیہ خاصۃ لتثبیتہ ایاھما علی دین قومہ [4]۔	یعنی ابو طالب کے پاؤں تک آگ رہنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ عزوجل جزا ہمشکل عمل دیتا ہے ابوطالب کا سارا بدن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت میں صرف رہا، ملتِ کفر پر ثابت قدمی نے پاؤں پر عذاب مسلط کیا۔

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ القصص باب قولہ انک لاتھدی مصطفی البابی مصر ۱۰/ ۱۲۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۰، صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸

[3] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن اسحق ۱/ ۲۶۴ وارشاد الساری بحوالہ ابن اسحق تحت الحدیث ۳۸۸۵ ۸/ ۳۵۱

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصہ ابی طالب حدیث ۳۸۸۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷/ ۲۴، ارشاد الساری بحوالہ السہیلی تحت الحدیث ۳۸۸۵، ۸/ ۳۵۱ والمواہب اللدنیہ بحوالہ السہیلی ۱/ ۲۶۴

اسی طرح تسیر شرح جامع صغیر وغیرہ میں ہے۔

حدیث ششم: بزار وابویعلٰی وابن عدی وتمام حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قیل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل نفعت ابا طالب قال اخرجتہ من غمرۃ جھنم الی ضحضاح منھا[1]۔	یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی حضور نے ابوطالب کو کچھ نفع دیا۔ فرمایا میں نے اسے دوزخ کے غرق سے پاؤں کی آگ میں کھینچ لیا۔

امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں۔

فان قلت اعمال الکفرۃ ھباء منثورا لافائدۃ فیھا قلت ھذا النفع من برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخصائصہ[2]۔	اس کا بھی وہی مطلب ہے کہ ابوطالب کو یہ نفع ملنا صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت سے ہے ورنہ کافروں کے اعمال تو غبار ہیں ہوا پر اڑائے ہوئے۔

حدیث ہفتم: طبرانی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان الحارث بن ھشام اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم حجۃ الوداع فقال یارسول اللہ انی کنت علی صلۃ الرحم والاحسان الی الجار وایواء الیتیم واطعام الضیف واطعام المسکین وکل ھذا قدن کا یفعلہ ھشام بن المغیرۃ فماظنك بہ یارسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل قبر ای لایشھد صاحبہ ان لا الٰہ الا اللہ فھو جذوۃ من النار، و قد وجدت	یعنی حارث بن ہشام رضی اللہ تعالٰی نے روز حجۃ الوداع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی۔ یارسول اللہ! میں ان باتوں پر عمل کرتا ہوں۔ رشتہ داروں سے نیک سلوک، ہمسایہ سے اچھا برتاؤ، یتیم کو جگہ دینا، مہمان کو مہمانی دینا، محتاج کو کھانا کھلانا اور میرا باپ ہشام یہ سب کام کرتا تھا تو حضور کا اس کی نسبت کیا گمان ہے؟ فرمایا جو قبر بنے جس کا مردہ لاالٰہ الا اللہ نہ مانتا ہو وہ دوزخ کا انگارا ہے میں نے خود اپنے چچا ابوطالب کو

[1] مسند ابویعلی الموصلی عن مسند جابر بن عبداللہ حدیث ۲۰۴۳ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۳۹۹

[2] عمدۃ القاری کتاب مناقب الانصار تحت الحدیث ۳۸۸۳، دار الکتب العلمیہ ۱۷/ ۲۳

عمی اباطالب فی طمطام من النار فاخرجه الله لمکانه منی واحسانه الی فجعله فی ضحضاح من النّار [1]۔	سر سے اونچی آگ میں پایا، میری قرابت وخدمت کے باعث اللہ تعالٰی نے اُسے وہاں سے نکال کر پاؤں تک آگ میں کردیا۔

مجمع بحار الانوار میں بعلامت کاف امام کرمانی شارح بخاری سے منقول:

نفع اباطالب اعماله ببرکته صلی الله تعالٰی علیه وسلم وان کان اعمال الکفرة هباء منثورا [2]۔	یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت سے ابوطالب کے اعمال نفع دے گئے ورنہ کافروں کے کام تو نرے برباد ہوتے ہیں۔

حدیث ہشتم: امام احمد مسند اور امام بخاری ومسلم اپنی صحاح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اهون اهل النار عذابا ابوطالب وهو منتعل بنعلین من نار یغلی منهما دماغه [3]۔	بے شک دوزخیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب پر ہے وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوئے ہے جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔

نیز صحیحین میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت سے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اهون اهل النار عذابا من له نعلان و شراکان من نار یغلی منهما دماغه کما یغلی المرجل مایرٰی ان احدا اشد منه عذابا وانه لاهونهم عذابا [4]۔	دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہے جسے آگے کے دو جوتے اور دو تسمے پہنائے جائیں گے جن سے اس کا دماغ دیگ کی طرح جوش مارے گا وہ یہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اسی پر ہے حالانکہ اس پر سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔

اسی حدیث میں امام احمد کی روایت یوں ہے:

[1] المعجم الکبیر عن ام سلمہ حدیث ۹۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۴۰۵، المعجم الاوسط حدیث ۷۳۸۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۱۹۰

[2] مجمع بحار الانوار

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵

یوضع فی اخمص قدمیه جمرتان یغلی منهما دماغه [1]۔	اس کے تلوؤں میں انگارے رکھے جائیں گے جس سے بھیجا اُبلے گا۔

اور صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

یقول الله لاهون اهل النار عذابا یوم القیمة لو ان لك مافی الارض من شیئ اکنت تفتدی به فیقول نعم فیقول اردت منك اهون من هذا وانت فی صلب اٰدم ان لاتشرك لی شیئا فابیته ان لاتشرك بی [2]۔	دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے سے اللہ عزوجل فرمائے گا تمام زمین میں جو کچھ ہے اگر تیری مِلک ہوتا تو کیا اسے اپنے فدیہ میں دے کر عذاب سے نجات مانگنے پر راضی ہوگا؟ وہ عرض کرے گا ہاں فرمائے گا میں نے تو تجھ سے روزِ میثاق جب کہ تو پشت آدم میں تھا اس سے بھی ہلکی اور آسان بات چاہی تھی کہ کسی کو میرا شریک نہ کرنا مگر تو نے نہ مانا بغیر میرا شریک ٹھہرائے ہوئے۔

اس حدیث سے بھی ابوطالب کا شرک پر مرنا ثابت ہے۔ کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے:

قبل ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم مسح ابا طالب بعد موته وانسی تحت قدمیه ولذاینتعل بنعلین من النار [3]۔	یعنی کہا گیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بعد مرگ ابوطالب کے بدن پر دستِ اقدس پھیر دیا تھا مگر تلوؤں پر ہاتھ پھیرنا یاد نہ رہا اس لیے ابوطالب کو روزِ قیامت آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے۔ (باقی جسم بہ برکتِ دستِ اقدس محفوظ رہے گا۔)

حدیث نہم: امام شافعی وامام احمد وامام اسحٰق بن راہویہ وابوداؤد وطیالسی اپنی مسانید اور ابن سعد

---

[1] مسندا حمد بن حنبل عن نعمان بن بشیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۷۴

[2] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب صفة الجنة والنار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۰، صحیح مسلم کتاب صفة المنافقین باب فی الکفار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۷۴، مشکوۃ المصابیح باب صفة النار واھلھا الفصل الاول قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۰۲

[3] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس وفاۃ ابی طالب موسسة شعبان بیروت ۱/ ۳۰۰

طبقات اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد و نسائی سنن اور ابن خزیمہ اپنی صحیح اور ابن الجارود منتقی اور مروزی کتاب الجنائز اور بزار وابویعلٰی مسانید اور بیہقی سنن میں بطریقِ عدیدہ حضرت سیدنا امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی:

قال قلت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان عمّك الشیخ الضال قد مات قال اذھب فوار اباك [1]۔	یعنی میں نے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! حضور کا چچا وہ بُڈھا گمراہ مرگیا، جا،اسے دبا آ۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے مولا علی نے عرض کی:

ان عمّك الشیخ الکافر قد مات فما تری فیه۔قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اری ان تغسله وامره بالغسل [2]	حضور کا چچا وہ بڈھا کافر مرگیا اس کے بارے میں حضور کی کیا رائے ہے یعنی غسل وغیرہ دیا جائے یا نہیں؟ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا نہلا کر دبادو۔

امام شافعی کی روایت میں ہے:

فقلت یارسول اللہ انه مات مشرکا قال اذھب فوارہ [3]۔	میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو مشرک مرا،فرمایا: جاؤ، دبا آؤ۔

امام الائمہ ابن خزیمہ نے فرمایا: حدیث صحیح ہے۔امام حافظ الشان اصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں: صححه ابن خزیمه [4]۔ (ابن خزیمہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ت)

---

[1] نصب الرایۃ بحوالۃ الشافعی واسحق بن راہو یہ وابی داؤد الطیالسی وغیرھم کتاب الصلوۃ فصل فی الصلوۃ علی المیت الحدیث الحادی العشر النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۲ /۲۸۹ و ۲۹۰، سُنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الرجل یموت له قرابة مشرك آفتاب عالم پریس ۲ /۱۰۲، مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۱۲۹ و ۱۳۰، السنن الکبری کتاب الجنائز باب المسلم یغسل ذاقرابته دار صادر بیروت ۳ /۳۵۸

[2] المصنف لابن ابی شیبه کتاب الجنائز باب فی الرجل یموت له قرابة المشرك ادارة القرآن کراچی ۳ /۳۴۸

[3] نصف الرایه بحوالۃ الشافعی کتاب الصلوۃ فصل فی الصلوۃ علی المیت النوریه الرضویه الخ ۳ /۲۹۰

[4] الاصابة فی تمییز الصحابة حرف الطاء ابوطالب دار صادر بیروت ۴ /۱۱۷

اس حدیث جلیل کو دیکھئے ابوطالب کے مرنے پر خود امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ حضور کا وہ گمراہ کافر چچا مر گیا۔ حضور اس پر انکار نہیں فرماتے نہ خود جنازے میں تشریف لے جاتے ہیں۔ ابوطالب کی بی بی امیر المومنین کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جب انتقال کیا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی چادر و قمیص مبارک میں انہیں کفن دیا۔ اپنے دستِ مبارک سے لحد کھودی، اپنے دستِ مبارک سے مٹی نکالی، پھر ان کے دفن سے پہلے خود ان کی قبر مبارک میں لیٹے اور دعا کی:

اللہ الذی یحیی ویمیت وھو حیّ لایموت اغفر لاُمّی فاطمة بنت اسد و وسّع علیھا مدخلھا بحق نبیك و الانبیاء الذین من قبل، فانّك ارحم الراحمین رواہ الطبرانی [1] فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححہ وابونعیم فی الحلیة عن انس ونحوہ ابن ابی شیبة عن جابر والشیرازی فی الالقاب وابن عبد البر وابونعیم فی المعرفة، والدیلمی بسند حسن عن ابن عباس وابن عساکر عن علی رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔	اللہ جِلاتا ہے اور مارتا ہے اور خود زندہ ہے کہ کبھی نہ مرے گا، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اُن کی قبر وسیع کر صدقہ اپنے نبی کا اور مجھ سے پہلے انبیاء کا، تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر و اوسط میں، ابن حبان نے حاکم نے اور اس نے اس کی تصحیح کی، ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور اس کی مثل ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، شیرازی نے القاب میں، ابن عبدالبر نے، ابونعیم نے معرفہ میں، دیلمی نے سند حسن کے ساتھ ابن عباس سے اور ابن عساکر نے حضرت علی سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ت)

کاش ابوطالب مسلمان ہوتے تو کیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن کے جنازہ میں تشریف نہ لے جاتے۔ صرف اتنے ہی ارشاد پر قناعت فرماتے کہ جاؤ اسے دباء آؤ امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی قوتِ ایمان دیکھئے کہ خاص اپنے باپ نے انتقال کیا ہے اور خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل کا فتوٰی دے رہے ہیں، اور یہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! وہ تو مشرک مرا۔ ایمان ان بندگانِ خدا کے تھے کہ اللہ ورسول کے مقابلہ میں باپ بیٹے کسی سے کچھ علاقہ نہ تھا، اللہ ورسول کے مخالفوں کے دشمن تھے اگرچہ وہ اپنا جگر ہو، دوستانِ خداو

[1] مجمع الزوائد کتاب المناقب باب مناقب بنت اسد دارالکتاب بیروت ۹/ ۲۵۷، کنزالعمال حدیث ۳۴۴۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۴۷

رسول کے دوست تھے اگرچہ اُن سے دنیوی ضرر ہو۔

"اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُؕ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠" [1]۔جعلنا الله منهم بهم ولهم بفضل رحمة بهم انه هو الغفور الرحيم، و الحمدلله رب العلمين وصلى الله تعالٰى عليه سيدنا ومولٰينا محمد واٰله واصحابه اجمعين اٰمين۔	یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے انکی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں، ان میں ہمیشہ رہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت ہے، سنتا ہے اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں ان کے صدقے میں ان میں سے کردے۔ بے شک وہ ہی بہت بخشنے والا مہربان ہے، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی ہمارے آقا محمد مصطفٰی ! آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر، اے اللہ ! ہماری دُعا قبول فرما ! (ت)

حدیث دہم: بخاری و مسلم اپنی صحاح اور ابن ماجہ اپنی سنن اور طحاوی شرح معانی الآثار اور اسماعیلی مستخرج علٰی صحیح البخاری میں بطریق امام علی بن حسین زین العابدین عن عمرو بن عثمان الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہم سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انه قال یارسول الله این تنزل فی دارك بمكة فقال و هل ترك عقیل من رباع او دور وكان عقیل ورث ابا طالب هو وطالب ولم یرثه جعفر ولا علی رضی الله تعالٰی عنهما شیئا لانهما كان مسلمین وكان عقیل و طالب كافرین فكان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه یقول لایرث	یعنی انہوں نے خدمتِ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کی کہ یارسول اللہ ! حضور کل مکہ معظّمہ میں اپنے محلے کے کون سے مکان میں نزول اجلال فرمائیں گے۔ فرمایا، کیا ہمارے لیے عقیل نے کوئی محلّہ یا مکان چھوڑ دیا ہے۔ امام زین العابدین نے فرمایا: ہوا یہ تھا کہ ابوطالب کا ترکہ عقیل اور طالب نے پایا، اور جعفر و علی

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

المؤمن الکافر [1]۔ولفظ ابن ماجة والطحاوی فکان عمر من اجل ذٰلك یقو ل [2]۔الخ ولفظ الاسماعیلی فمن اجل ذٰلك کان عمر یقول[3]۔	رضی اللہ تعالٰی عنہما کو کچھ نہ ملا۔یہ دونوں حضرات وقتِ موت ابی طالب مسلمان تھے اور طالب کافر تھا اور عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔اسی بناء پر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے کہ کافر کاترکہ مسلمان کو نہیں پہنچتا۔
تنبیہ: لاشك ان قوله وکان عقیل ورث اباطالب مدرج فی الحدیث ولم یبین قائله فی الکتب الذی ذکرنا واخترت انا انه الامام زین العابدین رضی الله تعالٰی عنه وقال الامام العینی فی العمدة قوله وکان عقیل ادراج من بعض الرواة ولعله من اسامة کذا قال الکرمانی [4]اھ والصواب ما ذکرته وقد کتبت علی هامش العمدة مانصه۔	**تنبیہ:** اس میں شک نہیں کہ اس قول اور عقیل وارث ہوا ابو طالب کا حدیث میں داخل کیا گیا اس کا قائل ان کتابوں میں مذکور نہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور میں نے اختیار کیا ہے کہ وہ امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔امام عینی نے عمدۃ القاری میں کہا کہ اس کا قول وکان عقیل بعض راویوں کی طرف سے حدیث میں داخل کیا گیا ہے، ممکن ہے یہ ادراج و ادخال اسامہ کی طرف سے ہو۔کرمانی نے یوں ہی کہا ہے اھ، اور درست وہی ہے جو میں نے ذکر کیا،اور میں نے عمدۃ القاری پر حاشیہ لکھا جس کی صراحت یہ ہے۔(ت)
اقول: بل هو من علی بن حسین بن علی رضی الله تعالٰی عنهم ،بیّنه	**میں کہتا ہوں** بلکہ وہ علی بن حسین بن علی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اس کو امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا میں

[1] صحیح البخاری کتاب المناسك باب توریث دور مکة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۲۱۶،صحیح مسلم کتاب الحج باب النزول بمکة وتوریث دورھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۴۳۶

[2] سُنن ابن ماجه ابو اب الفرائض باب میراث اهل الاسلام من اهل الشرك الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۰

[3]

[4] عمدة القاری کتاب المناسك باب توریث دور مکه الخ تحت الحدیث ۱۵۸۸ دار الکتب العلمیة بیروت ۹ /۳۲۴

مالك فی مؤطاہ فانہ اسند اولا عن ابن شهاب بالسند المذکور فی الکتاب اعنی صحیح البخاری ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایرث المسلم الکافر اھ[1]۔ثم قال مالك عن ابن شهاب عن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب انہ اخبرہ انما ورث اباطالب عقیل وطالب ولم یرثہ علی قال علی فلذٰلك ترکنا نصیبنا من الشعب[2] اھ وھٰکذا رواہ محمد فی مؤطاہ عن مالك مفرقا مصرحا فقد بین واحسن احسن اللہ الیہ والینا بہ امین۔	میں بیان فرمایا ہے، پہلے اس کو امام مالک نے ابن شہاب سے ذکر یعنی صحیح بخاری میں مذکور سند کے ساتھ ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کافر کا وارث نہیں بنتا اھ پھر کہا مالک نے ابن شہاب سے روایت کی اس نے علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب سے، اس نے خبر دی کہ عقیل اور طالب ابو طالب کے وارث بنے جب کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کے وارث نہ بنے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ ہم نے شعب ابی طالب سے اپنا حصہ ترک کردیا۔اسی طرح امام محمد نے اپنی کتاب مؤطا میں امام مالک سے صراحتًا روایت کیا انہوں نے خوب ظاہر کیا اور احسان کیا، اللہ تعالٰی ان پر اور ہم پر احسان فرمائے۔امین (ت)

حدیث یازدہم: عمر بن شبہ کتاب مکہ میں اور ابویعلٰی وابوبشر اور سمویہ اپنے فوائد اور حاکم مستدرک میں بطریق محمد بن سلمہ بن ہشام بن حسان عن محمد بن سیرین قصہ اسلام ابی قحافہ والد امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال فلما مدیدہ یبایعہ بکی ابوبکر فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما یبکیك قال لان تکون ید عمك مکان یدہ ویسلم ویقر	یعنی جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست انور ابوقحافہ سے بیعت اسلام لینے کے لیے بڑھایا، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ روئے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کی: ان کے ہاتھ کی جگہ آج حضور کے

[1] مؤطا امام مالك کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۶۶

[2] مؤطا امام مالك کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۶۶

اللہ عینك احب الیّ من ان یکون [1]۔	چچاکا ہاتھ ہوتا اور ان کے اسلام لانے سے اللہ تعالٰی حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی آنکھ ٹھنڈی کرتا تو مجھی اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ یہ بات عزیز تھی۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث بر شرطِ شیخین صحیح ہے۔ حافظ الشان نے اصابہ میں اسے مسلم رکھا اور فرمایا: سندہ صحیح [2]۔ (اس کی سند صحیح ہے۔ت)

حدیث دوازدہم: ابوقرہ موسٰی بن طارق وہ موسٰی بن عبیدہ وہ عبداللہ بن دینار وحضور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال جاء ابو بکر بابی قحافة یقودہ یوم فتح مکة فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ترك الشیخ حتی نأتیه قال ابوبکر ادرت ان یأجرہ اللہ والذی بعثك بالحق لانا کنت اشد فرحا باسلام ابی طالب لوکان اسلم منی بابی [3]۔	یعنی صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر لائے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اس بوڑھے کو وہیں کیوں نہ رہنے دیا کہ ہم خود اس کے پاس تشریف فرما ہوتے، صدیق نے عرض کی کہ میں نے چاہا کہ اُن کو اجر دے قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ ابوطالب کے مسلمان ہونے کی خوشی ہوتی اگر وہ اسلام لے آتے۔ (ت)

اللہ اللہ یہ محبوب میں فنائے مطلق کا مرتبہ ہے، صدق اللہ "وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ" [4]۔ (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ت) اسی طرح

---

[1] الاصابة فی تمییز الصحابة بحوالہ عمر بن شیبه وغیرہ ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴ /۱۱۶

[2] الاصابة فی تمییز الصحابة بحوالہ عمر بن شیبه وغیرہ ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴ /۱۱۶

[3] الاصابة فی تمییز الصحابة بحوالہ ابی قرۃ وغیرہ ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴ /۱۱۷

[4] القرآن الکریم ۲ /۱۶۵

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ عَمِّ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہا:

انا باسلامك اذا اسلمت افرح منی باسلام الخطاب، ذکرابن اسحٰق[1] فی سیرته۔	مجھے آپ کے اسلام کی جتنی خوشی ہوئی اپنے باپ خطاب کے اسلام کی اتنی نہ ہوتی۔(اس کو ابواسحٰق اس کی سیرت میں ذکر کیا۔ت)

حدیث سیز دہم: یونس بن بکیر فی زیادات مغازی ابن اسحٰق عن یونس بن عمرو عن ابی السفر:

قال بعث ابوطالب الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقال اطعمنی من عنب جنتك فقال ابوبکر ان اللہ حرمها علی الکافرین[2]۔	یعنی ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کر بھیجی کہ مجھے اپنی جنت کے انگور کھلائے۔اس پر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ نے انہیں کافروں پر حرام کیا ہے۔

حدیث چہاردہم: الواحدی من حدیث موسٰی بن عبیدة قال اخبرنا محمد بن کعب القرظی،

قال بلغنی انه لما اشتکی ابوطالب شکواہ التی قبض فیها قالت له قریش ارسل الی ابن اخیك یرسل الیك من هٰذہ الجنة التی ذکرها یکون لك شفاء فارسل الیه فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان اللہ حرمها علی الکافرین طعامها وشرابها ثم اتاه فعرض علیه الاسلام ،فقال لولا ان تعیربها	یعنی ابوطالب کے مرض الموت میں کافرانِ قریش نے صلاح دی کہ اپنے بھتیجے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے عرض کرو کہ یہ جنت جو وہ بیان کرتے ہیں اس میں سے تمہارے لیے کچھ بھیج دیں کہ تم شفاء پاؤ۔ابوطالب نے عرض کر بھیجی حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تعالٰی نے جنت کا کھانا پانی کافروں پر حرام کیا ہے۔۔پھر تشریف لاکر ابوطالب پر اسلام پیش کیا۔ابوطالب نے کہا: لوگ حضور پر طعنہ کریں گے کہ

[1] الاصابة فی تمییز الصحابة بحوالہ ابن اسحاق ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

[2] الاصابة فی تمییز الصحابة بحوالہ ابن اسحاق ذکر ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۶

فیقال جزع عمّك من الموت لاقررت بها عینك و استغفرله بعد مامات فقال المسلمون مایمنعنا ان نستغفر لآبائنا ولذوی قرابتنا قداستغفر ابراهیم علیه السلام لابیه ومحمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم لعمه فاستغفروا للمشرکین حتی نزلت ما کان للنبی والذین اٰمنوا[1] الاٰیة۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا چچا موت سے گھبراگیااس کا خیال نہ ہوتا تو میں حضور کی خوشی کردیتا۔جب وہ مر گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکے لیے دعائے مغفرت کی، مسلمانوں نے کہا ہمیں اپنے والدوں قریبوں کے لیے دعائے بخشش سے کون مانع ہے،ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار کی، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے چچاکے لیے استغفار کررہے ہیں، یہ سمجھ کر مسلمانوں نے اپنے اقارب مشرکین کے واسطے دعائے مغفرت کی،اللہ عزوجل نے آیت اتاری کہ مشرکوں کے لیے یہ دعا نہ نبی کو روا نہ مسلمانوں کو،جب کہ روشن ہولیاکہ وہ جہنمی ہیں۔والعیاذباللہ تعالٰی

حدیث پانزدہم: ابونعیم حلیہ میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی،رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

کانت مشیّة الله عزوجل فی اسلام عمی العباس و مشیتی فی اسلام عمی ابی طالب فغلبت مشیة الله مشیتی[2]۔	اللہ تعالٰی نے میرے چچا عباس کا مسلمان ہونا چاہااور میری خواہش یہ تھی کہ میرا چچا ابوطالب مسلمان ہو،اللہ تعالٰی کا ارادہ میری خواہش پر غالب آیا کہ ابوطالب کافر رہااور عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مشرف باسلام ہوئے۔فللّٰہ الحجۃ البالغۃ

فصل سوم:

چون ۵۴ اقوال ائمہ کرام وعلمائے اعلام اُوپر گزرے اور بعد کلام خدااور رسول جل جلالہ، وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیاحالتِ منتظرہ باقی ہے خاتمہ کاحال خدااور رسول سے زیادہ کون جانے، عزمجدہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

---

[1]

[2] کنزالعمال برمز ابی نعیم عن علی حدیث ۳۳۴۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۱۵۲

مگر تکثیر فوائد و تسکین زائد کے لیے بعض اور بھی کہ سر دست پیش نظر ہیں اضافہ کیجئے کہ زیادت خیر زیادت خیر ہے۔ وباللہ التوفیق۔

امام الائمہ، مالک الازمّہ، کاشف الغمہ، سراج الائمہ، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ابوطالب عمه صلی الله تعالٰی علیه وسلم مات کافرا [1]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کی موت کُفر پر ہوئی۔ والعیاذباللہ۔

امام برہان الدین علی بن ابی بکر فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں:

اذا مات الکافر وله ولی مسلم فانه یغسله ویکفنه ویدفنه بذلك امر علی رضی الله تعالٰی عنه فی حق ابیه ابی طالب لکن یغسل غسل الثوب النجس ویلف فی خرقة ویحفر حفیرة من غیر مراعاة سنة التکفین واللحد ولایوضع فیه بل یلقی [2]۔	جب کافر مر جائے اور اس کا کوئی مسلمان رشتہ دار موجود ہو تو وہ اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ان کے باپ ابو طالب کے بارے میں ایسا ہی حکم دیا گیا۔ لیکن اس کو غسل ایسے دیا جائے جیسے پلید کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے لیے گڑھا کھودا جائے، کفن پہنانے اور لحد بنانے کی سنت ملحوظ نہ رکھی جائے اور نہ ہی اس کو گڑھے میں رکھا جائے بلکہ پھینکا جائے۔ (ت)

امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

مات کافر یغسله ولیه المسلم ویکفنه ویدفنه، والاصل فیه انه لما مات ابوطالب اتی علی رضی الله تعالٰی عنه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وقال انّ عمّك الشیخ الضال	کافر مر جائے تو اس کا مسلمان رشتہ دار اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے، اس میں اصل یہ ہے کہ جب ابو طالب مر گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا

[1] الفقه الاکبر مع وصیّت نامه ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار لاہور ص ۲۱

[2] الهدایه باب الجنائز فصل فی الصلوة علی المیت المکتبة العربیة دستگیر کالونی کراچی ۱/ ۶۲-۱۶۱

قد مات فقال اغسله واكفنه وادفنه و لاتحدث حدثا حتى تلقانى اى لاتصل عليه [1]۔	مر گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اس کو غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کرو اور کوئی نئی چیز نہ کرنا یہاں تک کہ مجھے آملو یعنی اس کی نمازِ جنازہ مت پڑھنا الخ۔(ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

مات للمسلم قريب كافر ليس له ولى من الكفار يغسله غسل الثوب الجنس ويلفه فى خرقة و يحفرله حفرة ويلفيه فيها من غير مراعاة السنة فى ذلك لماروى ان اباطالب لما هلك جاء علىّ فقال يا رسول انّ عمّك الضال قدمات [2]۔الخ	مسلمان کا کوئی قریبی کافر رشتہ دار مر گیا۔اس کا کافروں میں کوئی وارث موجود نہیں ہے تو وہ مسلمان اُسے غسل دے جیسے پلید کپڑے کو دھویا جاتا ہے،ایک کپڑے میں لپیٹے اور ایک گڑھا کھود کر اس میں پھینک دے اور اس سلسلے میں سنت کا لحاظ نہ کرے کیونکہ مروی ہے کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آکر کہا یارسول اللہ! آپ کا گمراہ چچا مر گیا ہے۔الخ

علامہ ابراہیم طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر علامہ سیّد احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں زیر قول نور الایضاح ان کان للکافر قریب مسلم غسلہ(اگر کسی کافر کا کوئی قریبی رشتہ دار مسلمان ہو تو وہ اس کو غسل دے۔ت)فرماتے ہیں:

الاصل فيه ما رواه ابوداؤد وغيره عن على رضى الله تعالٰى عنه قال لمامات ابوطالب [3]۔الحديث۔	اصل اس میں وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد وغیرہ نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ جب ابوطالب مر گیا تو انہوں نے کہا۔(الحدیث۔ت)

علامہ زین بن نجیم مصری بحرالرائق میں فرماتے ہیں:

يغسل ولى مسلم الكافر ويكفنه و	مسلمان رشتہ دار کافر کو غسل دے،کفن پہنائے اور

[1] الکافی شرح الوافی

[2] غنیة المستملی شرح منیة المصلی فصل فی الجنائز سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۰۳

[3] حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوته نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۲۹و۳۳۰

يدفنه بذلك امر علی رضی الله تعالٰی عنه ان يفعل بابيه حين مات[1]۔	دفن کرے، حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایسا کرنے کا حکم دیا گیا جب اُن کا باپ مر گیا۔(ت)

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اپنے قرابت دار کافر مردہ کو نہلا سکتا ہے کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ، نے اپنے باپ ابوطالب کو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اجازت سے نہلایا۔

فتح القدیر وکفایہ وبنایہ وغیرہا تمام شروح ہدایہ میں اس مضمون کو مقبول و مقرر رکھا۔ کتبِ فقہ میں اس کی عبارات بکثرت ملیں گی سب کی نقل سے اطالت کی حاجت نہیں، واضح ہوا کہ سب علمائے کرام ابوطالب کو کافر جانتے ہیں۔ یونہی امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں "باب الرجل یموت لہ قرابۃ مشرک"[2] وضع فرمایا یعنی "باب اُس شخص کا جس کا کوئی قرابت دار مشرک مرے،" اور امام نسائی نے "باب مواراۃ المشرک"[3] یعنی "دفن مشرک کا باب"، اور دونوں نے اس میں یہی حدیث موتِ ابی طالب ذکر کی، انہیں نسائی کے اسی مجتبٰی میں ایک باب" النھی عن الاستغفار للمشرکین"[4] ہے اس میں حدیث دوم روایت کی، ابن ماجہ نے سُنن میں باب میراث "اھل الاسلام من اھل الشرك"[5] لکھا یعنی مشرک کا ترکہ مسلم کو ملے گا یا نہیں۔ اس میں حدیث دوم وارد کی۔ امام اجل صاحب المذہب سیّدنا امام مالک نے مؤطا شریف میں باب "التوارث بین اھل الملل"[6] منعقد فرمایا یعنی مختلف دین والوں میں ایک کو دوسرے کا ترکہ ملنے کا حکم، اور اس میں حدیثیں مسلم وکافر کے عدمِ توارث کی روایت فرمائیں جن میں یہ حدیث امام زین العابدین در بارہ ترکہ ابوطالب مذکور حدیث دہم بھی ارشاد کی۔ یونہی امام محرر المذہب سیّدنا امام محمد نے مؤطا شریف میں باب "لایرث المسلم الکافر"[7] منعقد فرما کر حدیث مذکور ایراد کی۔

[1] بحر الرائق کتاب الجنائز فصل السلطان احق بصلٰوتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۹۰

[2] سُنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب الرجل یموت لہ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۲

[3] سُنن النسائی کتاب الجنائز باب مواراۃ المشرك نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۲۸۳

[4] سنن النسائی کتاب الجنائز باب النھی عن الاستغفار للمشرکین نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۲۸۶

[5] سنن ابن ماجہ ابواب الفرائض باب میراث اہل الاسلام من اھل الشرك ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۰

[6] مؤطا الامام مالك کتاب الفرائض باب میراث اہل الملل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۶۶

[7] مؤطا الامام محمد کتاب الفرائض باب لایرث المسلم کافر نور محمد کارخانہ کراچی ص ۳۱۹ و ۳۲۰

امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری نے جامع صحیح کتاب الجنائز میں ایک باب وضع فرمایا: "باب اذا قال المشرك عند الموت لا اله الا اللّٰه"[1]۔ یعنی باب اس کے بیان کا کہ مشرک مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ کہے تو کیا حکم ہے اور اس میں حدیث دوم روایت فرمائی۔ اُسی کی کتاب الادب میں لکھا "باب کنیة المشرك"[2]۔ اس میں حدیث چہارم روایت اور حدیث مذکور:

سمعت النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یقول وھو علی المنبر ان بنی ھاشم بن المغیرة استاذنونی ان ینکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب[3]۔	میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا جب کہ آپ منبر پر تشریف فرماتے تھے کہ بنی ہاشم بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب کے ساتھ کردیں۔ (ت)

ذکر کی ___ امام قسطلانی نے تطبیقِ حدیث وترجمہ میں لکھا "فذکر ابا طالب المشرك بکنیة" نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب مشرک کو کنیت سے یاد فرمایا۔ پھر لکھا:

قد جوزوا ذکر الکافر بکنیته اذا کان لایعرف الا بھا کما فی ابی طالب اوکان علی سبیل التالف رجاء اسلامھم او تحصیل منفعة منھم لا علی سبیل التکریم فانا ما مورون بالاغلاظ علیھم[4]۔	علماء نے کافر کو کنیت سے ذکر کرنا ناجائز رکھا جب کہ وہ اور نام سے نہ پہچانا جائے جیسے ابوطالب یا بامیدِ اسلام تالیف مقصود یا کام نکالنا ہو مگر بطورِ تکریم جائز نہیں کہ ہمیں ان پر سختی کرنے کا حکم ہے۔

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابن بطال فیه جواز تکنیة المشرك[5]۔	امام ابن بطال نے فرمایا: اس حدیث سے مشرک کو بلفظ کنیت یاد کرنے کا جواز معلوم ہوا۔

اُسی میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا قال المشرك عند الموت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیة المشرك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۶

[3] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ذب الرجل عن ابنته فی الغیرة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۸۷

[4] ارشاد الساری کتاب الادب باب کنیة المشرك تحت الحدیث ۶۲۰۸ بیروت ۱۳/ ۲۰۷و۲۱۰

[5] عمدة القاری شرح البخاری کتاب الادب تحت الحدیث ۶۲۰۸ دارالکتب العلمیه بیروت ۲۲/ ۳۳۹

فیه دلالة انّ الله تعالٰی قد یعطی الکافر عوضًا من اعماله التی مثلها یکون قربة لا هل الایمان بالله تعالٰی لانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم اخبر ان عمه نفعته تربیته ایاه وحیاطته له التخفیف[1]۔الخ	اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کافر کو بھی اس کے اعمال کا کچھ عوض دیتا ہے، جو اہلِ ایمان کریں تو قُربِ الٰہی پائیں۔ دیکھو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ حضور کے چچا کو حضور کی خدمت وحمایت نے تخفیف عذاب کا فائدہ دیا الخ۔

امام عارف باللہ سیدّی علی متقی مکی قدس سرہ الملکی نے اپنی کتبِ جلیلہ منہج العمال وکنزالعمال ومنتخب کنزالعمال میں ایک باب منعقد فرمایا:

الباب السادس فی اشخاص لیسوا من الصحابة[2]۔	اُن شخصوں کے ذکر میں جو صحابی نہیں، اور اسی باب میں ابو طالب وابوجہل وغیرہما ذکر کیا۔

اسی طرح علامہ عبدالرحمٰن بن شیبا نے تیسیر الوصول الٰی جامع الاصول میں احادیث ذکر ابی طالب کو فصل غیر صحابہ میں وارد کیا اور اس میں صرف حدیث دوم وچہارم وپنجم کو جلوہ دیا۔ اگر ابوطالب کو اسلام نصیب ہوتا تو کیا وہ شخص صحابہ سے خارج ہو سکتا جس نے بچپن سے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گود میں پالا اور مرتے دم تک حضر وسفر کی ہمرکابی سے بہرہ یابی کا غلغلہ ڈالا۔

یونہی امام حافظ الحدیث ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ فی تمییز الصحابہ میں ابوطالب کو باب الکنی حرف الطاء المھملہ کی قسم رابع میں ذکر کیا۔ یعنی وہ لوگ جنہیں صحابی کہنا مردود وغلط وباطل ہے۔ اسی میں فرماتے ہیں:

ورد من عدة طرق فی حق من مات فی الفترة ومن ولد مجنونا ونحو ذٰلك ان کلا منهم یدلی بحجة ویقول لو عقلت او ذکرت لاٰمنت فترفع لهم نار ویقال لهم ادخلوها فمن دخلها	یعنی بہت اسانید سے حدیث آئی کہ جو زمانہ فترت میں اسلام آنے سے پہلے مرگیا یا مجنون پیدا ہوا اور جنون ہی میں گزر گیا اور اسی قسم کے لوگ جنہیں دعوتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نہ پہنچی ان میں ہر ایک روزِ قیامت ایک عذر پیش کرے گا کہ الٰہی! میں عقل رکھتا یا مجھے دعوت پہنچتی تو میں ایمان لاتا، ان کے امتحان کو ایک

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک تحت الحدیث ۶۲۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۲ /۳۳۹

[2] کنز العمال الباب السادس فی فضل اشخاص لیسوا من الصحابة موسسة الرسالہ بیروت ۱۲ /۱۵۰

كانت عليهم بردًا وسلامًا ومن امتنع ادخلها كرهًا و نحن نرجو ان يدخل عبد المطلب وأل بيته في جملة من يدخلها طائعا فينجو ،لكن وردفي ابي طالب ما يدفع ذلك وهو ما تقدم من أية براء ة وما في الصحيح انه في ضحضاح من النار ،فهٰذ شان من مات على الكفر فلوكان مات على التوحيد لنجامن النار اصلاو الاحاديث الصحية والاخبار المتكاثرة طافحة بذلك[1] ۔اھ مختصرًا۔	آگ بُلند کی جائے گی اور ارشاد ہوگا اس میں جاؤ جو حکم مانے گا اور اس میں داخل ہوگا وہ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجائے گی، اور جو نہ مانے گا جبراً آگ میں ڈالا جائے گا، اور ہمیں امید ہے کہ عبدالمطلب اور انکے گھر والے کہ قبل ظہورِ نور اسلام انتقال کرگئے وہ سب انہیں لوگوں میں ہوں گے جو اپنی خوشی سے اس امتحانی آگ میں جاکر ناجی ہوجائیں گے، مگر ابوطالب کے حق میں وہ وارد ہولیا جو اسے دفع کرتا ہے، سورہ توبہ شریف کی آیت اور حدیث صحیح کا ارشاد کہ وہ پاؤں تک کی آگ میں ہے۔ یہ حال اس کا ہے جو کافر مرے، اگر اخیر وقت اسلام لاکر مرنا ہوتا تو دوزخ سے نجات کُلی چاہیے تھی، صحیح و کثیر حدیثیں کفر ابی طالب ثابت کررہی ہیں۔ اھ مختصر۔

پھر فرمایا:

وقد فخر المنصور على محمد بن عبدالله بن الحسن لما خرج بالمدينة وكاتبه المكاتبات المشهورة ومنها في كتاب المنصور وقد بعث النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم وله اربعة اعمام فأمن به اثنان احدهما ابي وكفر به اثنان احدهما ابوك[2]۔	یعنی جب امام نفس زکیہ محمد بن عبداللہ بن حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم نے خلیفہ عباسی عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مشہور بہ منصور و دوانیقی پر خروج فرمایا اور مدینہ طیبہ پر تسلط کرکے خلیفہ و امیر المومنین لقب پایا اُن میں اور خلیفہ مذکور منصور میں مکاتبات مشہورہ ہوئے ازاں جملہ منصور نے ایک نامہ میں لکھا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہوئی حضور کے چار چچا زندہ تھے حمزہ و عباس و ابوطالب و ابولہب دو حضور پر ایمان لائے ایک ان میں میرے باپ

[1] الاصابة في تمييز الصحابة حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دارصادر بيروت ۴ /۱۱۸

[2] الاصابة في تمييز الصحابة حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دارصادر بيروت ۴ /۱۱۸

	ہیں یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور دو کافر رہے ایک ان میں آپ کے باپ ہیں یعنی ابوطالب۔

یہ منصور علاوہ خلیفہ و اہلبیت ہونے کے خود بھی علمائے تبع تابعین و فقہاء محدثین سے ہیں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے تاریخ الخلفاء میں انہیں فقیہ النفس و جید المشارکہ فی العلم لکھا اور فرمایا:

ولد سنة خمس وتسعين وادرك جدّه ولم يروعنه و روى عن ابيه و عن عطاء بن يسار و عنه ولده المهدى[1]۔	وہ ۹۵ھ میں پیدا ہوا، اپنے دادا کو پایا مگر ان سے روایت نہیں کی، اپنے باپ اور عطاء بن یسار سے روایت کی اور اس سے اس کے بیٹے مہدی نے روایت کی۔ (ت)

اور امام اجل نفس زکیہ کو یوں بے تامل لکھ بھیجنا اور امام کا اس پر رد نہ فرمانا بھی بتا رہا ہے کہ کفر ابی طالب واضح و مشہور بات تھی، اصابہ میں اس کے بعد فرمایا: ومن شعر عبداللہ بن المعتز يخاطب الفاطمين ۔

وانتم بنو بنته دوننا

ونحن بنو عمه المسلم[2]

یعنی عبداللہ بن محمد بن جعفر بن محمد بن ہارون بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما، یا یوں کہیے کہ چھ خلفاء کے بیٹے عبداللہ بن المعتز باللہ ابن المتوکل ابن المعتصم ابن الرشید ابن المہدی ابن المنصور کا ایک شعر بعض ساداتِ کرام کے خطاب میں ہے کہ: "تم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نواسے ہو ہم نہیں، اور ہم حضور کے مسلمان چچا کے بیٹے ہیں"۔

اِس میں بھی کفرِ ابی طالب پر صاف تعریض موجود ہے عبداللہ اہل علم و فضل سے ہیں، حدیث میں علی بن حرب معاصر امام بخاری و مسلم کے شاگرد نیز امام ممدوح کتاب الاحکام پھر امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:

نحن نرجوان يدخل عبدالمطلب	ہم امید کرتے ہیں کہ عبدالمطلب اور ان کے اہلبیت

[1] تاریخ الخلفاء احوال المنصور ابو جعفر عبداللہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۸۰

[2] الاصابة فی تمییز الصحابة حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

وآل بیته الجنة الاابا طالب فانه ادرك البعثة ولم یؤمن[1] اھباختصار۔	سب جنت میں جائیں گے سوا ابوطالب کے کہ زمانہ اسلام پایا اور اسلام نہ لائے۔

نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

من عجائب الاتفاق ان الذین ادرکھم الاسلام من اعمام النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اربعة لم یسلم منھم اثنان واسلم اثنان وکان اسم من لم یسلم ینافی اسامی المسلمین وھما ابوطالب و اسمه عبد مناف وابولھب و اسمه عبدالعزّٰی بخلاف من اسلم وھما حمزة والعباس[2]۔	عجائب اتفاق سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چار چچا زمانۂ اسلام میں زندہ تھے، دو اسلام نہ لائے اور دو مشرف باسلام ہوئے، وہ دو کے اسلام نہ لائے ان کے نام بھی پہلے ہی سے مسلمانوں کے نام کے خلاف تھے۔ ابوطالب کا نام عبدمناف تھا اور ابولہب کا عبدالعزی، اور دو کہ مسلمان ہوئے انکے نام پاک وصاف تھے حمزہ و عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

وکذا اثرہ الزرقانی فی شرح المواہب۔

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی مواہب الدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

کان العباس اصغر اعمامه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولم یسلم منھم الاھو وحمزة[3]۔	عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب میں چھوٹے چچا تھے، حضور کے اعمام میں صرف یہ اور حضرت حمزہ مسلمان ہوئے وبس۔

امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ اواخر صلوۃ اس مسئلہ کے بیان میں کہ کافر کے لیے دعائے مغفرت ناجائز ہے، آیت دوم تلاوت کرکے فرماتے ہیں:

ثبت فی الصحیحین ان سبب نزول	صحیحین میں ثابت ہوچکا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی

[1] المواهب اللدنیة قضیة نجاة والدیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم رای المصنف فی المسئلة المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۸۳، الاصابة فی تمییز الصحابة حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصه ابی طالب مصطفی البابی مصر ۸/ ۲۹۶، شرح الزرقانی علی المواہب الدنیة عام الحزن وفاة خدیجه وابی طالب دار المعرفة بیروت ۱/ ۲۹۶

[3] المواهب اللدنیة المقصد الثانی الفصل الرابع المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۱۱

الآیة قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابی طالب لاستغفرن لك مالم انہ عنک[1]۔	علیہ وسلم نے ابوطالب کے لیے دعائے مغفرت کی تھی۔ (یعنی یہ کہا تھا کہ جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لیے استغفار کروں گا) اس پر یہ آیت اتری۔

امام محی السنہ بغوی معالم شریف اول رکوع سورہ بقر میں زیر قولہ تعالٰی **ان الذین کفروا سواء علیھم**، پھر قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی مکی کتاب الخمیس میں فرماتے ہیں، کفر چار قسم ہے کفر انکار و کفر حجود و کفر عناد و کفر نفاق، کفر انکار یہ کہ اللہ عزوجل کو نہ دل سے جانے اور نہ زبان سے مانے مگر دل میں نہ جانے۔ **وکفر العناد ان یعرف اللہ بقلبہ ویعترف بلسانہ ولایدین بہ ککفر ابی طالب حیث یقول**[2]۔

ولقد علمت بان دین محمد

من خیر ادیان البریۃ دینا

لولا الملامۃ او حذار مسبۃ

لوجدتنی سمحا بذاك مبینا

یعنی کفر عناد یہ کہ اللہ تعالٰی کو دل سے بھی جانے اور زبان سے بھی کہے مگر تسلیم و گرویدگی سے باز رہے جیسے ابو طالب کا کفر کہ یہ شعر کہے۔

واللہ! میں جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین تمام جہان کے دین سے بہتر ہے، اگر ملامت یا طعنے سے بچنا نہ ہوتا تو تُو مجھے دیکھتا کہ میں کیسی اہل دلی کے ساتھ صاف صاف اس دین کو قبول کرلیتا۔

امام ممدوح یہ چاروں قسمیں بیان کرکے فرماتے ہیں: **جمیع ھٰذہ الاصناف سواء فی ان من لقی اللہ تعالٰی بواحد منھا لایغفرلہ**[3]۔ یہ سب قسمیں اس حکم میں یکساں ہیں کہ جو ان میں سے کسی قسم کا

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] تاریخ الخمیس وفاۃ ابی طالب موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۳۰۱، معالم التنزیل تفسیر البغوی تحت الآیۃ ۲/ ۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۱

[3] معالم التنزیل تفسیر البغوی تحت الآیۃ ۲/ ۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۱

کفر کرکے اللہ عزوجل سے ملے گا وہ کبھی اسے نہ بخشے گا۔

امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس قرآنی نے شرح التنقیح پھر امام قسطلانی نے مواہب میں کفار کی ایک قسم یوں بیان فرمائی:

من اٰمن بظاہرہ وباطنہ وکفر بعدم الاذعان للفروع کما حکی عن ابی طالب انہ کان یقول انی لاعلم ان مایقولہ ابن اخی لحق ولو لا انی اخاف ان تعیرنی نساء قریش لاتبعتہ وفی شعرہ یقول لقد علموا ان ابننا لامکذب یقیناً ولا یعزی لقول الاباطل فھذا تصریح باللسان و اعتقاد بالجنان غیرانہ لم یذعن[1]	یعنی ایک کافر وہ ہے جو قلب سے عارف زبان سے معترف ہو مگر اذعان نہ لائے جیسے ابوطالب سے مروی کہ بے شک میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو کچھ میرے بھتیجے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں ضرور حق ہے اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش کی عورتیں مجھے عیب لگائیں گی تو ضرور میں اُن کا تابع ہو جاتا اور اپنے ایک شعر میں کہا: خدا کی قسم کافران قریش خوب جانتے ہیں کہ ہمارے بیٹے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یقیناً سچے ہیں اور معاذ اللہ کوئی کلمہ خلاف حق کہنا، ان کی طرف نسبت نہیں کیا جاتا۔ تو یہ زبان سے تصریح اور دل سے اعتقاد سب کچھ ہے مگر اذعان نہ ہوا۔

امام ابن اثیر جزری نہایہ، پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

کفر عناد ھو ان یعرفہ بقلبہ ویعترف بلسانہ ولا یدین بہ کابی طالب[2]۔	کفر عنادیہ ہے کہ دل سے پہچانے اور زبان سے اقرار کرے مگر تسلیم وانقیاد سے باز رہے جیسے ابوطالب۔

علامہ مجدالدین فیروزآبادی سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

چوں عمِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوطالب	جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب

[1] المواہب اللدنیہ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۵

[2] شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ وفاۃ خدیجہ و ابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۵

بیمار شد باوجود آنکہ مشرک بود او راعیادت فرمود ودعوتِ اسلام کرو ابوطالب قبول نہ کرد اھ ملخصًا[1]۔	بیمار ہوگئے تو ان کے کافر ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کی عیادت کی اور اسلام لانے کی دعوت دی جسے ابوطالب نے قبول نہ کیا۔(ت)

شیخ محقق مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

حدیث صحیح اثبات کردہ است برائے ابوطالب کفر را[2]۔	حدیثِ صحیح نے کفرِ ابوطالب کو ثابت کردیا ہے۔(ت)

پھر بعد ذکر احادیث فرمایا:

ودر روضۃ الاحباب نیز اخبار موت ابوطالب بر کفر آوردہ الخ[3]۔	روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے کفر پر مرنے کی احادیث لائی گئی ہیں۔الخ(ت)

بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

احادیث کفرہ شہیرۃ وقد نزل فی حق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی شان عمہ ابی طالب "انک لاتھدی من احببت" کمافی صحیح مسلم وسنن الترمذی وقد ثبت فی الخبر الصحیح عن الامام محمد ن الباقر کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم ووجوہ اٰبائہ الکرام ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورث طالبا وعقیلا اباھما ولم یورث علیا وجعفرا قال علی ولذا ترکنا نصیبنا فی الشعب کذا فی مؤطا الامام مالک[4]۔	حدیثیں اُس کے کفر کی مشہور ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ان کے چچا ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو جیسا کہ صحیح مسلم اور ترمذی میں ہے تحقیق امام محمد باقر، "اللہ تعالٰی نے ان کے اور ان کے آباء واجداد کے چہرے کو مکرم بنایا"، سے خبر صحیح میں ثابت ہوچکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے طالب وعقیل کو ان کے باپ کا وارث بنایا مگر علی وجعفر کو وارث نہیں بنایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: اسی وجہ سے ہم نے شعب ابی طالب سے اپنا حصہ ترک کردیا۔ مؤطا امام مالک میں یونہی ہے۔(ت)

[1] شرح سفر السعادت فصل در بیان عیادت بیماراں ونماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[2] مدارج النبوۃ وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۴۸

[3] مدارج النبوۃ وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲/ ۴۹

[4] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی منشورات الشریف رضی قم ایران ۱/ ۱۵۳و۱۵۴

یعنی کفر ابوطالب کی حدیثیں مشہور ہیں پھر اس کے ثبوت میں آیت اولیٰ کا اترنا اور حدیث دہم کفر ابی طالب کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علی وجعفر کو ترکہ نہ دلانا بیان فرمایا۔

اقول: وذکر الامام الباقر رضی اللہ تعالٰی عنہ وقع زلۃ من القلم وانما ھو الامام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کما اسمعناک من المؤطا والصحیحین وغیرھا۔	میں کہتا ہوں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر قلم کی لغزش سے واقع ہوا۔ درحقیقت وہ امام زین العابدین ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جیسا کہ ہم تجھے بحوالۂ مؤطا وصحیحین وغیرہ بتاچکے ہیں۔ت)

نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض فصل الوجہ الخامس من وجوہ السب امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا:

حدیث مسلم ان ابی واباك فی النار اراد بابیہ عمہ ابا طالب لان العرب تسمی العم ابا (ملخصًا)[1]۔	حدیث مسلم میں کہ میرا اور تیرا باپ جہنم میں ہیں، باپ سے مراد آپ کے چچا ابوطالب ہیں کیونکہ عرب چچا کو باپ کہہ دیتے ہیں۔ (ملخصًا) (ت)

یعنی عرب کی عادت ہے کہ باپ کو چچا کہتے ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اسی عادت پر اس حدیث میں اپنے چچا ابوطالب کو باپ کہہ کر فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔

امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

ماالمانع ان یکون المرادبہ عمہ ابوطالب فکانت تسمیۃ ابی طالب ابا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شائعۃ عندھم لکونہ عمہ وکونہ رباہ وکفلہ من صغرہ اھ ملخصًا[2]۔	کون مانع ہے کہ اس حدیث میں ابوطالب مراد ہو کہ وہ دوزخ میں ہے، اُس زمانہ میں شائع تھا کہ ابوطالب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باپ کہا جاتا۔ چچا ہونے اور بچپن سے حضور اقدس کی خدمت وکفالت کرنے کے باعث۔

اقول: جس طرح ابھی ابوطالب کے شعر سے گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطالب کی بی بی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی ماں فرمایا۔

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل الوجہ خامس مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۴ /۴۱۴

[2] الحاوی للفتاوٰی مسالك الحنفاء فی والد المصطفٰی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲ /۲۲۷و۲۲۸

اسی میں فرماتے ہیں:

اخرج تمام الرازی فی فوائدہ بسند ضعیف عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کان یوم القیٰمۃ شفعت لابی و امّی وابی طالب واخ لی کان فی الجاھلیۃ اوردہ المحب الطبری وھو من الحفاظ والفقہاء فی کتابہ ذخائر العقبٰی فی مناقب ذوی القربٰی وقال ان ثبت فھو مؤول فی ابی طالب علی ماورد فی الصحیح من تخفیف العذاب عنہ بشفاعتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتھٰی وانما احتاج الی تاویلہ فی ابی طالب دون الثلٰثۃ ابیہ وامہ و اخیہ یعنی من الرضاعۃ لان اباطالب ادرک البعثۃ و لم یسلم والثلٰثۃ ماتوافی الفترۃ[1]۔	یعنی تمام الرازی نے بسند ضعیف ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں روزِ قیامت اپنے والدین اور ابو طالب اور اپنے ایک رضاعی بھائی کہ زمانہ جاہلیت میں گزرا شفاعت فرماؤں گا۔امام محب طبرنی نے کہ حافظان حدیث و علمائے فقہ سے ہیں ذخائر العقبٰی میں فرمایا یہ حدیث اگر ثابت بھی ہو تو ابو طالب کے بارے میں اس کی تاویل وہ ہے جو صحیح حدیث میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت سے عذاب ہلکا ہوجائے گا۔امام سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ خاص ابوطالب کے باب میں تاویل کی حاجت یہ ہوئی کہ ابو طالب نے زمانہ اسلام پایا اور کفر پر اصرار رکھا بخلاف والدین کریمین وبرادر رضاعی کہ زمانہ فترت میں گزرے۔

یعنی ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ میں روز قیامت اپنے والدین اور ابوطالب اور اپنے ایک رضاعی بھائی کہ زمانہ جاہلیت میں گزرا شفاعت فرماؤں گا۔

اقول: یہاں تاویل بمعنی بیان مراد و معنی ہے جس طرح شرح معانی قرآن کو تاویل کہتے ہیں، کفار سے تخفیف عذاب بھی حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالٰی کی اقساط شفاعت سے ہے شفاعت کبرٰی کہ فتح باب حساب کے لیے ہے تمام جہان کو شامل وعام ہے۔امام نووی نے باآنکہ ابوطالب کو بالیقین کافر جانتے ہیں تبویب صحیح مسلم شریف میں حدیث چہارم و پنجم کا باب یوں لکھا۔

باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب والتخفیف عنہ بسببہ[2]۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ابوطالب کے لیے شفاعت اور اس کے عذاب میں تخفیف کا باب۔

[1] الحاوی للفتاوٰی مسالک الحنفاء فی والدا المصطفٰی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲ /۲۰۸

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵

امام بدر الدین زرکشی نے خادم میں ابن دحیہ سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اقسام شفاعت سے وہ تخفیف عذاب ہے جو ابولہب کو بروز دوشنبہ ملتی ہے۔ لسرورہ بولادۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعتاقہ ثویبۃ حین بشر بہ قال وانما ھی کرامۃ لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس لیے کہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے میلاد مبارک کی خوشی کی اور اس کا مژدہ سن کر ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ یہ حضور ہی کا فضل ہے جس کے باعث اس نے تخفیف پائی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، نقلہ فی المسالك ایضًا[1]۔ (اسے مسالک میں بھی نقل کیا گیا۔ ت) نیز مسالک الحنفا پھر شرح مواہب علامہ زرقانی میں ہے:

قد ثبت فی الصحیح واخبر الصادق المصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ابا طالب اھون اھل النار عذاب[2] اھ ملتقطا۔ اللھم اجرنا من عذابك الالیم بجاہ نبیّك الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی اٰلہ افضل الصلوۃ و ادوم التسلیم امین والحمد للہ رب العٰلمین۔	بے شک صحاح میں ثابت ہے اور صادق مصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ ابوطالب پر سب دوزخیوں سے کم عذاب ہے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے دردناک عذاب سے بچا رؤف و رحیم نبی کے صدقے میں، آپ پر اور آپ کی آل پر بہترین درود اور دائمی سلام ہو۔ اے اللہ ہماری دعا قبول فرما۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

فصل چہارم:

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر شروح جامع صغیر میں زیر حدیث ہشتم فرماتے ہیں:

ھٰذا یؤذن بموتہ علٰی کفرہ وھو الحق ووھم البعض[3]۔	یعنی یہ حدیث بتاتی ہے کہ ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور یہی حق ہے اور اس کا خلاف وہم ہے۔

امام عینی زیر حدیث دوم وچہارم فرماتے ہیں:

[1] الحاوی للفتاوٰی بحوالہ الزرکشی مسالك الحنفاء فی والد المصطفٰی دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۰۸

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ وفات خدیجہ و ابی طالب ۱/ ۲۹۴ والحاوی للفتاوی ۲/ ۲۲۸

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اھون اھل النار عذابا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۸۴

هذا کله ظاهر انه مات علی غیر الاسلام فان قلت ذکر السهیلی انه رای فی بعض کتب المسعودی انه اسلم قلت مثل هذا لایعارض ما فی الصحیح[1]۔	ان سب حدیثوں سے ظاہر ہے کہ ابوطالب کی موت غیر اسلامی پر ہوئی، اگر تُو کہے کہ سہیلی نے ذکر کیا کہ انہوں نے مسعودی کی کسی کتاب میں دیکھا کہ ابوطالب اسلام لے آئے میں کہوں گا ایسی بے سروپا حکایت احادیث صحیح بخاری کی معارض نہیں ہوسکتی۔

اقول: علاوہ بریں اگر یہ مسعودی علی بن حسین صاحبِ مروج ہے تو خود رافضی ہے اس کی کتاب مروج الذھب خلفائے کرام و صحابہ عظام عشرہ مبشرہ وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنہم پر صریح تبرا سے جابجا آلودہ وملوث ہے۔ لوط بن یحیٰی ابومخنف رافضی خبیث ہالک کے اقوال و نقول بکثرت لاتا ہے جس کے مردود و تالف ہونے پر آئمہ جرح و تعدیل کا اجماع ہے اسی طرح اور رفاض و فساق وہالکین کے اخبار پر اس کی کتاب کا مدار ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے واضح وآشکار ہے، فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اپنے نسخہ مروج الذھب کے ہامش پر اِس کی تنبیہ لکھ دی ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

ہشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی ست وہمچنیں مسعودی صاحبِ مروج الذہب وابوالفرج اصبہانی صاحبِ کتاب الاغانی وعلٰی ہذا القیاس امثال اینہارا ایں فرقہ دراعداد اہلسنت داخل کنند و بمقولات ومنقولات ایشاں الزام اہلسنت خواہند[2]۔	ہشام کلبی مفسر جو کہ غالی رافضی ہے، اسی طرح مروج الذھب کا مصنف مسعودی اور ابوالفرج اصبہانی صاحبِ کتاب الاغانی اور علٰی ہذا القیاس ان جیسے دیگر رافضیوں کو یہ فرقہ، اہل سنت میں داخل کرتا ہے اور ان کے اقوال و منعقولات سے اہل سنت کو الزام دینا چاہتا ہے۔ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

القول باسلام ابی طالب لایصح قاله ابن عساکر وغیره[3]۔	ابوطالب کا اسلام ماننا غلط ہے امام ابن عساکر وغیرہ نے اس کی صریح کی۔

---

[1] عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار تحت حدیث ۳۸۸۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۷/ ۲۴

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب دوم فصل دوم کید بست وسوم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة المقصد الثانی الفصل الرابع دار المعرفة بیروت ۳/ ۲۸۶

اسی طرح اصابہ میں ہے کماسیأتی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ت) علامہ شہاب نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

من الغریب مانقلہ بعضھم ان اللہ تعالٰی احیاہ لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاٰمن بہ کابویہ واظنہ من افتراء الشیعۃ[1]۔	غرائب سے ہے یہ جو بعض نے نقل کیا کہ اللہ تعالٰی نے والدین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح ابوطالب کو بھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے زندہ کیا کہ بعد مرگ جی کر مشرف باسلام ہوئے میرے گمان میں یہ رافضیوں کی گھڑت ہے۔

اقول: وضّاع کذاب رافضیوں ہی میں منحصر نہیں مگر یہ اُن کے مسلک کے موافق ہے لہٰذا اس کی وضع کا گمان انہیں کی طرف جاتا ہے پھر بھی بے تحقیق جزم کی کیا صورت ممکن کہ کسی اور نے وضع کی ہو، اس بناپر لفظ ظن فرمایا، ورنہ اس کے موضوع و مفتری ہونے میں تو شُبہ نہیں، کمالایخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) علامہ صبان محمد بن علی مصری کتاب اسعاف الراغبین میں فرماتے ہیں:

اما اعمامہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاثنا عشرۃ حمزۃ العباس وھما المسلمان وابوطالب والصحیح انہ مات کافرا[2]۔	حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارہ چچا تھے، حمزہ و عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور یہی دو مشرف باسلام ہوئے اور ابوطالب اور صحیح یہی ہے کہ یہ کافر مرے۔

فصل پنجم:

شرح مقاصد وشرح تحریر پھر ردالمحتار حاشیہ درمختار باب المرتدین میں ہے:

المصر علی عدم الاقرار مع المطالبۃ بہ کافر وفاقا لکون ذلک من امارات عدم التصدیق ولھذا اطبقوا	جس سے اقرارِ اسلام کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اقرار نہ کرنے پر اصرار رکھے بالاتفاق کافر ہے کہ یہ دل میں تصدیق نہ ہونے کی علامت ہے۔

[1] نسیم الریاض القسم الاول الباب الاول الفصل الخامس مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۲۱۰

[2] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی علٰی ھامش نور الابصار دار الفکر بیروت ص ۹۴

علٰی کفر ابی طالب [1]۔	اسی واسطے تمام علماء نے کفرِ ابی طالب پر اجماع کیا ہے۔

مولانا علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

اذا امر بہا وامتنع وابٰی عنہا کابی طالب فھو کافر بالاجماع [2]۔	جسے شہادت کلمہ اسلام کا حکم دیا جائے اور وہ باز رہے اور ادائے شہادت سے انکار کرے جیسے ابوطالب، تو وہ بالاجماع کافر ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اُس شخص کے بارے میں جو قلب سے اعتقاد رکھتا تھا اور بغیر کسی عذر ومانع کے زبان سے اقرار کی نوبت نہ آئی، علماء کا اختلاف کہ یہ اعتقاد بے اقرار اُسے آخرت میں نافع ہوگا یا نہیں، نقل کرکے فرماتے ہیں۔

قلت لکن بشرط عدم طلب الاقرار منه فان ابی بعد ذٰلك فکافر اجماعا لقضیة ابی طالب [3]۔	یعنی یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ اس سے اقرار طلب نہ کیا گیا ہو اور اگر بعد طلب باز رہے جب تو بالاجماع کافر ہے۔ ابو طالب کا واقعہ اس پر دلیل ہے۔

اُسی کی فصل ثانی باب اشراط الساعۃ میں ہے:

ابوطالب لم یؤمن عند اھل السنة [4]۔	اہل سنت کے نزدیک ابوطالب مسلمان نہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

مشائخ حدیث وعلمائے سنت بریں اند کہ ایمان ابوطالب ثبوت نہ پذیرفتہ ودر صحاح احادیث ست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در وقتِ وفات وے بر سر دے آمد و	مشائخ حدیث اور علماءِ اہلسنت کا مؤقف یہ ہے کہ ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں ہے، صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ ابوطالب کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسکے

[1] ردالمحتار کتاب السیر باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۸۳ و ۲۸۴

[2]

[3]

[4] مرقات المفاتیح شرح مشکٰوۃ المصابیح کتاب الفتن حدیث ۵۴۵۸ المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ ۹/ ۳۶۰

عرض اسلام کرد وے قبول نہ کرد[1]۔	پاس تشریف لائے اور سلام پیش فرمایا مگر اس نے قبول نہیں کیا۔ت)

فصل ششم:

امام ابن حجر مکی افضل القرٰی القراء ام القرٰی میں ابوطالب کی بیت مروی صحیح بخاری کہ ہم نے شروع جواب میں ذکر کی لکھ کر فرماتے ہیں:

هذا البیت من جملة قصیدة له فیها مدح عجیب له صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حتی اخذ الشیعة منها القول باسلامه[2]۔	یہ بیت ابوطالب کے ایک قصیدہ کا ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عجب نعت ہے، یہاں تک کہ رافضیوں نے اس سے ابوطالب کا مسلمان ہونا اخذ کرلیا۔

پھر فرماتے ہیں:

صرائح الاحادیث المتفق علٰی صحتها ترد ذٰلک[3]۔	لیکن صاف اور روشن حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق ہے اسلام ابوطالب کو رَد کررہی ہیں۔

علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں روایت ضعیفہ ابن اسحٰق کہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب مع اپنے جوابوں کے آتی ہے ذکر کرکے فرماتے ہیں:

بهذا احتج الرفضة ومن تبعهم علٰی اسلامه[4]۔	رافضی اور جو اُن کے پیرو ہوئے وہ اسی روایت سے ابوطالب کے اسلام پر سند لاتے ہیں۔

انوار التنزیل وارشاد العقل میں زیر آیہ کریمہ "انك لاتهدی من احببت" فرمایا:

الجمهور علی انها نزلت فی ابی طالب[5]۔	جمہور آئمہ کے نزدیک یہ آیت در بارہ ابوطالب اُتری۔

---

[1] شرح سفر السعادۃ فصل دربیان عیادت بیماراں و نماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[2] افضل القرٰی القراء ام القرٰی تحت البیت ۴۵ المجمع الثقافی ابوظہبی ۱/ ۲۸۶

[3] افضل القرٰی القراء ام القرٰی تحت البیت ۴۵ المجمع الثقافی ابوظہبی ۱/ ۲۸۶

[4] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة عام الحزن وفاۃ خدیجه وابی طالب دار المعرفة بیروت ۱/ ۲۹۱

[5] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آلایة ۲۸/ ۵۶ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۹۸

علامہ خفاجی اِس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

اشارۃ الی الرد علی بعض الرفضۃ اذ ذھب الی اسلامه[1]۔	یہ اشارہ ہے بعض رافضیوں کے رَد کی طرف کہ وہ اسلامِ ابو طالب کے قائل ہیں۔

اصابہ میں ہے:

ذکر جمع من الرفضۃ انه مات مسلما[2]، قال ابن عساکر فی صدر ترجمته قیل انه اسلم ولایصح اسلامه مختصر[3]۔	رافضیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ابو طالب مسلمان مرے۔ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں شروع تذکرۂ ابوطالب میں فرمایا بعض اسلام ابو طالب کے قائل ہوئے اور یہ صحیح نہیں مختصر۔

زرقانی میں ہے:

الصحیح ان ابا طالب لم یسلم، و ذکر جمع من الرفضۃ انه مات مسلما وتمسکوا باشعار واخبار واھیۃ تکفل بردھا فی الاصابۃ[4]۔	صحیح یہ ہے کہ ابوطالب مسلمان نہ ہوئے، رافضیوں کی ایک جماعت نے اُن کا اسلام پر مرنا مانا اور کچھ شعروں اور واہیات خبروں سے تمسک کیا جن کے رَد کا امام حافظ الشان نے اصابہ میں ذمہ لیا۔

نسیم فصل کیفیۃ الصلوۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والتسلیم میں ہے:

ابو طالب توفی کافرا وادعاء بعض الشیعۃ انه اسلم لا اصل له[5]۔	ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور بعض رافضیوں کا دعوی باطلہ کہ وہ اسلام لائے محض بے اصل ہے۔

شیخ محقق شرح صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشھاب علی تفسیر البیضاوی تحت آلایۃ ۲۸/ ۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۳۰۹
[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابو طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۶
[3] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۸۹۴۰ ابو طالب دار احیاء التراث العربی ۷۰/ ۲۲۸
[4] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دار المعرفتہ بیروت ۳/ ۲۷۴
[5] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/ ۴۸۴

شیخ ابن حجر در فتح الباری میگوید معرفت ابوطالب بہ نبوت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در بسیاری از اخبار آمدہ و تمسک کردہ بدان شیعہ بر اسلام وے و استدلال کردہ اند بر دعوی خود بچیزے کہ دلالت ندارد بر آں[1]۔	شیخ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں ابوطالب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی معرفت حاصل تھی۔اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں جن کو شیعہ اسلامِ ابو طالب کی دلیل بتاتی ہیں اور انے دعوی پر جس چیز اسے استدلال کرتے ہیں وہ اُن کے دعوی پر دلالت نہیں کرتی۔ت)

اسی میں ہے:

مخفی نماند کہ صحتِ اسلام ابوین بلکہ سائر آبائے دے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشہورست و شیعہ اسلامِ ابوطالب رانیز ازیں قبیل دانند[2] اھ مختصراً۔	پوشیدہ نہ رہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین بلکہ تمام آباء واجداد کے اسلام کا صحیح ہونا مشہور ہے، اور شیعہ اسلامِ ابوطالب کو بھی اسی قبیل سے سمجھتے ہیں اھ اختصار (ت)

فصل ہفتم:

الحمدُ للہ کلام اپنی نہایت کو پہنچا بعد اس قدر نصوص علیہ وجلیہ قرآن و حدیث و ارشاداتِ صحابہ وتابعین و تبع تابعین وآئمہ قدیم و حدیث کے منصف کو چارہ نہیں مگر تسلیم اور شبہات کا حصہ نہیں مگر فنائے عمیم پھر بھی تبیین مرام و تسکین اوہام مناسب مقام، عمرو نے آٹھ شبہے ذکر کیے اور نواں کہ اگر شبہہ کہنے کے بھی کچھ قابل ہے تو وہی ہے اس سے متروک ہوا ہم اُن سب کو ذکر کرکے بتوفیق اللہ تعالٰی اظہار جواب وابانتِ صواب کریں۔

شبہہ اولٰی__ کفالت__ اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) ہاں بالیقین مگر کفالت نبی مستلزم اطاعتِ نبی نہیں، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًاؕ" الایۃ[3]۔	تو اُسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو، الآیۃ (ت)

[1] سفر السعادت فصل دربیان عیادت بیماراں الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۴۹

[2] سفر السعادت فصل دربیان عیادت بیماراں الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۵۰۔۲۴۹

[3] القرآن الکریم ۲۸/ ۸

قال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ت):

"قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ "[1]	بولا کیا ہم نے تمہیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے۔(ت)

شبہہ ثانیہ ـــــ نصرتِ وحمایت ـــــ نقول: ضرور مگر مدعا سے دور، رافضی اس سے دلیل لائے اور علمائے سنت جواب دے چکے۔اصابہ میں فرمایا:

استدل الرافضی بقول اللہ تعالٰی "فالذین اٰمنوا بہ و عزروہ و نصروہ واتبعوا النور الذی معہ اولٰئك ھم المفلحون" قال وقد عزرہ ابوطالب بما اشتھر و علم ونابذ قریشا وعاداھم بسببلہ مما لایدفعہ احد من نقلۃ الاخبار فیکون من المفلحین انتھی وھذا مبلغھم من العلم وانا نسلم انہ نصرہ وبالغ فی ذلك لکنہ لم یتبع النور الذی معہ وھو الکتاب العزیز الداعی الی التوحید ولا یحصل الفلاح الا بحصول مارتب علیہ من الصفات کلھا[2]۔	یعنی اسلامِ ابی طالب پر رافضی اس آیت سے دلیل لایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے "جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس کی نصرت ومدد کی اور جو نورِ اس نبی کے ساتھ اتارا گیا اس کے پیرو ہوئے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔رافضی نے کہا: ابوطالب کی مدد ونصرت مشہور ومعروف ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے قریش سے مخالفت کی عداوت باندھ لی جس کا کوئی راوی اخبار انکار نہ کرے گا تو وہ فلاح پانے والوں میں ٹھہرے۔رافضیوں کے علم کی رسائی یہاں تک ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابوطالب نے ضرور نصرت کی اور بدرجہ غایت کی مگر اس نور کا اتباع نہ کیا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اترا یعنی قرآن مجید داعی توحید اور فلاح تو جب ملے کہ جتنی صفات پر اسے مرتب فرمایا ہے سب حاصل ہوں۔

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۸

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۸

اقول: اولاً یہ نصرت وحمایت کا قصہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوچکا، عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ابو طالب چنیں وچناں کرتا اسے کیا نفع ملا؟ جواب جو ارشاد ہوا۔ حدیث چہارم میں گزرا۔

ثانیاً: بلکہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما پر خود رب العزت جواب دے چکا کہ اوروں کو نبی کی ایذا سے روکتے اور خود ایمان لانے سے بچتے ہیں، دیکھو آیت وحدیث سوم۔

ثالثاً: اعتبار خاتمہ کا ہے "انما الاعمال بالخواتیم"[1]۔ (اعمال کا دارو مدار خاتموں پر ہے۔ت) جب ابوطالب کا کفر پر مرنا قرآن وحدیث سے ثابت تو اب اگلے قصّے سنانا اور گزشتہ کفالت ونصرت سے دلیل لانا محض ساقط۔ صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک حدیثِ طویل میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"فواللہ الذی لا الٰہ غیرہ ان احدکم لیعمل بعمل اھل الجنۃ حتی مایکون بینہ وبینھا الاذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل النار فیدخل النار"[2]۔	قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں تم میں کوئی شخص جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہی اتنے میں تقدیر غالب آجاتی ہے کہ وہ دوزخیوں کے کام کرکے دوزخ میں جاتا ہے۔ (والعیاذ باللہ رب العالمین)۔

رابعاً: نہ صرف اسلام مستلزم اسلام نہ ثبوت خاص نہ ثبوت عام، صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی غزوہ خیبر میں ایک مدعی اسلام نے ہمراہ رکاب اقدس سخت جہاد اور کافروں سے عظیم قتال کیا، صحابہ اس کے مداح ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخی ہے۔ اس پر قریب تھا کہ بعض لوگ متزلزل ہوجاتے۔ (یعنی ایسے عالی درجہ کے عمدہ کام ایسی جلیل وجمیل نصرت اسلام اور اس پر ناری ہونے کے احکام) بالاخر خبر پائی کہ وہ معرکہ میں زخمی ہوا درد کی تاب نہ لایا رات کو اپنا گلا کاٹ کر مرگیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث سھل بن سعد المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۳۵

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قولہ تعالٰی ولقد سبقت کلمتنا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۱۰، صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۲، سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب القدر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۲

"انہ لا یدخل الجنۃ الا نفس مسلمۃ وان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر"[1]۔	بے شک جنت میں کوئی نہ جائے گا مگر مسلمان جان، اور بے شک اللہ اس دین کی مدد کرتا ہے فاسق کے ہاتھ پر۔

اسی کے قریب طبرانی نے کبیر میں عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ نسائی وابن حبان حضرت انس بن مالک اور احمد و طبرانی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند جید راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یؤید ھٰذا الدین باقوام لا خلاق لھم[2]۔	بے شک اللہ عزوجل اس دین کی مدد ایسے لوگوں سے فرماتا ہے جن کا کوئی حصہ نہیں۔

طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی لیؤید الاسلام برجال ماھم من اھلہ[3]۔	بے شک اللہ تعالٰی اسلام کی تائید ایسے لوگوں سے کراتا ہے جو خود اہلِ اسلام سے نہیں۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

شبہہ ثالثہ ____ محبت ____ اقول: بے شک مگر حد طبعی تک جیسے چچا کو بھتیجے سے چاہیے اور بھتیجے بھی کیسے کہ حقیقی بھائی نوجوان گزرے ہوئے کی اکلوتی نشانی، پھر اس پر جمال صورت و کمال سیرت وہ کہ اپنے تو اپنے غیر دیکھیں تو فدا ہوجائیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاندان ہاشمی ایک اسی چراغ محمود و شمع بے دُود سے روشن تھا۔ خاندانی حمیت ہر عاقل کو ہوتی ہے خصوصًا عرب خصوصًا قریش خصوصًا بنی ہاشم میں اس کے عظیم مادہ ولہٰذا جب آیہ کریمہ "فَاصۡدَعۡ

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخیبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰۴، صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۲

[2] کنز العمال برمز ن حب و حم طب عن ابی بکرۃ حدیث ۲۸۹۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۸۴

[3] کنز العمال برمز طب عن ابن عمرو حدیث ۲۸۹۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۸۴

بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ "[1]۔ (تو اعلانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ت) نازل ہوئی اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علانیہ دعوتِ اسلام شروع کی اشرافِ قریش جمع ہو کر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ تمام عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے بڑھ کر اچھی اٹھان والا لڑکا ہم سے لے لو اُسے بجائے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پرورش کرو اور انہیں ہم کو دے دو، اور اسی ارادہ فاسد پر عمارہ بن ولید کو لے کر گئے تھے کہ ابوطالب نے مانا تو اسے انہیں دے دیں گے، ابوطالب نے کہا:

"واللہ لبئس ماتسوموننی اتطوننی ابنکم اغذوہ لکم واعطیکم ابنی تقتلونہ ھذا واللہ مالا یکون ابدا حین تروح الابل فانہ حنت ناقۃ الی غیر فصیلھا دفعتہ الیکم"۔ لخصناہ حدیث ابن اسحٰق ذکرناہ بلاغا ومن حدیث مقاتل ذکرہ فی المواھب[2]	خدا کی قسم کیا بُری گاہکی میرے ساتھ کر رہے ہو، کیا تم اپنا بیٹا مجھے دو کہ میں تمہارے لیے اسے کھلاؤں پرورش کروں اور میں اپنا بیٹا تمہیں دے دوں کہ تم اسے قتل کرو، خدا کی قسم یہ کبھی ہونی نہیں، جب اُونٹ شام کو نکلتے ہیں تو اگر کوئی ناقہ اپنے بچے کو چھوڑ کر دوسری کی طرف میل کرتی ہو تو میں بھی تم سے اپنا بیٹا بدل لوں۔ (ہم نے اس کو حدیث ابن اسحٰق سے ملخص کیا جسے انہوں نے مفصل بیان کیا اور ہم نے ملخص کیا اور حدیث مقاتل سے جس کو مواہب میں ذکر کیا گیا ہے۔ت)

ابوطالب نے صاف بتادیا کہ ان کی محبت وہی ہے جو انسان تو انسان حیوان کو بھی اپنے بچے سے ہوتی ہے، ایسی محبت ایمان نہیں، ایمان حُبِّ شرعی ہے، ابوطالب میں اس کی شان نہیں، محبت شرعی وایمانی ہوتی تو نار کو عار پر اختیار اور دمِ مرگ کلمہ طیبہ سے انکار اور ملتِ جاہلیت پر اصرار کیوں ہوتا۔ امام قسطلانی ارشاد الساری میں فرماتے ہیں:

[1] القرآن الکریم ۱۵ / ۹۴

[2] المواھب اللدنیۃ

قد کان ابو طالب یحوطه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم و ینصره ویحبه حبا طبعیا لا شرعیا فسبق القدر فیه واستمر علی کفره وللہ الحجة السامیة[1]۔	یعنی ابو طالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نصرت وحمایت سب کچھ کی، طبعی محبت بہت کچھ رکھی۔ مگر شرعی محبت نہ تھی، آخر تقدیرِ الٰہی غالب آئی اور معاذ اللہ کفر پر وفات پائی اور اللہ ہی کے لیے ہے حجت بُلند۔

نسیم الریاض میں ہے:

حنونه علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ومحبته له امر مشهور فی السیر وکان یعظمه ویعرف نبوته ولکن لم یوفقه اللہ للاسلام و فی الامتناع ان فیه حکمة خفیة من اللہ تعالٰی لانه عظیم قریش لایمکن احد منهم ان یتعدی علی ما فی جوارہ فکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی بدء امره فی کنف حمایته یذبهم عنه کما قال: واللہ لن یصلوا الیك بجمعهم حتی اوسد فی التراب دفینا فلو اسلم لم یکن له ذمة عندهم ولذا لم یکن له صلی اللہ علیه علیه وسلم بعد موته بد من الهجرة[2]	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کی مہر ومحبت مشہور ہے اور تعظیم ومعرفت نبوت معلوم، مگر اللہ تعالٰی نے مسلمان ہونے کی توفیق نہ دی، اور کتاب الامتاع میں فرمایا: ابوطالب کے مسلمان نہ ہونے میں اللہ تعالٰی کی ایک باریک حکمت ہے وہ سردارِ قریش تھے کوئی ان کی پناہ پر تعدی نہ کر سکتا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں ان کی حمایت میں تھے وہ مخالفوں کو حضور سے دفع کرتے تھے، خود ایک شعر میں کہا ہے۔ خدا کی قسم تمام قریش اکٹھے ہو جائیں تو حضور تک نہ پہنچ سکیں گے جب تک میں خاک میں دبا کر لٹا نہ دیا جاؤں۔ تو اگر وہ اسلام لے آتے قریش کے نزدیک ان کی پناہ کوئی چیز نہ رہتی، آخر ان کے انتقال پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہجرت ہی فرمانی ہوئی۔

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصّه ابی طالب دار الکتاب العربی بیروت ۶ /۲۰۱

[2] نسیم الریاض القسم الاول الباب الاول الفصل الخامس مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱ /۲۱۰

اقول: قربِ انتقال تک اسلام نہلانے کی یہ حکمت ہوسکتی ہے، مرتے وقت کفر پر اصرار کی حکمت اللہ جانے یا اس کا رسول، شاید اس میں **اولًا:** یہ نکتہ ہو کہ اگر اسلام لاکر مرتے مخالف گمان کرتے کہ اللہ کے رسول نے ہمارے ساتھ معاذ اللہ فریب برتا، اپنے چچا کو مسلمان تو کرلیا تھا مگر پناہ وذمہ رکھنے کے لیے ظاہر نہ ہونے دیا جب اخیر وقت آیا کہ اب وہ کام نہ رہا ظاہر کروایا۔

ثانیًا: اُن مسلمانون کی تسکین بھی ہے جن کے بزرگ حالتِ کفر میں مرے جس کا پتا حدیث ان ابی و باك[1]۔ دیتی ہے اوّل ناگوار ہوا جب اپنے چچا کو شامل فرمایا سکون پایا۔

ثالثًا: مسلمانوں کے لیے اُسوہ حسنہ قائم فرمانا کہ اپنے اقارب جب خدا کے خلاف ہوں اُن سے براءت کریں مرنے پر جنازہ میں شریک نہ ہوں، نماز نہ پڑھیں، دُعائے مغفرت نہ کریں کہ جب خود اپنے حبیب کو منع فرمایا تو اوروں کی کیا گنتی۔

رابعًا: عمل میں اخلاص للہ وخوف وانقیاد کی ترغیب اور محبوبانِ خدا سے نسبت پر بھول بیٹھنے سے ترہیب، جب ابوطالب کو ایسی نسبت قریبہ بان کارہائے عجیبہ بوجہ نامنقادی کام نہ آئی تو اور کیا چیز ہے۔

"الٰی غیر ذلك مما اللّٰه ورسوله به اعلم جل جلاله وصلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم" (اس کے علاوہ دیگر وجوہ جنہیں اللہ تعالٰی جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ت)

شبہہ رابعہ ___ نعت شریف ___ اقول: یہ تو اور حجت الٰہیہ قائم ہونا ہے جب ایسا جانتے ہو پھر کیوں نہیں مانتے یہود عنود قبلِ طلوعِ شمس رسالت کیا کچھ نعت ومدحت نہ کرتے جب کوئی مشکل آتی مصیبت منہ دکھاتی حضور سے توسّل کرتے جب دشمن کا مقابلہ ہوتا دُعا مانگتے۔

اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان الذی نجد صفته فی التوٰرته[2]۔	الٰہی ہمیں اُن پر مدد دے صدقہ نبی آخر الزمان کا جس کی نعت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

پھر جان کر نہ ماننے کا کیا نتیجہ ہوا یہ جو قرآن عظیم نے فرمایا:

"وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی	اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا تو اسے منکر ہو بیٹھے، تو اللہ کی

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان من مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۴

[2] البحر المحیط تحت الآیۃ ۲/ ۷۹ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰۳

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ "[1]۔	لعنت ہو منکروں پر۔(ت)

اصابہ میں فرماتے ہیں:

اماشهادة ابی طالب بتصديق النبی صلی الله تعالٰی عليه سلم فالجواب عنه وعما ورد من شعر ابی طالب فی ذلك انه نظير ماحكی الله تعالٰی عن كفار قريش "وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلمًا وعلوا فكان كفرهم عنادا ومنشؤه من الانفة والكبر والٰی ذلك اشار ابوطالب بقوله لولا ان تعيرنی قريش "۔[2]	یعنی ابوطالب کے ان اشعار وغیرہا(جن میں تصدیق نبی کی شہادت ہے)کا جواب یہ ہے کہ وہ اسی قبیل سے ہے جو قرآن عظیم نے کفار کا حال بیان فرمایا کہ براہ ظلم و تکبر منکر ہوتے اور دل میں خوب یقین رکھتے ہیں تو یہ کفر عناد ہوا اور اس کا منشاء تکبر اور اپنے نزدیک بڑی ناک والا ہونا ہے خود ابوطالب نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اگر قریش کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا تو اسلام لے آتا۔

شبہہ خامسہ___ حضور کا استغفار فرمانا___ اقول: اولاً اس کا جواب خود رب الارباب جل جلالہ، دے چکا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قید لگادی تھی مالم انہ عنہ تیرے لیے استغفار فرماؤں گا جب تک منع نہ کیا جاؤں گا۔رب العزۃ جل جلالہ نے منع فرمادیا اب اس سے استناد خرط القتاد۔

ثانیاً: خود یہ وعدہ ہی کلمہ طیبہ سے انکار سُن کر ارشاد ہوا تھا۔دیکھو حدیث دوم، پھر اسے دلیل اسلام ٹھہرانا عجب ہے۔

شبہہ سادسہ___ حکایت جامع الاصول___ اقول: سید اہلبیت رضی اللہ تعالٰی عنہم مولٰی کرم اللہ وجہہ الکریم ابوطالب کو مشرک کہتے باوصف حکم اقدس غسل وکفن میں تامل عرض کرتے سیّد السادات سیّد الکائنات علیہ وآلہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات اسے مقرر رکھتے، جنازہ میں شرکت سے باز رہتے، سیدنا جعفر بن ابی طالب وامیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بوجہ اسلام ترکہ کفار سے محرومی پاتے، سید امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کی وجہ کفرِ ابی طالب بیان فرماتے۔امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ختن اہل بیت اسے کافر کا ترکہ مومن کو نہ ملنے کی دلیل

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابو طالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

ٹھہراتے۔ سیدنا عباس عمّ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہ اُن کے حال سے سوال کرکے وہ جواب پاتے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما آیت "وان یھلکون الا انفسھم" کا ابوطالب کے حق میں نزول بتاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث ہشتم اور اُمّ المومنین ام سلمہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ہفتم امیر المومنین علی برادرِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث پانزدہم روایت فرماتے ہیں: یہ سروران وسردارانِ اہل بیت کرام ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، ان کے بعد وہ کون سے اہلبیت قائلِ اسلام ابوطالب ہوئے، کیا قرآن وحدیث واطباق ائمہ قدیم وحدیث کے مقابل ایسی حکایات بے زمام وخطام کچھ کام دے سکتی ہیں، حاشا، لاجرم شیخ محقق مدارج النبوت میں فرماتے ہیں:

از اعمام پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیر حمزہ وعباس مسلمان نہ شدہ اند وابوطالب وابولہب زمانِ اسلام را دریافتہ اما توفیق اسلام نیافتہ جمہور علماء برین اند وصاحبِ جامع الاصول آوردہ کہ زعم اہلبیت آن ست کہ ابوطالب مسلمان از دنیا رفتہ واللہ اعلم بصحتہ کذا فی روضۃ الاحباب[1]۔	پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچوں میں سے حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے سوا کوئی مسلمان نہ ہوا، ابو طالب وابولہب نے اسلام کا زمانہ پایا مگر اسلام لانے کی توفیق نہ پائی۔ جمہور علماء کا موقف یہی ہے، اور صاحبِ جامع الاصول نے ذکر کیا ہے کہ اہل بیت کا گمان یہ ہے کہ ابوطالب مسلمان ہو کر دنیا سے گئے ہیں، اس کی صحت کا حال اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے، یونہی روضۃ الاحباب میں ہے۔ (ت)

اقول: علماء کا جابجا کفرِ ابی طالب پر اجماع نقل فرمانا اور اسلام ابی طالب کا قول مزعوم روافض بتانا، جس کے نقول اگلے فصول میں مذکور ومنقول، اس حکایت بے سروپا کے رد کو بس ہے، کیا باوصف خلاف ائمہ اہلبیت اجماع منعقد ہوسکتا یا معاذاللہ ان کا خلاف لا یعتد بہ ٹھہرا کر دعوی اتفاق فرمادیا جاتا اور جب خود اپنے ائمہ کرام میں خلاف حاصل تو جانب اجانب اعنی روافض قصر نسبت پر کیا حامل، پس عند التحقیق یہ حکایت بے اصل اور محکی عنہ معدوم وباطل، ہاں اگر سادات زیدیہ کہ ایک فرقہ روافض ہے مراد ہوں تو عجب نہیں اور شبہہ زائل۔

---

[1] مدارج النبوۃ باب سوئم در ذکر اعمام النبی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۲/ ۴۹۰

شبہہ سابعہ ____ عبارت شرح سفر السعادۃ ____ اقول: یہ تہمت محض ہے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتیں خود اسی شرح صراط المستقیم وغیرہ تصانیف سے اوپر گزرچکیں جو اس کی تکذیب کو بس ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں: حدیث صحیح ابو طالب کا کفر ثابت کرتی ہے علمائے اہل سنت ابو طالب کا کفر مانتے ہیں شیعہ انہیں مسلمان جانتے ہیں انکے دلائل مردود و باطل ہیں۔ان سب تصریحات کے بعد توقف کا کیا محل، ہاں یہ عبارت مدارج شریف میں نسبت آباء واجداد حضور سید انام علیہ افضل الصلوۃ والسلام تحریر فرمائی ہے۔

حیث قال متاخران ثابت کردہ اند کہ آباء واجداد آن حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پاک ومصفا بودند از دنس شرک وکفر باری کم ازاں نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند و صرفہ نگاہ دارند[1]۔	جہاں فرمایا کہ متاخرین نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباء واجداد شرک وکفر باری تعالٰی کی میل کچیل سے پاک وصاف ہیں کم از کم اس مسئلہ میں انہوں نے توقف کیا ہے اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔(ت)

شبہہ ثامنہ ____ وصیت نامہ ____ اقول: اولاً: وہ ایک حکایت منقطعہ ہے جس کا منتہائے سند ایک رافضی غالی، مواہب شریف میں جس سے عمرو ناقل یہ وصیت نامہ یوں منقول:

حکی عن ھشام بن السائب الکلبی او ابیہ انہ قال لما حضرت ابا طالب الوفاۃ جمع الیہ وجوہ قریش[2] الخ	یعنی ہشام بن سائب کلبی کوفی یا اس کے باپ کلبی سے حکایت کی گئی کہ ابوطالب نے مرتے وقت عمدگان قریش کو جمع کرکے وصیت کی۔

ہشام وکلبی دونوں رافضی مطعون ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے:

قال البخاری ابوالنضر الکلبی ترکہ یحیی وابن مھدی قال علی ثناء یحیی عن سفین قال الکلبی کلما حدثتك عن ابی صالح فھو کذب، و قال یزید بن زریع ثناء الکلبی	امام بخاری نے فرمایا ابو نضر کلبی کو امام یحیٰی بن معین وامام عبدالرحمٰن بن مہدی نے اسے متروک کیا۔امام سفین فرماتے ہیں۔مجھ سے کلبی نے کاہ جتنی حدیثیں میں نے آپ کے سامنے ابوصالح سے روایت کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں، ی زید بن زریع نے کہا: کلبی رافضی

---

[1] مدارج النبوۃ باب سوم وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۴۹

[2] المواہب اللدنیۃ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۵

وکان سبائیا قال الاعمش اتق هذه السبائیة فانی ادرکت الناس وانما یسمّونهم الکذابین، التبوذکی سمعت هما ما یقول سمعت الکلبی یقول انا سبائی عن ابی عوانة سمعت الکلبی یقول انا سبائی عن ابی عوانة سمعت الکلبی یقول کان جبرئیل یملی الوحی علی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فلما دخل النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الخلاء جعل یملی علی علیٍّ، قال الجوز جانی وغیره کذاب وقال الدار قطنی و جماعة متروك وقال ابن حبان مذهبه فی الدین و وضوع الکذب فیه اظهر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفه لایحل ذکره فی الکتاب فکیف الاحتجاج به [1] اھملتقطا"۔	تھا۔امام سلیمٰن اعمش تابعی نے فرمایا کہ ان رافضیوں سے بچو، میں نے علماء کو پایا کہ ان کا نام کذاب رکھتے تھے تبوذ کی کہتے ہیں میں نے ہمام سے سُنا وہ کہتی ہیں میں نے خود کلبی کو کہتے سنا کہ میں رافضی ہوں۔ابو عوانہ کہتے ہیں کلبی نے میرے سامنے کہا کہ جبرئیل نبی کو وحی لکھاتے تھے جب حضور بیت الخلاء کو تشریف لے جاتے تو مولٰی علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) کو لکھانے لگتے۔جوزجانی وغیرہ نے کہا۔کلبی کذاب ہے،دار قطنی اور ایک جماعت علماء نے کہا: متروک ہے۔ابن حبّان نے کہا اس کا مذہب دین میں اور اس میں کذب کا وضوع ایسا روشن ہے کہ محتاج بیان نہیں کتابوں میں اس کا ذکر کرنا حلال نہیں اور نہ اس سے سند لانا اھ ملتقطا۔

اُسی میں ہے:

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی قال احمد بن حنبل انما کان صاحب سمر و نسب ماظننت ان احدا یحدث عنه وقال الدار قطنی وغیرہ متروك وقال ابن عساکر رافضی لیس بثقة [2]۔	امام احمد نے کلبی کے بیٹے ہشام کی نسبت فرمایا: وہ تو یہی کچھ کہانیاں کچھ نسبت نامے جانتا تھا مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی اس سے حدیث روایت کرے گا۔امام دارقطنی وغیرہ نے فرمایا: متروک ہے۔امام ابن عساکر نے کہا: رافضی نامعتمد ہے۔

ثانیًا: خود اُسی وصیت نامہ میں وہ لفظ منقول جن میں صاف اپنے حال کی طرف اشارہ ہے کہ اُن حاضرین سے کہا:

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۷۴ محمد بن سائب الکلبی دار المعرفۃ بیروت ۳ /۵۵۷تا۵۵۹

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۹۲۳۷ ہشام بن محمد السائب دار المعرفۃ بیروت ۴ /۳۰۴

قدجاء بامرقبله الجنان وانکره اللسان مخافة الشنأن[1]۔	محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے پاس وہ بات لے کر آئے جسے دل نے مانا اور زبان نے انکار کیا اس خوف سے کہ لوگ دشمن ہوجائیں گے۔

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لماتعیرونه به من تبعیته لابن اخیه[2]۔	یعنی وہ خوف یہ ہے کہ تم عیب لگاؤ گے کہ وہ اپنے بھتیجے کا تابع ہوگیا۔

یعنی بھتیجا تو بیٹے کی مثل ہے انہیں امام بناتے آپ غلام بنتے عار آتی ہے، تم طعنہ کروگے اس لیے اسلام سے انکار ہے اگرچہ دل پر اُن کا صدق آشکار ہے۔

ثالثًا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باب میں اُن سے بعض وصایا ضرور منقول مگر جب اوروں کو وصیت ہو خود جاہلی حمیت ہو تو اس سے کیا حصول۔ قال اللہ تعالٰی:

"كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝" [3]۔	اللہ کو سخت دشمن ہے یہ بات کہ کہو اور نہ کرو۔

تندرستی میں بھی یہی برتاؤ تھا کہ اوروں کو ترغیب دینا اور آپ بچنا وہی انداز وقتِ مرگ برتا۔ اصابہ میں فرمایا:

وھو امر ابی طالب ولدیه باتباعه فترکه ذلك ھو من جملة العناد وھو ایضًا من حسن نصرته له وذبه عنه ومعاداته قومه بسببه[4]۔	رہا یہ کہ ابوطالب کا اپنے بیٹوں حیدر کرار وجعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہنا کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیروی کرو تو خود اس کا ترک کرنا یہ عناد میں سے ہے اور یہ ترغیب پیروی بھی اُن کی اُسی خوبی مدد وحمایت اور حضور کے باعث اپنی قوم سے مخالفت ہی میں داخل ہے۔

[1] المواہب اللدنیہ عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۵

[2] شرح الزرقانی المواھب اللدنیة وفاۃ خدیجة وابی طالب دار المعرفة بیروت ۱/ ۲۹۵

[3] القرآن الکریم ۶۱/ ۳

[4] الاصابة فی تمییز الصحابة حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

یعنی جہاں وہ سب کچھ تھا این ہم بر علم ایمان بے اذعان ملنا کیا امکان، ولہٰذا علمائے کرام جہاں ابوطالب سے یہ امور نقل فرماتے ہیں وہیں موت علی الکفر کی بھی تصریح کر جاتے ہیں اسی مواہب اللدنیہ اور اُن کی دوسری کتاب ارشاد الساری کے کتنے کلمات اوپر گزرے۔ مجمع البحار میں ہے:

فی العاشرۃ دنا موت ابی طالب فوصی بنی المطلب باعانتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومات فقال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ان عمك الضال قدمات قال فاغسلہ وکفنہ وواری غفر اللہ لہ فجعل یستغفرلہ ایاماحتی نزل "مکان للنّبی"[1]۔	یعنی نبوت سے دسویں سال ابو طالب کو موت آئی بنی عبدالمطلب کو مددگاری نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وصیت کرکے مر گئے۔اس پر مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے عرض کی: حضور کا چچا مر گیا۔فرمایا: نہلا کفنا کر دبا دے اللہ اُسے بخشے۔دعائے مغفرت فرماتے رہے یہاں تک کہ آیت اتری نبی کو روا نہیں کہ مشرکوں جہنمیوں کی بخشش مانگے۔

علامہ حفنی حاشیہ شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں:

"قال القرطبی فی المفہم کان ابو طالب یعرف صدق رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی کل مایقولہ ویقول لقریش تعلمون واللہ ان محمدا لم یکذب قط و یقول لا بنہ علی اتبعہ فانہ علی الحق غیرانہ لم یدخل فی الاسلام ولم یزل علی ذلك حتی حضوتہ الوفاۃ فدخل علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طامعًا فی اسلامہ حریصًا علیہ باذلا فی ذلك	یعنی امام قرطبی نے مفہم شرح صحیح مسلم میں فرمایا: ابوطالب خوب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں سب حق ہے قریش سے کہتے خدا کی قسم تمہیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کوئی کلمہ خلافِ واقع نہ فرمایا اپنے بیٹے علی کرم اللہ وجہہ سے کہتے ان کے پیرو رہنا کہ یہ حق پر ہیں پر سب کچھ تھا مگر خود اسلام میں نہ آئے موت آنے تک اسی حال پر رہے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے پاس تشریف فرما ہوئے اس امید پر کہ شاید مسلمان ہو جائیں،اس کی حضور کو سخت خواہش

[1] مجمع بحار الانوار فصل فی السیر بیان ارضاعہ مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۵/ ۲۷۲

جهده مستفرغا ما عنده ولكن عاقت عن ذلك عوائق الاقدار التى لاينفع معها حرص ولا اعتذار [1]۔ وحسبنا الله ونعم الوكيل ولاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔	تھی جو کچھ کوشش ممکن تھی سب خرچ فرمادی مگر وہ تقدیریں آڑے آئیں جن کے آگے نہ خواہش چلتی ہے نہ عذر۔ اور اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے کیا ہی اچھا کارساز ہے، اور نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر بُلندی و عظمت والے خدا کی توفیق سے۔(ت)

شبہہ تاسعہ: الحمدللہ عمرو کے سب شبہات حل ہوگئے اور وہ شبہات ہی کیا تھے محض مہملات تھے اب ایک شبہہ باقی رہا جس سے زمانہ قدیم میں بعض روافض نے اپنے رسالہ "اسلام ابی طالب" میں استناد کیا اور اکابر ائمہ علمائے اہل سنت مثل امام اجل بیہقی وامام جلیل سہیلی وامام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی وامام بدر الدین محمود عینی وامام احمد قسطلانی وامام ابن حجر مکی و علامہ حسین دیار بکری وعلامہ محمد زرقانی و شیخ محقق دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے متعدد وجوہ سے جواب دیا۔ سُنّی کے لیے تو اسی قدر سے جواب ظاہر ہوگیا کہ استدلال کرنے والا ایک رافضی اور جواب دینے والے ائمہ وعلمائے اہلسنت مگر تتمیم فائدہ کے لیے فقیر غفرلہ المولی القدیر وہ شبہہ اور علماء کے اجوبہ ذکر کرکے جو کچھ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا تحریر کرے۔ وباللہ التوفیق، ابن اسحٰق نے سیرۃ میں ایک روایت شاذہ ذکر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوطالب کے مرض الموت میں اشرافِ قریش جمع ہو کر ان کے پاس گئے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سمجھا دو کہ ہمارے دین سے غرض نہ رکھیں، ہم ان کے دین سے تعرض نہ کریں ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بلا کر عرض کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یہ ایک بات کہہ لیں جس سے تم تمام عرب کے مالک ہو جاؤ اور عجم تمہاری مطیع ابوجہل لعین نے عرض کی حضور ہی کے باپ کی قسم ایک بات نہیں دس باتیں۔ فرمایا: تو لا الٰہ الا اللہ کہہ لو۔ اس پر کافر تالیاں بجا کر بھاگ گئے۔ ابوطالب کے منہ سے نکلا، خدا کی قسم حضور نے کوئی بے جا بات تو ان سے نہ چاہی تھی اس کہنے سے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اُمید پڑی کہ شاید یہی مسلمان ہوجائے۔ حضور نے بار بار فرمانا شروع کیا: اے چچا! تو ہی کہہ لے جس کے سبب سے میں تیری شفاعت روزِ قیامت حلال کرلوں۔ جب ابوطالب نے حضور کی شدتِ خواہش دیکھی تو کہا۔ اے بھتیجے! میرے خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ ہوتا

1

کہ لوگ حضور کو اور حضور کے باپ (یعنی خود ابو طالب) کے بیٹوں کو طعنہ دیں گے کہ نزع کی سختی پر صبر نہ ہوا کلمہ پڑھ لیا۔ تو میں پڑھ لیتا، اور وہ بھی اس طرح پڑھتا "لا اقولها الا لا سرك بها" (میں نہ کہتا وہ کلمہ مگر اس لیے کہ آپ کو خوش کروں) صرف اس لیے کہ حضور کی خوشی کردوں۔ یہ باتیں نزع میں تو ہو ہی رہی تھیں جب روح پرواز کرنے کا وقت نزدیک آیا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لبوں کی جنبش دیکھی کان لگا کر سنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: "یا ابن اخی واللہ لقد قال اخی الکلمۃ التی امرتہ ان یقولها" اے میرے بھتیجے! خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ بات کہہ لی جو حضور اقدس اس سے کہلواتے تھے: قال فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم اسمع[1]۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہ سُنی۔

یہ وہ روایت ہے علماء نے اس سے پانچ جواب دیئے۔

اوّل: یہ روایت ہے علماء نے اس سے پانچ جواب دیئے۔

اوّل: یہ روایت ضعیف و مردود ہے، اس کی سند میں ایک راوی مبہم موجود ہے، یہ جواب امام بیہقی پھر امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی و امام بدرالدین محمود عینی و امام ابن حجر مکی و علامہ حسین دیار بکری و علامہ زرقانی وغیرہم نے افادہ فرمایا۔ خمیس میں ہے:

قال البیهقی انه منقطع الخ وسیأتی تمامه[2]۔	بیہقی نے کہا یہ منقطع ہے الخ اس کی پوری تفصیل عنقریب آرہی ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

فی سندہ من لم یسم[3]۔	اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ (ت)

شرح مواہب میں ہے:

روایة ابن اسحٰق ضعیفه[4]۔	ابن اسحاق کی روایت ضعیف ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام وفاۃ ابی طالب وخدیجہ دار ابن کثیر والتوزیع للطباعۃ والنشیر القسم الاول ۱۸۔۴۱۷

[2] تاریخ الخمیس وفاۃ ابی طالب مؤسستہ شعبان بیروت ۱/ ۳۰۰

[3] عمدۃ القاری کتاب المناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب تحت حدیث ۳۸۸۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

فیہ من لم یسم [1]۔	اس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔(ت)

شرح ہمزیہ میں ہے:

روایۃ ضعیفۃ عن العباس انہ اسر الیہ الاسلام عند موتہ [2]۔	حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک ضعیف روایت ہے کہ ابو طالب نے بوقتِ موت رازداری سے انہیں اسلام کی خبر دی۔ت)

اصابہ میں ہے:

لقد وقفت علٰی تصنیف لبعض الشیعۃ اثبت فیہ اسلام ابی طالب منہا ما اخرجہ عن محمد بن اسحٰق الٰی ان قال بعد نقل متمسکات الرافضی، اسانید ھٰذہ الاحادیث واھیۃ [3]۔ **اقول:** وباللہ التوفیق ھٰھنا امور یجب التنبہ لھا: **اولھا:** لیس المنقطع ھٰھنا فی کلام البیھقی بالاصطلاح المشھور عند الجمھور انہ الذی سقط من سندہ راوٍ امّا مطلقًا اوبشرط ان لایسقط ازید من واحد علی التوالی وھو المرسل علی	یعنی میں نے ایک رافضی کا رسالہ دیکھا جس میں اس نے بعض روایات سے اسلامِ ابی طالب ثابت کرنا چاہا ہے، ازاں جملہ یہ روایت ابن اسحٰق ہے۔ان سب کی سندیں واہی ہیں۔ **اقول:**(میں کہتا ہوں)اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے، یہاں چند امور ایسے ہیں جن پر آگاہ ہونا ضروری ہے۔ **پہلا امر:** منقطع یہاں پر بیہقی کے کلام میں اُس معنی میں استعمال نہیں ہوا جو جمہور کے نزدیک مشہور اصطلاح ہے، یعنی وہ حدیث جس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہوگیا ہو یا مطلقًا یا اس شرط کے ساتھ کہ اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے در پے ساقط نہ ہوئے ہوں، بصورتِ اوّل

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الاول وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۱

[2]

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۶

الاول اومنه علی الثانی باصطلاح الفقهاء واهل الاصول واذا نظفت رجاله فعندنا وعند الجمهور مقبول کیف و ذلك خلاف الواقع فی روایة ابن اسحٰق فان سندہ علٰی مارأیت فی سیرۃ ابن ہشام ونقله الحافظ وغیرہ فی الفتح وغیرہ ھکذا حدثنی العباس بن عبدالله بن معبد عن بعض اهله عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما[1] وھذا لا انقطاع فیه کما تری و لامساغ لارادة الانقطاع من قبل ان ابن عباس لم یدرك الواقعة فانه انما ولد عام مات ابوطالب ولد قبل الهجرة بثلث سنین کما فی التقریب[2] وکذلك ارخ ابن الجزار موت ابی طالب قبل هجرته صلی الله تعالٰی علیه وسلم بثلث سنین کما فی المواهب[3] وذٰلك لان مراسیل	وہ مرسل ہے، اور بصورت ثانی مرسل کی ایک نوع ہے فقہاء اور اہلِ اصول کی اصطلاح میں، اور جب اس کے رجل عادل ہوں تو وہ ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے اور جمہور کی اصطلاح میں یہ کیسے منقطع ہو سکتی ہے حالانکہ ابن اسحٰق کی روایت میں معنی مذکور کے خلاف واقع ہے، کیونکہ اس کی سند جیساکہ میں نے سیرت ابنِ ہشام میں دیکھی اور حافظ وغیرہ نے اس کو فتح الباری وغیرہ میں نقل کیا وہ یوں ہے، مجھے حدیث بیان کی عباس بن عبداللہ بن معبد نے اپنے بعض گھر والوں سے انہوں نے عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور اس مین جیساکہ تُو دیکھ رہا ہے کوئی انقطاع نہیں اور نہ ہی اس جہت سے انقطاع مراد لینے کی کوئی گنجائش ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ واقعہ نہیں پایا کیونکہ آپ اس سال پیدا ہوئے جس سال ابوطالب کا انتقال ہوا۔آپ کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی جیساکہ تقریب میں ہے اور یونہی ابوطالب کی موت کی تاریخ ابن جزار نے بیان کی وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہجرت سے تین سال پہلے فوت ہوئے جیساکہ مواہب میں ہے۔اور یہ اس لیے کہ مراسیل

[1] السیرۃ النبویة لابن ہشام وفاۃ ابی طالب و خدیجه دار ابن کثیر للطباعة القسم الاول ص ۴۱۷

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۴۲۰ دار لکتب العلمیة بیروت ۱/ ۵۰۴

[3] المواهب اللدنیة عام الحزن وفاۃ ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۶۲

الصحابة مقبولة بالاجماع ولا عبرة بمن شذ.فی تقریب النووی هذا کله فی غیر مرسل الصحابی اما مرسله فمحکوم بصحته علی المذهب الصحیح[1]۔ قال فی التدریب قطع به الجمهور من اصحابنا و غیرهم واطبق علیه المحدثون[2]۔ وفی مسلم الثبوت ان کان من الصحابی یقبل مطلقا اتفاقا ولا اعتداد لمن خالف[3]۔اھ وانما سمّاه البیقهی منقطعا علی اصطلاح له ولشیخه الحاکم ان المبهم ایضامن المنقطع فی التقریب و التدریب(اذا قال)الراوی فی الاسناد(فلان عن رجل عن فلان فقال الحاکم) هو (منقطع لیس مرسلا وقال غیره مرسل)قال العراقی کل من القولین خلاف ما علیه الاکثرون، فانهم ذهبوا الی انه متصل فی سنده مجهول،وزاد البیهقی علی هذا فی سننه فجعل

صحابہ کے مقبول ہونے پر اجماع ہے اور جو تنہا اس موقف کے خلاف ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، تقریب نواوی میں ہے کہ یہ سب گفتگو مرسلِ صحابی کے غیر میں ہے۔رہا مرسل صحابی تو صحیح مذہب میں اس کے صحیح ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔تدریب میں کہا کہ ہمارے اصحاب وغیرہ جمہور نے اس حکم کو قطعی قرار دیا اور محدثین نے اس پر اتفاق کیا ہے۔مسلم الثبوت میں ہے مرسل اگر صحابی سے ہے تو مطلقًا قبول کی جائے گی، اور جس نے مخالفت کی اس کا کوئی اعتبار نہیں اھ بیہقی کا اُسے منقطع کہنا فقط ان کی اپنی اور ان کے شیخ امام حاکم کی اصطلاح ہے کہ ان کے نزدیک مبہم بھی منقطع ہے۔تقریب اور تدریب میں ہے راوی نے اسناد میں جب کہا کہ فلاں نے ایک مرد سے اور اس نے فلاں سے روایت کی تو امام حاکم نے فرمایا کہ یہ منقطع ہے مرسل نہیں ہے جب کہ اس کے غیر نے کہا یہ مرسل ہے۔عراقی نے کہا یہ دونوں قول اکثریت کے مؤقف کے خلاف ہیں کیونکہ اکثر کا مؤقف یہ ہے کہ یہ متصل ہے اس کی سند میں راوی مجہول ہے،امام بہقی نے اپنی سنن میں اس پر اضافہ کیا اور اس حدیث کو مرسل

[1] تقریب النواوی مع تدریب الراوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۱

[2] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۱

[3] مسلم البثوت الاصل الثانی السنة مسئلہ تعریف المرسل مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۰۱

ماروٰاه التابعی عن رجل من الصحابة لم یسم مرسلا [1] اھ مختصراً۔ وفیهما (النوع العاشر المنقطع الصحیح الذی ذهب الیه الفقهاء والخطیب و ابن عبدالبروغیرهما من المحدثین ان المنطقع مالم یتصل اسناده علی ای وجه کان انقطاعه) فهو و المرسل واحد (واکثر مایستعمل فی روایة من دون التابعی عن الصحابة کمالك عن ابن عمر وقیل هو ما اختل منه رجل قبل التابعی) الصواب قبل الصحابی (محذوفاکان) الرجل (اومبهما کرجل) هذا بناء علی ماتقدم ان فلاناعن رجل یسمّی منقطعا وتقدم ان فلاناعن رجل یسمّی منقطعا وتقدم ان الاکثرین علی خلافه، ثم ان هذا القول هو المشهور بشرط ان یکون الساقط واحدا فقط او اثنین لا علی التوالی کما جزم به العراقی وشیخ الاسلام [2] اھ ملخصًا۔	قرار دیا جس کو تابعی نے صحابہ میں سے ایک مرد سے روایت کیا اس صحابی کے نام کی تصریح نہیں کی اھ اختصار۔ اور ان دونوں (تقریب وتدریب) میں ہے دسویں قسم منقطع، صحیح مؤقف جس کی طرف فقہاء کرام اور محدثین میں سے خطیب وابن عبدالبر وغیرہ گئے ہیں وہ یہ ہے کہ منقطع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند متصل نہ ہو، چاہے کسی وجہ سے انقطاع ہو، وہ اور مرسل ایک ہی ہیں، اور اس کا اکثر اطلاق ایسی حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابہ سے روایت کرے جیسے امام مالک علیہ الرحمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کریں۔ ایک قول کے مطابق منقطع وہ حدیث ہے جس میں تابعی سے قبل (صحیح یہ ہے کہ صحابی سے قبل) کوئی راوی مختل ہو، چاہے تو وہ محذوف ہو یا مبہم، جیسے کہا جائے "کوئی شخص" یہ اس پر مبنی ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا "یعنی فلاں نے ایک شخص سے روایت کی" یہ منقطع کہلاتی ہے۔ اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ اکثریت اس کے خلاف ہے، پھر یہ قول اس شرط کے ساتھ مشہور ہے کہ ساقط فقط ایک راوی ہو یا دو ہوں مگر پے در پے نہ ہوں جیسا کہ اس پر عراقی اور شیخ الاسلام نے جزم کیا ہے اھ تلخیص۔

[1] تقریب النووی مع تدریب الراوی النوع التاسع المرسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۱۔ ۱۶۲

[2] تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی النوع العاشر المنقطع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۱ و ۱۷۲

ثانیھا: لیس المبھم من المجھول المقبول عندنا وعند کثیر من الفحول او اکثرھم فان الراوی اذا لم یروعنه الاواحد ا فمجھول العین نمشیه نحن وکثیر من المحققین واذا زکی ظاھرا لا باطنا فمستور نقبله نحن واکثر المحققین کما بینته فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" وظاھر ان شیئا من ھذا الایعرف الابالتسمیة فالمبھم لیس منھما فی شیئ بل ھو کمجھول الحال الذی لم تعرف عدالته باطن ولا ظاھرا وان خصصناہ ایضا بمن سمی فلیس من المجھول المصطلح علیه اصلًا وان کان یطلق علیه اسم المجھول نظرا الی المعنی اللغوی، وتحقیق الحکم فیه ان ابھام راوغیر الصابی بغیر لفظ التعدیل کحدثنا وثقة لیس کحذفه عندنا فی القبول فان الجزم مع الاسقاط امارۃ الاعتماد بخلاف الاسناد قال فی مسلم الثبوت وشرحه فواتح الرحموت (قال رجل لایقبل

دوسرا امر: مبہم اس مجہول میں سے نہیں جو ہمارے نزدیک اور تمام علماء ماہرین یا اکثر کے نزدیک مقبول ہے، اس لیے کہ اگر کسی راوی سے فقط ایک ہی شخص روایت کرے تو وہ مجہول العین ہے، ہم اور کثیر محققین اس کو قبول کرتے ہیں۔ اور اگر اس کا ظاہری طور پر تزکیہ ہو جائے مگر باطنی طور پر نہ ہو تو وہ مستور ہے، ہمارے اور اکثر محققین کے نزدیک یہ مقبول ہے جیسا کہ میں نے اس کو رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" میں بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجہول کی دونوں قسموں میں سے کوئی نہیں پہچانا جاتا مگر نام ذکر کرنے سے تو مبہم ان دونوں قسموں میں سے کوئی قسم بھی نہ ہوا بلکہ وہ مجہول الحال کی مثل ہے جس کی عدالت نہ ظاہری طور پر معلوم ہوتی ہے نہ باطنی طور پر، اگر ہم اس (مجہول الحال) کو بھی مختص کرلیں اس کے ساتھ جس کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو اس صورت میں مبہم بالکل ہی مجہول اصطلاحی میں سے نہیں ہوگا۔ اگرچہ معنی لغوی کے اعتبار سے اس پر مجہول کا اطلاق ہوگا۔ اس میں حکم کی تحقیق یہ ہے کہ غیر صحابی کا ابہام بغیر لفظ تعدیل کے جیسے مجھے حدیث بیان کی ایک ثقہ نے۔ ہمارے نزدیک قبولیت میں حذف راوی کی مثل نہیں۔ کیونکہ اسقاط راوی کے باوجود اس پر جزم، اعتماد کی نشانی ہے بخلاف اسناد کے۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے کسی شخص نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی

فی)المذھب(الصحیح)ولیس ھذا کالارسال کما نقل عن شمس الائمۃ لان ھذا روایۃ عن مجھول والا رسال جزم بنسبۃ المتن الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھذا لایکون الا بالتوثیق فافترقا (بخلاف)قال ثقہ اورجل من الصحابۃ لان ھذا روایۃ عن ثقۃ لان الصحابۃ کلھم عدول(ولواصطلح علی معین)معلوم العدالۃ علی التعیین برجل(فلا اشکال)فی القبول [1] اھ۔**اقول**:ویترأی لی استثناء من ابھم وقدعلم من عادتہ انہ لایروی الا عن ثقۃ کامامنا الاعظم والامام احمد وغیرھما ممن سیناھم فی "منیرالعین" فان المبھم امام من مجھول الحال او کمثلہ وقدصرحوا فیہ بھذا التفصیل قال فی الکتابین(فی روایۃ العدل)عن المجھول(مذاھب احدھا(التعدیل)فان شان العدل لایروی الاعن عدل(و)الثانی

ایک مرد نے، تو مذہب صحیح میں قبول نہیں کی جائے گی۔یہ ارسال کی مثل نہیں جیسا کہ شمس الائمہ سے منقول ہے، کیونکہ یہ مجہول سے روایت ہے جبکہ ارسال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف متن کی نسبت کا جزم ہے اور یہ بغیر توثیق کے نہیں ہوسکتا، تو اس طرح دونوں میں فرق ہو گیا۔بخلاف اس کے کہ اگر کسی نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی ایک ثقہ نے یا صحابہ کرام میں سے ایک مرد نے کیونکہ یہ ثقہ سے روایت ہے، اس لیے کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔اگر یہ اصطلاح بنالی جائے کہ فلاں معین شخص جس کی عدالت معلوم ہے کہ "ایک مرد" کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا تو اس کے مقبول ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔اھ **اقول**: (میں کہتا ہوں) میرے لیے اُس شخص کا استثناء ظاہر ہوا جس نے ابہام کیا حالانکہ اس کی عادت معروف ہے کہ بغیر ثقہ کے کسی سے روایت نہیں کرتا جیسا کہ ہمارے امام اعظم اور امام احمد اور دیگر ائمہ کرام جن کے نام ہم نے "منیر العین" میں ذکر کیے ہیں۔اس لیے کہ مبہم مجہول الحال سے ہوگا یا اس کی مثل سے تحقیق اس میں علماء نے اس تفصیل کے سات تصریح فرمائی ہے، دونوں کتابوں میں کہا کہ مجہول سے عادل کی روایت کے بارے میں چند مذہب ہیں، ان میں سے ایک مذہب اس کی تعدیل ہے، کیونکہ عادل کی شان یہ ہے کہ وہ فقط عادل سے روایت کرتا ہے۔دوسرا مذہب

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذل المستصفی مسئلہ مجہول الحال الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۷۷

(المنع)لجواز روایته تعویلا علی المجتهد انه لایعمل الا بعد التعدیل(و)الثالث(التفصیل بین من علم) من عادته(انه لایروی الاعن عدل)فیکون تعدیلا (اولا)فلا(وھو)ای الثالث(الاعدل)وھو ظاھر [1] اھ باختصار۔	منع تعدیل ہے کیونکہ ہوسکتا ہے اس نے متجہد پر بھروسا کرتے ہوئے یہ روایت کرتی ہو کیونکہ مجتہد تعدیل کے بعد ہی عمل کرتا ہے،اور تیسرامذہب تفصیل یعنی اگراس کی یہ عادت معلوم ہے کہ وہ فقط عادل سے روایت کرتا ہے غیر عادل سے نہیں،تو تعدیل ہوگی ورنہ نہیں،اور یہ تیسرامذہب زیادہ عدل والا ہے اور وہ ظاہر ہے اھ اختصار۔
ثالثھا:لیس الحکم علی کافر معلوم الکفرلاسیما المدرك صحة لغویة بطریان الاسلام من باب الفضائل المقبول فیه الضعاف باتفاق الاعلام، کیف وانه یبتنی علیه کثیر من الاحکام کتحریم ذکرہ الا بخیر و وجوب تعظیمه بطلب الترضی علیه اذا ذکر بعد ماکان ذاك حراما بل ربما المنجر الی الکفر، و العیاذ باللّٰه تعالٰی،وقبول قوله فی الروایات ان وقعت الی غیر ذلك والیقین لایزول الشك والضعیف لا یرفع الثابت وانما السر فی قبول الضعاف حیث تقبل انها ثمه لم تثبت شیئا لم یثبت کما حققناہ بما لا مزید علیه	**تیسرا امر**: جس کافر کا کفر معلوم ہو خصوصًا جب کہ وہ صحت لغویہ کو پانے والا ہو۔اُس پر اسلام کے طاری ہونے کا حکم از قبیل فضائل نہیں ہے جس میں باتفاق علماء ضعیف حدیثیں بھی مقبول ہیں،ایسا کیونکر ہوسکتا ہے جب کہ اس پر بہت سے احکام کی بنیاد ہے مثلًا بھلائی کے سوااس کے ذکر کا حرام ہونا، اس کی تعظیم کا واجب ہونا اور اس کے ذکر کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہنا،بعد اسکے یہ حرام بلکہ بسا اوقات کفر تک پہنچا دینے والی چیز ہے،اور اللہ تعالٰی کی پناہ،اور روایات میں اس کے قول کو قبول کرنا جب کہ واقع ہوں وغیرہ ذلک، حالانکہ یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا،اور ضعیف حدیث ثابت کو رفع نہیں کرسکتی،ضعیف حدیثیں جہاں قبول کی جاتی ہیں وہاں ان کو قبول کرنے میں راز یہ ہے کہ وہاں ضعیف حدیثیں کسی غیر ثابت چیز کو ثابت نہیں کرتیں جیسا کہ ہم اپنے رسالہ

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذل المستصفٰی مسئلہ مجهول الحال الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۵۰

مادفع الاوھام المتطرقة الیه فی رسالتنا "الھادا الکاف فی حکم الضعاف " فاذا لم تکن لتثبت مالم یثبت فکیف ترفع ماقدثبت ماھذا الاغلط وشطط وھذا واضح جدا فاتضح بحمد الله ان الروایة ضعیفة واھیة وانھافی اثبات ماریم منھا غیر مغنیة ولا کافیة ھکذا ینبغی التحقیق والله تعالٰی ولی التوفیق۔	"الھاد الکاف فی حکم الضعاف" میں اس کی تحقیق کردی ہے جس پر زیادتی نہیں کی جاسکتی جس نے اس مسئلہ میں پیدا ہونے والے تمام وہموں کا ازالہ کردیا ہے، چنانچہ جب وہ ضعیف حدیثیں غیر ثابت چیز کو ثابت نہیں کرسکتی ہیں تو ثابت شدہ چیز کو رفع کیسے کرسکیں گی۔ یہ محض غلط اور حق سے دُوری ہے، یہ خوب واضح ہے۔ بحمداللہ واضح ہوگیا کہ روایت مذکورہ ضعیف اور بے ہودہ ہے اور اس سے جس مقصد کو ثابت کرنا مطلوب تھا اسکے لیے یہ مفید وکافی نہیں ہے۔ یونہی تحقیق چاہیے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

ثانیًا: اگر بالفرض صحیح بھی ہوتی توان احادیث جلیلہ جزیلہ صحاح اصح کے مخالف تھی لہٰذا مردود ہوتی نہ کہ خود صحیح بھی نہیں اب اُن کے مقابل کیا التفات کے قابل اقول جواب اول بنظر سند تھا یہ بلحاظ متن ہے یعنی اگر سندًا صحیح بھی ہوتی تو متنًا شاذ تھی اور ایسا شذوذ قادح صحت یوں بھی ضعیف رہتی اب کہ سندًا بھی صحیح نہیں خاص منکر ہے اور بہر حال مردود و نامعتبر، یہ جواب بھی علمائے ممدوحین نے دیا اور امام قسطلانی و شیخ محقق نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا۔ خمیس میں بعد عبارت مذکورہ امام بیہقی سے ہے:

والصحیح من الحدیث قد اثبت لابی طالب ابوفاۃ علی الکفر والشرك کمارویناہ فی صحیح البخاری [1]۔	یعنی حدیث صحیح ابو طالب کا کفر وشرک پر مرنا ثابت کررہی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود۔

بعنیہ اسی طرح مواہب میں ہے۔ عمدہ میں بعد عبارت مذکورہ اور زرقانی میں امام حافظ الشان سے ہے:

ولوکان صحیحا العارضه حدیث	اگر یہ صحیح بھی ہوتی تو اس باب میں وارد حدیث

[1] تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس وصیت ابی طالب مؤسسة شعبان للنشر بیروت ۱/ ۳۰۰

الباب لانه اصح منه فضلا عن انه لم یصح[1]۔	اس کے معارض ہوتی کیونکہ وہ اس سے اصح ہے چہ جائیکہ یہ صحیح ہی نہیں۔(ت)

اصابہ میں بعد کلام سابق ہے:

وعلی تقدیر ثبوتها فقد عارضها ماهو اصح منها[2]۔	اور اس کے ثبوت کی تقدیر پر وہ حدیث اس کے معارض ہے جو اس سے اصح ہے۔(ت)

پھر حدیث دوم لکھ کر فرمایا:

فهذا هو الصحیح الذی یرد الروایة التی ذکرها ابن اسحٰق[3]۔	یہ حدیث صحیح روایت ابن اسحاق کو رَد کر رہی ہے۔

شرح ہمزیہ کی عبارت اوپر گزری:

صرائح الاحادیث المتفق علی صحتها ترد ذٰلك[4]۔	صریح حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق ہے اسے رَد کر رہی ہیں۔

مدارج النبوۃ میں ہے:

دراحادیث و اخبار اسلام دے ثبوت نیافتہ جزانچہ درروایت ابن اسحٰق آمدہ کہ وے اسلام آورد نزدیک بوقتِ مرگ وگفتہ کہ چوں قریب شد موت وے وعباس گفت یاابنَ اخی! واللہ بتحقیق گفت برادر من کلمہ راکہ امر کردی تواو رابداں کلمہ و درروا تیے آمدہ کہ آنحضرت گفت من نشنیدم باآنکہ حدیث	اخبار و احادیث میں ابوطالب کا اسلام ثابت نہیں ہوا سوائے اُس روایت کے جو ابن اسحاق سے مروی ہے کہ وہ وقتِ موت کے قریب اسلام لے آئے تھے ابن اسحاق نے کہا کہ جب ابوطالب کا وقت موت قریب ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: اے میرے بھتیجے! بخدا میرے بھائی نے وہ کلمہ کہہ دیا ہے جس کا

[1] عمدۃ القاری کتاب مناقب الانصار حدیث ۳۸۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۳/ ۱۷، شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه المقصد الاول دار المعرفة بیروت ۱/ ۲۹۳

[2] الاصابة فی تمییز الصحابة حرف الطاء القسم الرابع دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۶

[3] الاصابة فی تمییز الصحابة حرف الطاء القسم الرابع دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

[4] شرح همزیة

صحیح اثبات کردہ است برائے ابوطالب کفر راھ مختصراً[1]۔	آپ نے اس کو حکم دیا ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا باوجود یہ کہ حدیث صحیح نے کفر ابوطالب کو ثابت کردیا ہے اھ اختصار (ت)

یہ کلام حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالٰی کا ہے اور فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے یہاں ہامش مدارج پر اپنے دو حاشیے لکھے پائے جن کی نقل خالی از نفع نہیں۔

| **اوّل** قول شیک جز آنچہ درروایت ابن اسحٰق آمدہ بر بریں عبارت **اقول** ایں استثناء منقطع ست ائمہ فن ہمچو امام بیہقی وامام ابن حجر عسقلانی و امام عینی و امام ابن حجر مکی وغیرھم تصریح کردہ اند بضعف ایں روایت زیرا کہ درو راوی مبہم واقع شدہ باز بمخالف صحاح منکر ست وشیخ در آخر کلام خود ارشارہ بضعف او میکند کہ با آنکہ حدیث صحیح اثبات کردہ است الخ معلوم شد کہ ایں صحیح نیست۔ | **اوّل** شیخ کے قول "جز آنچہ در روایت ابن اسحٰق آمدہ" پر اس عبارت کے ساتھ حاشیہ لکھا: **میں کہتا ہوں** یہ استثناء منقطع ہے۔ائمہ فن جیسے امام بیہقی، امام ابن حجر عسقلانی، امام عینی اور امام ابن حجر مکی وغیرہ نے اس روایت کے ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مبہم واقع ہوا ہے، پھر صحیح حدیثوں کی مخالفت کی وجہ سے منکر ہے، اور شیخ علیہ الرحمہ اپنے کلام کے آخر میں ان لفظوں کے ساتھ اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ " باوجود یہ کہ حدیث صحیح نے اس کے کفر کو ثابت کردیا ہے" معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ |
| **دوم** قوم شیخ ودر روایتے آمدہ پر بایں الفاظ **اقول**: ایں لفظ ایہام میکند آں راکہ ایں جادو روایت ست وروایت مذکورہ ابن اسحٰق عاری ست از ذکر رَد فرمودن نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقول | **دوم**: شیخ کے قول " و درروایتے آمدہ" پر ان الفاظ کے ساتھ حاشیہ لکھا: **میں کہتا ہوں** یہ وہم میں ڈالتا ہے کہ یہاں دو روایتیں ہیں، اور روایت ابن اسحٰق میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہ کلماتِ رَد نہیں ہیں کہ "میں نے نہیں |

[1] مدارج النبوۃ باب دوئم وفات یافتن ابوطالب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۲/ ۴۸

مبارکش لم اسمع حالانکہ نہ چنان ست بلکہ ایں تتمہ ہماں روایت ابن اسحٰق ست بریں معنی آگاہ باید بود[1]۔	سُنا" حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اسی روایت ابن اسحٰق کا تتمہ ہے، اس معنی پر آگاہ ہونا چاہیے۔(ت)

ثالثًا: خود قرآنِ عظیم اسے رَد فرمارہا ہے اگر اسلام پر موت ہوتی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو استغفار سے کیوں ممانعت آئی۔ یہ جواب حافظ الشان کا ہے اور اُسے خمیس میں بھی ذکر کیا۔ اصابہ میں بعد عبارت مذکورہ قریبہ ہے:

"اذلو کان قال کلمۃ التوحید مانہی اللہ تعالٰی نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الاستغفار لہ[2]۔	اگر اس نے کلمہ توحید کہہ لیا ہوتا تو اللہ تعالٰی اپنے نبی کو اُس کے حق میں استغفار سے منع نہ فرماتا۔(ت)

اقول: استغفار سی نہی کفر میں صریح نہیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں میت مدیون کے جنازہ پر نماز پڑھنے سے ممنوع تھے۔ علمائے متاخرین نے حدیث **استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یأذن لی**[3]۔ (میں نے اپنے رب سے اذن طلب کیا کہ میں اپنی ماں کے لیے استغفار کروں تو اُس نے مجھے اذن نہ دیا۔ت)

کا یہی جواب دیا ہے استدلال اسی آیت کریمہ کے لفظ **للمشرکین** ولفظ **اصحٰب الجحیم** سے اولٰی وانسب ہے اگر کلمہ اسلام پر موت ہوتی تو رب العزۃ ابوطالب کو مشرک کیوں بتاتا، اصحابِ نار سے کیوں ٹھہراتا۔ لاجرم یہ روایت بے اصل ہے۔

رابعًا اقول: اس میں ایک علّت اور ہے، حدیث صحیح چہارم دیکھئے خود یہی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ جن سے یہ حکایت ذکر کی جاتی ہے موت ابی طالب کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں۔ یارسول اللہ! حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو بھی کچھ نفع دیا وہ حضور کا غمخوار طرفدار تھا ارشاد ہوا ہم نے اُسے سراپا جہنم میں غرق پایا اتنی تخفیف فرمادی کہ ٹخنوں تک آگ ہے میں نہ ہوتا تو اسفل السافلین اس کا ٹھکانا تھا[4]۔

سُبحٰن اللہ! اگر عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے کانوں سے مرتے وقت کلمہ توحید پڑھنا سُنتے تو

---

[1]

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء القسم الرابع ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی جواز زیارۃ قبور المشرکین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴

[4] صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصّہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸، صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵، مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۷ و ۲۱۰

اس سوال کا کیا محل تھا، وہ نہ جانتے تھی کہ الاسلام یجب ما قبلہ مسلمان ہو جانا گزرے ہوئے سب اعمالِ بد کو ڈھادیتا ہے، کیا وہ نہ جانتے تھے کہ اخیر وقت جو کافر مسلمان ہو کر مرے بے حساب جنت میں جائے، **من قال لا الٰہ الاّ اللّٰہ دخل الجنّۃ**[1]۔ (جس نے لا الٰہ الاّ اللّٰہ کہا جنّت میں داخل ہوا۔ ت) اور پھر سوال میں کیا عرض کرتے ہیں وہی پرانے قصّے نصرت ویاری وحمایت و غمخواری یہ نہیں کہتے یارسول اللہ ! وہ تو کلمہ اسلام پڑھ کر مرا ہے، یہ پوچھتے ہیں کہ حضور نے اسے بھی کچھ نفع بخشا، یا نہیں کہتے یارسول اللہ ! وہ تو کلمہ اسلام پڑھ کر مرا ہے، یہ پوچھتے ہیں کہ حضور نے اسے بھی کچھ نفع بخشا یہ نہیں عرض کرتے کہ کون سے اعلٰی درجاتِ جنت عطا فرمائے، وہ حالت صحیح میں ہوتے تو پرواز سوال یوں ہوتا کہ یارسول اللہ ! ابوطالب کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور حضور کے ساتھ اُن کی غایت محبت و کمال حمایت تو قدیم سے تھی اللہ عزوجل نے فردوس اعلٰی کا کون سا محل انہیں کرامت فرمایا تو نظرِ انصاف میں یہ سوال ہی اس روایت کی بے اصلی پر قرینہ واضحہ ہے اور جواب تو جو ارشاد ہوا ظاہر ہے "**والعیاذ باللہ تعالٰی ارحم الراحمین**" یہ جواب فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اپنے فتوائے سابقہ مختصرہ میں ذکر کیا تھا۔ اب شرح مواہب میں دیکھا کہ علامہ زرقانی نے بھی اس کی طرف ایما کیا، فرماتے ہیں:

فی سوال العباس عن حالہ دلیل علی ضعف روایۃ ابن اسحٰق لانہ لوکانت الشہادۃ عندہ لم یسأل لعلمہ بحالہ[2]۔	ابو طالب کے حال کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوال میں روایت ابن اسحٰق کے ضعف پر دلیل ہے، کیونکہ اگر ابوطالب نے حضرت عباس کے نزدیک کلمہ شہادت پڑھ لیا تھا تو وہ یہ سوال نہ کرتے اس لیے کہ ان کو اس کا حال معلوم ہوتا۔ (ت)

اقول: یونہی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما جن کی طرف اس کی روایت کی نسبت جاتی ہے علاوہ اُس تفسیر کے جو آیت ثالثہ میں اُن سے مروی خود بسند صحیح معلوم کہ وہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ابو طالب کے بارے میں وہ ارشاد پاک حدیث ہشتم میں سُن چکے ہیں جس میں ناری ہونے کی صریح تصریح ہے یہ روایت اگر صحیح ہوتی تو اِس کا مقتضٰی یہ تھا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

---

[1] الدر المنثور تحت آلایۃ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶ /۶۳، المستدرك للحاکم کتاب التوبۃ من قال لا الٰہ الا اللہ دار الفکر بیروت ۴ /۲۵۱، المعجم الکبیر حدیث ۶۳۴۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷ /۴۸

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول وفاۃ خدیجہ دار المعرفۃ بیروت ۱ /۲۹۳

ابوطالب کو ناجی جانیں کہ ان امور میں نسخ و تغیر کو راہ نہیں مگر لازم بحکمِ حدیث صحیح مسلم باطل تو ملزوم بھی حلیہ صحت سے عاطل، فافهم۔

خامسًا: یقینًا معلوم کہ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے کہیں گیارہ برس بعد فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ہیں، اور اسی روایت میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب کا کلمہ پڑھنا نہ سُنا اور اُن کی عرض پر بھی اطمینان نہ فرمایا: یہی ارشاد ہوا کہ ہم نے نہ سُنا، اب نہ رہی مگر ایک شخص کی شہادت جو عدالت درکنار گواہی دیتے وقت مسلمان بھی نہیں وہ شرعًا کس قاعدہ و قانون سے قابل قبول یا لائق التفات اصحابِ عقول ہو سکتی ہے۔

اقول: پہلے جوابوں کا حاصل سندًا یا متنًا روایت کی تضعیف تھی اس جواب میں اُسے ہر طرح صحیح مان کر کلام ہے کہ اب بھی اثبات مدعی سے مس نہیں اُس سے یہ ثابت ہوا کہ ابوطالب نے کلمہ پڑھا بلکہ اس اس قدر معلوم ہوا کہ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی غیر اسلام کی حالت میں ایسا بیان کیا پھر اس سے کیا ہوتا ہے، یہ جواب امام سہیلی نے روض الانف میں ارشاد فرمایا اور ان کے بعد امام عینی و امام قسطلانی نے ذکر کیا۔ عمدہ میں ہے:

قال السھیلی ان العباس قال ذٰلك فی حال کونه علی غیر الاسلام ولو اداھا بعد الاسلام لقبلت منه[1]۔	سہیلی نے کہا کہ حضرت عباس نے یہ بات حالتِ غیر اسلام میں کہی اگر بعد اسلام وہ اس کو ادا کرتے تو مقبول ہوتی۔ (ت)

اقول: وباللہ التوفیق خود اسی روایت کا بیان کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کی عرض پر یہی فرمایا کہ ہمارے مسامع قدسیہ تک نہ آیا۔ دلیل واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کے بیان پر اطمینان نہ فرمایا اس گواہی کو مقبول و معتبر نہ ٹھہرایا ورنہ کیا عقل سلیم قبول کرتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جس کے اسلام میں اس درجہ کوشش بلیغ ہو نفس انفس نے اس حد شدت پر اُس کی خواہش فرمائی جب وہ امر عظیم محبوب و قوع میں آئی ایسے سہل لفظوں میں جواب دے دیا جائے، لاجرم اس ارشاد کا یہی مفاد کہ تمہارے کہنے پر کیا اعتماد ہم سُنتے تو ٹھیک تھا یہ صریح ردّ شہادت ہے تو جو گواہی خدا اور رسول رَد فرما چکے دوسرا اس کا قبول کرنے والا کون۔

وبھٰذا التحقیق الانیق استنار وللہ الحمد	اور اس عمدہ تحقیق سے بحمد اللہ روشن ہو گیا کہ امام عینی نے

[1] عمدۃ القاری کتاب الجنائز حدیث ۱۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۸ / ۲۶۴

ان الامام العینی لقد احسن اذاقتصر فی نقل کلام الامام السھیلی علی مامر ونعمافعل اذلم یتعدالیٰ ما تعدی الیه الامام القسطلانی وتبعه العلامة الزرقانی حیث اثر اکلامه برمته واقرا علیه ھذالفظھما (اجیب) کما قال السھیلی فی الروض(بان شھادة العباس لابی طالب لواداھا بعد مااسلم کانت مقبولة و لم ترد) شھادته(یقول علیه الصلوة والسلام لم اسمع لان الشاھد العدل اذا قال سمعت وقال من ھو اعدل منه لم اسمع اخذ بقول من اثبت السماع)قال السھیلی لان عدم السماع یحتمل اسبابا منعت الشاھد من السمع(ولکن العباس شھدبذلك قبل ان یسلم)فلا تقبل شھادته[1]۔ اھ **اقول**:فلیس الکلام فی ان عباسا اثبت والنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نفی	امام سہیلی کے نقل کلام میں اقتصار کرکے بہت اچھا کیا اُس کی بنیاد پر جو گزرا اور اس کی طرف تجاوز نہ کرکے بھی اچھا کیا جس کی طرف امام قسطلانی نے تجاوز کیا اور ان کی اتباع کی علامہ زرقانی نے کیونکہ ان دونوں نے اس کے کلام کو پورا نقل کیا اور اس پر قائم رہے اور یہ لفظ ان دونوں کے ہیں۔ (جواب دیا گیا) جیسا کہ امام سہیلی نے روض میں فرمایا کہ اگر ابوطالب کے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت آپ کے اسلام لانے کے بعد ہوتی تو مقبول ہوتی،اس کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد کے ساتھ رَد نہ کیا جاتا کہ "میں نے نہیں سُنا" کیونکہ عادل گواہ جب کہے کہ میں "میں نے سُنا ہے"،اور اس سے زیادہ عدل والا کہے کہ "میں نے نہیں سُنا" تو اس کے قول کو قبول کیا جائے گا جو سماع کو ثابت کرنے والا ہے، سہیلی نے کہا:اس کی وجہ یہ ہے کہ عدمِ سماع کئی ایسے اسباب کا احتمال رکھتا ہے جو گواہ کو سننے سے روکتے ہوں، لیکن چونکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسلام لانے سے قبل اس کی شہادت دی لہٰذا ان کی شہادت قبول نہ ہوگی۔اھ **میں کہتا ہوں** اس میں کلام نہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اثبات کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نفی فرمائی

---
[1] شرح الزرقانی علی المواہب الدنیة المقصد الاول وفاة خدیجه وابی طالب دارالمعرفة بیروت ۱/ ۲۹۱و۲۹۲

فهما شهادتان جاء تاعندنا احدهما تثبت والاخرى تنفى فتقدم التى تثبت لوكان صاحبها عدلا ومعاذ الله ان تقدم على قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم لم يقبل شهادة العباس و لم يركن اليها فهو صلى الله تعالٰى عليه وسلم قاض لاشاهد اٰخر وانما الشاهد العباس وحده، فاذا لم يقبلها النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم فمن يقبلها بعده هذا ماعندى وانافى عجب عاجب ھٰهنا من كلام هٰؤلاء الاعلام الاكابر فامعن النظر لعل له معنى قصرت عنه يد فهمى القاصر۔	یہ دو شہادتیں ہمارے پیش نظر ہیں، ایک ثابت کرنے والی اور دوسری نفی کرنے والی، لہٰذا مثبت گواہی نافی پر مقدم ہوگی جب کہ مثبت گواہی دینے والا عادل ہو اور معاذ اللہ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قول پر مقدم ہو۔ نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کو قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کی طرف میلان فرمایا، کیونکہ آپ تو قاضی تھے نہ کہ دوسرے گواہ، گواہ تو تنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا تو آپ کے بعد کون قبول کرسکتا ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے۔ مجھے اس مقام پر ان اکابر علماء کے کلام پر سخت تعجب ہے، میں نے گہری نظر سے دیکھا کہ شاید اس کا کوئی معنی بن سکتا ہو مگر میرے فہم قاصر کا ہاتھ اس سے قاصر رہا۔ (ت)

یہ اجوبہ علماء ہیں اور بحمد اللہ کافی ووافی وصافی ہیں، **وانا اقول**: **وباللہ التوفیق** (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت)
سادسًا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روایت اُنہیں احادیث صحیحین کی مثل سنداً ومتناً ہر طرح اعلٰی درجہ کی صحیح اور شہادت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی بروجہ کمال مقبول و نجیح، پھر بھی نہ مستدل کو نافع نہ کفرِ ابی طالب کی اصلاً دافع، آخر جب بحکم احادیث جلیلہ آیت قرآنیہ مشرک وناری بتارہی ہے تو یہ کسی کے مٹائے مٹتا نہیں، یہ دوسری حدیث کہ فرضًا اُسی پلہ کی صحیح وجلیل ہے صرف اتنا بتاتی ہے کہ ابوطالب نے اخیر وقت لا الٰہ الا اللہ کہا، یہ نہیں بتاتی، کہ وہ وقت کیا تھا، آخر وقت کیا تھا، آخر وقت دو ہیں ایک وہ کہ ہنوز پردے باقی ہیں اور یہ وقت وقتِ قبول ایمان ہے، دوسرا وہ حقیقی آکر جب حالت غرغرہ ہو، پردے اُٹھ جائیں جنت و نار پیش نظر ہوجائیں۔ "یؤمنون بالغیب" کا محل نہ رہے، کافر کا اس وقت اسلام لانا بالاجماع مردود و نامقبول ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ	تواُن کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے

فِیۡ عِبَادِہٖ ۚ وَ خَسِرَ ھُنَالِکَ الۡکٰفِرُوۡنَ "[1]۔	بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ یقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر[2]، رواہ احمد والترمذی و حسنہ و ابن ماجۃ والحاکم و ابن حبان والبیہقی فی الشعب کلھم عن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اللہ تعالیٰ سکراتِ موت سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے، اس کو روایت کیا احمد نے، ترمذی نے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا۔ نیز روایت کیا اس کو ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان اور امام بیہقی نے شعب میں، ان تمام نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔(ت)

اب اگر وقت اول کہنا مانتے ہیں تو آیت قرآنیہ مع اُن احادیث صحیحہ کے اس حدیث صحیح مفروض سے مناقض ہوگی اور کسی نہ کسی حدیث صحیح کو رَد کے بغیر چارہ نہ ملے گا اور اگر وقت دوم پر مانتے ہیں تو آیت و احادیث سب حق و صحیح ٹھہرتے ہیں اور تناقض و تعارض بے تکلف دفع ہوا جاتا ہے کلمہ پڑھا اور ضرور پڑھا مگر کب، اس وقت جب کہ وقت نہ رہا تھا، لہٰذا حکمِ شرک و نار برقرار رہا۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ت):

" حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدۡرَکَہُ الۡغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنۡتُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِہٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَ اَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ " [3]۔ " آٰلۡـٰٔنَ وَ قَدۡ عَصَیۡتَ قَبۡلُ وَ کُنۡتَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ " [4]۔	یہاں تک کہ جب اُسے ڈوبنے نے آلیا تو بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۸۵

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل التوبۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۲، مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۲، المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ باب ان اللہ یغفر لعبدہ دارالفکر بیروت ۴/ ۲۵۷

[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۹۰

[4] القرآن الکریم ۱۰/ ۹۱

صورت اُولیٰ ظاہر البطلان، لہٰذا شق اخیر ہی لازم الاذعان، اور فی الواقع اگر یہ روایت مطابق واقع تھی تو قطعًا یہی صورت واقعی ہوئی اور وہ ضرور قرینِ قیاس بھی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے قریب مرگ ہی جلوہ افروز ہوئے ہیں، اسی حالت میں کفارِ قریش سے وہ محاورات ہوئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار باصرار دعوتِ اسلام فرمائی کفار نے ملتِ کفر پر قائم رہنے میں جان لڑائی، آخر پچھلا جواب وہ دیا کہ ابو طالب ملتِ جاہلیت پر جاتا ہے، یہاں تک بات چیت کی طاقت تھی اب سینے پر دم آیا پردے اُٹھے غیب سامنے آیا اُس نار نے جس پر عار کو اختیار کیا تھا اپنی مہیب صورت سے منہ دکھایا **لیس الخبر کالمعاینة**[1] (خبر مشاہدہ کی مثل نہیں۔ت) اب کھلا کہ یہ بلا جھیلنے کی نہیں، ڈوبتا ہوا سوار پکڑتا ہے، اب لا الٰہ الا اللہ کی قدر آئی، کہنا چاہا طاقت نہ پائی، آہستہ لبوں کو جنبش ہوئی مگر بے سود کہ وقت نکل چکا تھا۔

انّا للہ وانّا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔	ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اسی کیطرف لوٹ کر جانے والے ہیں، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوت ہے مگر بُلندی وعظمت والے خدا کی توفیق سے۔(ت)

تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سچے کہ کلمہ پڑھا، اور قرآن و حدیث تو قطعًا سچے ہیں کہ حکمِ کفر بدستور رہا۔ **والعیاذ باللہ ربّ العالمین۔** (اللہ کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت)

سابعًا: اس سے بھی درگزرے، یہ بھی مانا کہ حالتِ غرغرہ سے پہلے ہی پڑھا ہے پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ظاہر ہی کی گواہی دیں گے، دل کے حال کا عالم خدا ہے، کیا اگر کوئی شخص روزانہ لاکھ بار کلمہ پڑھے اور اللہ عزوجل اسے کافر بتائے تو ہم اس کے کلمہ پڑھنے کو دیکھیں گے یا اپنے رب عزوجل کے ارشاد کو، ایمان زبان سے کلمہ خوانی کا نام نہیں، جب دلوں کا مالک اس کے کفر پر حاکم تو قطعًا ثابت کہ اس کے قلب میں اذعان واسلام نہیں، آخر نہ سُنا کہ جیتے جاگتے تندرستوں کے بڑی سے بڑی قسم کھا کر "**نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ**"[2] (ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقینًا اللہ کے رسول ہیں۔ت) کہنے پر کیا ارشاد ہوا:

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۷۱

[2] القرآن الکریم ۶۳/ ۱

"وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَکٰذِبُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ "[1]۔	اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔ (ت)

غرض لاکھ جتن کیجئے آیت براءت سے براءت ملے یہ شُدنی نہیں رہے گی ہمان آش درکاسہ (وہی قسمت وہی نصیب۔ت) کہ:

"تَبَیَّنَ لَہُمۡ اَنَّہُمۡ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۱۳﴾ "[2]۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین اللّٰھم ارحم الرحمین صل وسلم وبارك علی السید الامین الاتی من عندك بالحق المبین اللھم بقدر تك علینا وفاقتنا الیك ارحم عجزنا یا ارحم الراحمین امین امین والحمدللہ رب العلمین لا الٰہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ محمد رسول اللہ ودیعۃ عند اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّدنا محمد واٰلہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین۔	کُھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔ (ت) اور اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے اللہ بہترین رحم کرنے والے۔ درود سلام اور برکت نازل فرما اُس امانت والے سردار پر جو تیری بارگاہ سے حق مبین لے کر آنے والے ہے۔ اے اللہ ! اپنی قدرت کے ساتھ جو ہم پر ہے اور ہماری محتاجی تیری طرف ہے، ہمارے عجز پر رحم فرما اے بہترین رحم فرمانے والے، ہماری دُعا قبول فرما، اور تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو کل جہانوں کا پروردگار ہے۔ اللہ کے بغیر کوئی سچا معبود نہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالٰی کی ملاقات کا وعدہ اللہ تعالٰی کے پاس ودیعت ہے، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ کی توفیق سے۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل اور سب صحابہ پر، اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

بحمد اللہ ازاحت شبہات سے بھی بروجہ احسن فراغ پایا۔

وھناك شبھۃ اخر اوھن واھون لم نوردھا اذلم تعرض	یہاں ایک دوسرا شبہ ہے جو بہت کمزور اور بہت ہلکا ہے ہم اس کو اس لیے وارد نہیں کرتے۔

[1] القرآن الکریم ۶۳ /۱

[2] القرآن الکریم ۹ /۱۱۳

ولم تعرف فلا نطیل الکلام بایرادھا و لنطوھا علی غرھا لمیعادھا"۔	کہ نہ تو اُس کا تعرض کیا گیا ہے اور نہ ہی وہ معروف ہے، چنانچہ ہم اس کو وارد کرکے کلام کو لمبا نہیں کرتے۔ لہٰذا چاہیے کہ ہم اس کے مقررہ وقت تک اس کو اس کے شکن پر لپیٹ دیں۔ (ت)

اب بقیہ سوال کا جواب لیجئے اور اس رسالہ میں جن ائمہ و علماء و کتب سے یہ مسئلہ ثابت کیا آخر میں اُن کے اسماء شمار کردیجئے کہ جسے رسالہ دیکھنے میں کاہلی آئے ان ناموں ہی کو دیکھ کر خلاف سے ہاتھ اٹھائے لہٰذا تین فصل کا وصل اور مناسب کہ تلك عشرۃ کاملۃ (یہ پورے دس ہوئے۔ت) جلوہ دکھائے۔

فصل ہشتم

جب ابوطالب کا کفرادّہ کالنہار سے آشکار تو رضی اللہ تعالٰی عنہ کہنے کا کیونکر اختیار، اگر اخبار ہے تو اللہ تعالٰی عزوجل پر افترا، کفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ، اور اگر دُعا ہے کما ھو الظاھر (جیسا کہ ظاہر ہے۔ت) تو دعا بالمحال حضرت ذی الجلال سے معاذ اللہ استہزاء، ایسی دُعا سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہی فرمائی۔

کما فی الصحیحین [1] وقد بیّنّاہ فی رسالتنا "ذیل المدعاء لاحسن الوعاء" التی ذیلنا بھا رسالۃ "احسن الوعاء لاٰداب الدعاء" لخاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد"۔	جیسا کہ صحیحین میں ہے، اور ہم نے اس کو اپنے رسالہ "ذیل المدعاء لاحسن الوعاء" میں بیان کردیا۔ اس رسالے کو ہم نے حاشیہ بنایا رسالہ "احسن الوعاء لاٰداب الدعاء" کا جو تصنیف ہے خاتمۃ المحققین ہمارے سردار والد گرامی قدس سرّہ کی۔ت)

علماء نے کافر کے لیے دُعائے مغفرت پر سخت اشد حکم صادر فرمایا اور اس کے حرام ہونے پر تو اجماع ہے، پھر دعائے رضوان تو اس سے بھی ارفع واعلٰی۔

فان السید قد یعفو عن عبدہ	اس لیے کہ مالک بعض دفعہ اپنے غلام کو معاف

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ البراءۃ باب ماکان للنبی والذین اٰمنوا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۶۷۵، صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام من حضرہ الموت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰

وھو عند غیر راض کما ان العبد ربما یحب سیدہ وھو علی امرہ غیر ماض وحسبنا اللہ ونعم الوکیل	کر دیتا ہے حالانکہ وہ اُس پر راضی نہیں ہوتا، جیسا کہ غلام بسا اوقات اپنے مالک کو پسند کرتا ہے مگر اُس کے حکم پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ اللہ ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (ت)

امام محمد محمد محمد حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

"صرح الشیخ شھاب الدین القرافی المالکی بان الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذب اللہ تعالٰی فیما اخبر بہ ولھذا قال المصنف وغیرہ ان کان مؤمنین"[1]۔	یعنی امام شہاب قرآنی مالکی نے تصریح فرمائی کہ کفار کے لیے دعائے مغفرت کرنا کفر ہے، کہ اللہ عزوجل نے جو خبر دی اس کا جھوٹا کرنا چاہتا ہے اس لیے منیہ وغیرہ کتب فقہ میں قید لگادی کہ ماں باپ کے لیے دعائے مغفرت کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔

پھر ایک ورق کے بعد فرمایا کہ "تقدم ان کفر"[2]۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ کفر ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

الدعاء بہ کفر لعدم جوازہ عقلًا ولا شرعًا ولتکذیب النصوص القطعیۃ بخلاف الدعاء للمؤمنین کما علمت فالحق ما فی الحلیۃ[3]۔	اس کی دُعا کفر ہے کیونکہ یہ عقلًا و شرعًا ناجائز ہے اور اس میں نصوص قطعیہ کی تکذیب ہے بخلاف مومنوں کے لیے دعا کے۔ جیسا کہ تُو جان چکا ہے، اور حق وہ ہے جو حلیہ میں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر[4]۔	حق یہ ہے کہ کافر کے لیے دعائے مغفرت حرام ہے۔

اسی طرح بحرالرائق میں ہے:

[1] حلیۃ المحلی

[2] حلیۃ المحلی

[3] ردالمحتار کتاب الصلوۃ فصل واذا اراد الشروع فی الصلوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

[4] الدرالمختار کتاب الصلوۃ فصل واذا اراد الشروع فی الصلوۃ دار احیاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۸

اقول: ومانحاالیه العلامة الشامی من عدم جواز عفوالکفر عقلافانما تبع فیه الامام النسفی صاحب عمدة الکلام وشرذمة قلیلة من اهل السنة والجمهور علی امتناعه شرعا وجوازه عقلا کما فی شرح المقاصد والمسامرة وغیرهما وبه تقضی الدلائل فهو الصحیح وعلیه التعویل فاذن الحق ماذهب الیه البحر وتبعه فی الدر وتمام الکلام فی هذا المقام فیما علقناه علی رد المحتار۔	اقول: (میں کہتاہوں) جس کا قصد علامہ شامی نے کیا یعنی کفر کی معافی کا عقلاً عدم جواز تو اس میں انہوں نے عمدۃ الکلام کے مصنف امام نسفی اور اہلسنت کے گروہ قلیل کی پیروی کی ہے، جب کہ جمہور کے نزدیک یہ شرعاً ممتنع اور عقلاً جائز ہے جیسا کہ شرح المقاصد اور مسامرہ وغیرہ میں ہے۔اور دلائل اسی کے مؤید ہیں لہٰذا یہی صحیح اور اسی پر بھروسا ہے، تو اب حق وہ ہے جس کی طرف صاحب البحر گئے ہیں اور دُر میں اسی کی پیروی کی ہے، اور مکمل کلام اس مقام پر ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔(ت)

ہاں ابولہب وابلیس لعنہما اللہ کی مثل کہنا محض افراط اور خون انصاف کرنا ہے، ابوطالب کی عمر خدمت و کفالت و نصرت و حمایتِ حضرت رسالت علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتحیۃ میں کٹی اور یہ ملاعنہ درپردہ وعلانیہ درپے ایذاء واضرار رہے کہاں وہ جس کا وظیفہ مدح وستائش ہو اور کہاں وہ شقی جس کا وردِ ذم ونکوہش ہو ایک اگرچہ خود محروم اور اسلام سے مصروف مگر بتسخیر تقدیر نفع اسلام میں مصروف اور دوسرا مردود ومتمرد وعدو ومعاند ہمہ تن کسر بیضہ اسلام میں مشغوف ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

(ان میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ت)

آخر نہ دیکھا جو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ ابوطالب پر تمام کفار سے کم عقاب ہے اور یہ اشقیاء اُن میں ہیں جن پر اشد العذاب ہے، ابوطالب کے صرف پاؤں آگ میں ہیں اور یہ ملاعنہ اُن میں کہ:

"لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ"[1]۔ "لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ"[2]۔	اُن کے اوپر آگ کی تہیں ہیں اور اُن کے نیچے آگ کی تہیں۔ ان کے نیچے آگ کا بچھونا اور اوپر آگ کے لحاف۔

سراپا آگ، ہر طرف سے آگ، والعیاذ باللہ رب العلمین (اور اللہ رب العالمین کی پناہ۔ت)

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۶

[2] القرآن الکریم ۷/ ۴۱

بلکہ دونوں کا ثبوتِ کفر بھی ایک سا نہیں، ابوطالب کے باب میں اگرچہ قول حق وصواب وہی کفر وعذاب، اور اس کا خلاف شاذ ومردود باطل ومطرود پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذاللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو اور ان اعداء اللہ کا کافر وابدی جہنمی ہونا تو ضروریاتِ دین سے ہے جس کا منکر خود جہنمی کافر، توفریقین کا نہ کفر یکساں نہ ثبوت یکساں، نہ عمل یکساں نہ سزا یکساں، ہر جگہ فرقِ زمین وآسمان، پھر مماثلت کہاں۔

نسأل اللہ سلوك سوی الصراط ونعوذ باللہ من التفریط والافراط۔	ہم اللہ تعالٰی سے سیدھے راستے پر چلنے کا سوال کرتے ہیں، اور افراط وتفریط سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔(ت)

فصل نہم

ان ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ذکر اسمائے طیبہ میں جنہوں نے کفر ابی طالب کی تصریح وتصحیح فرمائی اور اُن کے ارشادات کی نقل اس رسالہ میں گزری، **فمن الصحابۃ:**

(۱) امیر المومنین صدیقِ اکبر **(۲)** امیر المومنین فاروق اعظم

(۳) امیر المومنین علی مرتضٰی **(۴)** حبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس

(۴) حافظ الصحابہ سیدنا ابوہریرہ **(۶)** صحابی ابن الصحابی سیدنا مسیّب بن حزن قریشی مخزومی

(۷) حضرت سیدنا عباس عم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **(۸)** سیدنا ابوسعید خدری

(۹) سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری **(۱۰)** حضرت سیدتنا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین

(۱۱) سیدنا انس بن مالک خادم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(۱۲) حضرت سیدتنا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین

پہلے چھ۶ حضرات سے تو خود اُن کے اقوال گزرے اور انس وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی تقریر اور باقی چار خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد بیان فرماتے ہیں، اور پر ظاہر کہ یہاں اپنے کہنے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد بتانا اور بھی ابلغ ہے۔

ومن التابعین:

(۱۳) آدم آل عبا زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم وکرم وجوھہم۔

(۱۴) امام عطاء بن ابی رباح استاذ سیّدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

(۱۵) امام محمد بن کعب قرظی کہ اجلّہ ائمہ محدثین ومفسرین تابعین سے ہیں۔

(۱۶) سعید بن محمد ابوالسفر تابعی ابن التابعی ابن الصحابی نبیرہ سیّدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۱۷) امام الائمہ سراج الاُمہ سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ومن تبع تابعین:

(۱۸) عالم المدینہ امام دارالہجرۃ سیّدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(۱۹) محرر المذہب مرجع الدنیا فی الفقہ والعلم سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ

(۲۰) امام تفسیر مقاتل بلخی

(۲۱) سلطان اسلام خلیفۃ المسلمین جن کے آنے کی سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے بشارت دی تھی کہ:

منّا السفاح ومنّا المنصور ومنّا المهدی رواه الخطیب و ابن عساکر وغیرهما بطریق سعید بن جبیر عنه قال السیوطی قال الذهبی اسناده صالح۔	ہمیں میں سے ہوگا سفاح اور ہمیں میں منصور اور ہمیں میں مہدی۔ (اس کو خطیب و ابن عساکر وغیرہ نے سعید بن جبیر کے طریق سے روایت کیا اور اُسی کے طریق سے امام سیوطی نے کہا: ذہبی نے کہا اس کا اسناد صالح ہے۔ت)

بلکہ دو حدیثوں میں یہی الفاظ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آئے:

رواه کذلك الخطیب من طریق الضحاك عن ابن عباس وابن عساکر فی ضمن حدیث عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالٰی عنهم رفعاه الی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم	اس کو اسی طرح خطیب نے بطریق ضحاک سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا جب کہ ابن عساکر نے ایک حدیث کے ضمن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ان دونوں نے اس کا رفع نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک کیا۔ (ت)

اعنی امام ابوجعفر منصور نبیرزادہ ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ومن اتباع التبع ومن یلیهم:

(۲۲) امام الدنیا فی الحفظ والحدیث ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری۔

(۲۳) امام اجل ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی

(۲۴) امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی۔

(۲۵) امام ابو عبداللہ بن یزید ابن ماجہ قزوینی۔

یہ چاروں ائمہ اصحاب صحاح مشہورہ ہیں اور یہی طبقہ اخیرہ عبداللہ بن المعتز کا ہے۔

ومن بعدھم من المفسرین:

(۲۶) امام محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود فرّاء بغوی

(۲۷) امام ابو اسحٰق زجاج ابراہیم بن السری۔

(۲۸) جار اللہ محمود بن عمر خوارزمی زمخشری

(۲۹) ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری صاحبِ بسیط ووسیط ووجیز۔

(۳۰) امام اجل محمد بن عمر فخر الدین رازی۔

(۳۱) قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل خوبی دمشقی مکمل الکبیر۔

(۳۲) علامہ قطب الدین محمد بن مسعود بن محمود بن ابن ابی الفتح سیر افی شفار صاحبِ تقریب۔

(۳۳) امام ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر بیضاوی۔

(۳۴) امام علامۃ الوجود مفتی ممالک رومیہ ابو السعود بن محمد عمادی۔

(۳۵) علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی صوفی صاحبِ تفسیر لباب شہیر بہ خازن۔

(۳۶) امام جلال الدین محمد بن احمد محلّی۔

(۳۷) علامہ سلیمان جمل وغیرہم ممن یاتی

ومن المحدثین والشارحین:

(۳۸) امام اجل احمد بن حسین بیہقی

(۳۹) حافظ الشام ابو القاسم علی بن حسین بن ہبۃ اللہ دمشقی شہیر بابن عساکر۔

(۴۰) امام ابو الحسن علی بن خلف معروف بابن بطال مغربی شارح صحیح بخاری۔

(۴۱) امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن احمد سہیلی۔

(۴۲) امام حافظ الحدیث علامۃ الفقہ ابو زکریا یحیٰی بن شرف نووی۔

(۴۳) امام ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبّی شارح صحیح مسلم۔

(۴۴) امام ابو السعادات مبارک بن محمد ابی الکرم معروف بابن اثیر جزری صاحبِ نہایہ وجامع الاصول۔

(۴۵) امام جلیل محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری۔

(۴۶) امام شرف الدین حسن بن محمد طیّبی شارح مشکوۃ۔

(۴۷)امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی شارح صحیح بخاری۔
(۴۸)علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی صاحب القاموس۔
(۴۹)امام حافظ الشان ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی۔
(۵۰)امام جلیل بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی۔
(۵۱)امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس قرافی صاحبِ تنقیح الاصول۔
(۵۲)امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی۔
(۵۳)امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری۔
(۵۴)علامہ عبدالرحمٰن بن علی شیبانی تلمیذ امام شمس الدین سخاوی۔
(۵۵)علامہ قاضی حسین بن محمد بن حسین دیار بکری مکی۔
(۵۶) مولانا الفاضل علی بن سلطان محمد قاری ہروی مکی۔
(۵۷)علامہ زین العابدین عبدالروف محمد شمس الدین مناوی۔
(۵۸)امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی۔
(۵۹) شیخ تقی الدین احمد بن علی مقریزی اخباری۔
(۶۰) سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی صاحبِ روضۃ الاحباب
(۶۱)امام عارف باللہ سیدی علاء الملۃ والدین علی بن حسام الدین متقی مکی۔
(۶۲)علامہ شہاب الدین احمد خفاجی شارح شفاء
(۶۳)علامہ علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم عزیزی۔
(۶۴)علامہ محمد حفنی محشیٔ افضل القری
(۶۵)علامہ طاہر فتنی صاحبِ مجمع بحار الانوار
(۶۶) شیخ محقق مولانا عبدالحق بن سیف الدین بخاری
(۶۷)علامہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری
(۶۸) فاضل محمد بن علی صبان مصری صاحب اسعاف الراغبین وغیرہم ممن مضی ویجییٔ۔

ومن الفقہاء والاصولیین:

(۶۹)امام اجل شیخ الاسلام والمسلمین علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ
(۷۰)امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حافظ الدین نسفی صاحبِ کنز۔

(۷۱)امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام۔

(۷۲)امام جلال الدین کرلالی صاحبِ کفایہ۔

(۷۳)امام محقق محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی۔

(۷۴)امام ابراہیم بن موسٰی طرابلسی مصری صاحبِ مواہب الرحمٰن۔

(۷۵)علامہ ابراہیم بن محمد حلبی شارح منیہ

(۷۶)علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی۔

(۷۷)علامہ محقق زین بن نجیم مصری صاحبِ بحر۔

(۷۸)ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد لکھنوی۔

(۷۹)علامہ سید احمد مصری طحطاوی۔

(۸۰)علامہ سید محمد افندی ابن عابدین شامی وغیرھم ممن تقدم رحمہ اللہ تعالٰی علمائنا جمیعا من تاخر منھم ومن قدم اٰمین (اس کے علاوہ دیگر علماء جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، اللہ تعالٰی ہمارے تمام علماء متاخرین و تقدمین پر رحم فرمائے۔ امین۔ ت)

فصل دہم:

اُن کتابوں کے نام جن کی نقول در بارہ ابوطالب اس رسالہ میں مذکور ہوئیں:

کتبِ تفسیر:

(۱)معالم التنزیل امام بغوی

(۲)مدارک التنزیل امام نسفی

(۳)انوار التنزیل امام بیضاوی

(۴)ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم للمفتی العلامۃ العماوی

(۴)کشاف حقائق التنزیل للزمخشری

(۶)مفاتیح الغیب للامام الرازی

(۷)تکملۃ المفاتیح للشمس الخوبی

(۸)جلالین

(۹)فتوحاتِ الھیہ للشیخ سلمین

(۱۰)عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی للعلامۃ الشھاب

(۱۱)معانی القرآن للزجاج

(۱۲)فتوح الغیب للطیبی

(۱۳)تقریب مختصر الکشاف للیسرافی

(۱۴)بسیط للواحدی

(۱۵)لباب التاویل فی معانی التنزیل للعلامۃ الخازن

(۱۶)الاحکام لبیان مافی القرآن من الابھام للعسقلانی۔

کتب حدیث:

(۱۷)صحیح بخاری (۱۸)صحیح مسلم (۱۹)سُنن ابی داؤد

(۲۰)جامع ترمذی (۲۱)مجتبٰی نسائی (۲۲)سُنن ابن ماجه

(۲۳)مؤطا امام مالك (۲۴)مؤطا امام محمد (۲۵)مسند امام شافعی

(۲۶)مسند امام احمد (۲۷)شرح معانی الآثار (۲۸)مشکوۃ المصابیح

(۲۹)تیسیر الوصول الی جامع الاصول (۳۰)جامع صغیر (۳۱)منهج العمال للامام المتقی

(۳۲)کنز العمال له (۳۳)منتخب کنز العمال له (۳۴)مصنف عبدالرزاق

(۳۵)مصنف ابی بکر بن ابی شیبه (۳۶)مسند ابوداؤد طیالسی (۳۷)مسند اسحق بن راہویه

(۳۸)طبقات ابن سعد (۳۹)کتاب موسٰی بن طارق ابو قرہ (۴۰)زیادات مغازی ابن اسحق لیونس بن بکیر

(۴۱)صحیح ابن خزیمه (۴۲)منتقی ابن زود (۴۳)مسند بزار

(۴۴)مسند ابی یعلٰی (۴۵)معجم کبیر طبرانی (۴۶)معجم اوسط له

(۴۷)فوائد تمام رازی (۴۸)کامل ابن عدی (۴۹)کتاب الجنائز للمروزی

(۵۰)کتاب مکه لعمر بن شبه (۵۱)کتاب ابی بشر (۵۲)فوائد سمویه

(۵۳)مستخرج اسمعیل (۵۴)مستدرك حاکم (۵۵)حلیۃ الاولیاء لابی نعیم

(۵۶)سنن بیهقی (۵۷)دلائل النبوۃ (۵۸)سُنن سعید بن منصور

(۵۹)مسند فریابی (۶۰)مسند عبد بن حمید (۶۱)تفسیر ابن جریر

(۶۲)تفسیر ابن المنذر (۶۳)تفسیر ابن ابی حاتم (۶۴)تفسیر ابوالشیخ

(۶۵)تفسیر ابن مردودیه (۶۶)مغازی ابن اسحق علی ماقررنا وحررنا۔

شروح حدیث:

(۶۷)منهاج شرح مسلم اللنووی (۶۸)عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینی

(۶۹)ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اللقسطلانی (۷۰)مرقاۃ شرح مشکوۃ للقاری

(۷۱)تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی (۷۲)سراج المنیر شرح جامع صغیر للعزیزی

(۷۳)فتح الباری شرح صحیح بکاری للعسقلانی (۷۴)کواکب الدراری شرح صحیح بخاری للکرمانی

(۷۵)مفہم شرح صحیح مسلم للقرطبی

کتبِ فقہ

(۷۶)ھدایہ (۷۷)کافی شرح الوافی کلاہما للامام النفسی

(۷۸)فتح القدیر للمحقق (۷۹)کفایہ شرح ہدایہ

(۸۰)حلیہ شرح منیہ للامام الحلبی (۸۱)غنیہ شرح منیہ للمحقق الحلبی

(۸۲)بحر الرائق شرح کنز الدقائق (۸۳)طحطاوی علی مراقی الفلاح للشرنبلالی

(۸۴)ردالمحتار علی الدر المختار (۸۵)بنایہ شرح ہدایہ للعینی

(۸۶)برہان شرح مواہب الرحمان کلاھما للطرابلسی

کتبِ سیر

(۸۷)مواہب اللدینہ ومنح محمدیہ (۸۸)شرح مواہب للزرقانی

(۸۹)صراط المستقیم للمجد (۹۰)شرح صراط المستقیم للشیخ

(۹۱)مدارج النبوۃ لہ (۹۲)خمیس للدیار بکری

(۹۳)اسعاف الراغبین للصبان (۹۴)روضۃ الاحباب

(۹۵)تاریخ ابن عساکر (۹۶)روض سہیلی

(۹۷)امتاع الاسماع للمقریزی

کتب عقائد واصول وعلوم شتّی

(۹۸)فقہ اکبر للامام اعظم (۹۹)شرح المقاصد للعلامۃ الماتن

(۱۰۰)اصابہ تمیز الصحابۃ للامام ابن حجر

(۱۰۱)مسلك الحنفاء فی والدی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم للامام سیوطی

(۱۰۲)افضل القراء ام القری للامام ابن حجر (۱۰۳)شرح شفاء لعلی القاری

(۱۰۴)نسیم الریاض للخفاجی (۱۰۵)حفنی شرح الهمزیہ

(۱۰۶)مجمع البحار للفتنی (۱۰۷)فواتح الرحموت لبحر العلوم

(۱۰۸)التقریر والتحریر فی الاصول للعلامۃ ابن امیر الحاج (۱۰۹)نہایہ فی غریب الحدیث لابن اثیر

(۱۱۰) شرح تنقیح الفصول فی الاصول کلاھما للقرانی (۱۱۱) ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی للحافظ المحب الطبری

تذییل

وہ کتابیں جن سے اس رسالہ میں مدد لی گئی:

(۱۱۲) شرح عقائد نسفی (۱۱۳) شرح عقائد عضدی (۱۱۴) سیرت ابن ہشام

(۱۱۵) اتقان فی علوم القرآن (۱۱۶) میزان الاعتدال (۱۱۷) تقریب التہذیب

(۱۱۸) تقریب امام نووی (۱۱۹) تدریب امام سیوطی (۱۲۰) مسلم الثبوت

(۱۲۱) درمختار (۱۲۲) تاریخ الخلفاء (۱۲۳) تحفہ اثناء عشریہ

(۱۲۴) صحیح ابن حبان (۱۲۵) القاب شیرازی (۱۲۶) استیعاب ابو عمر

(۱۲۷) معرفۃ الصحابہ لابی نعیم (۱۲۸) مسند الفردوس دیلمی

(۱۲۹) خادم الامام بدر الدین الزرکشی (۱۳۰) شعب الایمان للامام البیہقی

ختم اللہ تعالٰی لنا بالایمان والاٰمان اٰمین اٰمین الحمد للہ علی الاختتام ونسألہ حسن الختام۔	اللہ تعالٰی ایمان اور امان کے ساتھ ہمارا ختمہ کرے، آمین۔ حسن اختتامِ رسالہ پر تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں، اور ہم اللہ تعالٰی سے حسنِ کاتمہ کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

پہلے یہ سوال بدایوں سے آیا تھا جواب میں ایک موجز رسالہ چند ورق کا لکھا اور اس کا نام معتبر الطالب فی شیون ابی طالب ۱۲۹۴ھ رکھا، اب کہ دوبارہ احمد آباد سے سوال آیا اور بعض علمائے بمبئی نے بھی اس بارہ میں توجہ خاص کا تقاضا فرمایا حسب حالت راہنہ و فرصت حاضرہ شرح وبسط کافی کو کام میں لایا اور اسے اس اجمال اول کی شرح بنایا نیز شرح مطالب و تسکین طالب میں بحمد اللہ تعالٰی حافل وکامل پایا، لہٰذا شرح المطالب فی مبحث ابی طالب ۱۳۱۶ھ اس کا نام رکھا اور یہی اس کی تاریخِ آغاز وانجام۔

والحمد للہ ولی الانعام وافضل	سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو انعام کا

الصلوۃ واکمل السلام علی سیّدنا محمد ھادی الانام و علیٰ اٰلہ وصحبہ الغر الکرام وعلینا بھم ولھم الیٰ یوم القیٰمۃ اٰمین یاذا الجلال والاکرام، واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	مالک ہے، اور افضل درود و اکمل سلام ہو ہمارے آقا محمد مصطفیٰ پر جو کُل جہان کے ہادی ہیں، اور آپ کے روشن پیشانیوں والے اہل کرم آل واصحاب پر اور انکے صدقے میں ہم پر اور اُن کے لیے یوم قیامت تک ہماری دعا قبول فرمااے بزرگی اور اکرام والے۔ اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے، اور اس کا علم اتم اور مستحکم ہے۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنّی حنفی قادری
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

رسالہ

شرح المطالب فی مبحث ابی طالب

ختم ہوا

نوٹ

جلد ۲۹ "عقائد و کلام و دینیات" کے عنوان پر اختتام پذیر ہوئی۔
فتاوٰی رضویہ کی آخری جلد ۳۰ اِن شاء اللہ تعالیٰ سیرت اور
فضائل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عنوان پر مشتمل ہو گی۔